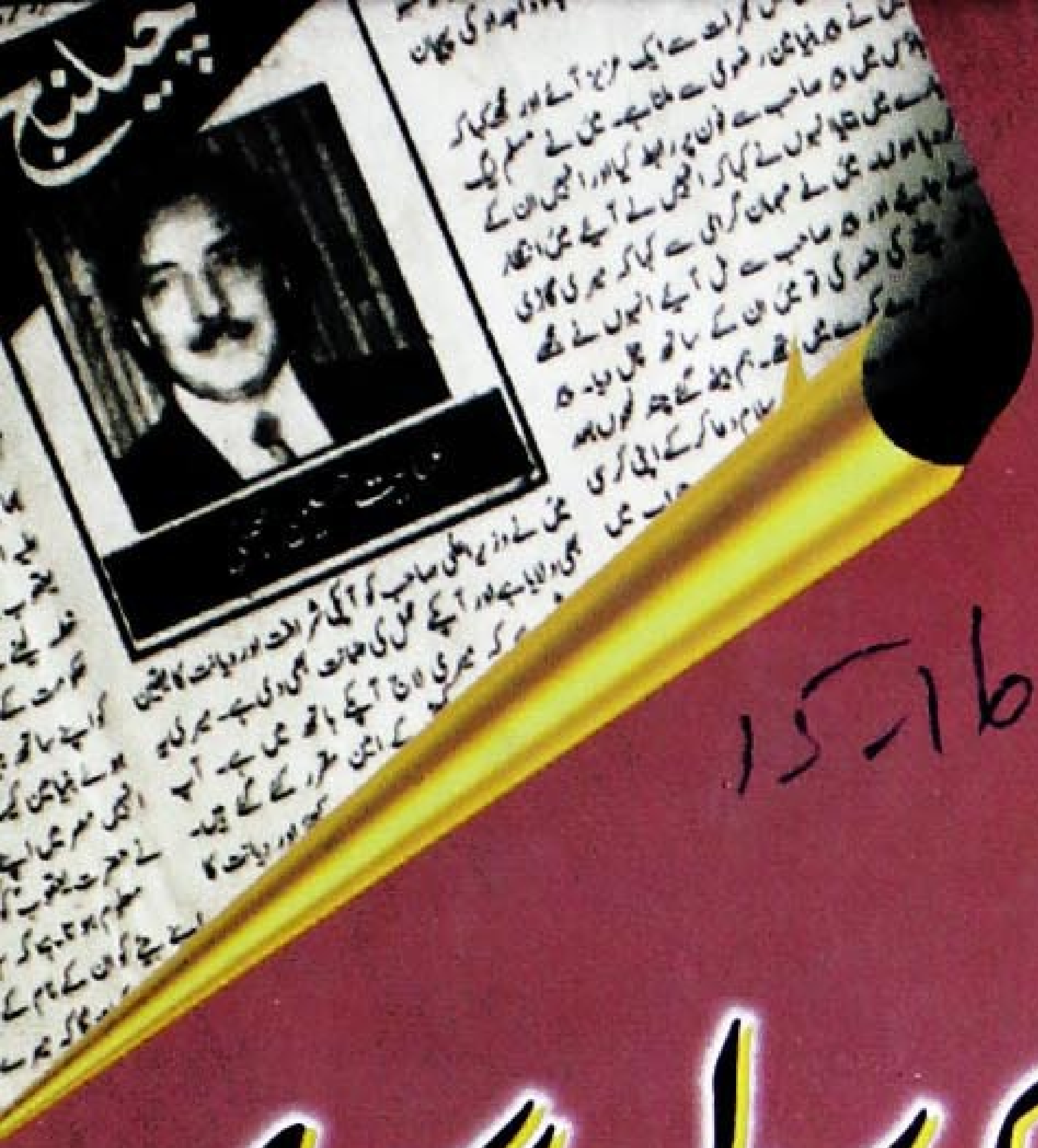

روزنامہ پاکستان میں شائع ہونیوالے عنایت حسین بھٹی مرحوم کے کالم

عنایت حسین بھٹی کی کالم نگاری

مرتبین

پروفیسر زاہیر کنجاہی

احسان فیصل کنجاہی

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

Marfat.com

Marfat.com

15

عنایت حسین بھٹی کی کالم نگاری

مرتبین۔ پروفیسر زہیر کنجاہی

احسان فیصل کنجاہی

افقر اکیڈمی 'ڈھیری حسن آباد

راولپنڈی کینٹ 0333-5130073

کامرانیاں پبلشرز، کنجاہ تحصیل و ضلع گجرات

0301-6223244

Marfat.com

(جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں)

84284

کتاب ۔۔۔۔۔۔۔۔عنایت حسین بھٹی کی کالم نگاری

مرتبین ۔۔۔۔۔۔ پروفیسر زہیر کنجاہی، احسان فیصل کنجاہی

طبع اول ۔۔۔۔۔۔۔۔ 2008ء

کمپوزنگ ۔۔۔۔۔۔۔ محمد عثمان ہاشمی کنجاہی

تعداد اشاعت ۔۔۔۔۔ 500

ناشر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ افقرا کیڈمی، ڈھیری حسن آباد راولپنڈی کینٹ

مطبع ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کامرانیاں پبلشرز کنجاہ ضلع گجرات

قیمت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ دعا برائے ایصال ثواب۔ عنایت حسین بھٹی اور صدف چغتائی صغراں بی بی، ادارہ افقرا کیڈمی، کامرانیاں پبلشرز کنجاہ

ملنے کا پتہ ۔۔۔۔۔۔۔ آفس ہفت روزہ کامرانیاں گلی آرائیاں وارڈ نمبر 9 کنجاہ تحصیل و ضلع گجرات 0301-6223244

* چغتائی بسیرہ ڈھیری حسن آباد راولپنڈی کینٹ 0333-5130073

Marfat.com

انتساب

عنایت حسین بھٹی کے اس فن کے نام

جو آج بھی لوگوں کے دلوں میں

زندہ ہے

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	عنایت حسین بھٹی اور کالم نگاری (پروفیسر زہیر کنجاہی)	10
2	فن شخصیت اور کردار' عنایت حسین بھٹی (رحمت اللہ شہزاد)	14
3	عنایت حسین بھٹی کی کالم نگاری (احسان فیصل کنجاہی)	20
4	الجھے ہوئے مسائل کا واحد حل قرآن	22
5	اب عذاب الٰہی سے بچنا مشکل ہے	25
6	گستاخ رسول ﷺ	27
7	تیرا مذہب یا تھرڈ ازم	30
8	فرقہ باز مولویوں کو چیلنج	32
9	قومی اسلامی نظریاتی کونسل صوبائی ادارہ ثقافت اسلامی شرعی عدالت اور جماعت اسلامی کے نام	35
10	میر ٹرسٹ' نور کا چشمہ (حصہ اول)	38
11	میر ٹرسٹ' نور کا چشمہ (حصہ دوم)	41
12	اتحاد بین المسلمین	44
13	چرار شریف یا پاکستان	46
14	جائیں تو جائیں کہاں؟	49
15	غیرت کو کیا ہوا	51
16	دہشت گردی تخریب کاری اور شرپسند کیوں	53
17	پتھر بھی روتے نہیں انسانوں کے دکھ پر	55
18	عظیم ایٹم بم	57
19	اتنے قتل کیوں	59
20	نورا کرکٹ میچ	61
21	بھارتی جنتا پارٹی	63
22	جائیں تو جائیں کہاں	65
23	بابیو ٹکڑے ہووو	67
24	ہر شہر میں امن سیل قائم ہونا چاہیے	69
25	چار گورنر چار چہرے	71
26	سرخ پاکستان میں کشمیر کے آنسو	74
27	بل بل اور بلا	77
28	کیا وجہ ہے	79

Marfat.com

29	کھٹمل مچھر اور پتھر	81
30	دہشت گردی ختم ہو جائے گی	83
31	جمہوریت کے سورج کا طلوع	85
32	الیکشن یا اِل ایکشن	87
33	حکومت کی دھمکیاں اور عوام کی پھڑکیں	90
34	چیخو چلاؤ اور خوب روؤ	92
35	چوہدری ظہور الٰہی کی برسی	94
36	ہے کوئی سخی داتا	97
37	غوری میزائل	99
38	اندھا چوک	101
39	ل۔و۔ٹ۔ے	103
40	عدالت عظمیٰ کا فیصلہ	106
41	عوام اور پولیس میں خلیج کیوں	109
42	پیر فضل حسین گجراتی	112
43	دلیپ کمار پر اعتراض کیوں	114
44	شاید میاں نواز شریف پڑھ لیں	116
45	فیصل آباد کی بیٹیاں	118
46	حاتم طائی اور چرواہا	121
47	احتساب بے رحم نہیں ہوتا	123
48	جیت ہار اور مار	125
49	انا للہ وانا الیہ راجعون	127
50	جاگیردار یا پیر تسمہ پا	129
51	ناممکن سے ذرہ برابر کم	131
52	کہتا ہوں سچ کہ جھوٹ کی عادت نہیں مجھے	133
53	اور وہ مان گئی	136
54	25 ارب کے نئے ٹیکس	139
55	تماشائے اہل قلم دیکھتے ہیں	141
56	منحوس ترقیاں	143
57	ٹیکس لاء	146

Marfat.com

58	حکومت کے اندر حکومتیں	149
59	رستم پاکستان	151
60	آواز دے کہاں ہے	153
61	تاریخ، دودھاری تلوار	155
62	بجٹ یا جھٹ پٹ	157
63	احتساب بے رحم نہیں ہوتا	159
64	اندھا سفر اندھی گاڑی	161
65	کون تھا، سلطان راہی	164
66	مہدی حسن بمقابلہ عطاء اللہ عیسیٰ خیلوی	167
67	آئی جی پولیس کی نیک خواہش	171
68	ایک چراغ اور بجھ گیا	173
69	قانون کہاں ہے	175
70	اور انصاف رو پڑا	178
71	مجاہد اول سردار محمد عبدالقیوم خان	181
72	ماڑے دا کیہ زور محمد	184
73	چوہدری شیر علی کا نعرہ حق	186
74	مسرت شاہین	188
75	سونیا گاندھی کی کھری کھری	190
76	میاں نواز شریف اور مصطفیٰ قریشی	193
77	فرسٹ اپریل فول	196
78	نشان حیدر	198
79	سفید جھوٹ	201
80	لالہ سدھیر	203
81	کردار پر نام کا اثر	205
82	مدرس ڈی آئی پولیس	208
83	طاہر مجید کی سلیمانی ٹوپی	211
84	قائداعظم محمد علی جناح	214
85	ہوم سیکرٹری کا مستحسن اعلان لیکن	216
86	عمران خان تیسرا آدمی	219

Marfat.com

87	فخر زمان اور دو پاکستان	221
88	انسپکٹر جنرل پولیس کے بیانات پر چند حروف نیاز مندی	224
89	14 اگست 1947 اور جشن آزادی نوابزادہ نصر اللہ خان اور حکمران	227
90	ثقافتی انارکی	230
91	اتنے قتل کیوں	232
92	7 لاکھ طلباء وطالبات فیل	234
93	میر مرتضی بھٹو کا قتل	236
94	بال ٹھاکرے بھارت کا ہٹلر	240
95	سالگرہ اور بیٹی	243
96	عابدہ نصرت اور عطاء	246
97	فنکار حبیب نے کہا	248
98	عابدہ پروین، درویش اور صوفی مغنیہ	250
99	مجاہد اول کی کاکول میں تقریر پر ایک نظر	252
100	شاہد ندیم کا سچ	255
101	مرنے دیں انہیں	258
102	پاکستان کا اہم ترین مسئلہ	260
103	دانش ور اور دانش بر	263
104	جب ڈاکو بھی با اصول تھے (1)	265
105	نافرمان اولاد کے بدنصیب ماں باپ	268
106	جب ڈاکو با اصول تھے (2)	270

Marfat.com

عنایت حسین بھٹی اور کالم نگاری

عنایت حسین بھٹی کو جو شہرت تھیٹر، سرکس، فلم اور گانے میں ملی شاید ہی کسی اور میدان میں ملی ہو مگر آپ یہ پڑھ کر حیران ہونگے کہ عنایت حسین بھٹی ایک طویل عرصہ تک روزنامہ پاکستان لاہور میں مسلسل کالم نگاری کرتے رہے کالم معاشرے کا عکاس ہوتا ہے زندگی کا ہر پہلو اس میں سما جاتا ہے میرا ایمان ہے کہ ادب برائے زندگی کے نظریئے کے تحت کالم نگاری ہو سکتی ہے اور کسی بھی نظریہ ادب کے تحت کالم نگاری ہو ہی نہیں سکتی عنایت حسین بھٹی کے وہ کالم جو انہوں نے روزنامہ پاکستان میں مسلسل ''چیلنج'' کے عنوان سے لکھے ہیں وہ تمام کے تمام میرے نظریہ کی تائید کرتے ہیں ان کے کالم جو چیلنج کے عنوان سے لکھے گئے اور اس کتاب میں شامل ہیں انہیں پر مکتبہ فکر کے لوگوں نے پسند فرمایا ہے اسی کالم نگاری کی بدولت وہ کئی ادبی اعزازات حاصل کر چکے ہیں ان کے کالم تنقید، تحقیقی، معاشرتی اور بین الاقوامی واقعات کا بھرپور تاثر دیتے ہیں ان کے کالم ذاتی اداریہ نما کالم کہلاتے ہیں اور یہ وصف ڈاکٹر عبدالسلام خورشید کے سوا اور کسی کو حاصل نہیں اس کتاب میں شامل تمام کالم جو چیلنج کے عنوان سے شائع ہو چکے ہیں میں سے کسی ایک کالم کو اٹھا کر دیکھ لیں کہ معاشرہ اور معاشرہ میں رونما ہونے والے واقعات صاف عیاں ہیں عنایت حسین بھٹی اپنی کالم نگاری کو جب معاشرہ کا عکاس بناتے ہیں تو ذرا ذرا جزیات کو بھی نظر انداز نہیں کرتے ایک دو مثالیں پیش کرتا ہوں۔

''مئی کی پہلی تاریخ کو گوجرانوالہ میں عالمی امن تحریک کے زیر اہتمام ''امن سیمینار'' منعقد ہوا جس میں صوبائی وزیر تعلیم و آبپاشی چوہدری اقبال ممبر قومی اسمبلی رانا نذیر احمد اور کمشنر گوجرانوالہ ڈویژن میاں محمد جمیل مہمان خصوصی تھے صدارات کے فرائض راقم الحروف یعنی عنایت حسین بھٹی کے ذمہ تھے پوسٹر نہایت خوبصورت تھا سیمینار کے مقاصد کی مکمل عکاسی کر رہا تھا امن کی فاختہ تیروں میں گھری دکھائی گئی ہر تیر کا عنوان الگ تھا فرقہ واریت، گروہی فساد، دہشت گردی، لسانی تعصب، مفاد پرستی، تخریب کاری، جغرافیائی ہوس، عام قتل و غارت اور صوبائی تعصب ان تیروں کو دو منحوس اور قبیح صورت شخص چلاتے دکھائے گئے تھے او رتیروں کے درمیان امن کی فاختہ گھری ہوئی تھی''۔

اس کالم کے سلسلہ میں عنایت حسین بھٹی کے کالم کا عنوان کتنا مناسب اور حسب حال تھا ''ہر شہر میں امن سیل قائم ہونا چاہیے'' نمبر 20 ''قریباً تین ماہ سے اخبارات کی شہ سرخیاں خون آلود تھیں وطن عزیز کے عوام بے چینی، بے تابی اور سیماب پائی کے شکار تھے جن گھروں میں ٹی وی کم دیکھا جاتا تھا وہاں بھی نو بجے رات ٹیلی ویژن کے سوئچ آن ہو جاتے تھے اور صبح لوگ بے چینی سے ادھر دیکھتے جدھر سے اخبار والا اخبار لاتا ملک کا ہر کس و ناکس سیاست میں ماہر نظر آتا تھا بس میں بیٹھے مسافر ہوٹلوں کی میزوں پر کھانا کھانے والے، تانگے کی سواریاں، پارکوں میں سیر کرنے والے یا سائیکلوں پر دفتروں کو جانے والے چھوٹے ملازم سب

Marfat.com

ایک ہی موضوع پر گفتگو کرتے نظر آتے تھے"۔
اندھا چوک نمبر 58

عنایت حسین بھٹی کے کالموں کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو بھی اور جب بھی کسی بھی عنوان کے تحت کالم لکھا ہے تو قلم رکا نہیں مسلسل اور لگاتار لکھتے چلے جاتے ہیں کہ جیسے زیر آسمان کوئی طیارہ بم بھاری کرنے کے بعد واپس جا رہا ہو۔

ایک زمانہ تھا جب روزنامہ زمیندار لاہور کے دور کالم نگاری کا آغاز ہوا تو مجید سالک اور بعد میں چراغ حسن حسرت کے سوا کالم نگاری نظر ہی نہ آتی تھی مگر آج کے دور میں اخبارات کی کمی نہیں اور کالم نگاری کرنے والے بے شمار موجود ہیں کالم نگاری وہ وصف ہے جس کے ذریعے نثر میں مزاح' طنز اور ظرافت کے پردوں میں معاشرے کی ایسی عکاسی کی جاتی ہے کہ ادا کیے گئے کسی عمل کے پوشیدہ اجزاء بھی عیاں ہوئے بغیر نہیں رہتے اور یہ وصف ہر کہ ومہ کی تحریروں میں نہیں پایا جاتا مگر ایک گیت نگار اور گویا' تھیٹر کا شہنشاہ اور فلموں کا بادشاہ جب ادب کی طرف آتا ہے اور کالم نگاری کے ذریعے زمانے کی رفتار کو کالم کا رنگ دیتا ہے تو پڑھنے والا عش عش کر اٹھتا ہے عنایت حسین بھٹی کا کالم حالات کے حسن و قبح کو ہرگز نہیں چھپاتا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ پورے اعتماد کے ساتھ اپنی بات بیان کر رہے ہیں اور وہ خود قارئین سے باتیں کر رہے ہیں بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ قاری عنایت حسین بھٹی کے کالم میں لکھی گئی کسی بات کو یوں محسوس کرتا ہے کہ یہ تو اس کے اپنے دل کی بات تھی مثال دیکھیے۔

"ایک بات سبھی ظالم یاد رکھیں کہ جب انسان مسلسل بے عدلی اور بے انصافی پر عمل پیرا ہوتا ہے اور جھوٹ و افتراع کو سرمایہء اقتدار بنا لیتا ہے تو پھر میزان عدل خالق کائنات اپنے ہاتھ میں لے لیتا ہے اور اس کا نتیجہ طوفان نوح ہوتا ہے کر لو قتل' عوام کا قتل' غریبوں کا قتل' ان کی اولادوں کے حقوق کا قتل' یتیموں اور بیواؤں کی وراثتوں کا قتل' اپنے ضمیر کا قتل کرتے جاؤ کرتے جاؤ لیکن ساتھ ہی طوفان نوح کا انتظار بھی کرو اب میزان عدل قادر مطلق اپنے ہاتھ میں لے چکا ہے ظالم یہ کیوں نہیں سمجھتے کہ تمام لوٹ ماران کا اپنا حصہ تو محض دو گز زمین ہے وہ بھی شاید خدا واسطے والے قبرستان میں"۔
اتنے قتل کیوں؟ نمبر 15

کالم نویس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی فکر کو قارئین کی فکر سے ملا کر چلے اور اسے اپنی بات منوانے کا ڈھنگ بھی آتا ہو جو کچھ لکھے وہ سادہ اور عام فہم زبان میں ہو کالم کی اصل تعریف ہی یہ ہے کہ کالم پڑھنے کے قابل ہو اور جو کچھ اس میں لکھا جائے وہ پڑھنے والے کو پسند آئے کالم میں شگفتگی مزاح کی چاشنی اور معاشرتی و تاریخی واقعات کو ہر دلعزیز تحریر کے ساتھ پیش کیا جائے لکھنے والے کا علم' مشاہدہ اور تجربہ نہایت وسیع ہو گویا زندگی کے کسی موضوع پر بلاتکلف جامع الفاظ میں لکھی گئی وقتی شگفتہ اور نیم مزاحیہ تحریر جو

Marfat.com

آفاقی نہ بن سکے کالم کہلاتی ہے پھر ہر کالم صاحب تحریر کے مزاج کا آئینہ دار بھی ہو آج جب ہم عنایت حسین بھٹی کے کالم کا مطالعہ کرتے ہیں تو بے شمار ایسی مثالیں ملتی ہیں جو بالکل سادہ' عام فہم اور رواں زبان میں لکھی گئی ہیں انہیں اپنی بات منوانے کا ڈھنگ بھی آتا ہے اور وہ قاری کی فکر سے اپنی فکر ملا کر چل رہے ہیں تحریر میں مزاح کی چاشنی بھی ہے اور معاشرتی واقعات کو من وعن جیسے وہ گزرے پیش کیا جا رہا ہے ''وہ فلموں میں جاگیرداروں' سرمایہ داروں' لیٹروں اور غاصبوں کے خلاف جنگ کرتا ہے وہ غریبوں کے دلوں کی دھڑکن تھا یہی وجہ ہے کہ سلطان راہی کو غریب پسند کرتے تھے غریبوں کے دل جیتو ان کے دکھوں میں شریک بنو یہی اصل جہاد ہے اسی میں پاکستان کی بقا ہے اور اسی میں قوم کا روشن مستقبل مضمر و نہاں ہے سوال یہ ہے کہ کون تھا یہ سلطان راہی کیسا تھا یہ سلطان راہی کہ فلمی صنعت کے بدنام اور گدلے پانی میں رہ کر اپنے دامن کو ایسا پرتو دے گیا کہ آج کس و ناکس اس کی تعریف کر رہا تھا کل کی خبر خدا جانے' کون تھا ---۔سلطان راہی نمبر 82۔

1965ء کی پاک بھارت جنگ میں عنایت حسین بھٹی نے کئی ایسے گیت گائے اور لکھے بھی جنہوں نے پاکستان آرمی کے نوجوانوں کے میدان جنگ میں حوصلے بلند کیے یہ وصف انکے علاوہ صرف اور صرف نورجہاں کو حاصل ہے عنایت حسین بھٹی بیباک اور نڈر انتے تھے کہ حق بات کہتے ہوئے ڈرتے نہ تھے ہمیشہ سچ لکھتے رہے جھوٹ کبھی نہ لکھا انہیں علم تھا کہ سچ کا ہمیشہ بول بالا ہوتا ہے لکھا ہوا جھوٹ ایک نہ ایک دن ضرور مر جاتا ہے مگر سچ کبھی نہیں مرتا اسی طرح جب 1996ء کو پاکستانی کرکٹ ٹیم ورلڈ کپ ہار کر وطن واپس آئی تو پی ٹی وی والوں نے ورلڈ کپ 1996ء کا پاپ میوزک فیسٹیول دکھایا تو عنایت حسین بھٹی نے ایک کالم سونیا گاندھی کی کھری کھری کے عنوان سے روزنامہ پاکستان میں لکھا اور یہ دکھایا کہ 1965ء میں بے شمار قومی گیت گانے اور لکھنے والا آج کتنا دکھی ہے اور کیا محسوس کر رہا ہے وہ لکھتے ہیں'' ''دس مارچ اور پھر اس کے بعد جبکہ اس صدمے سے کتنوں کے دل بند ہو گئے' کئی بیمار ہو گئے اور پوری قوم مایوسی کے بادلوں میں گھر گئی لیکن پی ٹی وی نے کمال ڈھیٹ پن اور بے حسی کا مظاہرہ فرمایا کہ ورلڈ کپ 1996 کا پاپ میوزک فیسٹیول دکھایا جس میں ٹی وی پر قوم کے نام نہاد شرفاء کے بیٹے بیٹیاں مکمل واہیاتی کے انداز میں اچھل کود کر رہے تھے اور کنے کنے جاناں ایں بلو دے گھر' لائن بناؤ ٹکٹ کٹاؤ' گا رہے تھے''۔

اسی کالم کے آغاز میں لکھتے ہیں۔

''راجیو کی بیوہ' اندرا گاندھی کے بہو بھارت نژاد نہیں لیکن محب بھارت ہونے کے ثبوت میں اس نے سچائی کا وہ میزائل چھوڑا ہے کہ پاکستان کے باشعور غیرت مند شرم سے پانی پانی ہو گئے اور جن کی آنکھوں کا پانی مر چکا ہے وہ اچھل کود کا ناچ پیش کر کے سونیا کو ہدیہ تبرک پیش کر رہے ہیں سونیا نے کہا ہے کہ ہمیں پاکستان کے ساتھ کسی حربی و فربی جنگ کی ضرورت نہیں ہم نے اس قوم کی ثقافت کو قتل کر دیا ہے اور جو قوم اپنی ثقافت

Marfat.com

یعنی بنیاد کی قاتل ہو گویا اس نے اپنی ماں کو قتل کیا ہو پھر اسے دست قدرت سے سزا ملتی ہے"۔
سونیا گاندھی کی کھری کھری نمبر 93

عنایت حسین بھٹی ایک اعلیٰ پائے کے انسان تھے انسانیت کی فلاح و بہبود میں ساری عمر سرگرداں رہے بے شمار عوامی امور سرانجام دیئے محتاجوں کی ضرورت کو اولیت دی یہ خوبی انہیں وراثت میں ملی تھی ان کے والد ماسٹر فضل الٰہی عمر میونسپل کمیٹی کے ممبر رہے اور عوام کی خدمت کرتے رہے عنایت حسین بھٹی ایک مخلص سچے اور سچے اور مخلوق سے پیار کرنے والے انسان تھے جب بھی کہیں ظلم ہوتا ان کی آنکھ روتی اور دل پارہ پارہ ہو جاتا ایک کالم میں رقمطراز ہیں۔ "نواب آف جونا گڑھ کا نواسہ قتل کر دیا گیا۔ مسجد میں دہشت گردی سے امام مسجد سمیت چار نمازی قتل کر دیئے گئے' سپاہ محمد کے کارکن کو دفتر میں داخل ہو کر گولیوں کا نشانہ بنا دیا' بوری میں سے لاش برآمد ہوئی جو اتنی مسخ ہو گئی تھی کہ پہچان ناممکن تھی بس میں بم پھٹا اور سواریوں کے پرخچے اڑ گئے۔ ہم یہ سب کچھ ہر روز پڑھتے ہیں لیکن کبھی کسی آنکھ سے آنسو ٹپکتے نہیں دیکھا کیا ہم پتھر ہیں نہیں ہم تو آدم کی اولاد ہیں اور ہم سب نے حوا کی کوکھ سے جنم لیا لیکن ہمیں مطلب پرستوں نے اس طرح ٹکڑے ٹکڑے کر کے پتھر بنا دیا ہے کہ اب دلوں پر پردے ہیں کانوں میں سیسہ ہے اور ضمیر غلامی کی زنجیروں میں جکڑا ہونے کی وجہ سے بے حس ہو گیا ہے"۔
پتھر کبھی روتے نہیں انسانوں کے دکھ پر۔ نمبر 13

آج اگر ہم عنایت حسین بھٹی کے کالموں پر مشتمل اس کتاب (عنایت حسین بھٹی اور کالم نگاری) کا مطالعہ کریں تو ہمیں علم ہوگا کہ موصوف کس قدر دکھی دل کے مالک تھے وہ ایک سچے انسان تھے اور سچے دل سے پاکستانی قوم کو کامیاب و کامران اور سرخرو دیکھنا چاہتے تھے غریبوں کے ہمدرد اور ان کے دکھ بانٹنے والے تھے ان کا ایک ایک کالم انکی شرافت' ہمدردی' حب الوطنی' نیک دلی' حق گوئی اور حق نویسی کا آئینہ دار ہے اور یہ ثابت ہوتا ہے کہ عنایت حسین بھٹی سچ لکھنے والے اور سچ بولنے والے انسان تھے۔

پروفیسر زہیر کنجاہی (راولپنڈی)
12 ستمبر 2007ء

Marfat.com

فن شخصیت اور کردار' عنایت حسین بھٹی

جناب عنایت حسین بھٹی 1926 کو محلہ فتو پورہ گجرات میں پیدا ہوئے آپ کے والد کا نام ماسٹر فضل الٰہی بھٹی تھا عنایت حسین بھٹی نے پبلک ہائی سکول گجرات سے میٹرک کرنے کے بعد زمیندارہ کالج گجرات سے 1949 میں ایف اے کیا قرآن پاک اپنی والدہ محترمہ سے 13 سال کی عمر میں ختم کیا گجرات سے ایف اے کرنے کے بعد لاہور چلے گئے آپ کا ارادہ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد وکیل بننے کا تھا لیکن مالک تقدیر کو کچھ اور ہی منظور تھا آپ نے ایم اے او کالج لاہور میں داخلہ لیا اور کالج کے ہوسٹل میں رہائش پذیر ہوئے اسی زمانے میں آپ کی ملاقات معروف ہدایت کار نذیر سے ہوئی ہدایت کار نذیر نے آپ کی آواز سنی تو اپنی فلم میں گانے کی فرمائش کی جناب عنایت حسین بھٹی صاحب کو بچپن ہی سے گانے کا شوق تھا آپ کے والد ماسٹر فضل الٰہی بھٹی فن موسیقی کی باریکیوں سے اچھی طرح واقف تھے لیکن جب بھٹی صاحب کا پہلا گیت ریکارڈ ہوا تو آپ کے والد ماسٹر فضل صاحب تین سال تک آپ کے ساتھ ناراض رہے بالآخر بھٹی صاحب کے تایا جی کرم الٰہی بھٹی نے باپ بیٹے میں اس شرط پر صلح کرادی کہ بھٹی صاحب کسی شادی بیاہ کی تقریب میں گانا نہیں گائیں گے 1948 کے آخر میں بھٹی صاحب کا پہلا گیت فلم پھیرے کے لیے ریکارڈ ہوا جو عوام میں بے حد مقبول ہوا اس طرح گلوکار اداکار فلم ساز بلکہ تمام ساز بھٹی صاحب کی شخصیت کا حصہ بن گئے گلوکار اداکار یا فلم ساز بن جانا بھٹی صاحب کے لیے کوئی بڑی بات نہ تھی کیونکہ بھٹی صاحب کے اندر کا انسان یہ کہہ رہا تھا کہ انسان کا انسان ہونا اس کی بڑائی ہے جناب عنایت حسین بھٹی صاحب بحیثیت ایک انسان انسانیت کی بھلائی کے لیے بہت کام کیا ہے بھٹی صاحب کے کارناموں پر ایک کتاب لکھی جا سکتی ہے یہاں اتنے لمبے چوڑے تذکرے کی گنجائش نہیں ہے پھر بھی آپ کی چیدہ چیدہ خدمات قارئین کی نذر ہیں۔

ایم اے پنجابی اور ایم اے اسلامیات کی ڈگری پنجاب یونیورسٹی لاہور سے حاصل کی اپنے کیریئر کا آغاز فلم اور ریڈیو پاکستان لاہور سے شروع کیا اس طرح پاکستان کا گائیڈ ہونے کی حیثیت سے ریڈیو پاکستان اور پلے بیک سنگر کی حیثیت سے فلم انڈسٹری سے شروعات کیں بھٹی صاحب نے گلاب دیوی ہسپتال لاہور میں ٹی بی کے مریضوں کے لیے ایک مکمل وارڈ اپنی والدہ مرحومہ کے نام پر (برکت بی بی وارڈ) تعمیر کرائی جس میں کسی قسم کے چندے یا عطیے کا ایک پیسہ بھی نہیں لگایا جو کچھ بھی کیا بھٹی صاحب نے اپنی گرہ سے خرچ کیا' میڈیکل ہال ملتان جو کہ غرباء کے لیے تعمیر کیا گیا اس کی تعمیر کے لیے زیادہ سے زیادہ رقم مہیا کی میو ہسپتال لاہور کے وارڈ سی سی یو کے لیے ایئر کنڈیشن کا مکمل پلانٹ بھٹی صاحب نے خرید کر دیا 1965 کی جنگ میں ارض مقدس کی آواز پر 250 روپے کے علاوہ اپنی تمام تر پونجی قومی دفاعی فنڈ میں

Marfat.com

جمع کروادی 1971 کی جنگ میں 25 ہزار روپے کی خطیر رقم قومی دفاعی فنڈ میں دی جب کہ پانچ لاکھ روپے کے عطیات اپنی جدوجہد سے اکٹھے کر کے دیئے سیلاب سے متاثرہ افراد کی مدد کیلئے 80000 روپے اپنی جیب سے دیئے اور پانچ لاکھ روپے اپنی کاوشوں سے اکٹھے کر کے دیئے 1971 میں مشرقی پاکستان سے آئے ہوئے بہاری بھائیوں کی امداد کے لیے ایک لاکھ روپے کا گرانقدر عطیہ دیا گلاب دیوی ہسپتال میں مریضوں کی آسائش کے لیے 110 پنکھوں کا عطیہ دیا اور پھر 1988 میں مختلف فیکٹریوں سے اپنی جدوجہد سے 266 پنکھے اکٹھے کر کے دیئے ہزاروں ٹی بی کے مریضوں کو اپنی گاڑی میں بٹھا کر گلاب دیوی ہسپتال پہنچایا اور داخل کروایا اور انکے اخراجات اپنی جیب سے ادا کیے ہزاروں غریب طلباء کے تعلیمی اخراجات خود برداشت کیے سینکڑوں بیواؤں یتیموں کی کفالت کی اور اب تک کر رہے ہیں میاں محمد منشی صاحب جو کہ لکی ایرانی سرکس والوں کے بڑے بھائی تھے انہوں نے بھٹی صاحب کے کہنے پر چالیس لاکھ روپے اپنی گرہ سے خرچ کر کے میاں منشی ہسپتال تعمیر کرایا میاں محمد منشی نے پاکستان ٹیلی ویژن پر انٹرویو کے دوران اس تمام پراجیکٹ کی کامیابی کا سرچشمہ جناب عنایت حسین بھٹی کو قرار دیا سولہ جون 1993 کو روزنامہ خبریں کی خصوصی اشاعت میں میاں محمد منشی فرماتے ہیں کہ میں نے بہت سی مساجد کی تعمیر میں حصہ لیا سب سے آخر میں ہم نے ایک مسجد تعمیر کروائی جس میں ہم نے کسی سے چندے کا ایک پیسہ بھی نہیں لیا تمام رقم اپنی جیب سے خرچ کی ہم نے دن رات کام کر کے آٹھ ماہ کے اندر یہ کام مکمل کر لیا مکمل کرنے کے بعد عنایت حسین بھٹی صاحب جو کہ میرے دوست بھی ہیں اور بھائی بھی ہیں کیونکہ میں ان کو بہت نیک اور درویش انسان سمجھتا ہوں وہ کبھی زندگی میں جھوٹ نہیں بولتے اور ہمیشہ حق بات کرتے ہیں اور مجھے بہت پیار کرتے ہیں میں نے بھٹی صاحب سے کہا کہ میں نے ایک مسجد بنائی ہے آ کر دیکھیں بھٹی صاحب تشریف لائے مسجد دیکھ کر خوش نہیں ہوئے میں نے کہا بھٹی صاحب کیوں کوئی ناراضگی ہے فرمانے لگے میاں صاحب ناراضگی نہیں ہے یہ مسجد آپ نے کس لیے بنوائی ہے میں نے کہا بھٹی صاحب میں نے اس لیے بنوائی ہے کہ کہتے ہیں اللہ میاں خوش ہوتے ہیں بھٹی صاحب نے کہا آپ راضی ہوں یا ناراض اللہ میاں کو راضی کرنے کا راز ہی کچھ اور ہے میں نے کہا اللہ میاں جس بات سے راضی ہوتے ہیں وہ بات بتائیں ہمیں تو قبر سے بہت خوف آتا ہے ہم چاہتے ہیں کہ کوئی ایسا کام کریں کہ قبر کے عذاب سے رہائی ہو جائے بھٹی صاحب کہنے لگے بہت سے ایسے لوازمات ہیں کہ قبر عذاب سے رہائی ہو جائے میں نے کہا کہ جلد بتائیں انہوں نے فرمایا کہ اللہ پاک فرماتے ہیں کہ اگر مجھے راضی کرنا چاہتے ہو تو میرے بندے کو راضی کرو میں نے کہا بھٹی صاحب جلد بتائیں کہ کس طرح آدمی کو راضی کریں بھٹی صاحب نے فرمایا کہ میں نے گلاب دیوی ہسپتال میں ایک وارڈ بنوائی ہے آپ بھی وارڈ بنا دیں یہ کام آسان ہے میں نے کہا بھٹی صاحب اللہ پاک اس کام سے راضی ہوتے ہیں تو وارڈ کی بجائے کیوں نہ ہسپتال کی تعمیر کی جائے

Marfat.com

انہوں نے سلام کیا اور چلے گئے اور سب گھر والے رضا مند ہو گئے اور اس طرح میاں منشی ہسپتال معرض وجود میں آ گیا اگر عنایت حسین بھٹی صاحب میاں منشی کو وارڈ بنانے کا مشورہ نہ دیتے تو یہ ہسپتال معرض وجود میں کبھی نہ آتا (مضمون روزنامہ خبریں)۔

1991 میں پی ٹی وی پر صوفیائے کرام اور اولیائے کرام کے متعلق پروگرام شروع ہوا جو کہ سندھ سرحد اور بلوچستان پنجاب اور کشمیر کے علاقوں کے متعلق تھا اس پروگرام کا نام چانن ای چانن تھا پھرا جالا اور تجلیوں کے مراکز کے عنوان سے چلتا رہا اسے اردو پنجابی سرائیکی کشمیری سندھی فارسی عربی اور پشتو زبانوں میں پیش کیا گیا اور اسے پی ٹی وی کی طرف سے بھٹی صاحب کو پیش کرنے کے لیے چنا گیا جب بھٹی صاحب نے پروگرام پیش کیے تو آزاد کشمیر کے سابق وزیر اعظم سردار محمد عبدالقیوم نے آپ کو نشان آزاد کشمیر (ایوارڈ) سے نوازا اور بعد میں جناب سردار محمد عبدالقیوم صاحب نے بھٹی صاحب کو اپنا سیاسی مشیر اور اپنی جماعت کی طرف سے کلچر ونگ کا چیئرمین مقرر کیا اس پروگرام کو سابقہ چیف جسٹس پنجاب ہائی کورٹ جناب چوہدری محمد الیاس اور سابقہ چیف جسٹس آف سپریم کورٹ جناب نسیم حسن شاہ صاحب نے بہت پسند فرمایا اور متعدد خطوط بھٹی صاحب کو لکھے یہ پروگرام مختلف زبانوں میں لکھے گئے تھے جناب عنایت حسین بھٹی صاحب نے بڑی تحقیق کے بعد ان کے سکرپٹ خود لکھے ان کو موسیقی میں پیش کیا اور ان کی انوسنگ بھی بھٹی صاحب نے خود کی ہر اہل مکتب اور اہل فکر و دانش طبقے اور ذرائع نے اس پروگرام کو بے حد پسند کیا اس پروگرام کے کسی بھی حصے کو کسی بھی طرف سے تنقید کا نشانہ نہیں بنایا گیا اور نہ ہی کسی قسم کا چیلنج کیا گیا جب کہ یہ پروگرام نہایت ہی عظیم ہستیوں کے متعلق تھا اور اس کی تمام تر ذمہ داری جناب عنایت حسین بھٹی پر عائد ہوتی تھی۔

جناب عنایت حسین صاحب کو ایسی ہی خدمات کے سلسلہ میں پنجاب امن کمیٹی کا ممبر نامزد کیا گیا اور عالمی امن تحریک کا چیئرمین بنایا گیا پچھلے پانچ سال سے متواتر روزنامہ پاکستان میں ہفتہ وار کالم ''چیلنج'' کے عنوان سے لکھ رہے ہیں آپ روزنامہ پاکستان کے ڈائریکٹر پبلک ریلیشن بھی آپ کے کالم چیلنج کو ہر مکتبہ فکر اور اہل دانش نے بہت سراہا جس کے نتیجے میں گورنمنٹ آف پنجاب نے آپ کو پی آئی اے کے سفر کے لیے جرنلسٹ ٹریولنگ کارڈ دیا جس کی وجہ سے آپ کو پی آئی اے کے کرائے میں خاص گنجائش سے نوازا گیا بھٹی صاحب نے تقریباً ایک ہزار سے زائد فلموں میں گانے ریکارڈ کرائے جس میں اردو پنجابی سرائیکی اور سندھی زبانوں کی فلمیں ہیں اور ان میں تقریباً دو ہزار سے زائد گانے گائے ہیں فلموں کے علاوہ دیگر پروگرام کردہ کیسوں میں تقریباً 500 گانے ریکارڈ کرائے جن میں اردو پنجابی سرائیکی کشمیری اور پشتو کے علاوہ عربی زبان میں دو نعتیں ریکارڈ کرائیں بھٹی صاحب نے 50 سے زائد فلموں میں مرکزی کردار ادا کیا جن میں سے زیادہ کامیاب رہی ہیں اور باکس آفس پر ہٹ ہوئی ہیں بھٹی پکچر لمٹیڈ جو کہ بھٹی صاحب کی

Marfat.com

ذاتی پروڈکشن تھی کے زیر سایہ تقریباً تیس سے زائد فلمیں بنائیں جن میں سے چار فلموں کی ہدایت کاری کے فرائض بھٹی صاحب نے خود انجام دیئے بھٹی صاحب نے سب سے پہلی فلم پنجاب کے صوفی شاعر حضرت وارث شاہ کی زندگی پر بنائی جس کا نام ''وارث شاہ'' تھا اس فلم کو اہل دانش کے علاوہ عوام نے بھی بہت پسند کیا اہل دانش میں سنسر بورڈ کے تمام ممبر شامل ہیں اس وقت کے پنجاب یونیورسٹی کے وائس چانسلر جناب علامہ علاالدین صدیقی گورنمنٹ کالج کے پرنسپل جناب ڈاکٹر اجمل اور پرنسل لاء کالج کے جناب شیخ امتیاز صاحب شامل ہیں تمام اہل دانش نے اس کام کو عبادت کا نام دیا بلکہ پنجابی ثقافت کے لیے ایک بہترین نمونہ اور حقیقی زندگی پر بہترین کوشش اور حقیقت قرار دیا۔

جناب عنایت حسین بھٹی کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ آپ نے پہلی پاکستانی فلم سرائیکی زبان میں بنائی (دھیاں نمانیاں) جس کی کہانی خود لکھی ہدایت کاری خود کی خود ہی ہیرو کا رول کیا خود ہی اس فلم کے گیت گائے اور خود ہی صوفی شعراء کے کلام سے گیت تجویز کیے یہ ایک مکمل گھریلو فلم تھی اس کا موضوع (وٹہ سٹہ) کی رسم کے متعلق تھا عوام نے اس فلم کو بے حد پسند کیا اور نیشنل کلچر سنٹر ملتان نے اس کے نتیجہ میں جناب عنایت حسین کی تاجپوشی کی اور سپاس نامہ بھی پیش کیا 1965 اور 1971 کی پاک بھارت جنگوں کے دوران آپ نے درجنوں نغمے گائے جنہوں نے پاکستان آرمی کے نوجوانوں کے حوصلوں کو بلند کیا متعدد ترانے آپ نے خود لکھے اور خود گائے پاکستان آرمی میں جب بھی گارڈ آف آنرز کی رسم ادا کی جاتی ہے۔

اس وقت جناب عنایت حسین بھٹی کا ترانہ

اے مرد مجاہد جاگ ذرا اب وقت شہادت ہے آیا
اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر

پیش کیا جاتا ہے جب عنایت حسین بھٹی صاحب نے ایک ترانہ زندہ دلوں کا گہواہ ہے سرگودھا میرا شہر پیش کیا تو P.A.F کے ارباب اختیار (پاکستان آرمی فورس) کی طرف سے بھٹی صاحب کو شاہین سرگودھا کا اعزاز پیش کیا جو اس وقت کے میر سرگودھا کے دست مبارک سے دیا گیا جناب عنایت حسینب ھٹی 1949 سے لے کر 1964 تک ریڈیو پاکستان پر اعلیٰ ترین ریڈیو سنگر اور ڈرامہ آرٹسٹ کی حیثیت سے اپنے فن کا بھرپور مظاہرہ کرتے رہے 1960 سے 1967 تک پاکستان کے تمام چھوٹے بڑے شہروں میں سٹیج شو (تھیٹر) کے ذریعہ ڈرامے کرتے رہے جن میں آپ اونچی آواز اور آپ کی شہرت کی وجہ سے آپ کے پروگرام کامیاب رہتے تھے ہفتہ وار بھلیکھا لاہور میں ایک مضمون تھیٹر کی کہانی شائع ہوا جس میں بھٹی صاحب کو تھیٹر کا بادشاہ قرار دیا گیا بھٹی صاحب نے سینکڑوں پنجابی مضمون لکھے جو لہراں سوچ وچار اور ان کے علاوہ کئی اخبارات اور رسائل میں چھپتے رہے آپ شعر بھی لکھتے ہیں متعدد گیت نظمیں اور خصوصا

Marfat.com

مرثیہ اور قصیدہ لکھتے ہیں جناب عنایت حسین بھٹی صاحب پنجاب وچار تحریک کے چیئرمین بھی رہے او ر پنجاب کسان بورڈ کے ممبر کی حیثیت سے بھی اپنا کردار ادا کرتے رہے آپ پنجاب ورکرز موومنٹ پاکستان کے چیئرمین اور اتحاد بین المسلمین کے بھی ممبر ہیں ارض گجرات کے عظیم صوفی شاعر پیر فضل حسین گجراتی کے نام سے ادبی تنظیم پیر فضل ادبی مجلس گجرات کے سر پرست بھی جناب عنایت حسین بھٹی ہیں ایم اے پنجابی کے نصاب (پھل کلیاں) میں آپ کا مضمون (میاں محمد تے اوہناں دافن گزشتہ تیس سال سے تا حال شامل ہے جناب عنایت حسین بھٹی پاکستان کے واحد آدمی ہیں جن کو میڈیکل سے تعلق نہ رکھنے کے باوجود پاکستان میڈیکل ایسوسی ایشن نے میڈیکل کے شعبہ میں عظیم خدمات اور دکھی انسانیت کی خدمات کے اعتراف میں میڈیکل کلر اعزاز عطا کیا جو کہ کسی غیر ڈاکٹر کے لیے میڈیکل کی دنیا میں بڑا اعزاز ہے جناب بھٹی صاحب کو پنجاب پریس کلب کی طرف سے تاحیات ممبر کا اعزاز دیا گیا آپ سے پہلے جناب ذوالفقار علی بھٹو اور پرنس آغا کریم خان پنجاب پریس کلب کے ممبر تھے پاکستان آرمی کی طرف سے جب بھی حکم ملا بھٹی صاحب نے فوراً پاک فوج کے جوانوں کی خدمات کے لیے فری پروگرام پیش کیے جن کے اعزاز میں بھٹی صاحب کو پاکستان آرمی کی یونٹ نمبر 35 اور ہیوی بریگیڈ نمبر 45 کا تاحیات ممبر بنا دیا گیا جناب عنایت حسین بھٹی نے متعدد شعراء پر تبصرے اور مضامین لکھے جن میں راقم رحمت اللہ شہزاد کی کتاب سانجھے اتھرو اور ساڈے بابا جی (قائداعظم) بھی شامل ہیں جناب عنایت حسین کی دکان پر تشریف لائے جہاں تقریباً ڈھائی گھنٹے تک ادب کے موضوع پر گفتگو ہوئی 98-5-18 کو پھر گجرات تشریف لائے اور عالم گڑھ میں چوہدری محمد اشرف نمبردار کے ہاں مجلس حسین بھی پڑھی 21 مئی شام آٹھ بجے آپ پر فالج کا حملہ ہوا اور آپ کو شیخ زید ہسپتال لاہور داخل کرا دیا گیا 21 مئی سے لے کر 12 جون تک آپ کی طبیعت نہیں سنبھل سکی تھی ڈاکٹر اپنی کوششوں میں مسلسل مصروف رہے 12 جون کو راقم نے شیخ ہسپتال میں آپ سے ملاقات کی بھٹی صاحب کے چھوٹے بھائی تصدق حسین آپ کی خدمت میں مصروف تھے اور آپ کی خدمت میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی میرے استفسار پر تصدق حسین بھٹی کو اپنے والد سے بڑھ کر عظیم سمجھتا ہوں اور ان کی بے حد عزت کرتا ہوں بھٹی صاحب پہلے سے کافی کمزور ہو چکے تھے اور آپ کی قوت گویائی بھی جاتی رہی اور اشاروں کی زبان میں بات کرتے تھے۔

آپ باقاعدہ حافظ قرآن ہیں اور سینکڑوں حدیث رسول آپ کو زبانی یاد ہیں آپ نے ہزاروں مجالس حسین پڑھیں آپ مجلس حسین پڑھیں اور آپ اہلسنت والجماعت کے جلسوں میں بھی شرکت کرتے رہے ہیں آپ مجلس حسین عالمانہ انداز میں پڑھتے ہیں جس میں فرقہ پرستی کا رنگ نہیں ہوتا ڈاکٹر پروفیسر نصیر الدولہ حضرت شاہ دولہ دریائی کے خانوادے کے چشم و چراغ ہیں اپنی کتاب جدید کرامت صفحہ 25 پر رقم طراز ہیں جناب عنایت حسین جناب ماسٹر فضل الہی کے فرزند اجمل ہیں انہوں نے فلمی دنیا میں مختلف

Marfat.com

ہستیوں سے کام لیا اور خوب نام کمایا مگر دولت دنیا ان کے توشہ آخرت کے سامنے کوئی مال نہیں جناب عنایت حسین بارگاہ امامیہ میں سالانہ محرم کی ایک مجلس پر تشریف لاتے آیات قرآنی کی تلاوت کے بعد ترجمہ بیان کرتے فرماتے ان آیات کا ترجمہ سنی بھائی یہ سمجھتے اور جعفری بھائی یہ جناب عنایت حسین کو مطالعہ کا شوق ہے اور علم کے مطابق سچ بات کہنے سے گریز نہیں کرتے ہیں۔

اب الحمدللہ انکی صحت قابل رشک حد تک کافی بہتر ہو چکی ہے اور وہ چلنے کے بھی قابل ہو چکے ہیں پچھلے دنوں جونہی آپ کی طبیعت سنبھلی آپ متعدد اولیائے کرام اور صوفیائے کرام کے لیے چل پڑے 10 دسمبر 1998 کو آپ چڑیاولہ شریف دربار پر حاضری کی غرض سے حاضر ہوئے پھر ایبٹ آباد اور مانسہرہ کی طرف روانہ ہوئے جہاں آپ زندہ پیر بابا کی زیارت کے لیے حاضر ہوئے بابا صاحب نے آپ کی صحت کے لیے دعا فرمائی پھر آپ پشاور تشریف لے گئے جہاں آپ نے شیخ حیدر بابا کے مزار پر حاضری دی اس کے بعد آپ نے رحمان بابا اور بابا کمال کے مزار پر بھی حاضری دی پھر واپس راولپنڈی تشریف لے آئے اور بری امام سرکار اور بابا ولایت شاہ سرکار جو کہ امام بری سرکار کے احاطہ میں آرام فرما ہیں حاضری دی اور اپنی صحت کے لیے دعا کی پھر ستمبر کو واپس گجرات تشریف لے آئے اور تا حال آپ گجرات شہر میں رہائش پذیر ہیں گجرات میں قیام کے دوران آپ اکثر پیر بلھے شاہ سرکار کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں جو آپ کے ساتھ بڑے احترام کے ساتھ پیش آتے ہیں پیر بلھے شاہ سید ولایت شاہ بادشاہ کے پوتے ہیں عنایت حسین صاحب روحانی سکون کے لیے اپنا زیادہ تر وقت درباروں پر حاضر ہو کر گزارتے ہیں پیر امام شاہ ولی سائیں کرم الٰہی سرکار دربار شاہدولہ دریائی اور قاضی صاحب محبوب عالم کے علاوہ بھی آپ اولیائے کرام کے مزاروں پر حاضر ہو کر روحانی فیض اور قلبی سکون پاتے ہیں جہلم میں علامہ عرفان الحق سے روحانی علاج کی غرض سے حاضر ہوتے ہیں المیر ٹرسٹ لائبریری مرکز تحقیق وتالیف گجرات کے تمام ممبران اور عہدیداران نے عوام الناس سے اپیل کی ہے کہ جس طرح بھٹی صاحب نے دکھی انسانیت کی خدمت کی ہے اسی طرح آپ بھی اپنے فرض کو پہچانئے اور بھٹی صاحب کی صحت یابی کے لیے بارگاہ الٰہی میں دعا کریں۔

محمد رحمت اللہ شہزاد

ہدایت یافتہ عنایت حسین بھٹی۔ پروفیسر ڈاکٹر احمد حسین قریشی قلعداری

Marfat.com

عنایت حسین بھٹی کی کالم نگاری

عنایت حسین بھٹی کا نام تو ہم بچپن سے سنتے چلے آ رہے ہیں مگر یہ شعور نہیں تھا کہ یہ ملک پاکستان کا عظیم گلو کار' اداکار' شاعر' ادیب' بہترین مقرر' فلم سٹار اور بہترین کالم نگار جس کا تعلق گجرات شہر سے ہے عنایت حسین بھٹی نے بے شمار گیت اور گانے گائے ان گنت فلموں میں کام کیا بلکہ فلمیں بنائیں بھی مگر اتنی مصروفیات کے باوجود وہ روزنامہ پاکستان میں مسلسل عرصہ دراز تک کالم نگاری کے ذریعے اپنے قارئین کو ایک فکر کیساتھ ساتھ کچھ تاریخی اور دورِ حاضر کی معلومات دیتے رہے راقم الحروف بھی کالج کے زمانہ میں بھٹی صاحب کے کالم اخبارات میں گاہے بگاہے پڑھتا رہا مگر عنایت حسین بھٹی کو پہلی دفعہ بولتے ہوئے اپنے انکل چوہدری محمد عنایت کے گھر ٹیلی ویژن پر دیکھا میرے انکل جو لوک گلوکاروں اور فنکاروں کے بڑے زبردست مداح ہیں وہ اکثر اپنے گھر میں حاجی محمد عالم لوہار' عارف لوہار' طارق لوہار' سائیں مشتاق' اللہ دتہ لونے والا' ٹیڈی نتاں والا کی آڈیو ویڈیو کیسٹیں بڑے شوق اور جنون سے سنتے اور دیکھتے ہیں ایک دن انکل کے گھر عالم لوہار کی زندگی پر بنائی ہوئی ویڈیو کیسٹ دیکھی جس میں میڈیم نور جہاں اور عنایت حسین بھٹی کے علاوہ دیگر متعدد فنکاروں کے عالم لوہار کے متعلق تاثرات بیان کرتے ہوئے سنا یہ تھا شعوری حالت میں بھٹی صاحب کو ویڈیو کے ذریعے TV پر دیکھنا اس کے بعد روزنامہ ڈاک گجرات میں بھی انکی تصاویریں اور تحریریں نظر سے گزرتی رہیں مجھے آج بھی ان کا یہ ترانہ

اے مردِ مجاہد جاگ ذرا
اب وقتِ شہادت ہے آیا
اللہ اکبر اللہ اکبر

اکثر یاد آتا ہے اور اکثر گنگناتا بھی رہتا ہوں جب سے صحافتی اور ادبی ذوق کی خاطر گجرات میں اکثر محفلوں میں آنا جانا لگا ہوا ہے تو اسی ثناء میں گجرات کے معروف پنجابی شاعر اللہ دتہ خاکی کے فرزند جناب رحمت اللہ شہزاد جو خود بھی نامور شاعر' ادیب' مبصر اور محقق ہیں ان سے میری دوستی اس قدر بڑھ گئی ہے کہ جب بھی گجرات جاؤں تو انکی دوکان پر ضرور حاضر ہوتا ہوں چنانچہ انکی دوکان میں ایک بہت بڑی اور خوبصورت تصویر جو عنایت حسین بھٹی کی انڈیا میں سکھوں کو خطاب کرتے ہوئے بنی ہوئی ہے اس کو بڑے احسن طریقے سے آویزاں کیے ہوئے ہیں جس کو دیکھ کر انسان اندازہ لگا سکتا ہے کہ بھٹی صاحب کتنے قابل اور صلاحیتوں کے مالک تھے۔ رحمت اللہ شہزاد اپنی گفتگو میں اکثر واقعات اور دلائل عنایت حسین بھٹی کے دیتے ہیں بلکہ اپنی تحریروں میں اپنے نام کیساتھ ہدایت یافتہ عنایت حسین بھٹی لکھتے ہیں بہت ساری باتیں اور بھٹی صاحب کی زندگی کے مختلف کردار سنے تو متاثر ہو کر ارادہ کیا کہ بھٹی صاحب پر کوئی کتاب لکھیں گے

Marfat.com

میرے اظہار پر ممتاز شاعر ادیب پروفیسر زہیر کنجاہی نے بھی اپنا حصہ ڈالنے کی پیشکش کی جسے میں نے قبول کیا۔

باہمی مشاورت سے کالم نگاری پر کام شروع کیا جس میں رحمت اللہ شہزاد نے کالموں اور معلومات کیساتھ ساتھ قبر کی زیارت تک ہمارا ساتھ دیا جس پر ہم انکے انتہائی مشکور رہیں گے۔ میں اپنے قارئین کو یہ ضرور بتانا چاہوں گا کہ بھٹی صاحب کے کالم پڑھ کر ہی کوئی اندازہ لگا سکتا ہے کہ یہ شخص اپنے دور میں قلم کے ذریعے کتنا سچ اور جھوٹ لکھتا ہے اپنی زندگی کو کن کاموں میں مصروف رکھا دنیا سے اسکو کتنی محبت تھی ملکی سیاست، معاملات اور سماج میں کتنی فکر رکھتا تھا دنیا کے مال وزر سے کتنا پیار کرتا تھا وہ کونسی وجوہات ہیں جن کی بنا پر وہ آج بھی لوگوں کے دلوں میں زندہ ہے امید ہے کہ قارئین کو ہماری یہ کاوش پسند آئے گی اس امید کے ساتھ کہ بھٹی صاحب کے لیے مغفرت کی دعا ضرور کریں گے۔

میں آخر پر پروفیسر ڈاکٹر احمد حسین قریشی قلعداری، پروفیسر زہیر کنجاہی، عارف علی میر ایڈووکیٹ، رحمت اللہ شہزاد، محمد ارشد بھٹی، افتخار وڑائچ کالروی، رائے فصیح اللہ جرال، سجاد احمد، راجہ محمد سلیم، نصیر خالد، ملکہ طالب، اپنی شریک حیات نورین فیصل اور اپنے بڑے بھائی محمد اقبال ناصر، محمد عثمان ہاشمی کنجاہی کا انتہائی مشکور ہوں جن کی قیمتی آراء اور حوصلہ افزائی سے یہ کتاب قارئین کے ہاتھوں میں پہنچی اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ عنایت حسین بھٹی کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دے اور ادارہ کامرانیاں پر اپنی رحمتیں فرمائے (آمین)

احسان فیصل کنجاہی

چیف ایڈیٹر ہفت روز کامرانیاں کنجاہ

0301-6223244

Marfat.com

الجھے مسائل کا واحد حل ۔۔۔ قرآن!

میاں نواز شریف نے جن ترجیحات کا اعلان کیا ان میں سے بہت سی قرآن حکیم کے احکام کے مطابق ہیں میاں صاحب ایک مذہبی رجحان رکھنے والے خاندان کے فرد ہیں ان کے والد میاں محمد شریف صاحب مکمل مذہبی خیالات کے حامی ہیں میاں برادران کے اندر اسلامی قوانین کا احترام ان کا ورثہ ہے میاں نواز شریف نے اپیل کی کہ ملک کو قرضے کے عفریت سے نجات دلانے کے لیے ساری قوم آگے آئے یہ عمل عین اسلام ہے حضورﷺ نے جب جنابہ خدیجۃ الکبریٰؓ سے شادی کی تو آپﷺ کے پاس کوئی قابل ذکر دنیاوی اثاثہ نہیں تھا لیکن جنابہ خدیجۃ الکبریٰؓ جو عرب کی ایک امیر ترین خاتون تھیں انکی تمام دولت وملکیت اسلام کی ترقی و تبلیغ کے لیے خرچ ہوئی اور جب حضورﷺ نے صحابہ کرام کو حکم دیا کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لیے کچھ لاؤ تو حضرت ابوبکرؓ سب کچھ اٹھا لائے۔

میاں صاحب نے جب یہ اعلان کیا تو ایسے لوگ جو سیاسی اور سماجی سطح پر ہمیشہ ان کے شدید مخالف رہے ہیں انہوں نے بھی اسکی نہ صرف زبانی حمایت کی بلکہ ان میں سے بعض نے عملی طور پر کچھ نہ کچھ اس فنڈ میں جمع کرایا۔

انہوں نے گینگ ریپ (اجتماعی زیادتی) کی جو سزا تجویز فرمائی وہ بھی عین قرآنی اور اسلام ہے اس سزا پر اعتراض کرنے والوں پر میں تبصرہ نہیں کروں گا کہ ان کی اس سزا کی منسوخی سے کیا مقصد ہے دیکھنا تو یہ ہے کہ قرآن پاک میں زنا کی کیا سزا ہے سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر 32 ''زنا کے قریب مت جاؤ' یہ بے حیائی اور بری راہ ہے اور سورۃ النور'' زانی مرد اور زانیہ عورت دونوں کو عام لوگوں کے سامنے سو سو کوڑے مارو'' یہ سزا اس صورت میں ہے کہ جب مرد اور عورت باہمی رضامندی سے یہ فعل بد کریں لیکن اگر یہ فعل عورت کی مرضی کے بغیر جبراً کیا جائے تو عورت تو بے گناہ ہوتی ہے اور مرد پر کئی جرم عائد ہوتے ہیں (1)۔۔۔جبر اور ظلم (2)۔۔۔کسی عورت کی عزت کو ایسا داغدار کرنا کہ اس کا پورا مستقبل جہنم بن کر رہ جائے۔(3)۔۔ایسے فتنے کا مرتکب ہونا کہ عورت کا پورا خاندان رسوا اور بدنام ہو (4)۔۔۔معاشرے میں فساد کو پھیلا کر لوگوں کا امن وسکون تہہ و بالا کرنا' (5)۔۔۔کسی خاتون کی عزت پر ڈاکہ ڈالنا' یہ حرکت اگر ایک مرد کرتا ہے تو ایسا نفسانی اشتہا کے غلبے کی وجہ سے ہوتا ہے اسے سو کوڑے کی سزا ہے لیکن چونکہ مفعولہ عورت بے گناہ ہے اس لیے اسکی سزا بھی اسی مرد کو ہونی چاہیے یعنی دو سو کوڑے اس سزا میں یہ کوئی پابندی نہیں ہے کہ اس شخص کو کوڑوں سے مرنا نہیں چاہیے دوسری سزا فتنے کی ہے سورۃ بقر کی آیت نمبر 191 ''فتنہ قتل سے زیادہ شدید ہے'' آیت نمبر 217 میں فتنہ قتل سے بھی بڑا جرم ہے آیت نمبر 191 میں فرمایا کہ فتنہ پھیلانے والوں کو جان سے مار ڈالو'' ایسے لوگ جو اللہ کی زمین میں فساد

84284

Marfat.com

پھیلانے کا موجب بنتے ہیں وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ جنگ کرتے ہیں انکی سزا یہ ہے کہ ان کو قتل کر دو یا انہیں سولی پر لٹکا دو ان کا ایک ہاتھ اور الٹا پاؤں کاٹ دو یا انہیں ملک بدر کر دو گینگ ریپ کرنے والے انتہائی متکبر ہوتے ہیں ان کا یہ جبر اور ظلم کرنے کا واضح مطلب یہ ہے کہ انہیں یہ زعم ہوتا ہے کہ انکا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا متکبر کو اللہ تو قرآن میں کافر کہتا ہے اور کافر کے خلاف جہاد واجب ہے سنگسار کرنے کی سزا گو توریت میں ہے لیکن حضور ﷺ نے بھی اسکی تائید فرمائی سنگسار کرنے کا مطلب ہے کہ زانی کو اتنے پتھر مارو کہ وہ مر جائے ایک شریف معاشرے میں زنا بالجبر کرنے والے کو سزائے موت دے دینا تو کوئی بڑی سزا نہیں اس کو تو قتل کر کے اس کا گوشت کتوں اور چیلوں کو ڈالنا چاہیے۔

گورنر صاحب کی میٹنگ میں شامل کچھ اکابرین نے فرمایا کہ قتل کی سزا موت ہے لیکن پھر بھی قتل ختم نہیں ہوئے' ڈاکٹر خالد رانجھا صاحب تو ملک کے چند نامور وکلاء میں ہیں اور زمیندار بھی ہیں وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ قتل کیوں نہیں رکتے' اس لیے کہ قاتلوں کو سزائے موت ہوتی ہی نہیں اور اس کی وجوہات یہ ہیں کہ عام طور پر قاتل رشوت یا سفارش کی وجہ سے ضمانت پر آ جاتے ہیں اور گواہ انکے خوف سے گواہی نہیں دیتے جج حضرات انصاف کی قیمت وصول کر کے قاتلوں کو بری کر دیتے ہیں ایسے سیاسی اڈے جن کے دل میں خوف خدا بالکل نہیں ہوتا قاتلوں کی پناہ گاہ بن جاتے ہیں (حال ہی میں منگوال' گجرات والا واقعہ) اگر ایسے سیاستدان اور وڈیرے قاتلوں کی پشت پناہی چھوڑ دیں اور جج حضرات رشوت لیکر مجرم بری کرنے سے توبہ کر لیں پولیس افسران اپنا فرض پہچانیں اور اپنی موت کا یقین کر لیں تو نہ کبھی قاتل سزا سے بچیں اور نہ ہی اتنے قتل ہوں۔

میں حکمرانوں اور ججوں کو صراط مستقیم دکھانے کے لیے دو وقعات پیش کرنا ضروری سمجھتا ہوں لندن میں انتہائی سفاک بدمعاش اور قاتل دو بھائی ہیں جنہیں کرے برادرز کہا جاتا ہے لندن میں وہ پہلے غنڈے تھے جو شریف شہریوں سے جگا ٹیکس وصول کرتے تھے ان کی بدمعاشی کا دائرہ کتنا وسیع تھا لاہور کا ایک شخص اشرف عرف جیری جو ایک مشتاق جواری تھا اس نے مجھے بتایا کہ وہ ان کا نمائندہ بن کر لندن سے قریباً ساڑھے چار سو میل دور گلاسکو میں جوا کھیلنے گیا اس کے پاس جیگوار گاڑی تھی جو وہاں کی مہنگی ترین گاڑی ہے جب وہ جواء خانے میں داخل ہو گیا تو باہر سے گلاسکو کے بدمعاش اسکی گاڑی لے گئے اور اسے چٹ بھجوا گئے کہ جو کچھ جوئے سے کماؤ گے اس میں سے ہمیں حصہ دینا ہو گا ورنہ آپ کو گاڑی نہیں ملے گی اس نے کرے برادرز کو فون پر بتایا انہوں نے کہا فکر نہ کرو پندرہ منٹ کے اندر وہ خود گاڑی چھوڑ جائیں گے اور ایسا ہی ہوا کہ پندرہ منٹ میں گاڑی بھی آ گئی اور بدمعاش معافی کے خواستگار بھی ہوئے اصل بات یہ ہے کہ کرے برادرز کے خوف سے کوئی گواہ نہیں بنتا تھا آخر حکومت نے اپنے آدمی تعینات کیے جنہوں نے کرے برادرز کے ساتھ کچھ معاملات طے کیے اور ثبوت مہیا کر کے عدالت میں پیش کیے عدالت نے دونوں بھائیوں

Marfat.com

کو 90,90 سال کی قید کی سزا دی آ جکل وہ دونوں بھائی جیل میں ہیں اور امید ہے کہ وہ جیل میں ہی مر جائیں گے۔

دوسرا واقعہ الہ آباد ہائیکورٹ کا ہے جج صاحب کا نام غالباً اقبال تھا ایک لڑکا قتل کے جرم میں ملوث تھا اور اقبال جرم کر چکا تھا جب اس کا مقدمہ اپیل میں آیا تو اس کی ماں نے جج سے رو کر فریاد کی اور کہا کہ میرا بیٹا بے گناہ ہے ماں کی اس فریاد کا جج صاحب پر اتنا اثر ہوا کہ انہوں نے لڑکے کو عدالت میں طلب کر لیا اسکی ہتھکڑیاں اتروا دیں اپنے ریٹائرنگ روم مین بٹھایا اپنے ساتھ کھانا کھلایا جب اس کا خوف کچھ دور ہوا تو پھر اصل واقعہ پوچھا تو لڑکا رونے لگا انہوں نے کہا کہ ڈرو نہیں تمہیں کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا تو لڑکے نے کہا کہ جناب میں بے گناہ ہوں جج صاجب نے کہا کہ تو نے پہلے اقبال جرم کیوں کیا لڑکے نے کہا کہ میرے ساتھ پولیس نے بہت تشدد کیا جس کے خوف سے میں اقبال جرم کرتا رہا جج صاحب نے لڑکے کو جیل بھجوا دیا اور خود اس مقدمے کی خفیہ تفتیش شروع کر دی۔

جو ثبوت سامنے آئے اس کی روشنی میں لڑکا واقعی بے گناہ تھا دراصل قاتل کوئی اور تھے میں اس کی روشنی میں کہہ سکتا ہوں کہ اگر حکمران مخلص ہوں دیانتدار ہوں اور قوم کی اچھائی اور برائی کی ذمہ داری اپنے اوپر سمجھتے ہوں تو تمام الجھے معاملات سلجھ سکتے ہیں۔

میں نواز شریف صاحب سے عرض کروں گا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ ریکارڈ کامیابی عطا فرمائی ہے جس میں نہ تو آپ کو کسی ہارس ٹریڈنگ کی ضرورت ہے نہ ہی آپ کے خلاف پریشر گروپ بنا کر آپ کو کسی غلط کام پر مجبور کیا جا سکتا ہے میاں صاحب آپ پہلے وزیر اعظم بنے اور پھر نہ رہے آپ پھر وزیر اعظم بن گئے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو تا حیات وزیر اعظم رکھے لیکن موت تو برحق ہے بے دھڑک اور بے خوف ہو کر ایسے کام کریں جن سے اس مردہ قوم میں پھر زندگی کی لہر آ جائے آپ کا نام چودھویں کے چاند کی طرح چمکتا رہے اور آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بھی سرخرو ہوں میاں صاحب جس کا اللہ تعالیٰ حامی و ناصر ہو اس کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا غلامان رسول زندہ باد پاکستان پائندہ باد۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

اب عذاب الٰہی سے بچنا مشکل ہے

جب عدل مٹ جائے اور ہر طرف ظلم ہی ظلم ہو تو اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق عذاب کا آنا اٹل ہوتا ہے آج ہم جس دور سے گزر رہے ہیں ان میں عدل کا نام ونشان نہیں اور ہر طرف ظلم کا دور دورہ ہے ظالم اپنے ظلم پر فخر کر رہا ہے۔

قاتل قتل کرنے کے بعد اس پر نازاں ہے اللہ اور رسول ﷺ کے احکام اور ریاست کے قوانین سے بغاوت کرنے والے معاشرے کے معزز تصور کیے جاتے ہیں۔

قرآن پاک میں ظالم کا تعارف ظالم کے لیے سزا اور جبار وقہار کا ظالم کو سزا دینے کا وعدہ یوں ہے۔

سورۃ النساء دوسروں کا مال زبردستی بغیر حق کے کھانا ظلم ہے الزحرف اللہ کے بندوں میں اختلافات پیدا کرنا ظلم ہے' سورۃ بقرہ اللہ کی مسجدوں کی آبادی میں رکاوٹ پیدا کرنا ظلم ہے سورۃ یونس' اگر ظالم دنیا بھر کی دولت فدیہ میں دے کر چھوٹنا چاہے تو بھی نہیں بچ سکے گا۔

ظالموں کے لیے سزاؤں کا اعلان یوں ہے۔

سورہ ھود جب بستیوں میں ظلم پر ظلم ہو رہا ہو تو اللہ کی گرفت انہیں پکڑ لیتی ہے اور اسکی پکڑ اور گرفت بڑی دردناک اور سخت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے سزا دینے کا وعدہ یوں فرمایا ہے۔

سورۃ توبہ اللہ کا توریت' انجیل اور قرآن میں سچا وعدہ ہو چکا ہے۔

سورۃ المائدہ جس نے کسی کو بغیر جرم قتل کیا یا اللہ کی زمین میں فساد پھیلایا گویا اس نے پوری قوم کو قتل کر دیا ایسے ظالموں کو دنیا میں رسوائی اور آخرت میں عذاب عظیم ہوگا سورۃ بقرہ جو اللہ کے ساتھ کیا عہد توڑتے ہیں اور اللہ کے حکم کے خلاف عمل کرتے ہیں اللہ کی زمین میں فساد پھیلاتے ہیں ان کو ایسا عذاب دیا جائے گا کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خسارے میں رہیں گے سورہ رعد جو اللہ کے احکام کے خلاف عمل کرتے ہیں اور زمین میں فساد کرتے ہیں ان پر اللہ کی لعنت۔ سورۃ توبہ اللہ کی مساجد کو آباد نہ کرنے والے مشرک ہیں ان کے اعمال مٹ جائیں گے اور وہ آگ میں جلتے رہیں گے سوہ آل عمران ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے کھلے فرمانوں کے باوجود اختلاف کر کے فرقے بنائے ہم نے انہیں' دردناک عذاب دیا (گویا فرقہ کوئی بھی بنائے دردناک عذاب کا مستحق ہوتا ہے)

اب میں اللہ تعالیٰ کی ان سزاؤں کا ذکر کرتا ہوں جو سابقہ نافرمان قوموں کو دی گئیں شاید ظالموں اور نافرمانوں کی آنکھیں کھل جائیں۔

سورہ الحاقہ عاد اور ثمود نے اللہ تعالیٰ کے احکام کو جھٹلایا ظلم کیے تو وہ صفحہ ہستی سے مٹا دیئے گئے اور اب ان کا

Marfat.com

نام ونشان باقی نہیں سورہ المزمل فرعون نے اللہ اور اس کے احکام کو نہ جانا' سورہ احزاب منافق کے دل میں بیماری ہے اور وہ کہتا ہے کہ اللہ کا وعدہ فریب ہے قارئین کرام سے درخواست ہے کہ وہ موجودہ حالات و واقعات پر دیانتداری سے غور فرمائیں کھلم کھلا رشوت بے جھجک چور بازاری مہنگائی کا پیدا کردہ ظلم جس نے غریب پاکستانیوں کی کمر توڑ دی ہے زکوۃ کے امین فخریہ مال زکوۃ کھا رہے ہیں بیت المال کا مال شیر مادر سمجھ کر ہڑپ کیا جارہا ہے شاید ہی کوئی ایسا مخلص ہو جو دوسروں کا مال جبراً یا چالاکی سے چھین نہیں رہا کھا نہیں رہا ہزاروں بے گناہ انسان قتل ہو گئے اور یہ سلسلہ رکتا نظر نہیں آتا جدھر دیکھو فساد ہی فساد بویا جارہا ہے مساجد کے اندر بے گناہ نمازیوں کو نماز پڑھتے قتل کیا جارہا ہے مولوی فساد پھیلانے کی فائرنگ میں لگے ہوئے ہیں اور ظالم مساجد میں بم پھینک رہے ہیں کلاشنکوف سے فائرنگ کر رہے ہیں ہو سکتا ہے کہ اس میں وطن دشمن اور اسلام دشمن بیرونی قوتوں کا ہاتھ ہو لیکن کرائے کے قاتل ان ملعونوں کے آلہ کار تو یقیناً مسلمان ہیں لوگوں نے مسجدوں میں جانا ترک کر دیا ہے کوئی شریف شہری محفوظ نہیں رات تو رات لوگ دن کو گھروں کے دروازے بند کر کے بیٹھتے ہیں کون کہہ سکتا ہے کہ اب عذاب الٰہی نہیں آئے گا اس ظلم کو روکنا جرائم کو ختم کرنا پاکستان کے بے بس شہریوں کے دلوں سے خوف دور کرنا اور ان کے اعتماد امن کو بحال کرنا کس کی ذمہ داری ہے کس کا فرض ہے حکومت کا اور صرف حکومت کا وزیراعظم کا صدر پاکستان' وزیراعلیٰ کا' گورنروں کا اور حکومت کی پوری مشینری کا اولین فرض ہے کہ پاکستان کے مظلوم عوام کی حفاظت کی ذمہ داری نبھائے محترمہ بے نظیر بھٹو سے گزارش ہے کہ صرف بیانوں سے کام نہیں چلتا نیرو کی طرح بانسری بجانے والے وزراء کا محاسبہ کریں ملک جل رہا ہے اور وزراء راتوں کو روشن کر کے کلاشنکوفوں کی دھما دھم میں پتنگیں اڑا رہے ہیں اور وزیراعظم سے ایسی کارکردگیوں پر شاباش وصول کر رہے ہیں آج ذمہ دار افسر جھوٹ بولتے ہیں کہ اسلحہ پر کنٹرول ہو گیا لاہور میں کونسی شادی ایسی ہوتی ہے جس میں اندھا دھند فائرنگ نہیں ہوتی کونسا دن ایسا ہے جس میں قتل نہیں ہوتے کونسی رات ایسی ہے جس میں ڈاکے اور چوریاں نہیں ہوتیں میں نے قرآن و حدیث کی روشنی میں فرقہ واریت کے کالم لکھ کر وزیراعظم اور اسلامی نظریاتی کونسل کو بھیجے لیکن شاید ان کا تذکرہ ان پر عمل ان کی شان کے خلاف تھا اور نتیجہ سامنے ہے۔

نظام کا ایک سلسلہ ہوتا ہے پہلی سیڑھی دوسری سیڑھی کی معاون ہوتی ہے اور اسی طرح بلندی تک ایک زنجیر ہوتی ہے جو قائم ہوتی ہے میں بصد عجز و نیاز جناب وزیراعلیٰ صاحب اور چیف سیکرٹری صاحب کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ آپ اس صوبے کی بلند چھت ہیں لیکن سیڑھیاں نہایت کمزور ہیں راشی اور نا فرمان ماتحت آپ کے احکام کو اس طرح پس پشت ڈالتے ہیں کہ اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا آپ کے سامنے خوشامدانہ شکلیں بنا کر کھڑے ہونے والے اور حاضر ہونے والے وہ افسر عظیم منافق ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

گستاخ رسول

عدالت عالیہ پنجاب نے مبینہ گستاخان رسول کو بری کر دیا ہے اخبارات میں جو فیصلے کا متن شائع ہوا ہے اس میں ایک تو ملزمان پر جرم ثابت نہیں ہو سکا دوسرے یہ جواز بھی پیش کیا گیا کہ حضورﷺ کے عفو و درگزر کی رعایت سے انہیں بری کیا گیا ہے ملزمان کی بریت کے بعد مجھے یہ کالم ختم کر دینا چاہیے تھا لیکن مسلسل احتجاج اور سپریم کورٹ میں اپیل کی وجہ سے ہی کالم کا بقایا حصہ قارئین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں ہو سکتا ہے کہ آسمانی کتب میں جرم و سزا کے حوالہ جات سے احتجاجی عوام اور جج صاحبان ایک نکتے پر متفق ہو جائیں تاکہ ملک و ملت مزید نقصان سے بچ سکے بائبل میں جرائم اور سزاؤں کا حکم سرنامہ احبار کفر کی سزا صفحہ 147 ایک اسرائیلی عورت کا بیٹا جس کا باپ مصری تھا بنی اسرائیل کے درمیان گیا اور خیمہ گاہ میں ایک اسرائیلی مرد سے جھگڑا کیا اس نے پاک نام پر کفر بکا اور لعنت کی اسکو حضرت موسیٰ کے پاس لایا گیا اس کی ماں شلومیت جو دان کے قبیلے میں سے دلبری کی بیٹی تھی تب انہوں نے اس کو قید میں ڈالا جب تک کہ موسیٰ خداوند کی بات کے مطابق فیصلہ نہ کرے اور خداوند نے موسیٰ سے کلام کر کے فرمایا کہ کافر کو خیمہ گاہ سے باہر لے جا اور جنہوں نے اسے لعنت کرتے سنا وہ سب اس کے سر پر ہاتھ رکھیں (گواہی دیں) اور ساری جماعت اس کو سنگسار کرے اور بنی اسرائیل سے کہا کہ جس انسان نے اپنے خدا پر لعنت کی اور جو کوئی خداوند کے نام پر کفر بکے وہ ضرور قتل کیا جائے جماعت اسے سنگسار کرے خواہ وہ پردیسی ہو یا دیسی' صفحہ نمبر 151 نا فرمانی کی سزا آیت نمبر 14,15,16 اگر تم میری نہ سنو اور ان سارے احکام پر عمل نہ کرو اور تم میرے قوانین کی تحقیر کرو اور تمہارے دل میری فضاؤں کو رد کریں اور میرے عہد کو توڑیں تو میں بھی تم سے یہ کروں گا جس سے آنکھیں فنا ہوں گی اور جانیں برباد ہوں گی سرنامہ تشنیہ شرح عنوان بت پرست شہروں کی سزا آیت نمبر 14,15,16 صفحہ نمبر 224 تو اس بات کی صداقت کی بابت دریافت کرلو اور خوب تحقیق کر اور دیکھ اگر یہ سچ اور یقینی بات ہو کہ یہ نفرتی کام تیرے درمیان کیا گیا تو اس شہر کے رہنے والوں کو تلوار کی دھار سے فنا کر دے اور ان کے گھروں کی سب چیزوں کو جمع کر کے خداوند اپنے حدا کے حضور آگ سے جلا دے صفحہ نمبر 228 بت پرستوں کی سزا آیت نمبر 3,4,5,6,7 جس نے خداوند تیرے خدا کے آگے بدی کی اس کے عہد کو توڑا دوسرے معبودوں کو سجدہ کیا کہ تو اس مرد یا عورت کو جس نے یہ برا کام کیا پھاٹکوں سے باہر نکال اور اسکو سنگسار کر یہاں تک کہ وہ مر جائے اور جو قتل کیا جائے دو یا تین گواہوں کے بیان سے قتل کیا جائے ایک گواہ کے بیان سے قتل نہ کیا جائے۔

سرنامہ سیموئیل شول کی نافرمانی صفحہ 344 آیت نمبر 33,34,35 عمالیکوں کے بادشاہ اجج نے قتل و

Marfat.com

غارت کیا سیموئیل نے کہا مما لیکوں کے پاس بادشاہ کو میرے پاس لاؤ تو اجج اس کے پاس خوش ہو کر آیا اور کہنے لگا کہ یقیناً موت کی تلخی دور ہوئی مگر سیموئیل نے کہا کہ جس طرح تیری تلوار نے عورتوں کو بے اولاد کیا اسی طرح تیری ماں بے اولاد ہو جائے گی اور سیموئیل نے جلجال میں خداوند کے سامنے اجج کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا سرنامہ مزامیر کتاب اول' صفحہ نمبر 670 مبارک ہے وہ آدمی جو شریروں کی صلاح پر نہیں چلتا اور خطا کاروں کی راہ پر قدم نہیں رکھتا اور نہ ٹھٹھا بازوں کی مجلس ہی میں بیٹھتا ہے جو شریعت پر دھیان لگاتا ہے وہ اپنے وقت پر پھل دیتا ہے جو کچھ وہ کرتا ہے کامیاب ہوتا ہے شریر ایسے نہیں ہرگز ایسے نہیں بلکہ وہ بھوسے کی مانند ہیں جسے ہوا اڑا لے جاتی ہے وہ عدالت میں قائم نہ رہیں گے اور انکی راہ نابود ہو جائے گی اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام کتابوں میں شرارت کرنے والوں اور دوسرے مذاہب کا مذاق اڑانے والوں کو انتہائی ناپسند فرمایا صفحہ نمبر 698 مزمور 36 گنہگار اور صادق کا انجام تو شریروں کے سبب سے بیزار نہ ہو اور بدکرداروں پر رشک نہ کر کیونکر وہ گھاس کی طرح جلد مرجھا جائیں گے غصہ سے باز آ اور غضب کو چھوڑ دے بیزار نہ ہو ورنہ تجھ سے بدی ہوگی کیونکہ بدکردار کاٹ ڈالے جائیں گے شریر صادق کے خلاف بندشیں باندھتا ہے اس پر دانت پیستا ہے خداوند اس پر ہنستا ہے شریر تلوار نکالتے ہیں اور کمان کو کھینچتے ہیں تا کہ مسکین اور غریب کو گرا دیں اور راست رو کو قتل کر دیں انکی تلوار انہی کے دل کو چھیدے گی شریر قرض لے کر ادا نہیں کرتا شریروں کی اولاد کاٹ ڈالی جائے گی شریر صادق کی تاک میں رہتا ہے اور اس کے قتل کے درپے رہتا ہے میں نے شریر کو بڑے اقتدار میں دیکھا اور سرسبز درخت کی طرح پھیلتے دیکھا پھر میں پاس سے گزرا تو دیکھا وہ تھا ہی نہیں میں نے اسے ڈھونڈا پر نہ پایا شریر کا بقیہ کاٹ ڈالا جائے گا (باقی زندگی) صفحہ نمبر 719 مضمون نمبر 63 ایا ارسانوں کی سزا' ... خدا میرے رونے کی آواز سن مجھے شریروں کی مجلس اور بدکرداروں کے ہنگامے سے محفوظ کر۔

صفحہ نمبر 738 مزمور 81 بے انصاف منصف کا انجام' تم اب تک بے انصافی کی عدالت کرو گے اور شریروں کی طرف داری کرو گے مسکین اور محتاج کو رہائی دو شریروں کے ہاتھ سے اس کو چھڑاؤ اے خدا آٹھ اور زمین کی عدالت کر کیونکہ تو ہی سب قوموں کا مالک ہے۔

صفحہ نمبر 803 مثال سلیمان' شریر کا خوف اسی پر آ پڑے گا اور جیسے بگولہ جاتا رہتا ہے ویسے ہی شریر فنا ہوگا شریر اپنی شرارت سے ہی گر پڑتا ہے جب صادق مرتا ہے تو تمنا ہلاک نہیں ہوتی لیکن شریروں کی امید فنا ہو جاتی ہے شریر کی کمائی خیانت ہے سچ ہے کہ شریر بے سزا نہ رہے گا صادق کی خواہش فقط نیکی ہے پر شریر کی امید غضب ہے شرارت کے کوئی انسان قائم نہیں رہتا شریر گرا دیئے جاتے ہیں اور نیست ہو جاتے ہیں جو شرارت کا منصوبہ باندھتے ہیں ان کے دل میں فریب ہے صادقوں کا دیا روشن رہتا اور شریروں کا چراغ بجھ جاتا ہے شریروں کا گھر برباد کیا جائے گا مگر صادقوں کا خیمہ نمودار رہے گا خداوند نے سب کچھ اپنے مقصد کے

Marfat.com

لیے بنایا ہے ہاں شریر کو بھی برے دن کے لیے خبیث مرد شرارت کا گڑھا کھودتا ہے اور اس کے لبوں پر گویا جلانے والی آگ ہے مسکین کو ٹھٹھا کرنے والا اپنے خالق کو ملامت کرتا ہے شریر کو صادق ٹھہرانے والا صادق کو شریر بنانے والا خداوند کے قریب دونوں مکروہ ہیں شریر کی رواداری کرنا اچھا نہیں اور نہ یہ کہ عدالت میں صادق کا حق بدل جائے ٹھٹھا کرنے والوں کے لیے سزائیں تیار کی جاتی ہیں بائبل مقدس میں شرارت پسندوں اور بدزبانوں اور ایسی تحریر اور تقریر کے مرتکب ہونے والوں جن سے دوسرے کے جذبات کو ٹھیس پہنچے اور انکی دل آزاری ہو ان کے لیے سخت سے سخت سزائیں رکھی ہیں میں طوالت کے خوف سے کالم کو یہاں ختم کرتا ہوں اگلے کالم میں ایسے مجرموں کے لیے قرآن پاک کی سزاؤں اور حضور ﷺ کے عفو و درگزر کا ذکر کروں گا امید کرتا ہوں کہ عدلیہ حقائق کو سامنے رکھ کر فیصلے فرمائے گی اور دلبرداشتہ مسلمان حضور ﷺ کے اخلاق و کردار کو سامنے رکھ کر احتجاج اور مصالحت کا پہلو اختیار کریں گے حرف آخر یہ ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے ملک و ملت کو ہر لحاظ سے فوقیت عطا فرمائی۔

☆☆☆☆☆☆☆

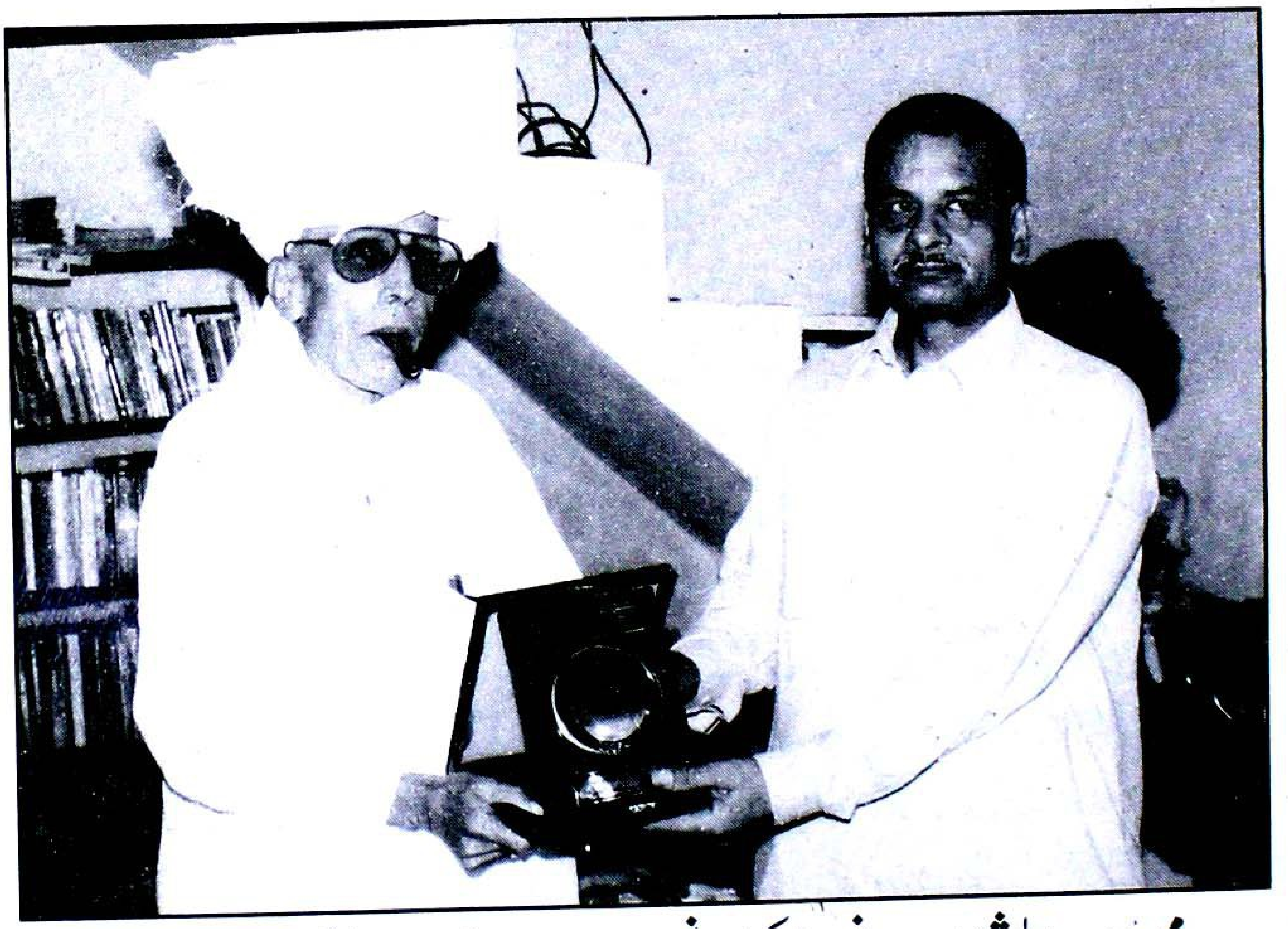

محمد رحمت اللہ شہزاد، پروفیسر ڈاکٹر پیر نصیر الدولہ سے شیلڈ وصول کرتے ہوئے

Marfat.com

تیسرا مذہب یا تھرڈ ازم

گورنر سٹیٹ بینک نے بامر مجبوری دوسرا بجٹ پیش کر دیا دوسرے بجٹ کو منی بجٹ کا نام دیا گیا ہے یعنی چھوٹا بجٹ' حالانکہ اس بجٹ کا نام گرانی بجٹ ہونا چاہیے تھا بھرکس نکال بجٹ اس سے پہلے جو سالانہ بجٹ پیش کیا گیا اس نے چند سیاستدانوں' فیوڈل لارڈز' بیوروکریٹس کے سوا پوری قوم کو متاثر کیا تھا منی بجٹ نے رہی سہی کسر نکال دی اور تیرہ کروڑ افراد کو مہنگائی کی کربلا میں پامال کر دیا اور اس جبر ناروا پر داد دینے کے لیے 135 ماہرین کو دعوت سخن دی۔

ایک سود خور بنیا یاد آیا اس نے اپنے تمام مقروض اکٹھے کیے اور تقریر شروع کی اس نے مقروضوں کو سمجھایا تھا کہ جب میں انگلی اپنی گردن پر لگاؤں تو تم نے تالی بجانا ہے دوران تقریر اس کی گردن پر ایک مکھی بیٹھ گئی اس نے گردن کے اتار چڑھاؤ سے اسے اڑانے کی کوشش کی لیکن مکھی اس کی گردن کے ساتھ چپک گئی تھی مجبوراً اسے مکھی اڑانے کے لیے انگلی لگانی پڑی' اس پر حاضرین نے بھرپور تالی بجادی حالانکہ اس وقت وہ اپنے شور گیاش پتاجی کا ذکر بڑے غم واندوہ سے کر رہا تھا۔

انگریز بڑا سمجھدار تھا اس نے قانون ساز اسمبلی کا ممبر بننے کے لیے تعلیم کی کوئی قید نہیں رکھی تھی اور یہ رعایت آج تک بدستور قائم ہے ہمارے حکمران بھی بڑے باشعور سمجھدار ہیں انگریز کی نقالی کرتے ہیں مگر یہ بھول جاتے ہیں کہ انگریز تو غاصب تھا لیکن وہ اپنوں پر حکومت کرتے ہیں یہ تو سوچنے سمجھنے کی بات ہے اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل عطا کی ہے اسے استعمال کرنا شرط ہے انگریز انگریزی میں تقریر کرتا تھا ان پڑھ ارکان اسمبلی اس کے اشاروں پر محض تالی بجانے کا فرض ادا کرتے تھے انہیں نہ تو سچ جھوٹ جاننے کی ضرورت تھی اور نہ ہی اسے پرکھنے کی جرات تھی غلام اور آزاد قوموں میں یہی تو فرق ہوتا ہے آزاد بول سکتا ہے اور غلام گونگا ہوتا ہے صرف تالیاں بجا سکتا ہے وہ بھی حاکم کی مرضی پر۔

اخراجات کم کرنے کے کئی طریقے ہیں پاکستان میں اس وقت دو مذاہب یا ازم رائج ہیں اسلام اور سوشلزم اسلام نے اخراجات میں کمی کے جو انداز اور طریقے بتائے ہیں ان پر غور فرمایئے سورہ بقرہ آیت نمبر 219 میں فرمایا اے میرے حبیب یہ لوگ تم سے پوچھتے ہیں کہ اللہ کی راہ میں کیا خرچ کریں ان سے کہو جو کچھ بھی تمہاری جائز ضروریات سے بچ جائے وہ سب کچھ' سورہ توبہ آیت 37 میں ارشاد ہے کہ جو لوگ سونا چاندی اور دولت خزانہ بنا لیتے ہیں ہم ان کی کوئی عبادت و ریاضت قبول نہیں کرتے ہمارے پاس تو ان کے لیے صرف دردناک عذاب ہے پھر فرمایا کہ تم لوگ اونچے اونچے اور بڑے محل تعمیر کرتے ہو کیا تم سمجھتے ہو کہ تم ان میں ہمیشہ رہو گے کتنے نادان ہو کہ جہاں چند روز کا قیام ہے وہاں کے لیے کچھ نہیں کرتے

Marfat.com

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر نے فرمایا کہ ایک شخص نے مرنے کے وقت اپنے دوستوں کو امداد کے لیے پکارا پہلا دوست آیا تو اس نے کہا کہ میں تو تمہارا یہیں تک ساتھ دے سکتا تھا تو دیا اس سے آگے میری دوستی ختم سمجھو' دوسرا دوست آیا اس نے کہا کہ میں تمہاری قبر خوبصورت بناؤں گا اس پر پھول چڑھاؤں گا تیسرا دوست آیا اس نے کہا کہ میں تمہارے ساتھ قبر میں لیٹوں گا قیامت کے دن تمہارے ساتھ اٹھوں گا اور تمہارے ساتھ ہی عدالت میں پیش ہوں گا پہلا دوست اس کی کل دولت تھی' دوسرا دوست اور تیسرا دوست اس کے اعمال تھے یہ تو اسلام کے بتائے ہوئے اصول ہیں جن پر عمل کر کے اقتصادی بحران سے نجات حاصل کی جا سکتی ہے۔

دوسرا رستہ سوشلزم کا ہے اس کے اصولوں کا پرچار محترم ذوالفقار علی بھٹو مرحوم نے کیا تھا اسلام ہمارا دین ہے اور سوشلزم ہماری معیشت ہے سوشلزم کو معیشت اور اقتصادیات کا محور کہا گیا کہ اس نظام میں کوئی چھوٹا بڑا نہیں ہوگا سب برابر ہوں گے کسی کے پاس نہ زیادہ دولت نہ زیادہ زمین اور نہ فالتو مکان ہونگے نہ ہی کسی کو فالتو سہولت اور آسائش ہوگی حقیقت میں یہ تمام اصول قرآن اور اسلام کے ہیں اسلام اخلاقی اقدار کا درس دیتا ہے اس پر پھر کبھی بات ہوگی فی الحال معیشت کا معاملہ درپیش ہے اس پر بات کرتے ہیں اسلام کہتا ہے کہ کسی فرد کے پاس وافر دولت اور جائیداد نہیں ہونی چاہیے یہی احکام سوشلزم کے ہیں مثلاً کسی شخص کے پاس ایک گھوڑا ہے تو وہ ضرورت ہو سکتی ہے لیکن 60 یا 100 گھوڑے کیوں؟ ایک مکان تو رہائش کے لیے ہوتا ہے پھر ایک آدمی کے پاس دس بیس مکان کیوں؟ اور اسی طرح لاکھوں مربع زمین کئی کئی فیکٹریاں او رکارخانے چند افراد کی ملکیت کیوں؟ لگتا ہے کہ مختلف حربوں اور سیاسی داؤ پیچ سے چند پسندیدہ شخصیات کے ذاتی خزانوں اور ملکیتوں کی حفاظت کی جا رہی ہے قوم کا خون شجرات ملعونہ کی جڑوں میں دیا جا رہا ہے یہ اسلام ہے اور نہ ہی سوشلزم اب سوچنا یہ ہے کہ اس نئے مذہب یا ازم کا کیا نام رکھا جائے؟

☆☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

فرقہ باز مولویوں کو چیلنج

اللہ تعالیٰ نے سورۃ یونس آیت نمبر 61 میں فرمایا ہے کہ تمہارے رب سے کوئی ذرہ بھی پوشیدہ نہیں اگرچہ وہ آسمان کی ساتویں بلندی پر ہے یا زمین کی ساتویں گہرائی میں ہے اور کوئی بڑی سے بڑی یا چھوٹی سے چھوٹی چیز ایسی نہیں ہے جو اس روشن کتاب میں نہیں ہے چونکہ فرقہ واریت کا عمل وسلسلہ صدیوں پر محیط ہے اس لیے اس کا مکمل تجزیہ ایک کالم میں ناممکن ہے لہذا یہ سلسلہ کئی کالموں تک چلے گا جن میں قرآن پاک کی روشنی اور حوالہ جات سے اسباب فرقہ واریت فساد اور مفسدین ایک دوسرے کو کافر کہنے والوں کے بارے میں فرمان قرآن' شیطان کی پہچان' ابلیس کے کارنامے' ملک میں قتل وغارت' قرآن پاک میں کافر' مومن' صادق اور کاذب کی تعریف کیا ہے جب تک یہ تمام حقائق سامنے نہ آئیں تب تک فرقہ ورایت کو ہوا دینے والوں کی حقیقت کا پتہ نہیں چل سکتا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی اصلاح کے لیے انبیاء بھیجے لیکن جیسے ہی وہ نبی اس جہان فانی سے کوچ فرماتے مطلب پرست اور موقع پرست شریر پرزے نکالتے اور حق میں باطل کی ملاوٹ کر کے اس کی اصل صورت مسخ کر دیتے وہ اپنے سرمائے اور مادی وسائل کے ذریعے اخبار کو خریدتے پھر انہیں اپنی مرضی کے مطابق ملک ودین میں استعمال کرتے پھر ان کی اصلاح کے لیے اللہ تعالیٰ دوسرا نبی ارسال فرماتا اور اسی طرح یہ سلسلہ حضور ﷺ کی ذات تک پہنچا۔

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا پیغام نئے سرے سے تمام نقائص سے پاک کر کے دیا اور جن لوگوں کی روح میں روشنی حق موجود تھی وہ جوق در جوق اس میں شامل ہونے لگے اور یہ تمام متوسط' غریب اور غلاموں کے طبقے سے تھے مکے کے کفار' سرمایہ دار اور طاقتور تھے انہوں نے ان پر جبر اور ظلم کی انتہا کر دی کسی کو شہید کیا کسی کو کوڑے مارنے اور حضرت بلالؓ کی زبان میں کیل ٹھونک دی جب حضور ﷺ سجدے میں ہوتے تو ولید بن عقبہ آپ ﷺ کی پشت مبارک پر اونٹ کی اوجڑی ڈال دیتا آپ ﷺ کے راستے میں کانٹے بچھا دیئے جاتے راہ چلتے آپ ﷺ پر کوڑا کرکٹ پھینکا جاتا اور پتھر تک مارے جاتے لیکن آپ مکمل صبر واستقلال سے اپنے خالق کا پیغام دیتے رہے آخر جب سات سال گزر گئے تو مکہ کے کفار نے آپ ﷺ کے ساتھ مکمل قطع تعلق کر لیا آپ ﷺ کا مکہ کی آبادی میں رہنا دشوار ہو گیا آپ ﷺ کے محترم چچا حضرت ابوطالب آپ ﷺ کو ساتھ لے کر شعیب علیہ السلام ابوطالب میں چلے گئے تین سال کے قیام کے بعد کچھ کفار' ہشام عامری' زبیر معظم' بن عدی' ابوالخیری' ابن ہشام' زمعہ بن الاسود سب نے مل کر وہ دستاویز پھاڑ دی اور اس طرح آپ ﷺ مکہ کی آبادی میں تشریف لائے۔

51 ویں عام الفیل میں آپ ﷺ کے جانثار چچا حضرت ابوطالب اور آپ ﷺ کی زوجہ محترمہ خدیجہ الکبریٰؓ

Marfat.com

وفات پا گئے آپ ﷺ نے اس سال کا نام عام الجزن' غم کا سال رکھا پھر آپ ﷺ پر کفار کا ظلم و جبر اتنا بڑھ گیا کہ آپ کا مکہ میں رہنا مشکل ہو گیا آپ ﷺ نے بحکم خدا ہجرت کا فیصلہ کیا مدینہ میں پر امن تبلیغ کفار مکہ کو انتہائی ناگوار گزر رہی تھی' چنانچہ انہوں نے آپ ﷺ کے ساتھ جنگ کرنے کا فیصلہ کیا ابوسفیان اور ابو جہل کمانڈر تھے اور وہ ایک ہزار افراد کے ساتھ بدر میں آئے سرور کائنات ﷺ کے ساتھ 313 جاں نثار تھے اور اللہ تعالیٰ نے فتح مسلمانوں کو عطا فرمائی 3 ہجری میں جنگ احد' 5 ہجری میں جنگ احزاب اور 7 ہجری میں جنگ خیبر اور دیگر غزوات واقع ہوئے اور رمضان 8 ہجری میں فتح مکہ ہوئی اس فتح کے موقع پر مکہ کے کفار نے اسلام قبول کر لیا ان میں سے بہت سے منافق تھے جنہوں نے محض وقت کی نزاکت کا احساس کرتے ہوئے اسلام قبول کیا (ان کا ذکر سورہ منافقون میں موجود ہے)۔

آخری حج کے موقع پر مقام غدیر میں حضور ﷺ کے خطبے سے منافق سمجھ گئے کہ حضور ﷺ کا سفر آخرت قریب ہے چنانچہ انہوں نے سازشیں شروع کر دیں حضور ﷺ کے وصال کے بعد حضرت ابوبکرؓ خلیفہ بنے پھر ان کے بعد حضرت عمرؓ پھر حضرت عثمانؓ اور پھر حضرت علیؓ کرم اللہ کا دور آیا تو مسلمان آپس میں لڑنے لگے حضرت عائشہؓ جنگ جمل میں حضرت علیؓ کے بالمقابل آئیں پھر صفین میں امیر معاویہ شام سے فوج لے کر حضرت علیؓ کے ساتھ جنگ کرنے آئے پھر جنگ نروان ہوئی۔

میں چونکہ یہ تمام کالم فرقہ واریت کو ختم کرنے کے لیے لکھ رہا ہوں اس لیے کوئی منفی تبصرہ یا رائے نہیں دوں گا اتنا ضرور کہوں گا کہ ان خانہ جنگیوں سے مسلمانوں اور اسلام کو بہت زیادہ نقصان پہنچا حضرت علی ﷺ کے بعد حضرت امام حسنؓ خلیفہ بنے لیکن امیر معاویہ نے ان پر حملہ کر دیا آخر اس شکل میں صلح ہوئی کہ حضرت امام حسنؓ دست بردار ہو گئے اور امیر معاویہ حکمران بن گئے امیر معاویہ نے اپنی زندگی میں یزید کو ولی عہد مقرر کیا یزید کے بعد اس کا بیٹا معاویہ تخت نشین ہوا لیکن اس نے اس تخت پر یہ کہہ کر کہ مجھے اس تخت سے ظلم اور جبر کی بو آتی ہے بیٹھنے سے انکار کر دیا چنانچہ اسے چھ ماہ میں یا تو زہر سے مار دیا گیا یا طبعی موت مر گیا پھر مروان بن الحکم تخت نشین ہوا پھر اس کا بیٹا عبدالمالک پھر ولید پھر سلیمان اور حضرت عمر بن عبدالعزیز تخت خلافت پر متمکن ہوئے انہوں نے مسلسل جبر اور ظلم کا سلسلہ بند کر دیا نتیجتاً ان کے ساتھ بھی وہی کیا گیا جو معاویہ بن یزید کے ساتھ ہوا اس طرح بنو امیہ کی بادشاہت کا سلسلہ مروان الحما تک پہنچا اور 132 ہجری میں اموی دور ختم ہو گیا اور عباسی دور شروع ہوا۔

عباسی دور عباسیوں نے بنو امیہ کے خلاف تحریک چلائی کہ بنو امیہ نے جبراً تخت خلافت لیا ہے اور عوام پر ظلم و جبر کر رہے ہیں عوام نے ان کا بھرپور ساتھ دیا لیکن جب وہ کامیاب ہو گئے تو انہوں نے حکومت خود سنبھالی اور اہل بیت رسول ﷺ کے ساتھ کافی زیادتیاں کیں اور بہت سوں کو زہر دلوا کر شہید کر دیا۔

میں انتہائی مختصر الفاظ میں تاریخ اسلام اسلئے پیش کی ہے تاکہ قارئین کرام فرقہ بازی اور دین میں گروہ بندی

Marfat.com

کے اسباب سے آشنا ہو جائیں۔

☆ فتح مکہ پر مجبوراً اسلام قبول کرنے والے منافقین کی اسلام دشمن سازشیں۔

☆ مروان بن الحکم کا حضرت محمد بن ابو بکرؓ کے خلاف قتل کے ظلم کا مراسلہ۔

☆ آل رسول ﷺ کو مدینہ سے نکلنے کا حکم پھر کربلا میں ان کے مردوں کو شہید اور حضور ﷺ کی نواسیوں اور دیگر مستورات کو پابند سلاسل کر کے شام لے جانا۔

یہ وہ اسباب تھے جن سے منافقین اسلام اور دشمنان دین نے بھر پور فائدہ اٹھایا اور یہودیوں اور نصرانیوں نے تمام منفی حربے استعمال کیے اور انہوں نے کچھ تو ہمارے علمائے سو خریدے اور کچھ اپنے علماء کو مختلف بہروپوں میں دائرہ اسلام میں داخل کیا اور انہوں نے منافق دھڑوں کے ساتھ مل کر اس قسم کا لٹریچر وضع کیا جس سے اسلام میں فرقہ واریت کو بڑھنے اور پھلنے پھولنے کا بھر پور موقع ملا ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ بعد کے علماء کو چاہیے یہ تھا کہ پوری دیانتداری سے تحقیق و تفتیش کر کے وہ تمام مواد نکال دیتے جو اسلام کو پارہ پارہ کرنے کے لیے ہماری کتابوں میں داخل کیا گیا تھا اور وہ صاف ستھرا اور پاکیزہ لٹریچر رہنے دیتے جو عین قرآن پاک کے مطابق ہوتا تا کہ مسلمان کبھی ایک دوسرے کے خون کے پیاسے نہ ہوتے لیکن ادھر یہودیوں اور عیسائیوں اور دیگر کفار مثلاً ہندووں وغیرہ نے اسلام کے خلاف محاذ بنائے رکھا ادھر ہمارے مولوی یا نام نہاد علماء کی بجائے تحقیق و تطہیر کے ان کے آلہ کار بنتے رہے اور آج بھی ان کے اشاروں پر چل رہے ہیں اس لیے کہ جب قرآن پاک مین واضح طور پر فرقہ واریت کو ہوا دینے والوں کو عذاب عظیم کی نذارت دی گئی تو پھر جو فرقہ واریت کو اپنا مذہب بنا لے وہ یقیناً اسلام دشمن قوتوں کی غلامی کر رہا ہے۔

چونکہ قرآن پاک عربی میں ہے عوام عربی جانتے نہیں لہذا اسلام دشمن مولوی عوام کی اس کمزوری سے فائدہ اٹھا کر پوری قوم کو ٹکڑے ٹکڑے کر رہے ہیں ہماری سب سے بڑی بدقسمتی یہ ہے کہ حکمران اپنی حکومت کو قائم دائم رکھنے کے لیے ملاؤں کو بیسا کھیاں تصور کرتے ہیں اور ان سے خوفزدہ ہیں ورنہ وہ شخص جو مسلسل قوم کو تباہ کرنے کے لیے کسی لحاظ کی گنجائش نہیں میں چیلنج کرتا ہوں کہ جب کوئی چاہے میرے ساتھ ٹی وی پر مناظرہ کر لے (قرآن کی روشنی میں) یا پھر اب اپنی اس روش سے باز آجائیں تا کہ پاکستان امن کا گہوارہ بنے اور لوگ سکون سے رہیں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے حکمرانوں کو خواص خمسہ کے ساتھ ساتھ عقل سلیم بھی عطا فرمائے تا کہ وہ سمجھ سکیں کہ کون کیا ہے اور کون کیا رہا ہے اور وہ شر پسند ملاؤں سے دوستی اور ان کی حفاظت کو اپنا فرض نہ بنائیں اور شرفا و امن پسندوں کا مذاق نہ اڑائیں اللہ تعالیٰ انہیں وہ بصیرت عطا فرمائے کہ وہ حلیوں سے متاثر ہونے کی بجائے ان کی نیتوں کو بھی پڑھ سکیں۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

قومی اسلامی نظریاتی کونسل صوبائی ادارہ ثقافت اسلامی شرعی عدالت اور جماعت اسلامی کے نام

میرا یہ کالم گستاخی تصور ہوگا ان کی بارگاہ میں جو اپنے خالق اور اس کے قوانین کے باغی ہیں اور حق گوئی و اطاعت ہے اس کی بارگاہ میں جس نے قرآن حکیم جیسا مکمل ضابطہ حیات عطا فرمایا اور وصف شعور سے مزین مخلوق کو گمراہی سے بچالیا حکومت نے لیکویڈیشن بورڈ قائم کیا جہاں سے کوآپریٹو فنانس کمپنیوں کے نادہندگان کو گرفتار کرنے کا حکم صادر ہو رہا ہے یہ بہت اچھا عمل ہے لیکن پہلے مکمل تفتیش کی جائے کہ نادہندگان ہیں کون کون؟ وہ کسی بھی پارٹی سے متعلق ہوں یا کتنے ہی بااثر ہوں' جبر کے خلاف وقتی طور پر زبانیں بند رہ سکتی ہیں لیکن ذہنوں کے کمپیوٹر میں جبر اور ظلم کی داستانیں محفوظ ہو جاتی ہیں اور پھر کبھی نہ کبھی لوگوں کے سامنے آ ہی جاتی ہیں یہ تمام شاخسانہ سود در سود کی لعنت کا انجام ہے ہمارے کرم فرماؤں نے سود کا نام منافع رکھ کر اسے جائز قرار دے دیا' حالانکہ اگر کسی انسان کو گدھا کہا جائے تو وہ گدھا نہیں بن جاتا اور کسی گدھے کو انسان کہہ دینے سے وہ انسان نہیں بن سکتا۔

قرآن پاک میں سود کے بارے میں یوں تحریر ہے سورۃ بقرآیت نمبر 275' جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ اس شخص کی طرح ہیں جس پر شیطان کا سخت حملہ ہو چکا ہو وہ سود کے کاروبار کو جائز کہنے کے لیے کہتے ہیں کہ خرید و فروخت بھی تو سود ہی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے خرید و فروخت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے اب اگر اللہ کے حکم کے بعد جو اس نجس کاروبار سے باز آئے تو اس کے لیے حاصل کردہ نفع ہے البقرہ 276' اللہ سود کو مٹائے گا صدقات کو بڑھائے گا اور وہ نافرمانوں کو پسند نہیں کرتا' البقرہ 278 ایمان کے دعویدار اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور اگر تم واقعی مومن ہو تو بقیہ سود چھوڑ دو۔

آل عمران آیت 130 اے ایمان والو اپنے مال میں سود سے اضافہ مت کرو اللہ پر بھروسہ رکھو تاکہ فلاح پاؤ۔

النساء آیت 162 جنہوں نے روکنے کے باوجود سود کا کاروبار کیا انہوں نے لوگوں کا مال ناحق کھایا ان کو سزا ملی کافر وہی ہے جو تمہارے احکام کا انتظار کرے ان کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

ان تمام آیات میں سود کھانے والوں کے لیے دردناک عذاب اور سزا کا اعلان ہے اور نفع یا منافع کے بارے میں ارشاد خلاق عالم یوں ہے۔

الشعراء آیت 73' بتوں کو پوجنے والے سمجھ لیں کہ انہیں ان بتوں سے کوئی منافع یا ضرر نہیں پہنچے گا سورۃ

Marfat.com

المائدہ میں بھی یہی بات فرمائی۔

الحدید آیت 25 ' ہم نے لوہا اتارا' جس میں شدید جنگ اور عوام کے لیے منافع ہے۔

النساء 12 ' تم نہیں جانتے کہ باپ اور بیٹوں میں کون زیادہ نفع رساں ہے۔

سورۃ احراف کی آیت نمبر 188 اور سورۃ یونس کی آیت نمبر 49 میں فرمایا اور کہہ دے کہ میں اپنی جان کے لیے نہ کسی نفع کا مالک ہوں اور نہ نقصان کا مگر ہاں جو اللہ چاہے۔

سورۃ الرعد آیت 16 ' زمینوں اور آسمانوں کو پالنے والا اللہ ہے اور اس کے علاوہ کوئی نفع نقصان دینے والا نہیں۔

سورۃ الفرقان' خود ساختہ معبود کوئی نفع یا نقصان نہیں دے سکتے۔

سورۃ صبا آیت 43 ' آئت 16 الحج 12,13 میں بھی جہاں نفع کا ذکر ہے وہاں نقصان کا ذکر بھی ہے اسی طرح تجارت کے بارے میں سورۃ بقرہ 282 النساء آیت 30 التوبہ آیت 24 النور 38 ' آیت 11,12 ان تمام آئتوں میں فرمایا تجارت میں گواہ رکھو لین دین کی تحریر لکھو اور اللہ کے حکم کے مطابق کاروبار کرو ورنہ کوئی نفع حاصل نہیں ہوگا اور دنیا میں رسوائی اور آخرت میں عذاب ہوگا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب پاک میں فرمایا سود کا کاروبار ناجائز سود حرام اور سود خور جہنمی ہے اور سود کو نفع یا منافع کا نام نہیں دیا جا سکتا نفع ایسی رقم کو کہا جاتا ہے جو ایسے کاروبار سے ملے جہاں منافع اور نقصان دونوں کا احتمال ہو قرآن وحدیث میں کہیں طے شدہ اور مقرر کردہ رقم کو جائز قرار نہیں دیا گیا اور اگر کسی حدیث میں اسے جائز قرار دیا گیا ہو تو ایسی حدیث صحیح تسلیم نہیں کی جاتی جو قرآن پاک سے مطابقت نہ رکھتی ہو۔

جہاں تک شیڈول بینکوں کا تعلق ہے ان کا مسئلہ اور معاملہ جدا ہے اس پر پھر کسی وقت اسلامی نقطہ نظر اور قرآن کے حوالہ جات کے ساتھ مکمل بحث کروں گا آج صرف کوآپریٹو فنانس کارپوریشنوں کے بارے میں عرض کرنا ہے۔

☆ ایسے شاطر فراڈ اور فطرتاً دھوکہ باز لوگ جو شیڈول بینکوں سے نکالے گئے یا خود نکل گئے انہوں نے سب سے پہلے پانچ روپے کی کمیٹیوں کا دھندہ کر کے عوام کو لوٹا اس کے بعد فنانس کمپنیوں کا نام دے کر پورے ملک کے عوام کی دولت لوٹی اور جب وہ فراڈ عوام پر عیاں ہو گیا تو پھر کوآپریٹو فنانس کارپوریشنوں کے نام سے بینک بنائے اور یہ مونو دیا' منافع بھی زیادہ سرمایہ بھی محفوظ خدمت اور تعاون ساتھ ساتھ' اور اس طرح لوگوں کو اپنے فراڈ کے جال میں پھنسا کر ان کی حلال کی کمائی لوٹنی شروع کر دی۔

☆ شیڈول بینکوں کو ایک مخصوص رقم کا ہدف دیا گیا جو ان کی ملازمت کی شرط تھی اس طرح ان ملازمین نے حسین مستقبل کے خواب دیکھے اور اپنے دوستوں اور عزیزوں کی رقوم ان فراڈ بینکوں میں جمع کراتے رہے

Marfat.com

☆ جن لوگوں کی رقم بینک میں جمع ہوئی ان کو ایس ایم آر کے نام سے رسیدیں جاری کرتے اور ایس ایم آرز بھی انہی شاطروں کی ہدایات کے مطابق دی جائیں اور جب کبھی رقم دہندہ قرضے جاری کرتے جس سے مختلف ناموں پر کوٹھیاں، ملیں، ہوٹل اور زمینیں خرید لی جاتیں کمال کی بات یہ ہے کہ جتنی رقم سے یہ جائیدادیں خریدی جاتیں اپنے کاغذات میں ان کی قیمتیں ان سے دگنی ظاہر کی جاتیں۔

☆ ان کے اس کاروبار میں وہ سرکاری عہدے دار اور ذمہ دار افسران برابر کے شریک اور مجرم ہیں جنہوں نے سب کچھ جانتے ہوئے بھی ان ازلی دھوکے بازوں کو یہ کاروبار کرنے کی اجازت دی اور ذاتی مفاد حاصل کر کے ان کے جرائم کی پردہ پوشی کرتے رہے اور لاکھوں افراد کے مستقبل تباہ کر دیئے۔

میری گذارش یہ ہے کہ نمبر ایک مجرمان یہ افسران ہیں اور نمبر دو مجرمان وہ بدمعاش اور دھوکہ باز ہیں میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ بینک بنانے والے ایسے افسران کے آلہ کار تھے یا یہ افسران کے آلہ کار تھے ہمیشہ ہوتا یہ ہے کہ جب جرم کھل کر سامنے آ جاتا ہے تو یہ دونوں چولی دامن کے ساتھ والے تو محفوظ رہتے ہیں اور لوٹے ہوئے مال کے سہارے معاشرے میں باعزت بھی تصور کیے جاتے ہیں اور اس طرح کوئی نیا فراڈ کرنے کی ترکیبیں بناتے رہتے ہیں اور بھولے بھالے لٹے ہوئے عوام مجرم بن جاتے ہیں۔

ایسے ذمہ دار افسران جو قرآن پر یقین رکھتے ہیں اور خدا سے ڈرتے ہیں، ان سے یہ گزارش ہے کہ سب سے پہلے اصل مجرمان کو گرفتار کریں اور پھر خوشی سے عوام کے وارنٹ گرفتاری نکالیں انہیں چاہیے کہ پہلے لوگوں کو بلائیں اور ان سے صحیح حقیقت حال دریافت فرمائیں پھر ان کی موت کے وارنٹ جاری کر دیں کیونکہ کسی شریف آدمی کے بارے میں اس خبر کا نشر ہو جانا کہ اسے کسی اخلاقی گناہ میں پکڑ لیا گیا ہے جس کا وہ مرتکب نہ ہوا ہو اس کے لیے موت کے وارنٹ سے کم نہیں ہوتا عادی مجرموں، ہمہ تن دھوکہ بازوں، سراپا فراڈ اشخاص کے دیئے ہوئے ریکارڈ پر آنکھیں بند کرنا نہ تو احسن طریقہ ہے اور نہ ہی عقلمندی کا ثبوت۔

کوئی بھی کام کرنے سے پہلے اپنے آپ کو اس مقام پر کھڑا کر کے دیکھیں اگر یہی عمل آپ کے ساتھ ہو تو آپ کے اپنے احساسات کیا ہوں گے؟

☆☆☆☆☆

Marfat.com

میرٹرسٹ۔۔نُورکاچشمہ (حصہ اول)

نور ایک ایسا لفظ ہے جس کی بحث میں الجھ کر مسلمان ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اور پھر دنیا کی بساط پر کمزور ترین مہرے بن گئے میں نہیں سمجھتا کہ دنیا کے بڑے بڑے مذہبی سکالر اور وہ جو شیخ القرآن کہلاتے ہیں وہ نور کے حقیقی معنی و مطالب نہ جانتے ہوں پھر یہ معنوی اختلاف اتنا پھیل گیا اور پیچیدہ ہو گیا کہ اختلافی خلیج بڑھتی ہی جارہی ہے میں اپنے آپ کو عالم و فاضل تو نہیں کہتا لیکن جو میری تحقیق و تدقیق میں آیا ہے وہ عرض کیے دیتا ہوں شائد کہ تیرے دل میں اتر جائے میری بات' اللہ جانے مسلمانوں میں یہ بحث کب چل پڑی کہ حضورﷺ نوری مخلوق ہیں یا خاک سے تخلیق ہیں اور اسی بحث اور مناظرے میں پھنس کر مسلمان کئی حصوں میں بٹ گئے اور دنیا کی نظروں میں اپنی قدیمی اور اسلامی قدر و منزلت کھو بیٹھے۔

قرآن پاک کی سورہ مومنون کی آیت نمبر 12 میں ارشاد ہے تحقیق ہم نے انسان کو گیلی مٹی سے بنایا اور اسی قسم کی اور آیات مبارکہ بھی ہیں ایک طبقہ یہ کہتا ہے کہ حضور انسان تھے لہذا مٹی سے تخلیق کیے گئے اور ایک گروہ کہتا ہے کہ نور سے مخلوق ہوئے سورہ کہف کی آیت نمبر 110 میں فرمایا اے میرے حبیب کہو کہ میں تمہاری طرح بشر ہوں لیکن مجھ پر وحی ہوتی ہے اس کی تائید و تصدیق میں سورۃ النجم کی آیت نمبر 3 میں فرمایا جب تک میں وحی نہیں کرتا میرا محبوب بات نہیں کرتا' بشر والی آیت کے حوالے سے کہا جاتا ہے کہ وہ ہماری طرح ہی ایک بشر تھے لیکن اگر متذکرہ بالا دونوں آیتوں کو ملا کر سمجھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ حضورﷺ کے بشر ہونے اور ہمارے بشر ہونے میں کیا فرق ہے حضورﷺ تو اللہ تعالیٰ کے حکم و رضا کے بغیر کوئی کام نہیں کرتے لہذا نہ تو ان سے کوئی غلط بیانی صادر ہوسکتی ہے اور نہ ہی ان کے کسی عمل و امر پر کوئی اعتراض کرنے کی جرات کرسکتا ہے ان کے کسی بھی عمل پر ذرا سا شک بھی ذات باری تعالیٰ پر شک ہے یہ الگ بحث ہے اگر اس بحث کو شروع کریں تو شاید چودہ سو سال اور گزر جائیں تو جو جہاں بھی کھڑا ہے وہاں سے ایک انچ آگے پیچھے نہ سرکے' یہ جھگڑا یہ بحث اس لیے چل پڑی کہ ایک گروہ کہنے لگا کہ نور اسے کہتے ہیں جو نگاہ کے لیے دیوار نہ بنے بلکہ اس کے آر پار دیکھا جاسکے' جیسے صاف شیشے کے دوسری طرف سب کچھ دکھائی دیتا ہے یا روشنی جیسے بلب کی سورج یا چاند وغیرہ کی ہوتی ہے اس طبقے نے حضورﷺ کو یہی روشنی قرار دیا اسکی کئی وجوہات ہیں ملائکہ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ نور سے تخلیق کیے گئے اس لیے دکھائی نہیں دیتے اور فاصلے ان کے لیے کوئی حقیقت نہیں رکھتے ملائکہ حضورﷺ کے دروازے پر حاضری دیتے تھے بالخصوص حضرت جبرائیل تو ایک قاصد کی حیثیت سے حضورﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے تھے اور قاصد نہ تو بھیجنے والے سے زیادہ مرتبے والا ہوتا ہے اور نہ ہی قصد علیہ سے بڑا تصور ہوتا ہے اس لیے حضور ملائکہ سے درجے

Marfat.com

میں بلند ہیں اور جب تک وہ اس نور سے مخلوق نہ ہوں بلند درجے والے نہیں ہو سکتے' یہاں ایک سوال ہے کہ حضرت آدم تو بلاشک وشبہ خاک سے مخلوق تھے' سورۃ آل عمران آیت نمبر 59 'عیسیٰ کی مثال اللہ تعالیٰ کے قریب آدم جیسی ہے جس کو ہم نے مٹی سے پیدا کیا اور پھر کہا اور وہ متحرک ہو گیا اور اس میں بولنے اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیت پیدا ہو گئی سورۃ بقرہ میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے کہا کہ میں آدم کو زمین میں خلیفہ بنا رہا ہوں انہوں نے اعتراض کیا حضرت آدم کا فرشتوں کے ساتھ علم میں مقابلہ ہوا فرشتے ہار گئے اور انہوں نے نہایت عاجزی سے تسلیم کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے تمام ملائکہ کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو' سب نے کیا مگر ابلیس نے انکار کر دیا تو وہ کافر' ملعون اور مردود ہو گیا' اب یہاں حضرت آدم مسجود ہیں اور ملائکہ ساجدین تو مقام ساجد کا بلند ہوتا ہے یا مسجود کا' لہٰذا مختصر گزارش ہے کہ اجزائے تخلیق سے کوئی فرق نہیں پڑتا نہ اس سے مقام اور رتبے کی بلندی اور پستی کا تعین کیا جا سکتا ہے اس بحث میں قوم کو پھنسا دینا ایک ظلم ہے چند آیات کی روشنی میں تھوڑا اور واضح کر دوں۔

سورہ نور آیت نمبر 35 اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے نور کے معنی لیے جاتے ہیں روشنی جیسے' سورج چاند یا کسی بلب کی روشنی ہو' تو روشنی مرہون منت ہے اپنے منبع کی' اگر چاند سورج ہو تو روشنی ہے یا بلب جل رہا ہے تو روشنی ہے اگر چاند سورج غروب ہو جائیں یا بلب بجھ جائے تو روشنی مفقود' گویا روشنی بذات خود کچھ نہیں وہ تو چاند سورج اور بلب کی محتاج ہے اگر سورہ نور کی آیت کا جائزہ یونہی لیا جائے تو لگتا ہے معاذ اللہ کہ اللہ تعالیٰ زمین و آسمانوں کی روشنی ہے جب تک آسمان و زمین قائم ہے یہ روشنی قائم ہے ورنہ اس کا وجود ختم ہو جائے گا لغت میں نور کے معنی روشنی بھی ہیں اور وہ جو چیزوں کو ظاہر کرے یعنی ان کا علم رکھے تو نور کے اصل معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمان زمینوں کی تمام گہرائیوں کو جانتا ہے اور تمام راز و رموز سے باخبر ہے اس کی تفصیل اور تصدیق کے لیے سورہ یونس کی آیت نمبر 61 ملاحظہ کیجئے تمہارے رب سے ایک ذرے کا ذرہ بھی پوشیدہ نہیں ہے چاہے وہ آسمان کی ساتویں بلندی پر ہو یا زمین کی نچلی اور گہری تہہ میں ہو اور پھر اس میں سے کوئی بڑی سے بڑی یا چھوٹی سے چھوٹی چیز ایسی نہیں جو اس کتاب مبین میں نہیں اب قارئین کرام سمجھ گئے ہوں گے کہ نور کے حقیقی معنی کیا ہیں علم و عرفان یعنی اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کا نور ہے یعنی زمینوں او ر آسمانوں کے ظاہر و باطن اور اسرار و رموز کا قطعی ناظر و شاہد ہے اور ذرے ذرے کا مکمل علم رکھتا ہے اور اس لیے اسے علام الغیوب کہتے ہیں اور زمین آسمانوں کے تمام راز و رموز اور حقائق و تفصیل اسی کتاب پاک میں موجود ہیں اسی لیے قرآن پاک کو بھی نور کہا گیا ہے سورہ تغابن آیت نمبر 8 میں فرمایا سورہ مائدہ کی آیت نمبر 44' ہم نے توریت نازل فرمائی جس میں نور ہے سورہ مائدہ آیت نمبر 46 ہم نے انجیل عطا فرمائی جس میں نور ہے توریت نور انجیل نور ہیں اور سورہ آل عمران کی آیت 7 سورۃ الرعد کی آیت 39 سورۃ الزخرف کی آیت نمبر 4 میں قرآن پاک کو ام الکتاب یعنی تمام کتابوں کی ماں کہا گیا گویا

Marfat.com

قرآن کو نور علیٰ نور فرمایا لیکن ہم نے کبھی نہیں دیکھا کہ کسی کمرے میں توریت انجیل یا قرآن پاک پڑا ہوا و روہ کمرہ روشنی سے جگمگا رہا ہو میرا خیال ہے کہ غیر متعصب قارئین اب نور کے کما حقہ معنی و مطالب سمجھ گئے ہوں گے نور کے معنی ہیں علم معرفت اور عرفان حقائق اور جس کے پاس حقیقی علم ہو گا یہ روشنیاں یہ سورج یہ چاند یہ ستارے اس کے ماتحت ہوں گے سورہ طلاق میں ارشاد ہے کہ میرا رسول میری آیات مبارکہ کی تلاوت کر کے ایمان لانے والوں اور نیک اعمال کرنے والوں کو اندھیرے سے نکال کر روشنی میں لے جاتا ہے کونسی روشنی سورج چاند اور بلب کی روشنی کونسا اندھیرا جورات کو ہوتا ہے ہر گز نہیں بلکہ جہالت اور لاعلمی کے اندھیرے سے نکال کر علم و عرفان میں لے جاتا ہے قرآن پاک کے اس خوبصورت قصے سے الجھن دور ہو جائے گی سورۃ النمل حضرت سلمان علیہ السلام کے دربار میں جن انسان حیوان پرندے سب موجود ہیں صرف ہُد ہُد کہاں ہے وہ بغیر اجازت غیر حاضر ہے میں اسے سخت سزا دوں گا ہُد ہُد حاضر ہوتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ اس نے ایک عورت کو مردوں پر حکومت کرتے دیکھا ہے جس کے پاس دنیا کی تمام نعمتیں موجود ہیں اور ایک عالیشان تخت بھی ہے وہ اور اسکی رعایا اللہ کو نہیں پوجتے بلکہ سورج کی پرستش کرتے ہیں حضرت سلمان درباریوں سے کہتے ہیں کہ کون اس عورت کو بمعہ تخت کے حاضر کر سکتا ہے جنوں کے سردار نے کہا کہ میں آپ کے دربار برخواست کرنے سے پہلے اسے لا سکتا ہوں اور میں اس پر قادر ہوں لیکن ایک درباری میر آصف بن برخیا نے کہا کہ میرے پاس کتاب کا علم ہے اور میں اس علم سے آپ کی پلک جھپکنے سے پہلے حاضر کر سکتا ہوں اور حضرت سلیمان نے دیکھا کہ وہ تخت تو واقعی موجود ہے اور ملکہ سبا یعنی بلقیس بھی اس تخت پر جلوہ فگن ہے آصف بن برخیا نہ تو فرشتہ تھا نہ روشنی سے بنایا گیا تھا اور نہ ہی وہ کوئی جن تھا بلکہ جن کی قوت تو اس کے مقابلے میں کمزور تھی بس اس کے پاس زبور کا کچھ علم تھا یہاں ارشاد ہوتا ہے علم من الکتاب علم الکتاب نہیں فرمایا یعنی کتاب میں کچھ علم پوری کتاب کا علم نہیں زبور توریت اور انجیل سے ارفع و اعلیٰ قرآن جو ان تمام کتابوں کی ماں ہے اب میرے اس مکمل بیان کی روشنی میں سوچئے کہ جس کے پاس پورے قرآن کا علم ہو گا وہ کتنا مکمل نور اور قوت والا ہو گا۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

میر ٹرسٹ۔ نور کا چشمہ (حصہ دوم)

میں نے پچھلی قسط میں حتی المقدور نور کی حقیقت سمجھنے کی کوشش کی یہ حقیقت علم وعرفان ہے حضرت سلیمان کے درباری آصف بن برخیا کے پاس زبور کا کچھ علم تھا اس نے اس میں اتنی قوت وقدرت پیدا کر دی کہ اس نے سبا بلقیس کو معہ تخت کے پلک جھپکنے سے پہلے دربار میں حاضر کر دیا میرے آقا و مولا نا فضل الانبیاء فضل المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے مقام و مرتبہ کا تعین کرنا انسان کے بس سے باہر ہے علم الکلام میں ہے کہ نبی چار خوبیوں کا مالک ہوتا ہے یسمع کلام اللہ' اللہ کا کلام سنتا ہے' وپر الملائکتہ اللہ ملائکہ کو دیکھ سکتا ہے و یعلم الغیبات' غائب کو جانتا ہے' وتعیعہ مادۃ الکائنات اور کائنات کی اشیاء اسکی مطیع ہوتی ہیں سورۃ آل عمران آیت 164 اور سوۃ جمعہ آیت 2 میں ارشاد علیم وخبیر ہے اللہ نے مومنون پر احسان کیا جب ان میں سے ان کو ایک رسول مبعوث فرمایا جو ان کے سامنے میری آیات تلاوت کر کے ان کا تزکیہ نفس کرتا ہے ان کو قرآن پڑھاتا ہے اور ان کو عقل سکھاتا ہے بعث کے معنی ہیں کہ کسی چھپی ہوئی چیز کو ظاہر کرنا یعنی کوئی چیز موجود تو ہو اس میں تمام صفات بھی ہوں لیکن وہ ظاہر نہ ہو ایسے ظاہر کرنے کو عربی میں مبعوث کرنا کہتے ہیں معلوم ہوا کہ حضور ﷺ میں تمام صفات النبوبیہ و رسالت موجود تھیں لیکن وہ لوگوں سے پوشیدہ تھیں تو اللہ تعالیٰ نے انکو ظاہر کر دیا اور ان کا کام یا ذمہ داری قرآن پڑھانا اور دانائی کا درس دینا ہے میری قارئین کرام سے درخواست ہے کہ ان نکات کو غور سے ملاحظہ فرمائیں۔

دستور دنیا یہ ہے کہ جس کو کسی جماعت کو پڑھانے کے لیے متعین کیا جاتا ہے اسکی اپنی تعلیم اس سے کہیں زیادہ ہوتی ہے یعنی میٹرک کو پڑھانے والا کم از کم بی اے ہوگا اور جو کتابیں وہ پڑھانے کی ذمہ داری لے گا ان کتابوں کے تمام پہلوؤں سے خوب واقف ہوگا یہ مخلوق خدا کا قانون ہے جب انسان اتنی بصیرت رکھتا ہے کہ مندرجہ بالا اصولوں کے تحت استاد مقرر کرتا ہے تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ خالق عقل و بصیرت کسی ایسے شخص کو مدرس بنا دے جو خود اس کا علم نہ رکھتا ہو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کائنات کی ہر چیز کا ذکر اس کتاب میں موجو دہے لہذا استاد ایسا ہونا چاہیے جس کے پاس اس کتاب کا مکمل علم ہو وہ اس کے حرف حرف سے پوری طرح باخبر ہو اگر سورۃ یونس کی آیت 61 اور آل عمران کی آیت 164 اور سوۃ جمعہ کی آیت نمبر 2 کا بغور مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ الوہت عالیٰ نے اپنا تمام علم اپنی اس پاک کتاب قرآن معظم میں رکھ دیا ہے اور پھر کتاب پڑھانے کے لیے حضور ﷺ کو استاد مقرر فرمایا اب بتائے حضور ﷺ کے پاس زبور کا کچھ علم تھا تو اس کی وجہ سے اس میں اتنی قدرت وقوت آ گئی کہ اس نے سینکڑوں یا ہزاروں میلوں سے ملکہ سبا بلقیس کو معہ تخت کے پلک جھپکنے میں دربار حضرت سلیمان میں پیش کر دیا تو جس کے پاس ام الکتاب (قرآن

Marfat.com

پاک) کا مکمل علم ہوگا وہ کتنا قوی اور صاحب قدرت ہوگا اور جن کی پوری کائنات کا ذرہ ذرہ مطیع ہو وہ سراپا نور اور مجسم نور کیسے نہیں ہوگا بلکہ تمام انوار ان کے محتاج ہیں ان سے بڑھ کر نہ کوئی روشنی اور نہ کوئی منبع روشنی ہے۔

نور کی وضاحت اس لیے کر رہا تھا کہ جہاں بھی علم حاصل کرنے کے ذرائع اور وسائل ہوں گے وہ نور کے چشمے کہلائیں گے سکول کالجز' مدرسے یہ چشمہ ہائے نور ہی ہیں میں خود علم کا متلاشی ہوں جہاں کہیں علم کی روشن کرن نظر آئے پہنچ جاتا ہوں گجرات میں ایک عزیز ہیں رحمت اللہ شہزاد گھڑی ساز ہیں لیکن علم وداب کی شمع کے پروانے وہ مجھے ایک لائبریری لے گئے اس لائبریری کا نام میر لائبریری ہے اور یہ میر ٹرسٹ کے تحت قائم کی گئی ہے میر برادران کو علم بانٹنے کا اتنا شدید جنون ہے کہ انہوں نے اپنی ذاتی جائیداد بیچ کر یہ لائبریری قائم کی ہے اور اس مین مذہبی' ثقافتی' سماجی اور تقریباً ہر علوم کے متعلق بڑی بڑی کتابیں موجود ہیں جن کی خرید پر لاکھوں روپے خرچ ہوئے ابھی میر برادران کی تشنگی روز اول کی طرح ہے یعنی وہ کتابیں اکٹھی کر کے لائبریری کو عظیم سے عظیم تر بنانے میں کوشاں ہیں انکی خواہش ہے کہ یہ ایسی مکمل لائبریری بن جائے کہ اگر کوئی شخص کسی موضوع پر کچھ حاصل کرنا چاہے تو اس لائبریری سے مایوس نہ لوٹے کمال یہ ہے کہ اس میں بلا تخصیص اور تعصب کے تمام مسالک کی کتابیں من وعن رکھی گئی ہیں اور ہر مسلک کے آدمی کے لیے دروازے کھلے ہیں یعنی صلائے عام یاران نکتہ داں کے لیے۔

میں جب رحمت اللہ شہزاد کے ساتھ وہاں گیا تو لائبریری میں جناب میر عارف' جناب شاہد حسین' جناب شفقاف حسین گڈو اور جناب حامد حسین تشریف فرما تھے حامد حسین 28 کتابوں کے مصنف ہیں یہ تمام حضرات اپنے تمام تر وسائل کے ساتھ اس لائبریری کو وسعت دینے اور سنوارنے میں کوشاں ہیں یہ چشمہ نور دیکھنے کے بعد میرا شوق مجھے گجرات کے ایک گاؤں عالم گڑھ لے گیا وہاں چوہدری محمد اشرف صاحب نے ایک خوبصورت لائبریری بنائی ہوئی ہے جس میں کافی قیمتی اور ضخیم کتابیں ذخیرہ ہیں اور ان کے گاؤں اور دیگر دیہات کے لوگ آ کر اس لائبریری سے استفادہ کرتے ہیں نور کا یہ چشمہ قائم کرنے میں انہیں مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

گجرات میں پروفیسر احمد حسین قلعہ داری کی لائبریری میں بڑی قیمتی اور اعلیٰ نایاب ونادر کتابیں موجود ہیں لیکن یہ چشمہ نور ایسے ہی ہے جیسے کسی چشمے)

کا پانی صاف میٹھا ٹھنڈا ہو لیکن اس کو ڈھک دیا گیا ہو اور اس کے گرد بند باندھ دیا ہو تا کہ کوئی پیاس نہ بجھا سکے بس دیکھے اور دیکھتا رہے میری پروفیسر صاحب سے درخواست ہے کہ وہ اس نور کے چشمے کو رواں دواں کریں تا کہ تشنگان علم کو اس سے استفادہ کرنے کا موقع ملے اور آپ کے حصے میں یہ سعادت زیادہ سے زیادہ آئے میں نے اپنے گھر میں تحقیق وتدقیق کے لیے کتابیں اکٹھی کرنی شروع کیں اور یوں ایک چھوٹی

Marfat.com

سی لائبریری بن گئی ہے میرے خیال میں اس کائنات ارض پر اس سے بہتر عمل کوئی نہیں خدا کرے اس قسم کے نورانی چشمے زیادہ سے زیادہ ابلیں، جن سے لوگ علم کی روشنی حاصل کر کے تہذیب وتمدن وثقافت اور مذہبی سماجی علوم کے ہم سفر ہو جائیں علم سے بہتر زادراہ کوئی نہیں کتاب سے بہتر ساتھی کوئی نہیں۔
میں اس تحقیقی کتاب کا ذکر اپنا فرض سمجھتا ہوں جو میر عارف صاحب نے ترجمہ کر کے ترتیب دی کتاب کا نام ہے 'قرآن پیام آفریں' اس کتاب میں میر صاحب نے کتاب پاک کو آفاقی اور الہامی کتاب ثابت کرنے کی کوشش فرمائی ہے اور حضور ﷺ پاک کی نبوت اور رسالت کی سچائی میں بڑے معتبر دلائل دیئے ہیں میر صاحب نے سورۃ مدثر کی تیسویں آیت 30 کو بنیاد بنا دیا ہے اور ان پر 19 دار غے مقرر فرمائے انہوں نے 19 کے ہندے پر بڑی تحقیق فرمائی۔ق۔ص۔اللہ۔الرحمان کی تعداد نکالی پھر ان کو 19 پر تقسیم کر کے یہ ثابت کیا کہ یہ کام کوئی انسان نہیں کر سکتا بلکہ یہ کلام جہاں درس انسانیت دیتا ہے وہاں اس میں سائنٹیفک اور ریاضی کی مشکل ترین اسناد موجود ہیں اور یہ کام سوائے اس خالق قدیر کے کوئی نہیں کر سکتا انہوں نے اس 75 صفحے کی عظیم کتاب میں ان غیر مسلم مصنفین اور مورخین کے حوالے دیئے ہیں جنہوں نے قرآن پاک کا بغور مطالعہ کیا اور پھر اس پر بے لاگ تبصرہ کیا گین (ہیروز آف ہیروورشپ) تھامس کارلائل (ڈیکلائن اینڈ فال آف رومن ایمپائر) ریبو آر بوسورتھ سمتھ (محمد اینڈ محمد ازم) لامارٹین (ہسٹری آف ٹرکش)' جولز میر مین (ویئر آر دی لیڈرز) مائیکل ایچ ٹارٹ (دی ٹاپ ہنڈرڈ) ان سب کے حوالوں میں قرآن پاک اور حضور ﷺ کی نبوت ورسالت کی سچائی کا ذکر ہے۔
حیرت کی بات یہ ہے کہ ان عیسائی دانشوروں نے قرآن پاک کا گہرا مطالعہ کیا تفسیریں اور وضاحتیں پڑھیں پھر جو کچھ سمجھ میں آیا بے لاگ اور بغیر کسی تعصب کے لکھ دیا لیکن افسوس کہ مسلمان علماء نے قرآن کریم کو پڑھنے کے بعد اسے ذاتی مقاصد اور ضروریات کے حصول کے لیے استعمال کیا' اسے فرقہ واریت کو ہوا دینے کا ذریعہ بنایا اور امت محمدیہ کو قتل وغارت اور خانہ جنگی کی طرف لے گئے خدا کرے یہ علماء قرآن پاک کی روح کو سمجھیں اور اپنا فرض پہنچائیں' تاکہ اپنے خالق اور اس کے حبیب کے سامنے سرخرو ہوں۔ میر عارف صاحب سے درخواست ہے کہ انہوں نے 19 کے ہندسے کو بڑی محنت سے پیش کر کے قرآن پاک کی الہامیت اور آفاقیت ثابت کی انہوں نے یہ پہلو بھی بتانا چاہیے تھا کہ اللہ تعالیٰ نے جس ہندسے کو اتنی اہمیت عطا فرمائی اس کا اصل سبب کیا ہے اور اس ہندسے کا مذہبی' سماجی اور معاشرتی مقام کیا ہے' تاکہ عوام اس راز کو جان سکیں کہ یہ ہندسہ اتنی زیادہ مرکزیت کا حامل کیوں ہے۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

اتحاد بین المسلمین

محرم الحرام سے چند یوم پہلے ہر سال صوبے میں امن وامان کے سلسلے میں اتحاد بین المسلمین کمیٹی کے ارکان کی جنرل میٹنگ ہوتی ہے حسب سابق اس سال بھی زیر صدارت وزیراوقاف الحاج صاحبزادہ فضل کریم اوقاف ہال میں میٹنگ کا انعقاد کیا گیا سیکرٹری اوقاف جناب آل احمد سیکرٹری ہوم اور آئی جی پولیس بھی خصوصی طور پر شامل ہوئے میں اتحاد کمیٹی کا تین سال سے ممبر ہوں اس سے قبل سالانہ میٹنگ میں کبھی اتنے اکابرین شریک نہیں ہوئے جتنے اس سال دیکھنے میں آئے یہ وزیراوقاف صاحبزادہ صاحب کی پرمغز تقریر سے ہوا انہوں نے قرآن اور حدیث کی روشنی میں اتحاد بین المسلمین کی افادیت اور ضرورت پر بڑے مضبوط اور راسخ دلائل دیئے انکی تقریر میں کوئی لگی لپٹی نہیں تھی انہوں نے بلا لحاظ واشگاف الفاظ میں فرمایا کہ فرقہ واریت کو ہوا دینے والے نہ تو پاکستان کے خیرخواہ ہیں اور نہ ہی ان کا اسلام کے ساتھ کوئی تعلق ہے ان کی مکمل اور جامع تقریر کے بعد اب کسی مزید تقریر کی ضرورت نہ تھی لیکن رواداری اور دلداری کی ضرورت بھی ہوتی ہے لہذا انہوں نے محفل میں سے مختلف اکابرین کو امن کے سلسلے میں اپنی اپنی تجاویز دینے کی دعوت دی، پروفیسر ساجد میر صاحب سے لیکر الحاج حیدر علی مرزا صاحب تک تقریباً 33 زعماء کے نام لیے گئے، تجاویز تو بہت کم سننے میں آئیں البتہ پر جوش تقاریر ضرور سننے میں آئیں مقررین میں علامے، صاحبزادے، پیرزادے اور نوابزادے شامل تھے امن کمیٹی کا رکن ہونے کے ناطے ہم بھی کچھ تجاویز لے کر گئے تھے ہماری تجاویز تو دل میں ہی رہ گئیں سوچا کہ ایسا کیوں ہوا تو پتہ چلا کہ ہمارے آگے پیچھے مولانا علامہ صاحبزادہ اور نوابزادہ جیسا کوئی لقب موجود نہیں اور پھر ہم میں یہ بھی کمی ہے کہ ہم چار حرف پڑھے ہوئے بھی ہیں بس ہم نے اپنے قلم پر اکتفا کیا کہ کالم کے ذریعے اپنی تجاویز پیش کردیں گے چند حضرات نے تو بے باکی سے کھلی باتیں فرمائیں اور زیادہ حضرات نے ملفوف اور نقاب پوش تقریریں فرمائیں ایک بات تقریباً ہر صاحب نے فرمائی کہ میاں نواز شریف صاحب نے جو غوری میزائل کا تجربہ کیا ہے اس کے لیے پوری قوم ان کی ممنون احسان ہے میں اس سے قبل غوری میزائل پر مکمل کالم لکھ چکا ہوں اس لیے اسے دہرانے کی ضرورت نہیں سمجھتا بیشتر حضرات نے اپنی تقریر کا آغاز سورۃ آل عمران کی آیت نمبر 103 کے کے چوتھائی حصہ کی تلاوت سے کیا۔

اللہ کی رسی کو پکڑلو اور فرقے نہ بناؤ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں یا تو کسی پوری سورت میں ایک مکمل مضمون پیش فرمایا پھر سورت کی چند آیات میں کسی نکتے پر وضاحت فرمائی، سورۂ آل عمران میں

Marfat.com

آیت 102,103,104 اور 105 میں فرقہ واریت کی تعریف اور اسکو اختیار کرنے والے کی حقیقت پر مکمل روشنی عطا فرمائی چار مکمل آیات میں سے 1/15 حصہ پڑھنے سے پورے معنی اور مفہوم کو سمجھا نہیں جاسکتا میں ان کا ترجمہ تفصیل و وضاحت کے ساتھ عرض کرتا ہوں اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اسکا جو حق تم پر ہے وہ حق ادا کرو وہ حق یہ ہے کہ تمہاری موت اس حال میں ہو کہ تم مسلمان ہو اور مسلمان کا ثبوت یہ ہے کہ تم سب مل کر اتفاق و اتحاد سے اللہ تعالیٰ کی رسی پکڑو اور فرقے نہ بناؤ ایسا بننے کے لیے میرا وہ احسان یاد کرو کہ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے میں نے تمہارے دلوں میں محبت کا جذبہ بھر دیا اور تم میری اس نعمت کے صدقے آپس میں بھائی بھائی بن گئے جب تم ایکدوسرے سے عداوت کر رہے تھے تو آگ کے بھڑکتے ہوئے گڑھے کے کنارے پر کھڑے تھے (دوزخ) میں نے تمہیں بچالیا (اس سے صاف واضح ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ عداوت رکھنے والے دوزخ کا ایندھن ہوں گے اور فرقہ سازوں کو کوئی معافی نہیں ہوگی ارشاد ہوا کہ ہم اپنی آیات اس لیے بیان کرتے ہیں کہ تم ان سے ہدایت حاصل کر کے صراط مستقیم پر آ جاؤ' تم میں سے کوئی جماعت تو ایسی ہونی چاہیے جو نیکی کی طرف دعوت دے اور برائی سے روکے نیکی اتفاق و اتحاد و اخوت اور برائی نفاق' اختراق اور عداوت پس ایسا عمل کرنے والے ہی فلاح پائیں گے اور فرمایا یاد رکھو ان امتوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے ہمارے واضح احکامات کے باوجود فرقے بنائے اور اختلافات پیدا کیے ہم نے انہیں سزا کے طور پر عذاب عظیم دیا ان آیات مقدسہ سے صاف واضح ہے کہ جو بھی اختلافات پیدا کر کے فرقہ واریت کو ہوا دے گا وہ دائرہ اسلام سے خارج ہوگا اور عذاب عظیم کا سزاوار ہوگا دہشت گردی اور فرقہ واریت کو ختم کرنے کے سلسلے میں تجاویز حاضر ہیں۔

☆ جو پالیسی حکومت قیام امن کے لیے محرم الحرام میں اختیار کرتی ہے اور جو اقدام اس مقصد کے لیے اس ماہ میں اٹھائے جاتے ہیں وہ پورا سال اختیار کیے جائیں اور ان میں تسلسل قائم رہے اس لیے کہ دیکھنے میں آیا ہے کہ محرم کا مہینہ تو عام طور پر امن و امان سے گزر جاتا ہے اور باقی گیارہ مہینوں میں دہشت گردی عروج پر پہنچ جاتی ہے دہشت گرد نہ تو اخلاقی قدروں کے قائل ہوتے ہیں اور نہ ہی اخلاقیات اور انسانیت کا درس ان کی نگاہ میں کوئی وقعت رکھتا ہے بلکہ یہ طریقہ تو دہشت گردوں کا حوصلہ بڑھانے کا سبب بنتا ہے لوہا لوہے کو کاٹتا ہے دہشت گردی کا علاج بہشت زدگی ہے اخلاقیات نہیں۔

☆ بہت سے علماء میٹنگ میں جو کچھ فرماتے ہیں اپنے حلقہ احباب واردات میں وہ نہیں کہتے لہذا تمام مسالک کے چند علماء کو ٹی وی پر پوری قوم کو خطاب کرنے کا موقع دیا جائے جس میں وہ بروئے قرآن و حدیث بتائیں کہ فرقہ واریت کا جنون اور مسلمانوں کا ایک دوسرے کو قتل کرنا صرف جرم ہی نہیں گناہ کبیرہ ہے جس کی سزا دوزخ کی آگ میں جلنا ہے اس لیے کہ یہ عمل پوری امت مسلمہ کو کمزور کرنے کا باعث ہے

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

چرار شریف یا پاکستان

کثیف الفکر اور کمینے دشمنوں کا طریقہ ہوتا ہے کہ جب وہ کسی برابر کے شخص کے ساتھ لڑائی کرنا چاہتے ہوں تو اس کے کسی کمزور عزیز کو تنگ کرتے ہیں انہیں نقصان پہنچاتے ہیں ان کی بہو بیٹیوں کی عزت پر حملہ کرتے ہیں اصل مقصد یہ ہوتا ہے کہ مطلوبہ شخص مشتعل ہو کر میدان میں نکلے اور جنگ کے آغاز کا الزام اس پر عائد کیا جائے ہنود اور یہود ایسی ہی گھٹیا سوچ کے دو وجود ہیں جن کا دماغ ایک ہے جو ہمیشہ اسی قسم کی سازشیں کرتے ہیں بھارتی فوج کا حضرت نور الدین ریشیؒ کی درگاہ اور مسجد کو آگ لگانا صرف کشمیری مسلمانوں کو نقصان پہنچانا نہیں بلکہ پاکستان کو مشتعل کرنا ہے وہ چاہتا ہے کہ کسی طرح پاکستان جنگ میں پہل کرے اور وہ خود دنیا کی نظروں میں مظلوم بنا رہے اور پاکستان کو کھا جائے میں حکمرانوں کو تنقید و تنقیص کا نشانہ بنانا نہیں چاہتا ہوں اتنا ضرور کہوں گا کہ یہ سب کچھ ہمارے حکمرانوں کی غلط پالیسیوں' نا اہل مشیروں کے فضول مشوروں اور ان کی آستینوں کے سانپوں کی بے بنیاد اطلاعات کا نتیجہ ہے کہ آج سومنات کے چرنوں میں رینگنے والے بزدل ہندوؤں میں اتنی جرات پیدا ہوگئی کہ انہوں نے ایک مقدس ہستی کی درگاہ اور مسجد کو نذر آتش کر دیا کل انہوں نے بابری مسجد مسمار کر دی تھی ہم حکومتی سطح پر خاموش رہے' انہیں اب بھی نہ روکا گیا تو یہ دلی کی شاہی مسجد بھی گرا دیں گے انہیں موقع ملا تو خانہ خدا' مسجد نبوی اور حضورﷺ کا روضہ اطہر پر حملہ کرنے سے بھی نہیں چوکیں گے میں نے اپنے ہر کالم میں واضح طور پر لکھا ہے کہ حالات بتا رہے ہیں کہ ہم اپنے تخریبی اعمال کی وجہ سے زیر عتاب ہیں اور آنے والا وقت اپنے جلو میں ہمارے لیے بڑے خطرات لا رہا ہے لیکن کیا کریں' میرے ملک کے اندھے بابصیرت کہلاتے ہیں اور سماعت سے محروم اپنے آپ کو سمیع تصور کرتے ہیں احمقانہ سوچ رکھنے والے اپنے سروں پر دانش کا تاج سجائے پھرتے ہیں سیاست کی ابجد سے ناواقف لاتعلق خوشامد کے فن سے کما حقہٗ واقف ہیں' وہ سیاست کے شاہکار بنے پھرتے ہیں وہ وزیر اعظم صدر محترم اور وزرائے اعلیٰ کے ساتھ ایک ہی ڈائیلاگ بولتے ہیں کہ جو کچھ آپ فرماتے ہیں اور جو کرتے ہیں یہ آپ کا ہی حصہ ہے اور آج سے پہلے نہ کوئی آپ جیسا ہوا ہے اور نہ آئندہ ہوگا نتیجہ صاف ظاہر ہے کہ حکومت کی کرسی پر براجمان اچھا خاصا باہوش آدمی خوشامدی شراب کی فراوانی سے مدہوش ہو جاتا ہے اور اس کی عقل چاٹنے والے اپنی کامیابی پر سینہ پھلائے ہر شریف آدمی کا مذاق اڑاتے نظر آتے ہیں انور کمال پاشا مرحوم ایک ذہین و کامیاب ہدایتکار تھے انہوں نے بہت کامیاب فلمیں بنائیں لیکن کبھی کوئی فلم باکس آفس پر کمزور بھی بن جاتی ہے ان کی فلم غالباً گمنام کی رپورٹ پہلے دن اچھی نہ نکلی' ان کے ایک مشیر ہمیں میکلوڈ روڈ پر ملے ہم نے پاشا صاحب کی فلم کی ناکامی پر افسوس کا اظہار کیا انہوں نے کہا فلم جائے

Marfat.com

بھاڑ میں' ہم تو پاشا صاحب کو مبارکباد پیش کر کے سو کا نوٹ لے آئے ہیں' (پاشا صاحب اور سو کا نوٹ لینے والے موصوف دونوں مرحوم ہو چکے ہیں) ہر کامیاب و ناکام مرحلے پر واہ واہ کے ڈونگرے برسا کر سو کا نوٹ لینے والے یہ چغد ہمارے صدر' وزیر اعظم اور وزرائے اعلیٰ کو سیدھا نہیں چلنے دیتے اور نہ ہی انہیں مثبت انداز میں سوچنے کی مہلت دیتے ہیں میرا ہدف یہ نالائق ابن الوقت لیٹرے پاکستان کی آستین کے سانپ ہیں میں ان کو ایسے پہچانتا ہوں جیسے اندھیرے اور روشنی کو ابھی میں ان کے نام نہیں لکھتا تاکہ یہ سنبھل جائیں یا تو یہ انسان بن جائیں گے یا آخر کار خوشامد پسند اوپر والے ان کو پہچاننا شروع کر دیں گے یہ اپنی کمینگی کی انتہا کر کے مجھے مروا دیں گے اسلام میں سرمایہ داری' جاگیرداری' اور دولت اکٹھی کر لینے کی قطعی گنجائش اور اجازت نہیں (سورۃ توبہ آیت 34) ''جو دولت اکٹھی کر کے اس پر سانپ بن کر بیٹھ جاتے ہیں' ان کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا میرے پاس ان کے لیے دردناک عذاب کے سوا اور کچھ نہیں''۔۔۔ میں جانتا ہوں کہ میرے یہ سخت الفاظ ایسے تمام افراد کو ناگوار گزریں گے لیکن میں یہ بغیر کسی پروا کے لکھتا ہوں میری جان میرا سب کچھ میرے وطن سے زیادہ عزیز نہیں یہ انہی لیٹروں اور ہوس پرستوں کی عاقبت نا اندیشانہ سوچ کا نتیجہ ہے کہ ہم تباہی کے دہانے پر کھڑے ہیں اور جو کچھ ہم اس وقت بھگت رہے ہیں آنے والا زمانہ اس سے زیادہ سخت آنے والا ہے جو ہو سکتا ہے ہماری برداشت سے باہر ہو صوبائی تعصب پھیلانے والے قطعاً محبِ وطن نہیں ہیں وہ صرف دولت و جاہ پسند ہیں فرقہ واریت کو ہوا دینے والے دین اسلام جانتے تک نہیں میں انہیں کھلم کھلا اسلام اور وطن دشمن کہتا ہوں لیکن ہائے افسوس! کہ حکمران ان کی غلامی کا طوق گردنوں میں ڈالے پھر رہے ہیں یہ بائیں اور دائیں تن آسان ہیں صرف لفظوں کا ہیر پھیر جانتے ہیں ہوٹلوں اور ریستورانوں میں سگریٹ کے کثیف دھوئیں کے مرغولوں میں بے مطلب شعروں اور بے مقصد تحریروں کو ادب کا نام دے کر اپنے آپ کو دانشور سمجھتے ہیں یہ میرا دکھ ہے میرے دل کا درد ہے میرے پاکستان کا درد ہے میرے دین کا درد ہے میرے نبی کریم ﷺ کی روح کا دکھ ہے تمام دنیا کے مسلمانوں کا درد ہے جو میرے سیدھے سادے اور کم علم قلم سے فریاد بن کر نکل رہا ہے۔

میں خوشامد کر کے حکمرانوں کو پٹڑی سے اتارنے اور دولت لوٹنے والے گرگوں سے کہتا ہوں کہ کون ہے جو اپنے ساتھ کچھ لے گیا ہے چند روزہ زندگی کو محض احساس تعیش دینے کے لیے پوری قوم کو داؤ پر کیوں لگاتے ہو فرقہ واریت کی کانوں سے کہتا ہوں کہ کسی کے عقیدے اور دینی عقائد کے خلاف بولنا' گالی دینا برا بھلا کہنا کوئی دین نہیں اول تو دین میں اختلاف ہے ہی کوئی نہیں اور اگر ہم لوگوں نے جانے انجانے میں کوئی اختلاف گھڑ لیے ہیں تو قرآن پاک جیسی عظیم و مکمل کتاب موجود ہے' اسی سے فیصلہ لے کر ایک مرکز پر اکٹھے ہو جاؤ ورنہ رسوائی کو مقدر سمجھو' ذلیل و خوار ہو جاؤ گے پہلے بھی دنیا میں تمہاری کوئی خاص عزت نہیں جو رہی سہی ہے وہ بھی جاتی رہے گی اور تمہارا نام تک نابود ہو جائے گا میں وقت کی کربلا میں کھڑا پوری قوم کو

Marfat.com

دعوت فکر دے رہا ہوں' سنو' دولت' زمینیں' جاگیریں' ملیں' فیکٹریاں کسی کے ساتھ نہیں جائیں گی اللہ جانے کون عیش کرے گا کیوں اپنی عاقبت دردناک بناتے ہو چرار شریف پر حملہ چرار شریف پر نہیں بلکہ پاکستان پر حملہ ہے نجس اور مکار ہندو پہل ہم سے کروانا چاہتا ہے اور خود مظلوم بن کر دنیا پر یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ پاکستان ظالم ہے جس نے ہم پر پہلے حملہ کیا ہے ان کے عزائم بے نقاب کردو۔

اس سے پہلے وہ ایسی جرات نہیں کرسکا اس لیے کہ ہم تنہا نظر نہیں آتے اس نے ہم میں جاسوس چھوڑے' ہمارے بدفطرت دوست ہمیں چھوڑ کر بھارت کی گود میں جاگرے اور آج اس نے اتنی غلیظ جرات کی کہ ہمارا گھر جلا ڈالا' ہمارے مقدس مرجع کو پامال کردیا اور ہماری عزت و آبرو کو مسل ڈالا' مسلمانوں کی تاریخ تو یہ بتاتی ہے کہ کبھی تم بڑے غیرت مند تھے کہاں گئی وہ غیرت' مسلمانوں کو آپس میں لڑانے کا شوق پھر کبھی پورا کرلینا خدا کے لیے تمام مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کرو اور اپنے عظیم ترین آقا کی خدمت میں سرخرو ہو جاؤ' صوبہ پرستو' پھر کبھی اصولوں کی اور اپنی نام نہاد ثقافت کی برتری ثابت کرلینا اس وقت رسوائی او رذلت تمہاری ٹوہ میں ہے مل کر اس کا مقابلہ کرو لسانی بنیادوں پر سیدھے سادھے عوام کو مشتعل کر کے مقصد براری کرنے والو' یہ موقع پھر بھی آسکتا ہے اس وقت بکھر بکھر کر بھیڑیوں کے دانتوں اور آنتوں کی خوراک نہ بنو' این ٹی ایم اور پی ٹی وی والو' اپنی مسلوب عقلوں کو پاکستان اور اسلام دشمنوں کی غلامی سے آزاد کروا و رپوری قوم کی نئی نسل کو صرف ناچنے اور مخرب اخلاق پروگرام نہ دکھاؤ۔

اٹھو' جاگو' ہوش کرو' کہ دشمن قیامت کی چال چل رہے ہیں۔

☆☆☆☆☆

چوہدری قلب حسین وڑائچ اور محمد رحمت اللہ شہزاد

Marfat.com

جائیں تو جائیں کہاں؟

آپ نے دیکھا ہو گا کہ جب کبھی بارش' آندھی یا طوفان آنے والا ہو تو پرندے اپنے اپنے گھونسلوں میں دبک جاتے ہیں اور حشرات الارض زیر زمین چلے جاتے ہیں لیکن انسان اس راز کو جاننے میں بہت کمزور ہے یہ اپنی پناہ گاہ کی طرف اس وقت بھاگتا ہے جب طوفانوں اور آفتوں میں گھر جاتا ہے مشاہدات سے پتہ چلتا ہے کہ جانوروں کی فطرت ایک ہی ہوتی ہے مثلاً کوؤں کو دیکھ لیجئے ایک کوا کہیں کھانے کی کوئی چیز دیکھ لیتا ہے تو دوسرے کوؤں کو بھی کھانے کی دعوت دیتا ہے یہ فطرت ہر کوے میں موجود ہے لیکن انسان کی بہت سی اقسام ہیں مومن' منافق' مسلمان' کافر وغیرہ منافق وہ ہوتا ہے جو دوسروں کو بے وقوف بنانے کی کوشش کرتا ہے' اکثر کامیاب ہوتا ہے مومن اپنی سادگی اور بھولپن کی وجہ سے منافقوں کے ہاتھوں کٹھ پتلی بنا رہتا ہے منافق منافع اور جاہ وجلال حاصل کرنے کے لیے بظاہر تو مومن ہی بنتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ اپنے آپ کو محب وطن بھی کہتے ہیں ہمارے ہاں سیاسی منافق عوام کو جھوٹ واختراء کے جال میں پھنسانے کا کمال رکھتے ہیں ان کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ وہ مختلف سیاسی جماعتوں کا نقاب اوڑھ کر عوام میں آتے ہیں اور اس طرح رنگ بدلنے میں محض ان کے سیاسی مفادات واغراض پوشیدہ ہوتے ہیں لیکن دیتے ہیں دھوکا بازیگر کھلا۔'' کے مصداق عوام کے سامنے ایسی جادو بیانی سے کام لیتے ہیں کہ لوگ بار بار ٹھوکریں کھانے کے باوجود پھر ان پر اعتماد کر لیتے ہیں اور ان کے لیے زندہ باد کے نعرے لگانے شروع کر دیتے ہیں قائداعظم محمد علی جناح کی وفات کے بعد آج تک ہر حکومت کے خلاف مخالف چھوٹی چھوٹی جماعتوں کا اتحاد کسی بڑی جماعت کے ساتھ ہوتا رہا ہے اور جب وہ حکومت ختم ہو گئی اور اقتدار مخالف بڑی جماعت کو گیا تو پھر اس کے اتحادی اس جماعت کے ساتھ چلتے ہوئے نظر آئے جس کے وہ پہلے انتہائی مخالف تھے یہ تماشہ کم وبیش پچاس برس سے اسی طرح چل رہا ہے آیئے ہم سب مل کر کھوج نکالیں کہ اس کے اسباب کیا ہیں کیا وجہ ہے کہ یہ چھوٹے چھوٹے لیڈر فٹ بال کی طرح کبھی ایک بڑے لیڈر کے پاؤں میں پھرتے ہیں اور کبھی دوسری بڑی جماعت کے پاؤں میں پھرتے ہیں اور کبھی دوسری بڑی جماعت کے قائد کے تلوے چاٹتے نظر آتے ہیں اور عوام کو اپنی بے اصولیوں اور کمینگی کی سمجھ بھی نہیں آنے دیتے یہی ان کا کمال فن ہے کہ جس سے یہ سیاسی منافق بھولے بھالے سیدھے سادھے پاکستانی عوام پر اپنا اصل رنگ ظاہر نہیں ہونے دیتے یہی بات میں اپنے معصوم ہم وطنوں کو سمجھانا چاہتا ہوں مجھے یقین ہے کہ جب اس ملک کے میرے بے بس ہم وطن اس حقیقت کو پالیں گے تو یہ ملک خوشحال بھی ہو جائے گا مقروض بھی نہ رہے گا اور پھر دوسرے ممالک میں باعزت بھی ہو جائے گا اور اس کا بھرم بھی قائم ہو جائے گا حقیقت یہ ہے کہ ہمارے

Marfat.com

ہاں ابھی تک کسی پارٹی نے بھی اپنے مثبت کردار کا ثبوت نہیں دیا نہ تو وطن کے ساتھ مخلص ہیں اور نہ ہی عوام کی بھلائی اور فلاح و بہبود کے خواہاں ہیں لہذا کوئی پارٹی بھی اپنے طور پر اپنے آپ کو اس قابل نہیں گردانتی کہ وہ تنہا الیکشن لڑ کر اپنی حکومت قائم کر لے چنانچہ جب ایک پارٹی اپنے اتحادیوں کے ہمراہ حکومت بنا لیتی ہے تو انہیں ہٹانے اور گرانے کے لیے مخالف جماعت کو بھوک ہڑتالیوں' جلسے جلوسوں کی معاونت کرنے والے والوں پیشہ ور پروپیگنڈہ کرنے والوں' اخبارات میں سنسنی خیز بیانات چھپوانے والوں اور حکومت کے خلاف جھوٹی سچی افواہیں پھیلانے والوں کی شدید ضرورت ہوتی ہے پہلے یہ تمام مزاج کے پیشہ ور لوگون کو اکٹھا کر کے گروہ بناتے ہیں اور اس کا کوئی نام رکھ کر اسے خود ہی سیاسی جماعت کا نام دے دیا بڑی سیاسی جماعتیں جب مخالف حکومت کو ختم کرنے کے لیے ان کی ضرورت محسوس کرتی ہیں تو ان کو بڑے بڑے لالچ دیتی ہیں ادھر دوسری طرف حکمران جماعت جو اپنی ضرورت کے وقت ان کو مختلف لالچ دیکر اپنا آلہ کار بناتی رہی حکومت ملنے کے بعد ان کے مطالبات پورے نہیں کرتی لہذا یہ پیشہ ور لوگ ان حکمرانوں کے ساتھ الحاق کا اعلان کر دیتے ہیں مجھے کسی جماعت سے کوئی دلچسپی نہیں ہے مجھے تو اپنے عزیز وطن پاکستان کی بقاء اور اسکے پسے ہوئے عوام کو دیکھنے والی آنکھیں اور سمجھنے والی سوچ دوں تاکہ وہ کھلی آنکھوں سے دیکھ لیں اور عقل سے سمجھ کر چلیں۔

اتحادی پھر اکٹھے ہو رہے ہیں انکی تصاویر اخبارات میں نمایاں چھپ رہی ہیں غور سے دیکھئے کہیں ان میں وہ لوگ تو شامل نہیں جو کبھی پی پی پی کی حکومت ختم کرنے میں رات دن دوڑتے پھرتے تھے جو کبھی پی پی پی کو ملحدوں اور کافروں کی جماعت کہتے ہیں وہ چہرے تو نہیں جو کبھی میاں برادران کے بڑے معتمد اور قریب تھے اگر ایسے چہرے نظر آتے ہیں تو یقین جانئے کہ نہ وہ محب وطن ہیں اور نہ وہ عوام کے خیر خواہ وہ صرف اقتدار اور وزارتوں کے بھوکے ہیں اور کھلے کھلے دھوکا باز ہیں میرے محترم قارئین اتحاد ضرور بنائیں جماعتیں اکٹھی کریں لیکن ان کے ساتھ نہ چلیں جن کو وہ کل لیٹرے ڈاکو اور عوام کا خون چوسنے والے کہتے رہے' ایمان لے آئے اس پر یقین کر لیجئے کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے جو تمہارے چہرے بھی دیکھ رہا ہے اور تمہارے دلوں کے اندر جو کھسر پھسر ہو رہی ہے اس سے کماحقہ واقف ہے ہم سب نے ایک دن اس کی بارگاہ میں پیش ہو کر حساب زندگی دینا ہے میرے پاک رسول ﷺ جو حکمت و دانائی کا سرچشمہ تھے انہوں نے فرمایا کہ جس کو ایک بار آزماؤ اسے پھر نہ آزماؤ ان ڈاکوؤں چوروں' لیٹروں اربوں روپے قرضے لیکر کھا جانے والوں' عوام کی ملکیت کو کوڑیوں کے بھاؤ اپنے ہی گماشتوں کے پاس بیچنے والوں اور کھربوں روپے بیرون ملک جمع کرا کر دن بدن پاکستان کو قرضوں کے سمندر میں غرق کرنے والوں کو بار بار کیوں آزماتے ہو۔

☆☆☆☆

Marfat.com

غیرت کو کیا ہوا؟

14 فروری کو سکھر جانا ہوا قیام گاہ پر بہت سے مہربان تشریف لائے' نوجوان' جوان اور بوڑھے سب نے وہی سوالات کیے جو عام طور پر ملنے والے مجھ سے کرتے ہیں اور میرے ذہن میں ان کے جوابات کیسٹ کی طرح پرنٹ ہو چکے ہیں' جوانی سے آگے نکلتے ہوئے لوگ پوچھتے ہیں کہ بزرگان دین کے حالات اور شاعری پر پروگرام ٹی وی پر بند کیوں کر دیا گیا' میرا جواب ایک ہی ہوتا ہے کہ پی ٹی وی ایک مکمل سیاسی ادارہ بن چکا ہے جہاں عوام کی خواہشات اور قومی ضروریات کو نہیں دیکھا جاتا بس اپنے پیاروں کی خدمات اور خوشامدوں کا وزن کیا جاتا ہے' اہلیت کا کوئی لحاظ نہیں یوں سمجھ لیجئے۔

کنند ہم جنس باہم جنس پرواز
کبوتر یا کبوتر باز یا باز

یا فکر ہر کس بقدر ہمت اوست' دوسرا سوال یہ ہوتا ہے کہ آپ نے فلم لائن کیوں ترک کر دی' میرا جواب یہ ہے کہ ترک نہیں کی پس پردہ چلا گیا ہوں اب میرا بھائی اور میرے بیٹے فرنٹ لائن پر آ گئے ہیں' تیسرا سوال یہ ہوتا ہے کہ آپ نے گانا کیوں چھوڑ دیا؟ جواب یہ تھا کہ ہمارا معاشرہ دینی گفتگو اور گانا بیک وقت برداشت نہیں کرتا یہ تو روائتی سوال ہوتے ہیں اور میرے گھڑے گھڑائے جواب کچھ اسی طرح روایتی ہوتے ہیں مگر جب ایک بظاہر شکل وصورت کے نوجوان نے ایک سوال کیا تو میں بھڑک اٹھا بظاہر مشکل سے میری مراد یہ ہے کہ نوجوانوں میں جوش زیادہ اور ہوش کم ہوتا ہے اور عمر بڑھنے کیساتھ ساتھ اس میں یوں تبدیلی آ جاتی ہے کہ جوش کم ہوتا جاتا ہے اور ہوش بڑھتا چلا جاتا ہے اور اگر اس کا الٹ ہو جائے تو یعنی جوانوں میں جوش منقود ہو جائے تو پھر محض شکل وصورت کے جوان ہوتے ہیں سوال یہ تھا کہ بھارتی فلم بارڈر پر پاکستان میں پابندی کیوں ہے اس میں تو کوئی بات قابل اعتراض نہیں' میں نے پوچھا کہ آپ نے فلم دیکھی ہے اس نے کہا کہ ہاں پچھلے دنوں انڈیا گیا تھا تو دیکھی تھی میں نے کہا کہ اس فلم میں پاک فوج کو گالی دی ہے اس نے کہا' ہاں' میں نے اس سے کہا کہ کیا کسی انسان کو ماں کی گالی دینا آپ کی نظر میں کوئی اہمیت نہیں رکھتا اس نے کہا کہ یہ کوئی اتنی بڑی بات نہیں جس کی بناء پر فلم پر پابندی لگا دی جائے میرا پارہ آسمان پر چڑھ گیا میں نے کہا کہ میں اور تو کچھ نہیں کہتا دراصل آپ میں غیرت نام کی کوئی چیز نہیں اس فلم میں بھارتی فوج کے ایک میجر نے ہماری فوج کے جوانوں اور افسروں کو ماں کی گالیاں بھی دی ہیں اور اس میجر کو بڑا بہادر بنا کر دکھایا گیا ہے وہ ایک سو بیس جوانوں کے ساتھ مورچہ بند ہوتا ہے پچیس سو پاکستانی جوان ٹینکوں' توپوں اور مزید اسلحہ سے لیس ہو کر مقابلہ پر آتے ہیں اور ان کا ایک کمانڈر ایک بے وقوف ہونق اور بزدل دکھایا گیا ہے اور یوں دکھایا گیا ہے کہ ایک سو بیس بھارتی بڑی بہادری کے ساتھ 2500 جوانوں اور آفیسروں کا صفایا کر دیتے میں میں نے چندیگڑھ میں اس ریٹائرڈ بریگیڈئر کو

Marfat.com

ملنے کی بہت کوشش کی جوراجستھان کی جنگ میں بطور میجر موجود تھا اس نے میرے ساتھ ملاقات کرنے سے گریز کیا لیکن اس نے وہاں کے لوگوں سے کہا یہ واقعہ بالکل غلط ہے لیکن چونکہ اس فلم کے سکرپٹ کو آرمی نے پاس کیا تھا اس لیے میں اس کے خلاف کوئی بات نہیں کر سکتا ورنہ مجھے آرمی آفیسرز کی طرف سے سزا سنائی جا سکتی اور ستم پر ستم یہ ہوا کہ اس جھوٹی فلم پر بھارتی حکومت نے ٹیکس معاف کر دیا اور اب بہترین فلم فیئر ایوارڈ بھی اس کذب واختراء سے بھرپور فلم کو دیا گیا۔ 1965 کی جنگ میں بھارتی فوج کی تعداد اپنی نفری اور اسلحے کے لحاظ سے کم از کم چھ گنا زیادہ تھی اتنی کم تعداد کے باوجود جس شجاعت اور استقلال کے ساتھ میری پاک فوج نے بھارتی حملہ آوروں کا منہ توڑا اسکی مثال پوری دنیا میں بہت کم ملتی ہے 1971 میں ہمارے اپنوں نے ساتھ چھوڑ دیا اور بھارت کو پاکستان کے خلاف دعوت دی پاک فوج یوں نرغے میں آ گئی کہ سامنے سے بھارتی فوج کا مقابلہ اور پیچھے سے بنگالی پاکستان کو ریلے بن کر حملہ کر رہے تھے جب اپنے ہی دشمن ہو جائیں تو نتیجہ کی ذمہ داری کس پر ڈالی جا سکتی ہے میری پاک فوج کے ایک کیپٹن رشید نے اس شجاعت کے ساتھ شہادت کو قبول کیا کہ اس کی شہادت کا واقعہ سناتے ہوئے ایک بھارتی سکھ میجر خود زار وقطار رو رہا تھا ہماری اسی بہادر فوج کے کمانڈر کو فلم 'بارڈر' میں ایک بزدل اور بے وقوف آفیسر کو دکھایا گیا ہے اور بزدل بھارتی فوج کو بہادر دکھایا گیا ہے اس سے زیادہ کسی قوم کا دوسری قوم کے ساتھ مکروفریب کیا ہو سکتا ہے اس کے بعد اس بے حس نوجوان میں بولنے کا حوصلہ نہ رہا اور وہ خاموش ہو گیا۔ میں اس حقیقت کو تسلیم کرتا ہوں کہ بھارتی فلم کا پروڈیوسر بھارتی فوج بھارتی حکومت کی بزدلی' کمزوریوں اور اپنے کمانڈروں کی نا اہلی کو پوری طرح جانتا ہے اور یہ بھی محسوس کرتا ہے کہ کسی وقت بھی پاک بھارت جنگ چھڑ سکتی ہے اس لیے وہ اپنے عوام اور اپنی سینا کا مورال بلند کرنے کے لیے اس قسم کی جھوٹی فلمیں بنا کر پیش کر رہا ہے افسوس یہ ہے کہ ہمارے ہاں اس کا مکمل فقدان ہے ہمارے تقریباً تمام شعبوں کے کرتا دھرتا ہنوز دلی دور امت کی افیون کھا کر سو رہے ہیں۔ بھارت نے جونا گڑھ' بھوپال او رحیدرآباد پر جبراً قبضہ کر لیا اور دلیل یہ دی کہ وہاں ہندو آبادی ہے اس لیے ان ریاستوں کا الحاق پاکستان کے ساتھ غیر فطری اور غیر قانونی ہے ماضی کے تمام حکمران خاموش رہے اللہ جانے کہ وہ بزدل تھے یا کوئی مصلحت آڑے آ رہی تھی یا حکومت کا نشہ حد سے زیادہ سوار تھا پچاس سالوں سے بھارتی حکومت کا نشہ حد سے زیادہ سوار تھا پچاس سالوں سے بھارتی حکومت نے پانچ لاکھ افواج نہتے کشمیری مسلمانوں کو ختم کرنے اور کشمیر پر قبضہ کرنے کے لیے وہاں تعینات کی ہوئی ہے جو بلا خوف اور بلا جھجک دن رات مسلم کشی کر رہی ہیں اور نمازیوں' پرہیزگاروں اور متقی مسلمانوں کی معصوم بہنوں اور بیٹیوں کی عزتوں کو پامال کیا جا رہا ہے او رہم ہیں کہ یہاں ایڑیاں اٹھا اٹھا کر یو این او کی طرف دیکھ رہے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

دہشت گردی، تخریب کاری اور شر پسندی کیوں؟

یہ اعمال قرآن پاک کے مطابق رجس اور نجس ہیں اور شیطان کی انگخیت پر کئے جاتے ہیں اس کے تین اسباب ہو سکتے ہیں ملک دشمنی، حکومت دشمنی اور فرقہ واریت۔ کسی بیماری کا علاج بغیر سبب جانے نہیں کیا جا سکتا بخار کی کئی قسمیں ہیں، ملریا، معیادی، گردن توڑ بخار، اگر ملریا بخار ہو اور علاج معیادی کا بخار کیا جائے تو بخار بگڑ تو سکتا ہے، اترتا نہیں دہشت گردی ایک قومی بخار ہے اس کا صحیح علاج اس وقت ہی ممکن ہے جب اسکا صحیح سبب معلوم ہو جائے دہشت گردی کی ایک وجہ تو ملک دشمنی ہو سکتی ہے اس میں دونوں طرح کے افراد شامل ہوتے ہیں ایک وہ جو دوسرے ملک سے آتے ہیں اور دوسرے وہ جو انہیں پناہ دیتے ہیں دشمن ملک افراد اپنے ملک اور حکومت کے لیے کام کرتے ہیں اور اپنے ملک کے انسان نما پتھر اپنے ہی گھر کو آگ لگاتے ہیں یہ تھوڑے سے لالچ کی خاطر اپنی قوم کو قتل کرنے اور اپنے وطن کو مسمار کرنے کی ذلیل حرکت کرتے ہیں یہ مختلف شکلیں اور بہروپ دھارتے رہے ہیں اپنی دہشت گردی کو چھپانے کے لیے حلیے بدلتے رہے ہیں اور اپنے جرائم کی پردہ پوشی کے لیے مقدس مقامات کا احترام بھی ترک کر کے ان میں پناہیں لے لیتے ہیں دوسرا سبب حکومت دشمنی ہے حکومت کو ختم کراتے ہیں یہ وہ کمزور سیاست دان ہوتے ہیں جن کے پاس عوام کی رائے اپنے حق میں کرنے کے کوئی دلائل نہیں ہوتے تو پھر وہ دہشت گردی کا گھٹیا اور پست راستہ اختیار کرتے ہیں اور اس طرح عوام اور حکمرانوں کو خوف زدہ کر کے چاہتے ہیں کہ حکومت حاصل کر لیں۔ یہ گھٹیا ترین اور تیسرے درجے کا عمل ہے تیسرا سبب فرقہ وارانہ تعصب ہو سکتا ہے یہ ہر لحاظ سے قابل نفرت اور کراہت آمیز ہے قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے جتنی مذمت فرقہ واریت کی فرمائی ہے اور کسی کی نہیں فرمائی یہاں تک کہ فرقہ بنانے والوں اور فرقہ پرستوں کو مشرک کا درجہ دیا ہے مذہبی تعصب صوبائی تعصب، لسانی تعصب یا کسی عصبیت کی بناء پر فرقہ قائم کرنے والا شخص نہ تو باشعور ہو سکتا ہے اور نہ ہی اس کا ظرف اعلیٰ ہو سکتا ہے قوم و ملک کو نقصان پہنچانے والے شخص کا انسانیت سے کیا تعلق ہو سکتا ہے۔ جس عمل سے اللہ تعالیٰ شدید نفرت فرماتا ہو اور اس کے عامل کے لیے سخت سے سخت سزا مقرر فرمائے ایسا شخص اعلیٰ ظرف کیسے ہو سکتا ہے لہذا اس شخص کو تو انسان کہنا ہی انسانیت کی تذلیل ہے دہشت گردی کو دنیا کے پسماندہ سے پسماندہ علاقے اور معاشرے میں بھی قابل نفرت گردانا جاتا ہے یہ لفظ ہی بڑا حقیر، پست اور ذلیل تصور کیا جاتا ہے جو لوگ دہشت گردی سے حکومت تبدیل کرنا چاہتے ہیں وہ جمہوریت کے قاتل اور بے گناہوں کو نقصان پہنچانے والے ہوتے ہیں چاہیے تو یہ کہ یہ لوگ اپنے اچھے عمل سے عوام کی رائے اپنے حق میں کریں اور جمہوریت کا صحیح راستہ اپنائیں تا کہ کسی بے گناہ معصوم شہری کو نقصان نہ پہنچے کیونکہ بے

Marfat.com

گناہوں کو تکلیف پہنچانے والا ظالم تو ہو سکتا ہے جمہوریت پسند سیاست دان نہیں اور اللہ تعالیٰ کسی ظالم کو پسند نہیں فرماتا' بے شک اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا (القرآن)
محض روٹی کے چند ٹکڑوں کے بدلے اور چند روزہ زندگی کے لیے فرقہ وارانہ تعصب پھیلانے والا کسی بھی جماعت یا گروہ سے تعلق رکھتا ہو بروئے قرآن اور فرمان الٰہی سخت سے سخت سزا کا مستوجب ہے ایسے شخص کی حماقت کا اندازہ کون کر سکتا ہے جو اپنے بے شعور عمل سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ناپسندیدہ اور قابل نفرت بن جائے میں نے آج تک نہ تو کسی باشعور شخص کو دو کرسیوں میں بیٹھے دیکھا ہے نہ بیک وقت کپڑوں کے دو جوڑے پہنے دیکھا ہے اور نہ ہی سونے کی روٹیاں کھاتے دیکھا ہے مقدر تو سب کا ایک جیسا ہے دوسروں کے لیے ناجائز دولت جمع کرنے اور خود سزا کا حقدار بننے والے کو عقلمند اور باشعور کون کہے گا ملک دشمنوں او رقوم دشمنوں کے معاملے میں مصلحتوں سے کام لینے والے حکمرانوں کا بھی اللہ ہی حافظ ہے میں مدت سے کالم لکھ رہا ہوں یہ صحافت کی ایک اعلیٰ صنف ہے اللہ تعالیٰ کے فضل سے میں صحافت کے معنی بھی جانتا ہوں اور صحافت کے فرائض بھی پہنچانتا ہوں یہ شعور بھی رکھتا ہوں کہ صحافت کے تقدس کی حفاظت کرتے ہیں او راس کی پامالی کرنے والے کون ہیں صحافت کے لبادے میں گندگی پھیلانے والے کون ہیں ایسے لوگ جو کسی بھی اخبار میں بیٹھ کر فرقہ واریت کے تعصب کا شکار ہیں صوبائی تعصب کو ہوا دیتے ہیں لسانیت پر بحث کو قابل فخر ومباہات تصور کرتے ہیں انہیں صحافت کی پاکیزگی کو جاننا چاہیے چپ ہوں کہ تیری رسوائی ہے بلھے شاہ نے کہا تھا' سچ آکھاں بھانبڑ مچدا اے' ایسے برادران کو میرا مشورہ ہے کہ وطن سلامت ہے تو سب کچھ ہے اس لیے وہ وطن کی سلامتی کے لیے کوشش بھی کریں اور دعا بھی میرے بھولے حکمران اتنا جان لیں کہ جب تک اس خالق حقیقی کو منظور ہے کوئی بھی ان سے حکومت نہیں چھین سکتا اور جب اللہ تعالیٰ کو نا منظور ہوگا تو پھر کوئی انہیں اس کرسی پر قائم نہیں رکھ سکتا لہذا وہ اپنی ایجنسیوں سے کہیں کہ وہ اس تخریب کاری اور دہشت گردی کے صحیح اسباب تلاش کریں اور اگر یہ لوگ اس قابل نہیں تو ان کی جگہ دوسرے لوگ لائیں او صحیح اسباب جاننے کے بعد بلا لحاظ اس کا علاج کریں اگر وطن اور قوم کی سلامتی درکار ہے تو پھر تمام مصلحتیں بالائے طاق رکھیں ناسور کا علاج' معمولی مرہم نہیں ہوتا آپریشن ہوتا ہے آپریشن' جیسے شاعر مشرق علامہ اقبال نے فرمایا۔

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر
مرد ناداں پر کلام نرم و نازک بے اثر

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

پتھر کبھی روتے نہیں انسانوں کے دکھ پر!

پتھر کی آنکھ نہیں ہوتی تو آنسو کیسے بہے گا ہم نے انسانوں کو کئی حصوں میں تقسیم کر دیا ہے اور انسانیت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے آدمیت کو پامال کر دیا اور بشریت کو ریزہ ریزہ کر کے رکھ دیا جس نے چند دنوں کی زندگی کو پر تعیش گزارنے کی خاطر' بے بنیاد عروج کی خاطر ہم نے انسانیت پر کیا کیا ظلم ڈھائے' اپنوں پر اپنے ہی جسم کے حصوں پر کیا کیا ستم کر رہے ہیں اس سے بڑا نادان کون ہوگا جو اپنا خون بہا کر قہقہے لگائے ذرا غور فرمایئے کیا ایسا ہی نہیں ہو رہا۔ نواب آف جونا گڑھ کا نواسہ قتل کر دیا گیا مسجد میں دہشت گردی سے امام مسجد سمیت چار نمازی قتل کر دیئے گئے سپاہ محمد کے کارکن کو دفتر میں داخل ہو کر گولیوں کا نشانہ بنا دیا بوری میں سے لاش برآمد ہوئی جو اتنی مسخ ہو گئی تھی کہ پہچان ناممکن تھی بس میں بم پھٹا اور سواریوں کے پرخچے اڑ گئے ہم یہ سب کچھ ہر روز پڑھتے ہیں لیکن کبھی کسی آنکھ سے آنسو ٹپکتے نہیں دیکھا کیا ہم پتھر ہیں نہیں ہم تو آدم کی اولاد ہیں اور ہم سب نے حوا کی کوکھ سے جنم لیا لیکن ہمیں مطلب پرستوں نے اس طرح ٹکڑے ٹکڑے کر کے پتھر بنا دیا ہے کہ اب دلوں پر پردے ہیں کانوں میں سیسہ ہے اور ضمیر غلامی کی زنجیروں میں جکڑا ہونے کی وجہ سے بے حس ہو گیا ہے۔

جب کوئی قتل ہوتا ہے تو انسان چار حصوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں اس پر قتل خوش ہونے والے' حقیقی احتجاج کرنے والے' منافقانہ احتجاج کرنے والے اور اس مقتول کے غم کو شدت سے محسوس کرنے والے جس گروہ سے اسکی نسبت ہوتی ہے اس کا مخالف گروہ جشن مناتا ہے اس کے اپنے گروہ کے گھر احتجاج کرتے ہیں کچھ اپنے اور کچھ مخالف صرف دکھاوے کے لیے اس قتل کے خلاف چند کلمات کہہ کر ذمہ داری سے سبکدوش ہو جاتے ہیں اور اس کی ماں بہنیں بیٹیاں بیوی بھائی باپ شدت غم سے تڑپتے ہوئے روتے ہیں ماں کی گود اجڑ جاتی ہے بہنوں کا سہارا چھن جاتا ہے بیٹوں بیٹیوں کے سر سے سایہ اٹھ جاتا ہے بیوی کی زندگی آدھی ہو جاتی ہے بھائیوں کی کمر ٹوٹ جاتی ہے اور باپ کی لاٹھی کم ہو جاتی ہے دراصل نقصان تو ان کا ہوتا ہے یہ اپنے نقصان پر چیخ و پکار کرتے ہیں۔ یہ اس لیے ہے کہ انسان کو طبقوں فرقوں ذات برادریوں میں تقسیم کر دیا گیا اور لسانی اور ثقافتی حدود قائم کر کے ذہنوں کو مقید کر دیا گیا اور جب کوئی انسان ان بٹواروں کی بنیاد پر قتل ہو جاتا ہے تو پھر انسان قتل نہیں ہوتا بلکہ اسکی نسبت قتل ہوتی ہے طبقے فرقے اور سیاسی وابستگیاں ہوتی ہیں ایسے قتل پر اکثر مقتول کے اپنے فرقے طبقے اور سیاسی و ثقافتی وابستگان اندر سے خوش ہوتے ہیں کہ یوں بات بڑھے گی بے چینی وابتری پھیلے گی ان کی تحریک زور پکڑے گی وہ اسے اپنی جماعت کی ترقی کا بلیدان سمجھتے ہیں یہ کیا ہو گیا؟ کیوں ہو گیا اس لیے کہ اب انسان قتل نہیں ہوتا میرا تیرا اور اس کا قتل ہوتا ہے یہ میرا او رتیرا کس نے پیدا کیا یہ کس نے انسانیت' آدمیت اور بشریت کو زنگ آلود کر دیا کس نے انسان کو اور آدمی کو

Marfat.com

بے حس کر کے پتھر بنا دیا۔ ہر روز اخبارات میں لکھنے والے لکھتے ہیں مولوی مارا گیا شیعہ مارا گیا' دیو بندی مارا گیا' سپاہ صحابہ کا کارکن قتل ہو گیا سپاہ محمد کا کارکن قتل ہو گیا گاؤں میں زمیندار نے ایک غریب کو پھانسی دیدی پولیس کے تشدد سے مشتبہ مارا گیا مسلم لیگ کا کارکن مارا گیا پیپلز پارٹی کا عہدیدار سر عام گولیوں سے بھون دیا گیا کیا یہ سب انسان نہیں جب تک یہ الگ الگ فرقے ذات برادریاں طبقے اور سیاسی روابط مقتولوں کی پہچان رہیں گے قتل نہیں رک سکتے کوئی ان مقتولوں پر آنسو نہیں بہائے گا ان کے ساتھ کسی کی قربت ہے اور کسی کی بے پناہ دوری کسی کی محبت اور کسی کی نفرت کسی کی ضرورتیں اس کی زندگی کے ساتھ اور کسی کی ضرورتیں اسکی موت کے ساتھ یہ کیوں نہیں کہتے کہ ایک انسان قتل ہو گیا ایک اور بے گناہ مار دیا گیا ایک اور معصوم بے جرم شہید کر دیا گیا کوئی امیر ہو یا غریب ہو اونچی نچلی ذات کا فرد ہو شیعہ سنی دیو بندی اہل حدیث ہو یہ سب کے سب انسان ہیں اور صرف انسان ہیں انسان سب کا دوست ہے انسانیت کا رشتہ سب سے زیادہ مضبوط ہے ہاں تمام انسان میرے رشتہ دار ہیں میرے دوست ہیں جو بھی قتل ہو رہا ہے میرا اپنا قتل ہو رہا ہے قاتل کسی فرقہ سے ہو کسی طبقہ سے ہو وہ میرا قاتل ہے میرا خون بہا رہا ہے میں روتا ہوں بے بس ہوں کچھ نہیں کر سکتا چند آنسو بہا لیتا ہوں میاں محمد صاحب نے فرمایا تھا

بس ساڈا وس نہیں چلدا کیہ تساڈا کھونا
مارے دا کیہ زور محمد نس جانا یا رونا

بس رو ہی سکتے ہیں نس بھی نہیں سکتے نس (بھاگ) بھی تو وہی سکتے ہیں جنہوں نے انسانوں کو صرف اس لیے تقسیم کر کے رکھ دیا کہ دولت ان کی باندی ہو جائے ان کے پاس وسائل ہیں ہم بے وسیلہ رونے کے سوا کر بھی کیا سکتے ہیں آئیے ہم صرف انسان بن جائیں تا کہ ہمیں ہر مقتول کا دکھ ہو اور ہر بے یارو مددگار قتل ہونے والے کا ایک جیسا درد ہو پھر پوری قوم انسان بن کے اس ظلم و بربریت کے سامنے دیوار بن جائے ختم کر و یہ فرقے یہ سیاسی منافرتیں یہ اونچ نیچ میں ان سے پوچھتا ہوں جو اپنے آپ کو علامہ' مولوی خطیب اور مذہب کا ٹھیکیدار کہتے ہیں کیا اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں یہ نہیں فرمایا کہ اے لوگو ہم نے تمہیں ایک ماں اور ایک باپ سے پیدا کیا ہے۔۔۔۔ پھر الگ فرقے الگ ذاتیں اونچ نیچ کہاں سے آئی کیا تم نے مذہب اور قرآن کو صرف روزی کا ذریعہ سمجھ رکھا ہے کیا تم دل سے قرآن کے ان فرمانوں پر یقین نہیں رکھتے اگر یقین رکھتے ہو تو پھر اپنے بھائی کے قتل پر اپنے ماں جائے پر ظلم و ستم دیکھ کر تمہاری چیخیں کیوں نہیں نکلتیں کیا تمہارے حلیے مکر و فریب کا ملمع نہیں اسلام تو سلامتی کا دین ہے قانون فطرت ہے کہ اگر کوئی بے گناہ مارا جائے تو ذمہ داری سو فیصدی حکومت پر آتی ہے کون ہے جو سدا بادشاہ رہتا ہے کوئی بھی نہیں سوائے خدا واحد کے تھوڑے سے وقت کے لیے قتل جیسے گناہ کبیرہ کا بوجھ کیوں اٹھاتے ہو۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

عظیم ایٹم بم!

بھارت ہمارا سب سے بڑا دشمن ہے وہاں کا ہندو کسی بھی قیمت پر اسلام کو صفحہ ہستی سے مٹا دینا چاہتا ہے او رمسلمان کو نیست و نابود کر دینا چاہتا ہے اس سے پہلے بھی میں لکھ چکا ہوں جب منو ہر جوشی نے بی جے پی کی حکومت آنے سے پہلے یہ اعلان کرنا شروع کر دیا تھا کہ اگر بھارت میں بی جے پی کی حکومت بن گئی تو ہم پاکستان پر حملہ کریں گے جسے پاکستان میں آنے والی نسلیں یاد رکھیں گی میں نے اس وقت لکھا تھا کہ منو ہر جوشی کے اس اعلان کو محض ڈھینگ نہ سمجھا جائے اب انہوں نے پانچ دھماکے بھی کر دیئے اور یہ اعلان بھی کرر ہے ہیں کہ ہم پہلے آزاد کشمیر پر قبضہ کریں گے اور پھر پاکستان کے ساتھ نپٹیں گے میں اس کو بھی انکی جڑ نہیں سمجھتا جو کچھ بھی اس کی استعداد میں ہو وہ کرسکتا ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے کیا صرف ایٹم بم کے دھماکوں سے کام چل سکتا ہے ہر گز نہیں1965 کی اور 1971 کی جنگ کا موازنہ کیا جائے تو صاف پتہ چل جائے گا کہ 1965 میں ہم جیتے اور 1971 کی جنگ میں ہم نے بہت کچھ کھو دیا فوج بھی تھی اسلحہ بھی تھا نہیں تھا تو عوام میں جذبہ نہیں تھا اس جذبے کو زندہ کرنے کی ضرورت ہے جذبہ جہاد اور شوق شہادت۔

موت تو ہر ذی روح کا مقدر ہے حادثاتی موت ہو' قتل کی موت ہو' طبعی موت ہو یا شہادت ہو' شہادت بھی بظاہر موت ہی ہے لیکن چونکہ قرآن پاک میں شہید کو زندہ کیا گیا ہے اس لیے تم اموات میں بہترین او رشاندار موت وہی ہے جسے شہادت کہا جاتا ہے جسے ملک' قوم اور دین کی بقاء اور تحفظ میں قبول کیا جائے شہادت کا لفظ اتنا دلکش اور عظیم ہے گویا سو فیصد اسلامی جذبے اور قربانی کا نام ہے اب اسے دوسرے مذاہب بھی اپنے مرنے والوں کے لیے استعمال کرنے لگے ہیں۔

سرور کائنات حضرت محمد ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا اور دین اسلام روشناس کرایا تو کفار مکہ نے اسلام کو مٹانے کے حربے شروع کر دیئے جب حضور ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ منورتشریف لے گئے تو کفار مکہ نے باقاعدہ حملے شروع کر دیئے۔

مسلمانوں کو ایک خوشخبری ملی ارشاد باری تعالیٰ ہوا کہ موت تو ہر ایک کو آنی ہے لیکن ان کے لیے موت نہیں جو اللہ کی راہ میں رسول اکرم ﷺ کی پیروی میں مارے جائیں تو وہ ہمیشہ زندہ رہیں گے گو وہ پوشیدہ زندگی گزارتے ہیں لیکن ان کی زندگی مکمل حیات ہے وہ رزق بھی کھاتے ہیں خوش بھی رہتے ہیں اور اپنے پیچھے رہنے والوں کے لیے نیک خواہشات بھی رکھتے ہیں اور ایسے مقتول کو شہید کا نام دیا جاتا ہے۔

شہادت وہ عظیم درجہ ہے جس میں ایسے معجزات رونما ہوئے کہ کائنات میں مثال بن گئے اعلان نبوت پر چند

Marfat.com

آدمی اسلام لائے جن میں زیادہ تر غریب اور کمزور بلکہ مکہ کے سرمایہ داروں کے غلام تھے اور کنیزیں تھیں حضرت خباب بن ارتؓ، حضرت بلالؓ حضرت عمارؓ حضرت زنیرہؓ حضرت ہندیہؓ اور حضرت سمیہؓ۔
انکے علاوہ سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے حضرت خدیجہ الکبریٰؓ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت ابو بکرؓ جو کسی کے غلام نہیں تھے بلکہ خود شرفاء مکہ میں شمار ہوتے تھے حضرت بلالؓ کی زبان میں کیل ٹھونک دی حضرت سمیہ کو شہید کر دیا گیا اور باقی نو مسلم غلاموں کو دوپہر کے وقت تپتی ہوئی ریت پر پشت کے بل لٹا دیتے سینے پر بھاری پتھر رکھ کر گھسیٹتے ان تمام مظالم کو برداشت کرنے اور پھر کلمہ توحید کا ورد کرنے کا سبب صرف یہ تھا کہ ان کے دلوں میں حضورﷺ کے ساتھ محبت اور شوق شہادت اس گہرائی سے نقش ہو چکے تھے جس نے انکو ہر مصیبت اور دکھ میں ایمان پر قائم رکھا۔
ہجرت کے بعد باقاعدہ حملے شروع ہوئے جنگ بدر میں 313 مسلمان اور ایک ہزار مسلح کفار، یہ جذبہ جہاد تھا اور شوق شہادت تھا جس نے 313 بے سروسامان مسلمانوں کو ایک ہزار پر فتح عطا فرمائی جنگ احد میں جب خالد بن ولید نے پہاڑی کے عقب سے مسلمانوں پر حملہ کیا بظاہر مسلمان تتر بتر ہو گئے لیکن یہی پاک جذبہ تھا جس کے تحت چند مسلمانوں نے اپنی جانوں پر کھیل کر حضورﷺ کی حفاظت بھی کی اور جنگ کا پانسہ بھی پلٹ دیا پھر جنگ احزات (خندق) جنگ خیبر اور دیگر جنگوں میں فتوحات اسی جذبے کی مرہون منت تھیں۔ پاکستان میں میجر طفیل محمد، کیپٹن محمد سرور بھٹی، میجر عزیز بھٹی، میجر شبیر شریف بھٹی، میجر محمد اکرم، پائلٹ راشد منہاس، سوار محمد حسین اور لانس نائیک محمد محفوظ نے کمال جرات اور بہادری کے ساتھ اسی جذبے کے تحت جام شہادت نوش کیا چونڈہ کے محاذ پر چند ٹینکوں کے ساتھ بھارت کے ساڑھے چھ سو ٹینکوں کے رسالے کو پسپا کرنے اور شکست میں یہی اعلیٰ وارفع جذبہ کارفرما تھا ہمارے بہادر غازی اپنے جسموں کے ساتھ بم باندھ کر کفار کے ٹینکوں کے ساتھ ٹکرا گئے اور اپنی جانوں کی قربانی دی لیکن کفار کو ذلت اور رسوائی دے گئے اور پاک وطن پر آنچ نہ آنے دی جذبہ جہاد ہمارا اسلحہ ہے اور شوق شہادت ہمارا ورثہ ہے اور عظیم ترین ایٹم بم ہے جس کا مقابلہ کوئی بھی نہیں کر سکتا یہی جذبہ تھا جو کربلا کے دشت میں 72 پاکیزہ دلوں میں سمندر کی طرح موجزن تھا جس کے ساتھ حق کا پرچم بلند رکھنے کے لیے وہ 80 ہزار کے ساتھ ٹکرا گئے اور خود قربان ہو کر قیامت تک کے لیے حق کا سورج روشن کر گئے اس شوق شہادت کے جذبے سے بڑھ کر نہ کوئی طاقت ہے اور نہ ہی بم۔ میں اپنے حکمرانوں سے کہتا ہوں کہ وہ کسی قوت کے سامنے نہ جھکیں ایٹم بم کے تجربات ضرور کریں لیکن ساتھ ساتھ پاکستانیوں کے دلوں میں جذبہ جہاد اور شوق شہادت پیدا کرنے کے لیے ایک خاص مہم چلائیں اس سے بڑھ کر کوئی بم نہیں موت برحق ہے جب اس نے آنا ہی ہے تو پھر شہادت کی صورت میں کیوں نہ آئے ہم بدر، احد، خندق، خیبر اور کربلا معلے کے شہداء کے وارث ہیں۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

اتنے قتل کیوں؟

ایک محتاط اندازے کے مطابق پاکستان میں ہر روز تقریباً دولاکھ جانور ذبح کیے جاتے ہیں حلال جانوروں کو ذبح کر کے تناول فرمانا گو دین میں جائز ہے لیکن اس کے پس منظر میں تین بڑے جذبے اور کارفرما ہوتے ہیں قصابوں کا منافع' زبانوں کا چسکا' اور قبرستان شکم کی طلب غالباً اسی روایت کو سامنے رکھتے ہوئے حکمران ہر سال بجٹ کے نام پر چند ہزار نفوس کے منافع انکی زبانوں کے چٹخارے اور شکم پُری کے لیے تیرہ کروڑ انسانوں کو ذبح کرتے ہیں میں اس جبر کے خلاف بہت پہلے کئی بار لکھ چکا ہوں ایک دفعہ بجٹ کے عنوان سے اور دوسری بار ٹیکس لاء کے عنوان سے' مگر ہمارے قلمکار یہ سیاپا اس وقت شروع کرتے ہیں جب تیر کمان سے نکل چکتا ہے اگر یہ وقت پر روئیں اور ان کے اندر ذرا سا خوف خدا ہو اور عدل کی تھوڑی سی رمق موجود ہو اور وہ بروقت کسی مجھ جیسے کم فہم اور پستہ قد کالم نگار کا ساتھ دیں تو پھر شاید چند ہزار امیروں' وزیروں' سیاستدانوں کی خوشیوں اور رعیاشیوں کی خاطر یوں تیرہ کروڑ انسانوں کو بے زبان بھیڑیں تصور کرتے ہوئے بجٹ کی چھری سے ذبح نہ کیا جا سکے ایسا لگتا ہے جیسے یہاں دو گروہ جنگ آزما ہیں' قاتل اور مقتول جس طرح دیہات میں دیکھنے میں آتا ہے کہ طاقتور گروہ مخالفوں کو قتل کرنے یا ان کے گھروں کو آگ لگانے کے بعد سفاک قاتل قہقے لگاتے ہیں ان کی لاشوں پر بھنگڑے ڈالتے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ یہ اسی عمل کی ترقی یافتہ اور پڑھی لکھی شکل ہے کہ عوام بھوک سے بلک رہے ہیں گرمی میں سلگ رہے ہیں سردی سے ٹھٹھر رہے ہیں اور بیوروکریٹس اور سیاستدانوں کی ملک کے مہنگے ترین ہوٹلوں میں راگ' رنگ اور پاپ میوزک کی محفلیں سجتی ہیں جہاں انواع واقسام کے کھانے ہوتے ہیں جو کچھ کھائے جاتے ہیں اور کچھ گندگی کے ڈھیروں پر پھینک دیئے جاتے ہیں جہاں سے کچھ تو آوارہ کتے اپنے پیٹ بھرتے ہیں اور باقی بچے کچے سے غریب اور بھوکے بچے اپنے پیٹ کی آگ بجھاتے ہیں (اخبارات کی تصاویر) جبکہ متکبر بیوروکریٹس اور سیاستدان اپنی بیگمات کے ہمراہ رات گئے ان محفلوں سے مسکراتے اور قہقہے لگاتے بڑی بڑی کاروں میں گھروں کو سدھارتے ہیں اربوں اور کھربوں کے ٹیکس لگا کر کہا جاتا ہے کہ خاص ٹیکس نہیں لگایا گیا لیکن ان ٹیکسوں کے بوجھ سے غریبوں اور بے کسوں کی کمریں دوہر ہوتے ہوتے فالج زدہ ہو چکی ہیں۔ ہمارے کئی معزز قلمکار جن کے پاس ماشاءاللہ وہ بڑی قلمیں ہیں جو عام طور پر سٹیشنری کی دوکانوں کے باہر نمونے کے طور پر لٹکائی جاتی ہیں اور ان قلموں سے حق کی آواز کی بجائے' خوشامد اور واہ واہ کے نغمے پھوٹتے ہیں اسی لیے آج جو کچھ بھی اخبارات میں لکھا جائے اور جن کے متعلق لکھا جائے ان پر رہائی برابر اثر نہیں ہوتا اور تمام معاملات بعینہ اسی طرح چلتے رہتے ہیں جیسے انہیں اس لکھے کی کوئی پرواہ نہیں اب تو پاکستان میں دو نظریاتی گروہ واضح ہو چکے ہیں ایک حکمران پرست اور دوسرے نان حکمران پرست' تیسرا گروہ یعنی معتدل تو خال خال ہی ہے جو کبھی خوردبین سے دکھائی دے جاتا ہے نان حکمران پرست تو کھلم کھلا مہنگائی اا

Marfat.com

جبر کا رونا روتے ہیں اور حامیان حکومت کے بیانات پڑھنے سے لگتا ہے کہ یہاں نہ کوئی مہنگائی ہے، نہ ٹیکس، نہ ٹیکس، نہ غربت اور نہ ہی بیکاری بلکہ ہر طرف بہار ہی بہار کا سماں ہے خوشیاں رقص کر رہی ہیں زمین پر جنت اتر آئی ہے دودھ اور شہد کی نہریں بہہ رہی ہیں خوبصورت پرندے چہچہا رہے ہیں اور حوریں ریشمی لباسوں میں گشت کر رہی ہیں اور جتنے لوگ بھی مہنگائی کا رونا روتے ہیں بھوک وافلاس کا سیاپا کرتے ہیں وہ جھوٹ بولتے ہیں لیکن جب بھی کبھی بیان ساز فیکٹری میں جانے کا موقع ملا اور مجھ جیسے کسی عاقبت نااندیش نے کہا کہ جب عوام تو مر رہے ہیں اور آپ اس جلاد کی طرح سب اچھا کی آوازیں لگا رہے ہیں جو کسی بے گناہ کو پھانسی کے تختے پر لٹکا کر نگران افسروں کو سب اچھا کی رپورٹ دیتا ہے کیا آپ کے اندر ضمیر نام کی کوئی شے نہیں؟ انہوں نے نہایت بے اعتنائی سے کہا کہ کیا بکواس کرتے ہو مدتوں محنت کر کے سیاست کی چھری رشوت کی تلوار اور ناجائز دولت کے خنجر سے اس نامردار ضمیر کو قتل کیا ہے ارے کبھی مردے بھی بولتے ہیں گویا انہوں نے کمال مہارت سے ایک طرف عوام کی گردنوں میں طاقت، اختیارات اور گھمنڈ کا پھندا ڈالا ہوا ہے اور دوسری طرف اپنے ضمیر کی گردن پر لوٹ مار کا خنجر رکھا ہوا ہے۔ قتل کی بہت سی اقسام ہیں، ایک قاتل گروہ کا نام قبضہ گروپ ہے آج کل اخبارات میں اس کی کارستانیوں کا تذکرہ عام ہے لیکن بے نتیجہ و بے سود اس لیے کہ جب چوکیدار چوروں کا بھائیوال ہو تو پھر چور بڑے اطمینان سے مال ہڑپ کر جاتے ہیں اور ان کا کچھ بھی تو نہیں بگڑتا سالہا سال سے پڑھ سن رہے ہیں کہ قبضہ گروپ نے بچوں کے کھیلنے والے پارک پر قبضہ کر کے اسے بیچ دیا قبرستانوں پر قبضہ کر لیا یتیموں کے پلاٹ یا مکان پر قبضہ کر لیا اس چیخ و پکار اور رونے دھونے کا نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات بیوائیں لٹتی رہی ہیں لٹتی رہیں گی یتیموں کا مال غصب ہوتا رہا ہے غصب ہوتا رہے گا سرکاری املاک پر جابرانہ قبضے ہوتے رہے ہیں ہوتے رہیں گے اسکی سیدھی سی وجوہات ہیں ایک تو جن کے پاس شکایات جاتی ہے وہ خود اس میں حصہ دار ہوتے ہیں دوسرے اس مسئلے کو اچھالنے والے بکاؤ مال ہوتے ہیں جن کی زبانیں چند نوٹوں کی قینچی سے کاٹ دی جاتی ہیں اور ہاتھ کسی چھوٹے سے گفٹ (تحفے) کی برف سے شل کر دیئے جاتے ہیں۔ کچھ نئے سیاستدان عوام کی سادگی، مجبوری اور بے بسی کو جانتے ہوئے انہیں قتل کرنے کے لیے نئی چھریاں لیکر تشریف لا رہے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم خلافت راشدہ کا نظام لائیں گے حضرت عمرؓ کا عدل نافذ کریں گے، بھلے مانسو پہلے ان کے اسواء حسنہ کو پڑھو پھر اس پر عمل کرو پھر ان کا قانون نافذ کرنے کی بات کرو کیا ضمیر نام کا پرندہ یہاں سے پرواز کر گیا ہے کہ کروڑوں اربوں کے پلازوں اور جائیدادوں کے مالک پچاس پچاس لاکھ کی گاڑیوں میں بیٹھ کر محض لفاظی او رتقریروں کے بل بوتے پر خلفائے راشدین کا نظام لانے کی باتیں کرتے ہیں کبھی اپنے گریبانوں میں منہ ڈالنے کی زحمت بھی فرمائیں۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

نورا کرکٹ میچ!

ایک زمانہ تھا جب لوگ کشیوں اور کبڈی کے شائقین تھے کبڈی نورا نہیں ہوتی تھی البتہ کشتیاں نورا ہو جاتی تھیں اب تو نورا کا لفظ اتنا عام ہو گیا ہے کہ سیاسی اکھاڑ پچھاڑ میں بھی استعمال ہوتا ہے اور ہر خاص و عام اس کا مطلب سمجھنے لگا ہے نورا کا مطلب ملی بھگت کا مقابلہ' یعنی نقلی یا نمائشی مقابلہ' وہ پہلوان آپس میں خفیہ طور پر طے کر لیتے تھے کہ ایک نے جان بوجھ کر جانا ہے اور دوسرے نے بغیر کسی مشقت کے مدمقابل کو گرا کر کشتی جیت جانا ہے تو اسے نورا کشتی کہا جاتا تھا۔
کوئی غیرت مند فرد یا غیرت مند قوم جان بوجھ کر شکست قبول نہیں کرتی ہاں جب کوئی شرم و حیا گھول کر پی جائے تو پھر اس کے لیے کسی ذلت کو قبول کر لینا' کوئی بڑی بات نہیں ہوتی انسان لالچی بھی ہے اور کمزور دل بھی' بے لوث بھی ہے اور بہادر بھی' لالچی انسان چھوٹے سے چھوٹے لالچ میں آ کر ذلیل سے ذلیل کام کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے اور کوئی شخص کسی بزدل کو اپنی قوت سے خوفزدہ کر دے تو اس کے سامنے گھٹنے ٹیک دیتا ہے بے لوث' مخلص اور بہادر انسان اپنی عزت اور قوم کی آبرو پر کٹ مرتا ہے جیتے جی شکست قبول نہیں کرتا سلطان ٹیپو نے کہا تھا کہ گیدڑ کی ہزار سالہ زندگی سے شیر کی ایک دن کی زندگی بہتر ہے۔
کہتے ہیں کہ نورا نامی ایک پہلوان تھا جو طاقتور بھی تھا اور کشتی کے داؤ پیچ بھی خوب جانتا تھا لیکن تھا لالچی' اس کی اس کمینگی سے تمام پہلوان واقف تھے جب بھی اس کے ساتھ کسی پہلوان کی کشتی طے ہوتی وہ خفیہ طور پر اسے کچھ رقم کا لالچ دیتے تو وہ بے غیرت خود ہی چاروں شانے چت ہو جاتا' اس کے بہی خواہ اسے بہت سمجھاتے کہ بیشک دولت بڑی چیز ہے لیکن عزت سے بڑی کوئی دولت نہیں وہ اپنی عزت اور غیرت نیلام کر کے بدنام نہ ہو' وہ وعدہ بھی کر لیتا کہ آئندہ ایسا نہیں ہوگا لیکن جب اس کا مدمقابل اس کے گھر چاندی کے چمکتے کھنکتے سکے پہنچا دیتا تو اس کی گھٹیا فطرت جاگ اٹھتی اور وہ ہزاروں کے مجمع میں ذلت کا شکار بن جاتا پھر ہر ملی بھگت کی کشتی کو نورا کشتی کہا جانے لگا اب تو فری سٹائل کشتیوں میں صاف نظر آتا ہے کہ نورا کشتیاں ہیں یعنی ملی بھگت اور لالچ دے دلا کر لڑی جاتی ہیں عادت کا علاج تو ممکن ہے لیکن جب عادت فطرت بن جائے تو پھر اس کا علاج ناممکن ہو جاتا ہے جیسے رشوت خور سرکاری ملازم کی رشوت خوری کی عادت جب فطرت بن جاتی ہے تو پھر اس کا باپ بھی کسی سفارش کرنے آئے تو وہ بھی اسے برا لگتا ہے۔
میں کرکٹ میچ بہت کم دیکھتا ہوں اس لیے نہیں کہ مجھے اس سے نفرت ہے بلکہ مجھ جیسے مزدور اور بے پر کے پاس اتنا فارغ وقت کہاں کہ پورا دن ایک جگہ بیٹھ کر بیٹ بلے دیکھتا رہوں سری لنکا کی ٹیم نے بہت جلد نام پیدا کیا' اس نامور ٹیم کے ساتھ پاکستانی ٹیم کا میچ تھا' پاکستانی ٹیم کی بھی پوری دنیا میں اپنی دھاک بیٹھی ہوئی

Marfat.com

تھی اس کے کھلاڑیوں میں وطن کی محبت' اپنے خون کی آبرو کا احساس اور غیرت کا جذبہ بھرا ہوا تھا ایک پاکستانی ہونے کے ناطے میرے اندر خواہش پیدا ہوئی کہ خدا کرے پاکستان کی ٹیم جیت جائے' اس خواہش کے تحت میں ٹی وی میچ دیکھنے کے لیے بیٹھ گیا پاکستان کے کھلاڑی کھیل رہے تھے اور سری لنکا کے کھلاڑی فیلڈنگ کر رہے تھے میں کرکٹ کے کھیل سے قطعی نابلد ہوں اس لیے یہ اندازہ نہ کر سکا کہ یہ سری لنکا کے کپتان کا کمال تھا کہ اس نے اپنے کھلاڑیوں کو ایسی جگہوں پر کھڑا کیا تھا کہ بال باونڈری لائن تک نہ جا سکے یا پاکستانی کھلاڑیوں (بیٹسمینوں) کی مہارت تھی کہ بال کو ادھر ہٹ کیا جاتا جہاں پر مخالف ٹیم کا کوئی نہ کوئی فرد کھڑا ہوتا یوں بڑی مشکل سے ہماری ٹیم نے 280 رنز بنائے سری لنکا کی باری آئی تو ان کے دو کھلاڑی جلدی واپس چلے گئے ہم پُر امید ہو کر بیٹھ گئے کہ خدا کے فضل و کرم سے پاکستان کی جیت ہو گئی لیکن ایسا لگا جیسے ہمارے باؤلروں اور فیلڈروں کو کسی نے کوئی اسرار دکھا کر خوفزدہ کر دیا ہے کہ اگر بال پکڑا یا روکا تو تمہاری کھال ادھیڑ دیں گے میں نے پہلے عرض کر دیا ہے کہ میں اس کھیل کے اصولوں اور قوانین سے کوئی واقفیت نہیں رکھتا لیکن کامن سینس بھی تو کوئی چیز ہے وکٹ کیپر نے کم و بیش بیس دفعہ بال کو محض تھپکی دے کر آزاد کر دیا پھر بال خراماں خراماں باونڈری لائن پار کر جاتا کوئی کھلاڑی بھی اسے روکنے کی زحمت نہ کرتا بال آزادی سے ہر طرف آ جا رہا تھا کھلاڑی محض اسے دیکھنے اور پکارنے پر اکتفا کر رہے ہیں بعض اوقات تو بال اس سست رفتاری کے ساتھ ٹہلتا نظر آتا جیسے اس کی اپنی خواہش ہو کہ کوئی اسے روکے لیکن بال کی یہ حسرت دل کی دل میں رہ جاتی' کوئی کھلاڑی اسے چھونا بھی گناہ سمجھتا' بال گراونڈ کی گھاس پر چہل قدمی کرتا ہوا کسی نہ کسی طرح باونڈری لائن کراس کر کے آرام سے رک جاتا آخر میں جب سری لنکا کے جیتنے میں صرف سات رنز کی کمی رہ گئی تو سری لنکا کے ایک کھلاڑی کا سکور 97 تھا' پھر اس مروت اور شفقت کے ساتھ باولنگ کرائی گئی کہ اس نے بڑی آسانی سے سنچری مکمل کر لی' اگر یہ سپورٹس مین سپرٹ کے ساتھ کیا گیا تو بڑے ظرف کی بات ہے' اگر کسی لالچ کے زیر اثر کسی معاہدے کے تحت کیا گیا تو اس سے بڑھ کر ذلت اور کوئی نہیں جس سے پوری قوم کا سر ندامت سے جھک جائے یا پوری قوم شکست خوردہ ہونے کے احساس سے تلملانے لگے لاپروائی سے یا جان بوجھ کر شکست حاصل کرنے سے بڑھ کر کوئی کمینگی نہیں ہو سکتی' شک نہیں کہ سری لنکا کی ٹیم بڑی مضبوط اور منجھی ہوئی ہے لیکن اس کا ہماری ٹیم سے اس طرح آسانی سے جیت جانا وہ بھی اتنی کثیر وکٹوں اور رنز سے سمجھ میں نہیں آتا۔

مہنگائی کا یہ عالم ہے کہ قوم کے غریب اور متوسط الحال لوگ ''ہاں ہاں'' کر اٹھے ہیں رشوت اور سفارش کو عروج حاصل ہے کہ عدل و انصاف چراغ لے کر ڈھونڈھے بھی نہیں ملتا۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

بھارتی جنتا پارٹی

بھارتی الیکشن کے نتائج کے مطابق بھارت میں بی جے پی حکومت بنانے کے واضح امکانات نظر آ رہے ہیں چند دن پہلے بی جے پی کے ساتھ صدر منوہر جوشی نے کہا تھا کہ اگر ہم نے حکومت بنائی تو پاکستان پر فیصلہ کن حملہ کریں گے اور ایسا سبق سکھائیں گے کہ وہ کشمیر بھول جائے گا اس سے پہلے مہاراشٹر کے بال ٹھاکرے نے جو دھمکیاں پاکستان اور مسلمانوں کو دی تھیں ان پر عمل کرتے ہوئے تاریخی بابری مسجد کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا اور کئی دیگر مساجد بھی زمین بوس کر دی گئیں 1857ء کی جنگ آزادی میں ہندوستانیوں کو شکست ہوئی مغلیہ سلطنت کا وجود جو پہلے لال قلعے کی چار دیواری تک محدود تھا بالکل ختم ہو گیا اور پورے ہندونستان پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا اور یونین جیک ایک بدنما داغ کی طرح لال قلعہ پر لہرانے لگا 1895 میں کانگریس کے ایک جلسہ میں ہندو لیڈر بی جے تلک نے اعلان کیا کہ ہندوستانیوں کا ہیرو سیوا جی ہے اور پورے اوستان میں گاؤکشی قانوناً بند ہونی چاہیے اس اعلان کے بعد ہندو عزائم کی حقیقت کھل کر مسلمانوں کے سامنے آ گئی اور دانشور مسلمانوں نے الگ مسلم سیاسی جماعت بنانے کی کوشش شروع کر دی 1906 میں مسلم لیگ کی بنیاد رکھی گئی اور بالآخر یہی جماعت پاکستان بنانے میں کامیاب ہوگئی پاکستان قائم ہوئے پچاس برس گزر گئے لیکن ہندو بنیئے نے آج تک اسے دل سے قبول نہیں کیا اور مختلف حیلوں بہانوں اور سازشوں کے ساتھ اسے نقصان پہنچانے کے در پے رہے اور جہاں بھی اسے پاکستان کا کوئی کمزور پہلو نظر آئے اسکی شکست و ریخت میں کوئی کمی نہیں چھوڑتا پاکستان بننے کے ساتھ ہی اس نے جبراً مسلم ریاستوں پر قبضہ کر لیا جنہوں نے پاکستان کیساتھ الحاق کا اعلان کیا اور کشمیر کے راجہ کو قبضے میں کر کے کشمیر پر قبضہ کر لیا مجاہدین اسلام نے بروقت قربانیاں دیکر کشمیر کا کچھ حصہ واپس لے لیا اور آزاد جموں و کشمیر کے نام سے ایک مسلم مملکت قائم کر لی لیکن کشمیر کا بیشتر حصہ بھارتی حکومت کے قبضہ میں رہا وہاں انہوں نے اپنا گورنر مقرر کیا اور کشمیر کے کسی کٹھ پتلی مسلمان کو وزیر اعظم بنا دیا جو بھارتی گورنر کے اشاروں پر ناچتا رہتا ہے بھارت نے پہلے دن کچھ پر حملہ کیا پھر 1965 میں کشمیر اور پاکستان پر حملہ کیا اور دونوں بار منہ کی کھائی 1970 میں اپنے سازشی پروپیگنڈہ سے بنگالیوں کو مغربی پاکستان سے برگشتہ کیا اور پاکستان پر حملہ کر دیا 1965 کی جنگ میں ''پاکستانی جاگ رہے تھے ہم زندہ تھے' مذہبی تفریق کے شکار نہیں تھے فکری طور پر' روحانی طور پر اور ثقافتی طور پر ایک نہج پر تھے لیکن پھر ہم اس عارضی فتح میں مدہوش ہو گئے اور بنیا جاگتا رہا پاکستانیوں کو فرقہ واریت' صوبائی تعصب اور لسانی جھگڑوں میں الجھا دیا گیا ہندو اپنی سازشوں کے جال پھینکتا رہا اور ہم بڑی آسانی سے اسکی ریشہ دوانیوں کا شکار ہو گئے اور یوں صرف چھ سال کے بعد اس نے ہم

Marfat.com

سے ایسا بھیانک بدلہ لیا کہ مسلمان کی قدیم تاریخ اور پاکستان کی جدید تاریخ شرم سے منہ چھپانے لگے آدھا پاکستان چھن گیا اور مغربی پاکستان کا بھی بیشتر حصہ بھارتی قبضہ میں چلا گیا جب بھارتیوں سے پوچھا گیا کہ چھ سال کے قلیل عرصہ میں اتنا بڑا انقلاب کیسے آ گیا انہوں نے جواب دیا کہ پاکستان ترانے بناتا رہا اور ہم اسلحہ اکٹھا کرتے رہے یہ بات تو ایک مسلمان مفکر نے بتائی تھی۔

آ تجھ کو بتاؤں۔ تقدیر امم کیا ہے
شمشیر و سناں اول طاؤس و رباب آخر

لیکن ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ ہم نے طاؤس و رباب کو اول اور شمشیر و سناں کو موخر کر دیا ہے اور ماشاءاللہ آج بھی ہم اسی ڈگر پر چل رہے ہیں (خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے) غیرت وحمیت کا تقاضا یہ تھا کہ ہم اس شکست سے سبق لیتے لیکن ہم بدستور سور ہے ہیں سوئے ہوئے نہیں بلکہ بے ہوش ہو چکے ہیں ہم بھارت کے ساتھ محبت اور رواداری کا راگ الاپ رہے ہیں اور ہندوستان اپنے وار کیے جا رہا ہے بنیا بھارت میں ہماری عبادت گاہوں کو مسلسل شہید کر رہا ہے ہمارے مذہبی رہنما مسلمانوں کو آپس میں لڑانے کا جہاد تو کر رہے ہیں لیکن بھارت کے معاملے میں ان کی انا کو کوئی ٹھیس نہیں پہنچتی منو ہر جوشی اور بال ٹھاکرے پاکستان کو ختم کرنے کا کھلا اعلان کرتے ہیں لیکن پاکستانی مولوی' صحافی' سیاستدان' امیر' فقیر کوئی بھی محسوس نہیں کر رہا کہ ایسے کسی بھی طوفان کے آنے سے پہلے فرقہ واریت اور دیگر تعصبات کو ختم کر کے پاکستانی مسلمانوں کی طاقت کو مجتمع کیا جائے اور دشمنوں کے سامنے سیسہ پلائی دیوار بنا دیا جائے۔

کیا پاکستانی قائدین ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی کوششوں کو ترک کر کے ملکی عزت و وقار اور قومی تشخص کو بحال کرنے کی طرف توجہ فرمائیں گے؟ کیا وہ تجارت پیشہ لوگ جو محض ذاتی منافع کی خاطر بھارت کے ساتھ تجارت کے نعرے لگا رہے ہیں۔

وطن کی سربلندی کے بارے میں سوچیں گے کیا اپنے بچوں میں جذبہ جہاد پیدا کرنے کی سعی فرمائیں گے؟ کیا ریڈیو اور ٹی وی والے فحش پروگراموں کی بجائے تعمیری پروگرام پیش کریں گے جن کو دیکھ کر ناچنے کی بجائے قوم حقیقی وجدان کی طرف لوٹ آئے کیا فلمی ناخدا ایسی فلمیں بنائیں گے جن میں فحاشی کا سہارا نہ لیا جائے بلکہ قوم کے جذبات کو صحیح سمت پر ابھارا جائے بھارتی فلم ساز بارڈر' زور اور ضدی جیسی فلمیں بنا کر دولت بھی بنا رہے ہیں اور اپنی قوم کا مورال بلند کرنے کی کوشش بھی کر رہے ہیں۔

پاکستان زندہ باد۔۔۔ محبت پاکستان پائندہ باد

☆☆☆☆☆

Marfat.com

جائیں تو جائیں کہاں!

چرچا ہے انتخابات ہونے یا نہ ہونے کا چرچا تھا احتساب ہونے کا اب رولا ہے احتساب نہ ہونے کا۔
صدر پاکستان اور وزیر اعظم الیکشن کرانے پر تن گئے ہیں' کچھ اسیران سیاست پہلے احتساب چاہتے ہیں ہم چھوٹے موہنوں والے بڑی باتیں کیسے کر سکتے ہیں جب کہ بڑے قدوں اور مضبوط جبڑوں والے ہوا کے رخ کو دیکھ کر سمتیں بدل رہے ہیں پھر بھی اتنا عرض کرنے کی جسارت کروں گا کہ اگر احتساب کے بغیر انتخابات ہونے تھے تو پھر اسمبلیاں توڑنے کا مقصد کیا تھا کہ یہ بڑے آدمیوں کا کوئی کھیل ہے جسے وہ جب چاہیں کھیل لیں اور اس میں قوم و ملک کے نقصان کا ذرہ برابر احساس نہ کریں' شریعت کا قانون ہے کہ اگر کسی کنویں میں کتا گر جائے تو اس کا پانی ناپاک ہوتا ہے اسے پاکیزہ کرنے کے لیے پہلے دوسو بالٹیاں بھر کے نکالنی چاہئیں پھر کنویں کا پانی انسانوں کے لیے قابل استعمال ہوتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ پہلے کتا نکالا جائے پھر دوسو بالٹیاں پانی نکال کر پانی ضائع کیا جائے اس کے بعد استعمال میں لایا جائے اور اگر کتا کنویں میں ہی رہے تو چاہے دو ہزار بالٹیاں پانی نکالا جائے کنواں ناپاک ہی رہتا ہے۔
بقول ہمارے صدر محترم کہ ہماری اسمبلیوں کے پاکیزہ کنویں کرپشن کے ناپاک کتوں کے گرنے کی وجہ سے ناپاک ہو گئے تھے لہذا ان کی تطہیر کرنے کے لیے ان اسمبلیوں کو توڑ دیا گیا اور اسمبلیوں کی تطہیر کے بغیر ان کا عمل روک دیا گیا میں نے بہت پہلے اپنے کالم (ناممکن سے ذرا کم) میں لکھا تھا کہ تین مہینے کی قلیل مدت میں احتساب اور انتخابات ناممکن ہیں اب احتساب کا عمل یہ کہہ کر کہ ثبوت نہیں مل رہے روک دیا گیا یا اسے اتنا سست کر دیا گیا کہ وہ تین سال میں بھی مکمل نہیں ہو سکتا یعنی یہ تو نگران حکومت تسلیم کرتی ہے کہ کرپشن تو یہ ہے لیکن ثبوت نہیں مل رہے حیرت ہے اگر دوران حکومت ثبوت نہیں مل رہے تو پھر کب ملیں گے الیکشن کے پروگرام کا اعلان کر دیا گیا قارئین کرام اور حکام عظام سے سوال ہے کہ کرپشن کا کتا جوں کا توں ہے اب چاہے ایک لاکھ بالٹیاں نکال لی جائیں کنواں پاکیزہ تو نہیں ہو سکتا اگر اسی حالت میں الیکشن کرانے تھے تو پھر اسمبلیاں توڑنا سمجھ میں نہیں آتا اگر ان حالات میں الیکشن ہوتے ہیں تو یقیناً وہی لوگ آئیں گے جن کو کرپٹ کہہ کر اسمبلیاں توڑی گئیں اس امر کا جواب کس سے پوچھیں ان اربوں روپے کے نقصان کے لیے کون جواب دے پوری قوم کو پہلے احتساب کی خوشیاں دیں اور پھر احتساب کے بغیر انتخابات کرا کے انہی لیٹروں کو واپس لانے کی ذہنی اذیتیں دیں اس کا ذمہ دار کون ہے' کون ہے جس کا اس بنا پر احتساب کیا جائے پاکستان کے بے بس لوگوں کے ساتھ یہ نا قابل برداشت کھیل کب تک کھیلا جائے گا اور پاک وطن کے مٹی کے مادھو عوام کب تک ان سیاسی کھلاڑیوں کے مہرے بنے رہیں گے جب کسی بدمعاشی قاتل کو

Marfat.com

رشوت یا سفارش کے بل بوتے پر بری کرالیا جاتا ہے تو پھر محض درندہ بن جاتا ہے اور شرفاء اور پر امن شہریوں کے لیے دہشت اور عذاب کی صورت اختیار کر لیتا ہے اسی طرح جب یہ ظالم لیٹرے بغیر کسی سزا کے دوبارہ دندناتے ہوئے اسمبلیوں میں آجائیں گے تو پھر وہ صرف درندے بن کر عوام کا خون نہیں چوسیں گے اور بے دریغ ان کا گوشت نہیں نوچیں گے۔

ملک معراج خالد نے کہا کہ پوری قوم نفسیاتی مریض ہے اور کرپشن کے راستے پر چل نکلی ہے کچھ من چلوں نے بُرا مانا اور اس کے خلاف بیانات دیئے' کرپٹ کے معنی ہیں بددیانتی سے کسی سے کچھ لے لینا اور دوسروں کا حق کھا جانا' رشوت خور' رشوت دینے والا' ملاوٹ کرنے والا' سمگلر' ناجائز منافع خور' بجلی سوئی گیس' پانی انکم ٹیکس کا چور' حکومت سے قرض لے کر بڑی بڑی ملیں لگانا اور پھر قرضہ معاف کرا لینا سرکاری وغیر سرکاری زمینوں پر محض بدمعاشی کی بنا پر ناجائز قبضہ جما لینا یہ سبھی کرپٹ نہیں تو کیا ہیں ظالم کرپٹ ہے تو ظلم سہہ کر خاموش رہنے والا بھی کرپٹ ہے اور سب سے بڑے ظالم اور کرپٹ وہ ہیں جو لیٹروں اور چوروں کے جلوسوں میں ان کی پارٹیوں کے جھنڈے لے کر چلتے ہیں بھنگڑے ڈالتے ہیں اور زندہ باد کے نعرے لگاتے ہیں ان کی بے مطلب تقریروں پر تالیاں بجاتے ہیں کون نہیں جانتا کہ اس کے علاقے میں رہنے والا شخص کل کیا تھا اور آج کیا ہے کل اس کے پاس سائیکل نہیں تھی اور آج کروڑوں کی گاڑیاں ہیں کل وہ ایک معمولی مکان میں رہتا تھا آج کروڑوں کی گاڑیاں ہیں کل وہ ایک معمولی مکان میں رہتا تھا آج کروڑوں کے بنگلے اس کی ملکیت ہیں جس گھر میں کل مٹی کے تیل کا لیمپ جلتا تھا آج اس کا گھر ایئر کنڈیشنروں فرجوں وی سی آر اور ڈش اینٹنا کی دوکان معلوم ہوتا ہے کیا یہ لوگ اندھے یا دیوانے احساس سے محروم ہیں اس کے باوجود وہ ان کے جلوسوں میں کیڑوں مکوڑوں کی طرح شامل ہوتے ہیں وہ کہیں سے آئیں تو انہیں پھولوں کے ہاروں سے لاد دیتے ہیں پہلے اپنے اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر دیکھیں آنکھیں کھولیں خواس خمسہ کو بیدار کریں ضمیر کو جھنجوڑیں پھر بتائیں یہاں کون کرپٹ نہیں ہے ملک صاحب کے اس جراتمندانہ سچ کا بُرا نہیں ماننا چاہیے بلکہ قوم کو حقیقت آشنا ہونا چاہیے انہیں اسی طرح ایجوکیٹ کرنا چاہیے کہ وہ اپنی کوتاہیوں اور ظالم بڑے مگرمچھوں کو پہچان لیں اور ان سراپا کرپٹ اور ظالم لوگوں کے آلہء کار نہ بنیں بلکہ ان کے خلاف ڈٹ جائیں اور اگر ان فرعونوں کی غلامی ہی کرنی ہے تو پھر رونا دھونا او ردکھاوے کی شکایت کرنا چھوڑ دیں ملک صاحب نے سو فیصد سچ کہا ہے' آخر میں ملک صاحب اور صدر محترم سے مخلصانہ گزارش ہے کہ پہلے اسمبلیوں کے کنوؤں سے کرپشن کے ناپاک کتے نکالیں پھر جب کنواں پاک ہو جائے تو اس کا پاکیزہ پانی خود بھی پیئیں اور عوام کو بھی پلائیں یوں یہ امرت ہوگا ورنہ زہر ہے۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

بابیو تگڑے ہووو!

بزرگوں سے سنتے آئے ہیں کہ بھیر کا شکار کرنا ہو تو بھیڑیئے کو شکار کرنے کا سامان ہونا چاہیے اور بھیڑیئے کا شکار کرنا ہو تو شیر کا سامان چاہیے اور سامان کے ساتھ ساتھ جرات اور ہمت بھی چاہیے جنگلی بھیڑیئے اور شہری بھیڑیئے ایک خصلت کے مالک ہوتے ہیں بس شہری بھیڑیا جنگلی بھیڑیئے سے منافقت میں آگے ہوتا ہے شہری بھیڑیا پہلے پالتا ہے پھر کھاتا ہے شہری بھیڑیئے سیاست کا اکھاڑہ لگاتے ہیں وہاں عوام کو اپنی محبت شفقت اور قربانیوں کے جھوٹے دعووں کے جال میں پھنساتے ہیں لیکن کامیاب ہونے کے بعد ان کی نظریں بدل جاتی ہیں پھر ان پالتو بھیڑیوں اور بکروں (غریب اور مجبور عوام) کی گردنوں پر رشوت' ملاوٹ' مہنگائی' ناجائز منافع خوری کی چھریاں چلا کر ان کی بوٹی بوٹی نوچ لیتے ہیں' ہمارے صدر محترم اور وزیراعظم صاحب نے بھیڑیوں کو شکار کرنے کا اعلان حق فرمایا اور سامان لیا بھیڑوں کو شکار کرنے کا اور نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پاک بھیڑیئے تو اسی طرح پورے جنگل میں دندناتے پھرتے ہیں او رشکاری اپنا سامان لپیٹ کر جنگل کے ایک کونے میں دبک گئے ہیں اسمبلیاں توڑی گئیں کہ حکمران کرپٹ تھے لوٹ مار کر رہے تھے لہذا ان کا احتساب ہو گا ان کی جائیدادوں اور سرمائے کا حساب کتاب ہو گا حساب واحتساب کیسے اور کیونکر ہو سکتا ہے جب صنعتکاروں اور سرمایہ داروں کو وزیر اور مشیر بنا دیا گیا یہ تو انہی لیٹروں کی برادری ہیں اور اب تو یہ سارے اعزاز بھی جاگیرداروں کے پاس ہیں فلور ملیں' گھی ملیں او ردیگر ملیں کن کے پاس ہیں کن کی ملکیت ہیں ایم پی اے ایم این اے کے پاس کیونکہ اس کی اجازت ہے او رقرضے صرف یہی لوگ تو لے سکتے ہیں اور پھر یہ کروڑوں اربوں کے قرضے معاف کرانے کا حق بھی انہی کا ہے ہم جیسے بے دست و پا لوگوں کو اول تو قرضہ ملتا ہی نہیں اور اگر مل بھی جائے تو لاکھ میں سے بیس ہزار بطور نذرانہ متعلقہ افسروں کو پیشگی دینا پڑتا ہے اور پھر وہ ایک لاکھ بمعہ سود در سود دیئے بغیر چھٹکارا نہیں چاہے سب کچھ بیچنا پڑ جائے اس طرح یہ بڑے لوگ تو اب تھری ان ون بن چکے ہیں اور کمال یہ ہے کہ ان میں سے بہت سے صدر محترم کے عزیز ان گرامی یا جگری دوست ہیں صدر صاحب کی ان سرمایہ داروں پر شفقت اور محبت تو سمجھ میں آتی ہے لیکن ملک معراج خالد کی ان کی طرف رغبت اور پھر ان کی تابعداری سمجھ سے بعید ہے وہ تو اپنے آپ کو غریب کہتے ہیں اور غریب پروری کی گفتگو اور انداز گفتگو ان کا طرہ امتیاز ہے ان کا سرمایہ داروں اور صنعتکاروں کو وزیر و مشیر بنانا سمجھ میں نہیں آتا ان سرمایہ دار وزیروں اور مشیروں کی نظر میں ملک صاحب اور صدر محترم کا نمایاں فرق یہ ہے کہ اگر صدر صاحب کا تذکرہ ہو تو کہتے ہیں کہ یہ ان کی مہربانی اور شفقت ہے کہ انہوں نے ہمیں اس عظیم منصوب کے قابل سمجھتے ہوئے یہ اعزاز بخشا اور ملک صاحب کا ذکر آ جائے تو کہتے ہیں کہ بس ملک صاحب نے ہمیں مجبور کیا اور درخواست کی کہ یہ تخت

Marfat.com

سنبھالیں کہ آپ کے بغیر اس پر بیٹھنے کا کوئی اہل نہیں تو بامر مجبوری ہم اس پر براجمان ہو گئے جس طرح جناب طارق عزیز نے کہا تھا کہ ملک صاحب میرے پرانے دوست ہیں ان کے مجبور کرنے پر دوبارہ نیلام گھر شروع کر رہا ہوں ورنہ مجھے تو انکی قطعی ضرورت نہ تھی یوں لگتا ہے کہ وزارت عظمیٰ کا تخت مل جانے کے باوجود ہمارے محسن ملک صاحب بدستور کمپلکسیڈ ہیں یعنی کسی نہ کسی احساس کے شکنجے میں جکڑے ہوئے ہیں کہ صنعتکاروں اور سرمایہ داروں کو سر آنکھوں پر بٹھانا فخر عظیم تصور فرماتے ہیں حالانکہ خود اکثر فرماتے رہتے تھے کہ بے انداز سرمایہ بغیر کرپشن کے اکٹھا نہیں ہو سکتا اس لیے کہ اگر سرمایہ اکٹھا کرنا کوئی مبارک عمل ہوتا تو اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں یوں نہ فرماتا کہ جو لوگ سونا چاندی اور دولت اکٹھی کر کے اپنا خزانہ بنا لیتے ہیں ہماری بارگاہ میں انکی دکھاوے کی عبادت قطعاً قبول نہیں بلکہ ان کے لیے دردناک عذاب ہے اور عذاب دیتے ہوئے ہم ان سے کہیں گے کہ اب اس ناجائز دولت کو اکٹھا کرنے کا مزہ چکھو' یوں قرآن میں ذوقو کا لفظ 23 بار ہے لیکن میں چند آیات کے معنی عرض کرتا ہوں سورہ اعراف آیت 39 جو عمل تم نے کیا ہے اس کا مزہ چکھو' سورۃ العنکبوت آیت 55 اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب دیتے ہوئے کہے گا کہ اپنے عمل کا مزہ چکھو' سورۃ الزمر آیت 24 اللہ بے انصاف ظالموں کو سزا دیگا تو فرمائے گا کہ جو تم نے بے انصافیاں کی ہیں اس کا مزہ چکھو میں صدر محترم اور جناب ملک صاحب سے عرض کرنے کی جسارت کروں گا کہ آپ نے جو صنعتکاروں اور سرمایہ داروں کی عقل و دانش کا جائزہ لیے بغیر ان کی دولت اور سرمائے سے متاثر ہو کر وزیر مشیر بنا کر چمٹا لیا اب اس کا مزہ چکھو' آپ اکیلے نہیں بلکہ پوری قوم کو چکھاؤ نہ چینی رہی نہ آٹا رہا اور نہ ہی گھی رہا اور جو نظر آتا ہے وہ اتنا مہنگا ہو گیا ہے کہ غریب اس کو دیکھ تو سکتا ہے کھا نہیں سکتا میں کئی بار یہ عرض کر چکا ہوں کہ موت برحق ہے اور اللہ کے انتقام سے کوئی نہیں بچ سکتا چاہے کوئی بھی ہو سرمایہ دار تو فطرتاً 99 کے چکر میں ہوتا ہے ان کا پیٹ بھرتا ہے اور نہ ہی نیت بھرتی ہے آپ نے مل اونرز کو غریب عوام پر مسلط کر کے ان پر جو احسان فرمایا اب اس کا مزہ چکھو' غریبوں کو آٹا گھی اور چینی نہیں مل رہی آپ نے دوبارہ پٹرول مہنگا کر دیا بجلی مہنگی کر دی اور یوں کروڑوں مجبوروں کی مسلسل بددعاؤں کے تحائف وصول کر رہے ہیں اور بات جو دل سے نکلتی ہے اثر رکھتی ہے ہم نے اپنے محسن جناب ملک معراج خالد صاحب کی اندرونی خوبیوں پر پردہ ڈالنے کی انتہائی کوشش کی لیکن کیا کریں اب لکھاریوں اور دانشوروں کے قلم صاف گو ہو کر منہ زور بھی ہوتے جا رہے ہیں اب اتنے سارے پردہ دروں اور بات پکڑنے والوں کی زبانیں اور قلمیں کون پکڑ سکتا ہے میری حقیر رائے تو یہی ہے کہ یا تو دونوں باب ہمت سے کام لیں اور تگڑے ہو جائیں۔

بس اساڈا وس نہیں چلدا کیہ تساڈا کھوناں
ماڑے دا کیہ زور محمد نس جاناں یا روناں

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

ہر شہر میں امن سیل قائم ہونا چاہیے!

مئی کی پہلی تاریخ کو گوجرانوالہ میں عالمی امن تحریک کے زیر اہتمام امن سیمینار ہوا جس میں صوبائی وزیر تعلیم و آبپاشی چوہدری اقبال ممبر قومی اسمبلی رانا نذیر احمد اور کمشنر گوجرانوالہ ڈویژن میاں محمد جمیل مہمان خصوصی تھے صدارت کے فرائض راقم الحروف کے ذمے تھے' پوسٹر نہایت خوبصورت تھا سیمینار کے مقصد کی مکمل عکاسی کر رہا تھا امن کی فاختہ تیروں میں گھری دکھائی گئی ہر تیر کا عنوان الگ تھا فرقہ واریت گروہی فساد' دہشت گردی لسانی تعصب' مفاد پرستی' تخریب کاری' جغرافیائی ہوس' عام قتل و غارت اور صوبائی تعصب ان تیروں کو دو منحوس اور قبیح صورت شخص چلاتے دکھائے گئے تھے اور تیروں کے درمیان امن کی فاختہ گھری ہوئی تھی۔

عام طور پر ایسے سیمیناروں میں لوگ کم ہی آتے ہیں لیکن یہاں تو ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا اور اتنی ہی پبلک باہر کھڑی تھی جنہیں بیٹھنے کو جگہ نہیں مل رہی تھی اس ہجوم سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا کہ پاکستان کے عوام امن کی تلاش میں کس قدر سرگرداں ہیں مہر ادریس ناز نے سٹیج سیکرٹری کے فرائض ادا کیے پہلے محمد اشرف قاری محمد اشرف شاکر' شیخ بشیر احمد اور پروفیسر صاحب نے امن کی ضرورت اور افادیت پر تقریریں کیں تمام حضرات نے دل کی گہرائیوں سے فسادات کے خلاف دلائل دیئے اور امن کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے کہا کہ ملک کی بقاء اسی میں ہے کہ ملک کے اندر ہر قیمت پر امن قائم کیا جائے اور امن تباہ کرنے والے عفریتوں کا وجود ختم کر دیا جائے قاری محمد اشرف شاکر نے جو تنظیم العلماء اہلسنت جماعت کے چیئرمین ہیں کہا کہ جس دین میں امن نہیں وہ دین اللہ کا دین نہیں ہو سکتا ملک محمد اشرف نے جو عالمی امن تحریک کے سیکرٹری جنرل ہیں کہا کہ پاکستان میں جتنا بحران ہے وہ اسی تخریب کاری کا نتیجہ ہے پروفیسر صاحب نے علامہ اقبال کے شعروں کے حوالے سے کہا کہ اگر ہم ایک نہ ہوئے تو ہماری داستان مٹ جائے گی کمشنر صاحب نے امن کے حق میں اور فسادات کے خلاف بڑے جذباتی انداز میں تقریر کی معلوم ہوتا تھا کہ ابھی انکی آنکھوں میں آنسو ٹپک پڑیں گے۔ انہوں نے عالمی امن تحریک کے کارکنان کی تعریف کی اپنی ڈویژن میں انکی کماحقہ امداد کا وعدہ کیا اور کہا کہ حکومت پاکستان کو بلا معاوضہ مخلص کارکن مل گئے ہیں ہم انکی دل سے قدر کرتے ہیں چوہدری اقبال نے کہا کہ حکومت کا اولین فرض یہی ہوتا ہے کہ ملک میں قائم کرے کمزوروں اور مظلوموں کو ظالموں اور فاسقوں کے وار سے تحفظ دے ہم اپنا فرض ادا کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کریں گے اور کسی بھی زیادتی کرنے والے کا کوئی لحاظ نہیں کریں گے رانا نذیر احمد نے کہا کہ ہمیں لوگوں نے ووٹ اس لیے دیئے ہیں کہ ہم انکی بہتری اور فلاح کے لیے کام کریں اور عوام کی بھلائی اسی میں

Marfat.com

ہے کہ وہ پُرامن رہیں اور اپنا اپنا کام کریں یہی ملک وقوم کی حقیقی خدمت ہے۔

میرے ذمے صدارتی خطاب تھا میں نے قرآن پاک کی آیات کی روشنی میں بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے فساد کو قطعی ناپسند فرمایا ہے اور فسادیوں' تخریب کاروں اور دہشتگردوں کو جہنمی قرار دیا ہے میں نے فسادات کو ختم کرنے اور مستقل میں امن قائم کرنے کے لیے حکومت کو مشورہ دیا ہے کہ اس وقت ملک کے اندر بدامنی او ربدسکونی کا طوفان اس شدت سے چل رہا ہے کہ اگر اس کو منظم طریقے سے نہ روکا گیا تو خدانخواستہ یہ ملک کو کمزور کر کے اس کی بنیادیں کھوکھلی کردے گا دشمنان دین ووطن کی یہی خواہش ہے' چونکہ چوہدری شجاعت وزیر داخلہ ہیں اس لیے ملک کے اندر امن داخل کرنا اور فسادات اور فسادیوں کو ملک سے خارج کرنا ان کا اولین فرض ہے لہذا ان کو مشورہ دیتا ہوں' گر قبول افتد ہے عزوشرف' وہ اپنی وزارت کی نگرانی میں ایک امن سیل قائم کریں جو پورے ملک کے تمام شہروں کی میونسپل وارڈوں میں امن یونٹ قائم کرے اور اس میں محب وطن قوم کا درد رکھنے والے اور وطن دشمنوں سے نفرت کرنے والے حضرات کو ممبر بنا کر اس میں شامل کیا جائے یہ ممبران اپنے اپنے علاقے میں امن کی اہمیت اور امن کے فوائد کا پرچار کریں تاکہ عوام امن تباہ کرے والوں اور دہشت گردوں سے دلی نفرت کرنے لگیں۔

ہر شخص کو یہ باور کرائیں کہ ملک ان کا اپنا ہے اس کی حفاظت انکا فرض ہے لہذا وہ خود تخریب کاروں او ردہشت گردوں پر نظر رکھیں اور جہاں بھی کوئی ظالم اور انسان نما بھیڑیا نظر آجائے اس کو اپنے علاقے کے عوام کے ساتھ پکڑیں یا پھر فوری طور پر متعلقہ پولیس کو اطلاع دیں جب وطن کا ہر شریف شہری اپنی اس ذمہ داری کو محسوس کرنے لگے گا پھر نہ تو کوئی شخص مذہبی آڑ میں قتل وغارت کر سکے گا اور نہ ہی بیرون ملک دشمنان پاکستان تخریب کاری کرنے کے مواقع حاصل کر سکیں گے چوہدری شجاعت صاحب 13 کروڑ آدمیوں پر اکیلی حکومت نظر نہیں رکھ سکتی حکومت کو شریف محبان وطن شہریوں کی معاونت کی شدید ضرورت ہے' یہ ضرورت اس طرح پوری کی جاسکتی ہے' اس امن سیل کی ذمہ داری کسی ایسے شخص کو سونپی جائے جس کا ماضی بتاتا ہو کہ وہ محب وطن ہے مکمل پاکستانی ہے جو جانتا ہو کہ یہ ملک کتنی قربانیوں کے عوض حاصل کیا گیا اور اس کو بچانا' اسکی حفاظت کرنا ہر شریف اور حساس شہری کا دینی سماجی اور اخلاقی فرض ہے۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

چار گورنر چار چہرے

چار چاند، چار سُو چار درویش، چار عناصر اور چار دانگ، چار کے ساتھ بہت سے محاورے منسوب ہیں اس لیے میں نے چار گورنر لکھا، حالانکہ مجھے صرف تین گورنروں کی بارگاہ میں حاضری کا شرف حاصل ہوا اور چوتھے گورنر یعنی ہز ایکسلینسی کو دیکھنے کی خواہش ہی رہی پاکستان میں مارشل لاء نافذ کر دیا گیا مارشل لاء کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے عذاب کی صورت میں نازل ہوتا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ مارشل لاء عوام الناس کے لیے تو زحمت ہوتا ہے لیکن سرکاری اداروں کے لیے باعث برکت ورحمت ہوتا ہے کیونکہ ان کی قیمت التفات بڑھ جاتی ہے اور آج جو رشوت کی شرح اتنی بلند ہے یہ اسی نعمت غیر مترقبہ کا شیریں ثمر ہے۔

تو جناب پنجاب کے مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر اور پنجاب کے گورنر جناب سوار خاں مقرر ہوئے ان کے اے ڈی سی کرنل مسعود اختر تھے جو جناب محمد حسین شوق (مرحوم) کے صاحب زادے ہیں میں ان کی وساطت سے معہ چند التجاؤں کے گورنر صاحب کی زیارت کو گیا ایک تو وہ گورنر تھے دوسرے ماشاء اللہ ان کا قد بھی کافی طویل تھا، پھر مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر اور سوار، مجھے اپنا آپ بہت ہی ٹھگنا لگا میں نے بڑی مشکل سے اچک اچک کر اپنی درخواست ان کی خدمت میں پیش کی اور پھر اس کے بعد چراغوں میں روشنی نہ رہی اور آج تک وہ التجائیں ساکت وجدل ہیں، بقول سیف الدین سیف (مرحوم) کے

دیکھا تو پھر وہیں تھے چلے تھے جہاں سے ہم
کشتی کے ساتھ ساتھ کنارے چلے گئے

مرحوم گورنر محمد الطاف صاحب کے داماد میرے بیٹے ندیم عباس کے دوست ہیں وہ کبھی کبھی اسے ملنے کے لیے ہمارے گھر آتے ہیں یہ تو آپ کو معلوم ہوگا کہ میں ہر دور میں لٹتا رہا ادھر سچ بولا، ادھر معزز جمہور نے جال پھینکا اور اس چھوٹے سے تالاب سے جو ملا سمیٹ کر تمسخرانہ مسکراہٹ کے ساتھ اپنی فتح کا اعلان فرما دیا میں نے ایس ایس پی سے لیکر ہوم سیکرٹری اور چیف سیکرٹری صاحبان کی خدمت میں بہ ہزار عجز و نیاز درخواستیں دیں مگر مخرین کی بے نیازی اپنے مقام سے ذرا بھی نہ سرکی میرے بیٹے نے شاید ان محرومیوں اور منصوبیوں کا ذکر اپنے دوست سے کیا انہوں نے مجھے کہا انکل آپ گورنر صاحب سے ملیں آپ کے تمام حقوق ملیں گے میں گورنر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا وہ خندہ پیشانی سے ملے میں نے ایک درخواست پیش کی انہوں نے ہمدردانہ غور فرمانے کا وعدہ فرمایا اور صدا بہ صحرا کے مصداق میں آج تک منتظر ہوں اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے ہم درویشوں کے پاس ان چند لمحات خیر کیس وا اور ہے بھی

Marfat.com

کیا جو ہم ہدیتاً پیش کرسکیں تو جناب میں نے توبہ کرلی کہ آئندہ کسی His Excellency کا قیمتی وقت ضائع کرنے کی جرات نہیں کروں گا۔

میرے ہم جماعت یعنی کلاس فیلو جسٹس الیاس صاحب پہلے چیف جسٹس بنے اور پھر قائم مقام گورنر بن گئے مجھے میرے ہمدردوں اور بہی خواہوں نے کہا کہ آپ ایک بار ان کو ملیں اور اپنے دکھوں کا اظہار کریں لیکن میں خاموش رہتا اللہ جانے جب وہ چیف جسٹس بنے تو میرے دل میں یہ خیال کیوں پیدا ہوا اور اور پھر گھر کر گیا کہ جیسے وہ میرے کلاس فیلو نہ تھے اور اب تو وہ پورے پنجاب کے گورنر بن گئے تھے اور میں تو پہلے ہی گورنروں سے خوف زدہ تھا لہذا خواہش کے باوجود میں ان کی خدمت عالیہ میں حاضر نہ ہو سکا۔

توفیق بٹ اور ڈاکٹر اجمل نیازی کچھ کچھ مجھے سمجھنے لگے ہیں اور کچھ میں بھی انکو جان گیا ہوں توفیق بٹ بھر پور نوجوان ہیں لیکن انکے مزاج میں بزرگوں جیسا ٹھہراؤ ہے نازک مزاج ہیں' طبع کے خلاف کوئی بات ہو جائے تو روٹھ بھی پڑتے ہیں کافی دوستوں کی آواز اور لہجے کی بعینہ نقل اتار لیتے ہیں کبھی ہم ان کے اس فن سے بھی محظوظ ہوتے ہیں ڈاکٹر اجمل صاحب بہت جذباتی نیازی ہیں کہیں مجبور اور کچلی ہوئی انسانیت کو دیکھیں تو ان کا چہرہ مزید لال ہو جاتا ہے مٹھیاں بھنچ جاتی ہیں اور زبان پر مغلظات کا قبضہ ہو جاتا ہے ہر حساس کمزور کا یہی اندازہ ہوتا ہے کہ جب وہ کسی جابر اور غاصب کو قوت کے ساتھ سزا نہ دے سکے تو زبان سے اس کی ضیافت کرتا ہے میرے یہ دونوں دوست موجودہ قائمقام گورنر جناب حنیف رامے سے ملنے گئے واپسی پر میں نے طنزیہ گورنر کے لفظ کو چبا کر کہا کہ مل آئے گو۔ ور۔ نر سے۔ میرا خیال تھا کہ وہ جلی کٹی سنائیں گے لیکن وہ تو خلاف معمول رامے صاحب کا قصیدہ پڑھنے لگے میں نے ان کے قصیدے میں طنز اور تنقید تلاش کرنے کی کوشش کی' مگر بے سود وہ تو حقیقت میں تعریف کر رہے تھے اور میں حیرت سے انہیں تک رہا تھا انہوں نے کہا کہ رامے صاحب تو پہلے سے بھی حلیم ہو گئے ہیں میں نے کہا چھوڑ و یار گورنر کی کرسی کا حلم کے ساتھ کیا واسطہ تو پھر خود مل کر تجربہ کرلو انہوں نے کہا میں نے کہا کہ میں تو پہلے ہی کافی تلخ تجربے کر چکا ہوں میری توبہ میں اتنے بڑے اور اونچے محل میں جاؤں توفیق بٹ کہنے لگے کہ آپ کے ساتھ شام منانے کے سلسلے میں آج میری ان سے ملاقات ہے میرے ساتھ چلے آپ کے تمام سابقہ تجربات ملیا میٹ ہو جائیں گے تو جناب 17 دسمبر کو 1 بجے ہم دونوں گورنر ہاؤس پہنچے رامے صاحب کو اطلاع دی گئی انہوں نے اسی وقت بلا لیا' ادھر ہم ملاقاتی کمرے سے چلے ادھر رامے صاحب اپنی کرسی چھوڑ کر دروازے کی طرف چلے دروازہ کھلا اور ہماری ان کی مڈبھیڑ ہو گئی وہ پورے بازو پھیلا کر گلے ملے' پھر اپنے قریب کی کرسیوں پر بٹھا دیا اور حال احوال پوچھنے لگے میں حال خاک بتاتا میں تو سراپا گھبراہٹ کا ایک پیکر تھا میرے ذہن میں مختلف خیالات آ جا رہے تھے یہ گورنر ہیں نہیں بھلا گورنر ایسے کہاں ہوتے ہیں میں نے پہلے گورنر دیکھے نہیں ہیں نہ ان میں کوئی تمکنت نہ گفتگو میں تصنع' نہیں یہ تو صرف حنیف رامے ہیں میرے اس خواب کو انہوں نے

Marfat.com

یوں تو ڑا کہ فوٹو گرافر کو کہا میرے دوستوں کیساتھ میری تصویر بناؤ ایک وردی والے سے کہا خوبصورت سی چائے لاؤ توفیق بٹ نے کہا جناب ہم بھٹی صاحب کے ساتھ ایک شام منا رہے ہیں آپ سے درخواست ہے کہ آپ وہاں تشریف لائیں انہوں نے پنجابی میں کہا کہ میں سر دے بھار آنواں گا (سر کے بل آؤں گا) پر یہ پتہ نہیں کہ اس وقت میں گورنر ہوں گا یا نہیں' توفیق بٹ کہنے لگے کہ ہم تو بلند و بالا ادیب' شاعر مصور' خطاط دوست نواز اور عجز وانکساری کے مظہر حنیف رامے صاحب کے پاس آئے ہیں اگر خدانخواستہ آپ سپیکر بھی نہ ہوں تو بھی یہ صفات تو آپ سے کوئی نہیں چھین سکتا ہماری نظر میں ان سے بڑا کوئی عہدہ نہیں ہم اجازت لیکر وہاں سے چل دیئے اور میں سوچنے لگا کہ یہ تو صرف رامے تھے حنیف رامے محبت اور خلق بانٹنے والے کاش باقی صاحبان اقتدار بھی صرف اور صرف خود بن جائیں کیونکہ باقی سب کچھ جا سکتا ہے چھن سکتا ہے مٹ سکتا ہے لیکن انسانیت محبت اور خلق ہمیشہ قائم ہے اور تا ابد قائم رہے گا۔

انسانیت زندہ باد۔۔۔ محبت و خلق پائندہ باد

☆☆☆☆☆

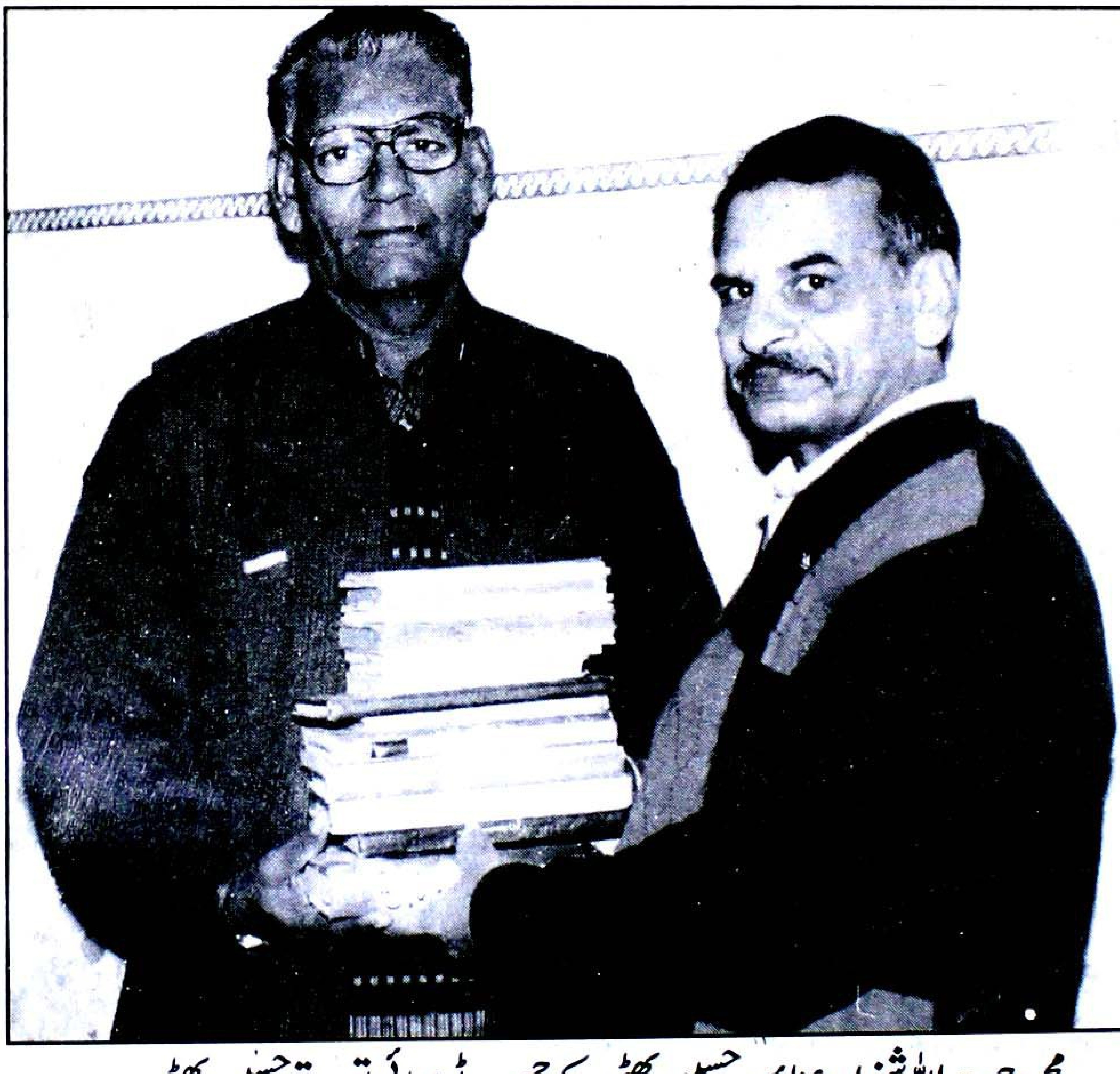

محمد رحمت اللہ شہزاد، عنائت حسین بھٹی کے چھوٹے بھائی تصدق حسین بھٹی سے کتابیں وصول کرتے ہوئے

Marfat.com

سرخ پاکستان میں کشمیر کے آنسو

سردار محمد عبدالقیوم خان صاحب وزیر اعظم آزاد کشمیر سے میری ملاقات اس وقت ہوئی جب میں بزرگان دین حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانیؒ حضرت نورالدین ریشی درویش خاتون للہ عارفہ اور اور حضرت میاں محمدؒ کے پروگرام ریکارڈ کرنے کے سلسلے میں آزاد کشمیر گیا سردار صاحب کو اولیائے کرام سے بے پناہ عقیدت ہے اسی بنا پر انہوں نے ہماری کمال عزت افزائی فرمائی اور آزاد کشمیر میں ہمیں ہر قسم کی سہولتیں مہیا کرنے کے احکام صادر فرمائے جناب فاروق اعوان اور انکے رفقاء ہمارے پورے دورے میں ہمارے ساتھ رہے اور ہمیں کسی تکلیف کا احساس تک نہ ہونے دیا میں اعوان صاحب اور انکے ساتھیوں کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں سردار صاحب کو حضرت میاں محمدؒ صاحب سے گہرا اور روحانی لگاؤ ہے آپ اکثر انکے دربار میں حاضری دیتے ہیں جب ہم نے میاں صاحب کا پروگرام ریکارڈ کیا تو حضرت میاں صاحب کے پیر طریقت حضرت دمڑی والی سرکارؒ کے دربار میں سردار صاحب کا انٹرویو کیا۔

سردار صاحب جب بھی پاکستان تشریف لاتے ہیں یہاں کے دانشوروں' ادیبوں اور صحافی حضرات کو کشمیر کی تازہ ترین صورتحال پر روشنی ڈالنے کے لیے دعوت دیتے ہیں تو اس میں مجھے بھی یاد فرما لیتے ہیں 19 جنوری کو مجھے ان کے ایک معاون کا فون آیا کہ ساڑھے چھ بجے پرل کانٹی نینٹل آئیں میں سات بجے گیا تو کانفرنس جاری تھی پاکستان کے بہت سے نامور ادیب اور صحافی موجود تھے اور ان کے ساتھ مقبوضہ کشمیر کے ایک روزنامے کے ایڈیٹر غلام نبی شیدا بھی تشریف فرما تھے سردار صاحب کشمیر کے حالات پر روشنی ڈال رہے تھے پھر سوالات کا سلسلہ شروع ہوا جناب اشفاق احمد صاحب نے کہا کہ اگر پاکستان کے چند اشخاص کی غلط حرکات پر پاکستان کو دہشت گرد قرار دینے کی دھمکی دی جا سکتی ہے تو بھارت کے اس کھلم کھلے ظلم پر اسے دہشت گرد قرار کیوں نہیں دیا جاتا تا کہ ساری دنیا جان لے کہ اہنسا کے پجاریوں کا باطن کیا ہے سردار صاحب نے کہا کہ آپ نے صحیح فرمایا لیکن اب تو ساری دنیا جان چکی ہے کہ بھارت جبر' ظلم او محض تشدد کی بناء پر کشمیر پر قابض ہے۔

جب جناب غلام نبی شیدا نے مقبوضہ کشمیر میں نہتے مسلمانوں پر ہونے والے مظالم اور بربریت کا ایک چشم دید مبصر ہونے کے ناطے نقشہ کھینچا تو پورے ہال میں سناٹا چھا گیا ہر شخص کے چہرے پر غم و غصے کی لکیریں ابھر آئیں انہوں نے قریبا 20,25 منٹ تک مختلف مقامات پر اور کئی اہم شخصیات پر بھارتی مظالم کی تفصیل بیان کی محترم شیدا صاحب بڑے ہی دکھ بھرے انداز میں مہاتما گاندھی کے چیلوں کے تشدد و جبر

Marfat.com

کے واقعات سنا رہے تھے انہوں نے کہا کہ ہمارے جوان قتل کیے جا رہے ہیں ہمارے گھر تباہ و برباد کیے جا رہے ہیں ہم اسے برداشت کرتے ہیں کیونکہ آخر مرنا تو ہے اور اگر دین' وطن اور قوم کی خاطر جان جاتی ہے تو اس سے بہتر موت نہیں ہو سکتی لیکن وہ ظلم جو کسی بھی غیرت مند قوم اور حساس معاشرے کی برداشت کے بند توڑ دیتا ہے ہم غیرت مند کشمیری اس کو کیسے برداشت کریں جب بھارتی کتے ہمیں باندھ کر ہماری آنکھوں کے سامنے ہماری ماؤں بہنوں اور بیٹیوں کی اس سے آگے وہ کچھ نہ کہہ سکے اور زار و قطار رونے لگے ان کے منہ سے الفاظ نہیں نکل پا رہے تھے عام دانشوروں اور صحافی حضرات کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے سردار صاحب بڑے ضبط و جبر سے ان کے واقعات سن رہے تھے اللہ جانے وہ اپنے آپ پر کیسے قابو پا رہے تھے حالانکہ انکے چہرے پر وہ اضطراب اور طوفان واضح تھا جو ان کے دل و دماغ میں برپا تھا۔

سوال یہ ہے کہ جب کشمیر میں مسلمان بھائی یوں قتل کیے جا رہے ہوں وہاں مسلمان ماؤں' بہنوں' اور بیٹیوں کے ناموس کو بھارتی کتے بھنبھوڑ رہے ہوں تو وہ گولیاں جوان ظالم بدترین راکھشوں کے کے سینوں میں اترنی چاہئیں وہ اپنے ہی بھائیوں کے خون سے پاکستان کی پاک زمین کو کیوں سرخ کر رہی ہیں اگر ماضی کی تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو ہماری کمزوری بد حالی اور رتباہی کا باعث صرف اور صرف ایک ہے کہ مسلمان آپس میں الجھ گئے اپنوں کا ہی خون بہانے لگے' جب کہ حضور ﷺ کا واضح فرمان ہے کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھوں سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں۔

اہل بیت اطہارؓ یا صحابہ کرامؓ کی شان میں گستاخی کرنا بلا شک وشبہ ایک جرم ہے ایک گناہ ہے اور میں جانتا ہوں کہ ہر باشعور انسان چاہے وہ کسی فرقے سے متعلق ہو بد زبانی اور ہرزہ سرائی سے نفرت کرتا ہے نظریاتی اختلافات تو ہوتے ہیں لیکن ان کا اظہار بد زبانی سے کرنا کسی صورت بھی نہ تو عبادت ہے اور نہ ہی دین کی کوئی خدمت اللہ تعالیٰ نے سورہ انعام آیت 8 میں واضح حکم فرمایا کسی کافر کو بھی گالی نہ دو ورنہ وہ تمہارے خدا کو گالی دیں گے اللہ پر ایمان کا دعویدار حضور ﷺ کی غلامی کا پرچارک اگر اس حکم کے خلاف عمل کرتا ہے تو خود سوچئے کہ پھر دین میں اس کا کیا مقام ہے سورہ بقراء آیت 39 جو ہماری آیتوں کی تکفیر و تکذیب کرتے ہیں وہ آگ میں ڈالے جائیں گے اور ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔

میں تمام مسلمانوں بالخصوص تمام فرقوں کے علماء کو اللہ اور رسول کا واسطہ دے کر اپیل کرتا ہوں کہ وہ ایک دوسرے پر رقیق حملے اور بزرگان دین پر گستاخانہ زبان چلانے سے باز آئیں ہم تباہی کے آخری کنارے پر پہنچ چکے ہیں حکمرانوں سے درخواست ہے کہ وہ اپنی ذمہ داری کو مکمل طور پر محسوس کریں جتنا خون خرابہ' قتل و غارت ہو رہی ہے اس کی تمام تر ذمہ داری حکومت پر آتی ہے ارشاد خالق ہے کہ اگر تمہیں لوگوں میں حکمران بنا دیا جائے تو انصاف کے ساتھ فیصلے کرو' کوئی فسادات کرانے والا' قتل و غارت سے چشم پوشی کرنے والا یہ نہ سمجھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ جائے گا سورہ ءالسریٰ آیت 55 'میرے بندے

Marfat.com

امن کا درس دیں گے اور شیطان میرے بندوں میں نفرت کی دیواریں کھڑی کریں گے نفرت کی تقریریں کرنے والے، فساد کی ترغیب دینے والے بروئے قرآن شیطان ہیں اور شیطان عذاب الٰہی سے بچ نہیں سکیں گے اور یہ لوگ تو دوہرے عذاب کے حقدار ہیں ان کی حماقتوں سے اسلام دشمن اور پاکستان دشمن بڑے اطمینان سے اپنی منزل کی طرف گامزن ہیں وہ پاکستان میں اسلام کا قلع قمع کرنا چاہتے ہیں یا وہ سرے سے پاکستان ہی ختم کرنا چاہتے ہیں کیا دشمنوں کے ان عزائم میں یہ پاکستان کے نام نہاد مولوی حصہ نہیں ہیں؟ یہ بم بلاسٹ اسی آڑ میں کرائے جا رہے ہیں تخریب کاروں اور دہشت گردوں کو تلاش کر کے جہنم رسید کرنے کی بجائے ہم مذہب کی آڑ میں ان کی معاونت کر رہے ہیں کیا میری اس اپیل پر علماء کرام دانشور سیاستدان اور حکمران غور کرنے کی زحمت فرمائیں گے؟

لوگوں کو بے گناہ قتل کرنے والوں سے ایک سوال ہے کیا کوئی قاتل قیامت تک زندہ رہتا ہے ہرگز نہیں ہر نفس نے اس دنیا سے چلے جانا ہے تو پھر قاتل اور مجرم بن کر اس خالق کی عدالت علیہ میں کیوں جاتے ہو پاکستان کے مسلمانو، یہ زمین اک تمہارے اپنے خون سے سرخ ہوگئی ہے یہ کشمیری صحافی غلام نبی شیدا نہیں رو رہا، یہ تو کشمیر رو رہا ہے مگر کشمیر کے آنسوؤں سے کشمیر کو کیا ملے گا ہم تو اپنے اللہ، اپنے رسول ﷺ کو بھول چکے ہیں ہماری وہ بندوقیں جن کا رخ اسلام دشمن اور وطن دشمن قوتوں کی طرف ہونا چاہیے تھا ان بندوقوں سے (اپنے ہی خون سے) پاکستان کی ارض پاک کو سرخ کر رہے ہیں پاکستانیو، تم کب غیرت مند بنو گے کب حضور ﷺ کے سچے غلام اور پیروکار ہونے کا ثبوت دو گے کب شیطانوں کی غلامی سے نکلو گے یاد رکھو اگر ہم اب بھی نہ سمجھے تو

پھر ہماری داستان تک بھی نہ ہو گی داستانوں میں

شاکر چچیانوی، فیض الحسن ناصر، نامعلوم، ڈاکٹر محمد منیر احمد سلیچ، عنائت حسین بھٹی، محمد رحمت اللہ شہزاد
، حکیم نوازش علی صابر، خاموش چچیانوی اور عارف علی میر ایڈووکیٹ کا گروپ فوٹو

Marfat.com

بِل بَل اور بِلا

لگتا ہے کہ بل اصل میں بلا کا مخفف ہے جیسے دانشور ہر چیز کو توڑ مروڑ کر اپنی مرضی کے مطابق ساخت کر لیتے ہیں اسی طرح بلا کو توڑ مروڑ کر بل بنا دیا گیا اور یوں کہ جیسے عربی میں کہا جاتا ہے کل شی ء یرجع الی اصلہ' ہر ایک چیز اپنی اصل کی طرف رجوع کرتی ہے معلوم ہوتا ہے کہ بل بھی اپنی اصل کی طرف رجوع کر رہا ہے اور اب مظلوم عوام کے لیے پھر بلا بن چکا ہے انگریزی میں بل فرد حساب کو کہتے ہیں اور اردو میں بل زمین کے اس سوراخ کو کہتے ہیں کہ جس میں حشرات الارض رہتے ہیں اگر زبر کے ساتھ پڑھا جائے تو بَل بن جاتا ہے جس کو پنجابی میں وٹ (سلوٹ) کہتے ہیں اس لیے بل نے پاکستان کے عوام کے بَل نکال دیئے ہیں بلوں کی چند معروف اقسام یہ ہیں بجلی کا بل' پانی کا بل' سوئی گیس کا بل' ٹیلیفون کا بل' اور اس قسم کے لاتعداد کئی چھوٹے موٹے بل بجلی کا بل جمع ایندھن چارجز جمع سرچارجز برابر ہیں خون انسان۔

ایک دفعہ میں نے بجلی کے ایک بڑے افسر سے پوچھا سنا ہے کہ بلوچستان سرحد اور سندھ میں بہت سے لوگ بل نہیں ادا کرتے اور وہاں بجلی گروں کی یہ جرات بھی نہیں ہے کہ یہ بل وصول کریں یہ ان کے کنکشن کاٹ دیں لیکن پنجاب میں اتنا زیادہ بل وصول کرتے ہیں کہ الحفیظ والامان انہوں نے بڑی معصومیت سے جواب دیا کہ وہ بڑے تگڑے لوگ ہیں ان کے پاس اسلحہ ہے وہ اگر بل نہیں ادا کرتے تو یہ کمی کہاں سے پوری کریں کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ انکی ایک بڑھک سے کالا باغ ڈیم بند کر دیا جاتا ہے جناب محکمہ تجلیات والے ایسے تمام نقصانات مظلوم پنجابیوں سے پورے کرتے ہیں چلیے جو بل بنتا ہے وہ تو دینا ہی پڑتا ہے بل ادا کرنے کا انداز ملاحظہ فرمائے بل وصول ہوا بل بہت زیادہ ہے متعلقہ افسران کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے فرمایا کہ بل میٹر کے مطابق ہے نہ ہمارے میٹر غلط بیانی کرتے ہیں اور نہ ہی ہمارے میٹر ریڈر جھوٹ لکھتے ہیں چاروناچار بل جمع کرانے گئے بینک والوں نے کہا کہ دو بجے بعد آنا' دو بجے کے بعد لائن میں لگ گئے دو گھنٹے کے بعد باری آئی بل ادا کیا پھر وہی بل کلرک صاحب کو پیش کر دو ورنہ وہ اگلے بل میں پھر جمع ہو کر آ جائے گا پھر آپ اسے ٹھیک کروانے جائیں گے پھر ادا کرنے اور پھر متعلقہ کلرک کو دکھانے۔

ٹیلی فون کا بل بل آ گیا کچھ کراچی کی کالیں' کچھ پشاور کی اور کچھ دوسرے شہروں کی اور جناب آپ ذہن پر مکمل بوجھ ڈال رہے ہیں کہ یہ نمبر کن حضرات کے ہیں لیکن کچھ یاد نہیں آتا کوئی ہو تو یاد آئے اللہ جانے کالیں کس نے کی ہیں اور دینی آپ کو پڑ گئی ہیں اب اکاونٹ افسر کی خدمت میں گئے انہوں نے اپنی مجبوری پیش کی کہ کالیں کاٹنا ان کے بس میں نہیں ایک طرف افسر بے بس نظر آتے ہیں اور دوسری طرف کنکشن کاٹنے والے آپ کے سر پر خوف کی تلوار لٹکائے کھڑے ہوتے ہیں آپ نے اسی تلوار کے خوف سے بل دے دیا پھر اس کی فوٹو اسٹیٹ کروا کر کلرک بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اب آپ کا خون بھی

Marfat.com

بچ گیا اور آبرو کے کچھ لکھ بھی رہ گئے۔

پانی کا بل' آپ نے سمندر میں ٹھاٹھیں مارتا ہوا پانی کا بل دیکھا ہو گا لہریں کتنی بلند اٹھتی ہیں تو محترم پانی کا بل اسی سمندر کے پانی سے تیار کیا جاتا ہے۔

فرض کیجئے اس ماہ تین سو روپے بل آیا اگلے ماہ سمندری پانی کی لہر آئی اور بل کو اتنا اونچا لے گئی کہ بل تین ہزار کا ہو گیا اور پہنچ گیا آپ کے پاس آپ کے منہ سے بے ساختہ نکلا یا الہیٰ' یہ ماجرا کیا ہے میرے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا ایک ماہ تین سو اور دوسرے ماہ اکیس سو پھر کچھ انسپکٹر نما لوگ میرے پاس تشریف لائے انہوں نے اظہار ہمدردی کرتے ہوئے فرمایا آپ کچھ پیسے دیدیں ہم سرے سے بل ہی ختم کر دیں گے تفتیش کرنے پر پتہ چلا کہ آج کل تقریباً ہر محکمے کے اندر باہر کچھ ایسے لوگ پھرتے رہتے ہیں جو عوام کے ساتھ اس قسم کے فراڈ کرتے ہیں اور نقلی انسپکٹروں کا روپ دھار کر مجبور بھیڑوں کو خوب لوٹتے ہیں میں نے جب افسران بالا کی خدمت میں بل کی درستگی کے لیے درخواست گزاری تو انہوں نے فرمایا کہ آپ بل ادا کریں ہم بعد میں اس کا جائزہ لیں گے اور اس طرح جائزوں کے جھرمٹ میں بل چھبیس ہزار تک پہنچ گیا او روا سا کے افسروں نے ایک بڑے بادشاہ کی سنت ادا کرتے ہوئے ہمارا پانی بند کر دیا ہمارا نلکا کاٹ دیا گیا جو آج تک کٹا ہوا ہے ہم نے ٹربائن موٹر لگا کر گھر والوں کے لیے پانی مہیا کیا ٹربائن کی سن لیجئے میں نے چپکے سے ایک ٹربائن بنانے والے سے پوچھا کہ ایک ٹربائن بنانے میں آپ کا کتنا خرچہ آتا ہے اس نے کہا کہ زیادہ سے زیادہ دو ہزار روپے اور آٹھ ہزار روپے میں فروخت کرتے ہیں لوگ مجبوراً خریدتے ہیں کیونکہ واسا والے جب چاہیں پانی بند کر دیتے ہیں۔

سوئی گیس کا بل' یہ بل بھی پہلے ڈیڑھ سو روپے آتا تھا اب ساڑھے تین سو روپے آتا ہے محکمے والوں نے اسکی قیمت بڑھا دی ہے یا پھر میٹر ریڈرز کی عوام سے محبت بڑھ گئی ہے میں نے ابھی 1740 روپے ادا کیے ہیں کیونکہ سوئی گیس کٹ جائے تو افراد خانہ کی حالت دیکھی نہیں جاتی ادھر بینکوں میں جہاں یہ بل ادا کیے جاتے ہیں وہاں طبقاتی سلوک روا رکھا جاتا ہے جس شخص کا بینک میں بڑا اکاونٹ ہو تو وہ اگر کسی عام ملازم کو بھی بھیج دے تو فوراً بل وصول کیا جاتا ہے اور جو بیچارہ اکاونٹ کھولنے کے قابل نہیں اس کو دو گھنٹے لائن میں کھڑا ہونا پڑتا ہے۔

☆☆☆☆

Marfat.com

کیا وجہ ہے؟

کیا وجہ ہے کہ منہ میں سونے کا چمچہ لے کر پیدا ہونے والے اور ناز و نعم کے ساتھ پلنے والے لوگ عموماً مایوسی کا ایک معمولی سا جھٹکا بھی برداشت نہیں کرتے اور موت کو گلے لگا لیتے ہیں جبکہ غریب اور مجبور لوگ تمام زندگی 11000 وولٹ کی مایوسیوں کے جھٹکوں کا شکار ہونے کے باوجود زندہ رہنے پر مجبور ہوتے ہیں کیا وجہ ہے کہ پاکستان میں جب تک کوئی کرسی صدارت و امارت اور وزارت پر متمکن ہوتا ہے تب تک غریبوں کا ہمدرد، محب وطن، شرافت کا پتلا، فلاحی اور ترقیاتی کاموں کا امین، نیکیوں اور بھلائیوں کا مرکز ہوتا ہے اور اسکی تعریفوں اور خوبیوں کا سورج نصف النہار پر چمکتا رہتا ہے اور جیسے ہی وہ کرسی اس کے نیچے سے کھسک جاتی ہے وہ بڑا ڈاکو، راشی، غاصب، اقربا پرور، ملک دشمن، بدکردار، پلاٹ خور وغیرہ بن جاتا ہے۔

کیا وجہ ہے کہ یہاں اقتدار پر قابض لوگ اقتدار و اختیار سے محروم ہونے والوں پر الزامات کی بوچھاڑ کر دیتے ہیں کہ انہوں نے ہزاروں پلاٹ ناجائز الاٹ کیے اپنے اقرباء کو پٹرول پمپ دے دیئے ہزاروں گاڑیاں بیچ کر کھا گئے کروڑوں کا ٹیکس کھا گئی سوئی گیس کا پلانٹ ہی غصب کر لیا ملیں اور بینک کوڑیوں کے مول اپنے عزیزوں کو دے دیئے خزانہ خالی ہو گیا سب لوٹ لیا اگر ہم نہ آتے تو ملک کا سودا کر چکے تھے لیکن چند دنوں کے بعد ہی یہ الزام ایسے غائب ہو جاتے ہیں جیسے گدھے کے سر سے سینگ، اور پھر یہ سب بڑھکیں ٹھس اور پھس ہو کر رہ جاتی ہیں کیا پھر اندر خانے بڑی سطح پر کوئی مک مکا ہو جاتا ہے یا الزامات لگانے والوں کو گریبان اور دامن نظر آ جاتا ہے کہ کل ہمارے ساتھ بھی ایسا ہی ہو گا۔

کیا وجہ ہے کہ آدھی صدی ہونے کو ہے مگر سیاستدان عوام کو بھیڑ بکریاں سمجھتے ہیں کیا وجہ ہے کہ پڑوسی ملک نے تقریباً ضرورت کی تمام اشیاء کی صنعتیں لگالی ہیں لیکن ہم درآمدی اور ولائتی مال استعمال کرنے کو اونچی شان اور ماڈرن ازم تصور کرتے ہیں اور اگر کارخانے یا ملیں لگاتے ہیں تو صرف ذاتی مفاد کے لیے ملک اور وطن کا احساس قطعی نہیں ہوتا۔

کیا وجہ ہے کہ ہماری محافظ یعنی پولیس جب چاہیں جہاں سے چاہیں اور جسے چاہیں اٹھا کر تھانے لے جاتے ہیں خواتین کو برہنہ کر کے بے عزت کرتے ہیں ان مظلوموں کی چیخوں سے ملک کا کونہ کونہ بھڑک اٹھتا ہے اخبار ان کی فریادوں سے سیاہ ہو جاتے ہیں لیکن بڑے پولیس آفیسر میں نہ مانوں کی رٹ اور ہٹ پر قائم رہتے ہیں اور حکومت ایسے افسران کو انعامات، القابات اور خطابات سے نوازنے پر مجبور ہوتی ہے۔

کیا وجہ ہے کہ ڈاکو دن رات لاہور کی بارونق سڑکوں پر دندناتے پھرتے ہیں لوٹتے ہیں جگا ٹیکس وصول کرتے ہے انکار پر بے دریغ قتل کرتے ہیں لیکن اخبارات افسران کی پریس کانفرنسوں اور ان کے عوام

Marfat.com

دوست کارناموں سے مزین نظر آتے ہیں کیا وجہ ہے کہ ایم پی اے اور ایم این اے جن کی امانت دیانت اور شرافت پر یقین کرتے ہوئے کروڑوں عوام انہیں ووٹ دیتے ہیں لیکن وہ صبح کچھ اور شام کچھ بیانات دے کر اپنی امانت و دیانت کی دھجیاں بکھیرتے شرماتے نہیں اسمبلیوں میں غلیظ گالیاں دے کر اپنی شرافتوں کا جنازہ اپنے ہاتھوں نکالتے ہیں لوگ ان کے کرتوت سن جان کر شرماتے ہیں لیکن ان پتھر اور موم کے بتوں کو بالکل شرم نہیں آتی۔

کیا وجہ ہے کہ ماتحت اپنے افسران کی پرواہ نہیں کرتے حتیٰ کہ ایک چپڑاسی محکمے کے سربراہ کا نام عزت سے لینے کو اپنی ہتک سمجھتا ہے یہاں تک کہ اگر وزیراعلیٰ صاحب یا چیف سیکرٹری صاحب کوئی حکم نامہ جاری کریں تو ان سے بہت نچلے درجے کے افسران حکم ناموں کو کچھ سمجھ کر کوڑے میں پھینک دیتے ہیں اور جب اس بڑے آفیسر کو حقیقت حال سے آگاہ کیا جائے تو وہ یوں خاموش ہو جاتا ہے جیسا کہ ضعیف باپ نافرمان بیٹے کی سرکشی کے سامنے مجبور دکھائی دیتا ہے اور آہ بھر کر خاموش ہو جاتا ہے۔

کیا وجہ ہے کہ جتنے پیشے معزز سمجھے جاتے تھے وہ وقت کے ساتھ مغلظ ہوتے جا رہے ہیں۔

2.10.95 کی اہم خبریں' اسمبلی قانون سازی میں کمزور رہی بینظیر' ماشاء اللہ کیا اعتراف ہے' اسلام آباد نیوسٹی سکینڈل بے نقاب ہو گیا' حساس اداروں نے تحقیقات شروع کر دی (نتیجہ انشاء اللہ صفر)۔

اردو بازار میں دہشت گردوں نے قرآن بیچنے والے کو قتل کر دیا (پھر کیا ہوا یہ تو روزمرہ کا معمول ہے) گجرات میں چار قتل (صرف)

ملکہ بانس میں دوشیزہ نے زمیندار کو فحش مذاق کرنے پر بھرے بازار میں ننگا کر دیا زمیندار کے چمچوں نے دوشیزہ کے گھر پر حملہ کر کے گھر کی تمام عورتوں کو بے عزت و رسوا کیا (یہ ہوئی نہ بات) (اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے) داتا دربار کی 26 خادمائیں' غائب واقعہ میں ملوث پولیس یا اوقاف کے اہلکاروں کو نہیں چھوڑا جائے گا (کب تک)۔ گوجرانوالہ میں مسلم لیگ کے لیڈر نے مسلم لیگ کے لیڈر کو گولی مار کر قتل کر دیا (سبحان اللہ کیا خوبصورت سیاست ہے) جو اپنی جماعت کے حریف برداشت نہیں کرتے قوم کے لیے کیا کریں گے۔ جی ٹی روڈ پر تیز رفتار کوچ نے 11 سالہ پھول کو کچل دیا (یہ کوئی نئی بات نہیں' سفارش اور رشوت زندہ باد) کیا وجہ ہے کہ ملک کے اندر سے قانون کی بالادستی غائب ہو گئی اور غنڈوں اور بدمعاشوں کا قانون ہر جگہ چمکتا دمکتا نظر آتا ہے۔ کیا وجہ ہے کہ عوام کے دماغ شل ہو گئے ہیں اور دانش وروں نے اب ملک کی اچھائی برائی اونچ نیچ کے بارے میں سوچنا ہی بند کر دیا ہے۔

کیا وجہ ہے؟ کیا وجہ ہے؟ کیا وجہ ہے؟
کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔

☆☆☆☆

Marfat.com

کھٹمل مچھر اور پتھر

کھٹمل چارپائی میں پناہ گزین ہو یا بستر میں جاگزین صاحب بستر کو چین سے سونے نہیں دیتا کھٹملوں کی پوری کھیپ موجود ہو تو پھر سونا تو کجا آدمی لیٹ بھی نہیں سکتا اور پوری رات کروٹیں بدلتے بدن کھجاتے گزر جاتی ہے اور صبح یوں ہوتا ہے کہ آنکھیں سرخ اور سوجی ہوئیں چہرہ مرجھایا ہوا جسم اکڑا ہوا بدن پر آبلے اور پھوڑے پہلے زمانے میں بڑی بوڑھیاں ان نامراد کھٹملوں کا علاج یوں کرتی تھیں کہ چارپائی اور بستر کڑکتی دھوپ میں بچھا دیتی یا ابلتا ہوا پانی چارپائی پر ڈالتیں تو کھٹمل جان بچانے کے لیے زمین پر گرتے اور مار دیئے جاتے۔

کچھ یوں لگتا ہے کہ اب پاکستان کے بے بس عوام ایک ایسے ہی بدبودار بستر پر بیٹھے ہیں جس میں کھٹملوں کی فوج ڈیرہ ڈالے ہے نہ صرف کھٹمل ہیں بلکہ بڑی بڑی سونڈوں والے مچھر بھی حملہ آور ہیں جو پورے ملک کے بے کس ولاچار عوام کو ایک پل بھی آرام سے بیٹھنے نہیں دیتے۔

مجھے اس سے غرض نہیں کہ حکومت کس کے پاس ہو مسلم لیگ یا پیپلز پارٹی بقول چوہدری اصغر علی گھرال وہ دینی جماعتیں ہوں جو ابتداء سے ہی نظریہ پاکستان کے خلاف تھیں نہ صرف خلاف تھیں نہ صرف خلاف تھے بلکہ تخلیق پاکستان کے عمل کو ہر طریقے سے سبوتاژ کرتے رہے جو قائداعظم کو کافر اعظم اور پاکستان کو احمقوں کی جنت کہتے تھے وہ بھی حکمران بن جائیں تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں کسی طرح پاکستان کے مجبور عوام کو سکون نصیب ہو جائے ہمارے ہاں کچھ ایسے چہرے ہیں جو سالہا سال سے صرف اپنی سیاست چمکانے میں لگے رہتے ہیں انہیں اس سے غرض نہیں کہ کسی کو آٹا ملتا ہے یا نہیں کسی کے گھر میں چولہا جلتا ہے یا نہیں دہشت گردی کو ختم کرنے کے لیے کیا کرنا چاہیے انہیں صرف اپنی سیاست چمکانے اور دولت کمانے سے غرض ہے۔ الیکشنوں میں اس پارٹی کے لیے بے دریغ یاوہ گوئی کرتے ہیں جو ان کی وفاداریاں خرید لے اور مخالف جماعت پر وہ الزام لگاتے ہیں جن کا وجود ہی نہیں ہوتا۔ اخباروں کا پیٹ بھرنے کے لیے ان کے بے بنیاد بیانات صفحہ اول پر چمکتے اور چمتکار دکھاتے نظر آتے ہیں الیکشن ختم ہوئے ایک جیتا دوسرا ہارا جیتنے والے حکمران بن بیٹھے اور ہارنے والوں نے پیشہ ور سازشیوں سے رابطہ کیا کہ آیئے جناب ہمیں وہ داؤ پیچ بتائیں جس سے یہ حکمران جماعت چاروں خانے چت ہو جائے ان کھٹملوں نے ٹوپیاں اور پگڑیاں سنبھالیں کبھی لاہور کبھی کراچی اور کبھی اسلام آباد میں داؤ پیچ لڑاتے نظر آتے ہیں اور ہارنے والے ساتھ ساتھ ان کے منہ مانگے مطالبات پورے کرتے رہتے ہیں یہ تارپیڈو ہیں تیار پیڈو جانتے ہیں کیا ہوتے ہیں جو پانی میں چھپ کر کسی بحری جہاز کے نیچے آجاتے ہیں اور اس کے پیندے میں سوراخ کر دیتے ہیں

Marfat.com

جہاز کو ڈبوانا ان کا مقصد ہوتا ہے انہیں اس سے کوئی غرض نہیں کہ جہاز میں کتنے لوگ ہیں کتنے معصوم بچے ہیں کتنے ضعیف ہیں کتنی عورتیں ہیں کتنے بیمار ہیں انتی تو فقط اتنی غرض ہوتی ہے کہ بس جہاز ڈوب جائے تو جناب یہ کھٹمل مچھر اور تار پیڈو آدھی صدی سے چہرے بدل بدل کر اپنی سازشی اور تخریبی عقلوں اور کارروائیوں کی کمائی کھا رہے ہیں ان کا مقصد اور انکی منزل صرف حکومتوں کا توڑنا پھوڑنا اور مخالفوں سے داد و دہش کے ساتھ دولت اور بڑے مناسب حاصل کرنا ہے حیرت کی بات یہ ہے کہ ان کی ایک پارٹی نہیں کبھی ادھر کبھی ادھر انہوں نے سازشوں کے دفتر کھول رکھے ہیں جو خواہش مند ہو قیمت ادا کرے اور نئی سے نئی سازش حاصل کرے اور پاکستان کے دشمن سیاست دان دولت و اقتدار کے بھوکے گیدڑ ان کی طرح چلے آتے ہیں کتنے عرصے سے کوئی جماعت بھی ٹک کر حکومت نہیں کر سکی کبھی مسلم لیگ کبھی پی پی اور کیر ٹیکر میرا ان تمام دانشوروں سے سوال ہے جو اکثر محفلوں مجلسوں اور فنکشنوں میں اپنی عقل و دانش کے ڈنکے بجاتے نظر آتے ہیں کیا ان کے دلوں میں اس وطن پاک کے لیے کوئی محبت اور یہاں کے عوام کے لیے کئی ہمدردی ہے اگر ان کے نزدیک وطن کی بقاء اور قوم کی فلاح کی کوئی ضرورت ہے تو پھر جائزہ لیں کہ وہ لوگ جو پچھلے پچاس سال سے ایک ہی عمل کر رہے ہیں کہ بن جانے والی حکومت کو کیسے توڑنا ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک گروہ توڑنے پھوڑنے کے عمل میں مصروف ہے اور دوسرا گروہ بچانے میں مصروف اور عوام معصوم بلیوں کی طرح بندروں کے چہرے دیکھتے رہتے ہیں ان کے پاس عوام اور وطن کی بہتری کا سوچنے اور کچھ کرنے کا وقت ہی نہیں ہوتا یہ پتھر نہیں ان کی اس بات کا کوئی احساس نہیں ہوتا کہ کس کا سر پھٹ گیا کون زخمی ہو گیا کون چل بسا آٹا کتنا مہنگا ہو گیا بیکاری کتنی ہو گئی غربت نے لوگوں کا بھرکس نکال دیا یہ کھٹمل ہیں مچھر ہیں اور پتھر ہیں خوش نما لباس میں بڑی گاڑیوں میں مخصوص حلیوں اور مخصوص اداؤں اور جنبشوں کے ساتھ لیڈر، قائدین اور دانشور اور اب تو یہ کھٹمل چھپے نہیں رہے بستر پر کھلم کھلا رینگ رہے ہیں یہ مچھر اعلان کر کے عوام پر حملہ آور ہو رہے ہیں یہ میدان میں عوام کو سنگسار کر رہے ہیں میرے دانشور لکھاری شاعر کب ان کو پہچانیں گے کب چیخیں گے کب ان بہروپیوں کے چہروں سے سیاست کے ماسک نوچ کر ان کے اصلی چہرے عوام کو دکھائیں گے یا ابھی اور آدھی صدی ان کی اولادیں رہا سہا خون بھی پی لیں گے ایک بات تو اب یقین کی حد تک یہ پہنچ چکی ہے کہ بڑی جماعتیں اپنے اندر بھی ایسے کھٹمل رکھتی ہیں جو ان کی کمزوریاں بن چکے ہیں اور جماعتوں اور حکومتوں کی آڑ میں عوام کا خون چوسنے کا کوئی موقع ضائع نہیں کرتے حکمران اور صاحبان اقتدار یا تو ان کے ہاتھوں مجبور ہوتے ہیں کہ نہ تو انہیں روکتے ہیں اور نہ ہی جماعتوں سے نکالتے ہیں یا پھر ان کے ذہنوں میں اقتدار کی پرواہ نہیں کرتے کیا ہم اتنے بیوقوف اور عقل سے عاری ہیں کہ پچاس سال سے ان کے ننگے چہروں کو بھی نہیں پہچان سکے۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

دہشت گردی ختم ہو جائے گی؟

صدر پاکستان جناب رفیق تارڑ نے فرمایا کہ دہشت گردی ختم ہو جائے گی حکومت ہر ممکن اقدام کر رہی ہے اس پیش گوئی سے انکار کی کون جرات کر سکتا ہے مگر اتنا تو یہ فقیر بھی عرض کریگا کہ اگر دہشت گردی کی روز افزوں ترقی کا نامہ خاتمہ ہے تو پھر صدر محترم کا فرمان سو فیصدی درست ہے جناب صدر نے غالباً سنی سنائی پر یہ فرمایا دہشت گرد تو اب ہمہ تن ہو کر فیشن بن گئی ہے اور دہشت گرد اپنی دہشت گردی پر فخر کرتے ہیں دہشت گردوں کو خدا کا خوف تو پہلے ہی نہ تھا اب تو انہیں حکومت کا خوف بھی نہیں رہا۔

جا اساں تینوں کیہ آکھنا اپے پاویں گا تو رب توں سزا واں

اب تو لگتا ہے کیہ آکھنا اپے پاویں گا تو رب توں سزا واں

اب تو لگتا ہے کہ پاکستان میں دہشت گردی کے کارخانے لگ جاتے ہیں اور ہر روز کوئی نئی دہشت گردی روشناس ہوتی ہے چند قسمیں ملاحظہ فرمایئے کاروباری دہشت گردی' ملاوٹ کے بغیر کوئی چیز نہیں ملتی اور اشیائے ضرورت کے کئی نمبر ہو گئے ہیں نمبر 1 خالص چیز کا ملنا تو ناممکن ہے اب دو نمبر تین نمبر یا شاید اس سے آگے نمبر چل رہے ہیں مذہبی دہشت گردی مذہب کے نام پر قتل وغارت پورے قرآن پاک میں کسی بے گناہ کو قتل کرنے والا اور اللہ کی زمین پر فساد پھیلانے والا اللہ تعالیٰ کی لعنت کا حقدار ہے اللہ تعالیٰ ان قاتلوں اور فسادیوں کے لیے سنگین سزاؤں کا اعلان فرمایا ہے اور حکمرانوں کو حکم ہے کہ ان کو قتل کر دیا جائے صلیب پر لٹکا دو یا ان کا ایک ہاتھ اور الٹا پاؤں کاٹ دو یا ملک بدر کر دو اور اگر ایسا نہیں کریں گے تو پھر انشاء اللہ منصب حکومت ان کے پاس نہیں رہے گا

کیونکہ وہ عدل نہیں ظلم کر رہے ہیں سرکاری دہشت گردی' رشوت خوری' رشوت لیکر گناہ کاروں کو چھوڑنا اور رشوت لیکر بے گناہوں پر مقدمات قائم کرنا پولیس اور عدلیہ کا معمول بن چکا ہے سماجی دہشت گردی کمزور کی جائیداد پر قبضہ کرنا یا سرکاری املاک کو اپنے اثر ورسوخ اور سیاسی قوت کے ذریعے ذاتی ملکیت بنا لینا کسی ایک شخص کا کسی کاروبار پر تنہا قابض ہو جانا اور کسی بھی شعبہ کاروبار میں فرد واحد کی اجارہ داری ہونا اس پر اللہ تعالیٰ اور حضورﷺ نے بار بار لعنت کی ہے عوامی دہشت گردی' کھلے عام ڈاکے ڈالنا اور مزاحمت کرنے پر زخمی کر دینا یا قتل بھی کر دینا اور اس گھر کی عورتوں کے ساتھ بدسلوکی' بد اخلاقی اور زیادتی کرنا شیطانی دہشت گردی' معصوم بچوں کے ساتھ زیادتی کرنا اور پھر جرم چھپانے کی خاطر اس معصوم کو قتل کر دینا قوم لوط اسی جرم میں ملوث تھی اور آخر اللہ تعالیٰ نے اپنے ملائکہ کے ذریعے اس پوری قوم کو تباہ کر دیا اور اس کا نام ونشان

Marfat.com

باقی نہ رہا کسی مجبور و کمزور عورت کے ساتھ دست درازی کرنا اور اگر کوئی شریف اور حیاء دار عورت' عزت بچانے کی کوشش کرے تو اسے جان سے مار دینا اس سے بڑی دہشت گردی کیا ہو سکتی ہے ایسے شخص کو تو کسی چوراہے میں پھانسی دیکر اس کی لاش وہیں چھوڑ دینی چاہیے تا کہ اس کو جانور نوچ کر کھا جائیں۔

حکمرانو خدا کا خوف کرو ہر شخص کے ساتھ دو امر اٹل ہیں زندگی سے محرومی اور اقتدار سے محرومی نہ تو کوئی شخص ہمیشہ حاکم رہا ہے اور نہ ہی کوئی سدا زندہ رہا ہے رہے نام اللہ کا بس وہی حی القیوم ہے اور سدا بادشاہی بھی اللہ کے لیے ہے اگر حکمرانوں کا کوئی بھائی بند یا بیٹا مذہبی دہشت گردی کا شکار ہو جائے تو پھر حکمرانوں کو پتہ چلے کہ اسکی کتنی تکلیف ہوتی ہے اور کتنا دکھ اور درد ہوتا ہے اگر حکمرانوں کے تمام کاروبار چھن جائیں اور ان پر سماجی لیٹروں کا قبضہ ہو جائے تو پھر وہ جان جائیں گے کہ غاصب کتنا بڑا شیطان ہوتا ہے ویسے تو ہر شخص جب مرحوم ہوتا ہے تو خود بخود ہر ملکیت سے محروم ہو جاتا ہے اور اس کی ملکیت صرف چھ گز لٹھا ہوتا ہے وہ بھی شاید۔۔۔۔اگر دہشت گردی کا شکار ہونے والے بچوں کو حکمران ایک لمحہ کے لیے اپنے بیٹے تصور فرما لیں تو شاید اس ماں کے دکھ کو محسوس کر سکیں جس کی گود اجڑ جاتی یہ اور اگر مجبور اور بے بس عورتوں کو اپنی بہنیں اور بیٹیاں سمجھ جائیں پھر شاید ان کی غیرت وحمیت جاگ جائے اور وہ وہی کچھ کر گزریں جو انکو حقیقت میں کرنا چاہیے۔جس باپ کی بیٹی اس ظلم کا شکار ہوتی ہے کوئی اس کا دل چیر کر دیکھے تو اسے پتہ چلے کہ مظلوم کیا ہوتا ہے۔

اب اور کیا لکھوں جی چاہتا ہے کہ اللہ میاں سے کہوں کہ اللہ میاں نیچے آ۔۔۔۔اور بندوں پر یہ ظلم مٹا ۔۔۔۔اور ان کے کارنامے دیکھ جو رات دن تیرے بندوں پر ظلم ڈھاتے ہیں حکمران تو سو رہے ہیں اخبارات میں جن مظالم کا تذکرہ ہوتا ہے وہ تو خود ملاحظہ فرما۔ پھر جن کو تُو حکومت عطا فرماتا ہے ان کو آنکھیں اور کان بھی عطا فرما ان کے مردہ ضمیروں کو زندگی بھی عطا فرما ان کی جھوٹ بول کر عوام کو بہلانے والی زبانوں کو گنگ کر دے' میرے اللہ اب بہت ہو گئی اب صبر نہیں ہو سکتا یہ ڈاکے یہ قتل وغارت یہ فساد یہ لوٹ مار' یہ معصوم بچوں کے ساتھ ظلم یہ بے بس عورتوں کا گینگ ریپ' تیرے معصوم بندوں کی پامالی کب تک؟ آخر اس کی انتہا کیا ہے میرے اللہ تیرے مجبور بندے اب کسی امتحان کے قابل نہیں رہے اب تو حکمرانوں کو عدل وانصاف کرنے کا حکم دے۔ یا پھر ان کے ساتھ وہی کچھ ہو جائے جو ان کی آنکھوں کے سامنے میرے مظلوم ہموطنوں کے ساتھ ہو رہا ہے شاید ہاں شاید پھر یہ جاگ جائیں۔

☆☆☆☆

Marfat.com

جمہوریت کے سورج کا طلوع!

پنجابی کا ایک محاورہ ہے کہ ''باہریں سالیں رب روڑی دی وی سن لیندا اے'' اس کے اصطلاحی معنی یہ ہیں کہ اگر کوئی انتہائی کمزور شخص بھی مستقل مزاجی سے مسلسل کوشش کرتا رہے تو آخر اسے منزل مل ہی جاتی ہے بارہ سال پہلے ایک مطلق العنان حکمران نے آٹھویں ترمیم نافذ کی جس کی بنا پر صدر کے پاس بادشاہت کے اختیارات آ گئے یعنی وہ جس کو چاہے رکھے جسے چاہے نکال دے اور اپنے پسندیدہ شخص کو جو منصب چاہے عطا کر دے کوئی روکنے ٹوکنے والا نہیں' وہ بادشاہ جنرل ضیاء الحق تھے جو ایک ہوائی حادثہ میں فوت ہو گئے لیکن اگر وہ زندہ ہوتے تو یقیناً آج تک وہی حکمران ہوتے یہی آٹھویں ترمیم کا کمال تھا۔

جنرل ضیاء صاحب نے اپنے ہاتھوں کے ساتھ تیار کی ہوئی اس ترمیمی تلوار کے ساتھ جونیجو جیسے بے ضرر شخص کی وزارت عظمیٰ کو اس وقت قتل کیا جب وہ ملک سے باہر تھے وہ گئے تو وزیر اعظم تھے اور واپس آئے تو صرف جونیجو رہ گئے تھے' صدر غلام اسحاق نے دوسری بار اس تلوار کے ساتھ بے نظیر حکومت کا قلع قمع کر دیا انہوں نے میاں نواز شریف کی حکومت پر بھی وہی تلوار چلائی اور اب اسی کا ایک بھرپور وار لغاری صاحب نے بے نظیر کی حکومت پر کیا اور وہ تہہ تیغ ہو گئی۔

مارشل لاء اور آٹھویں ترمیم بھائی بہن کا درجہ رکھتے ہیں اور ایک ہی کارنامہ سر انجام دیتے ہیں یعنی کسی رواں دواں حکومت کا خاتمہ بالجبر' سر انجام دیتے ہیں یعنی کسی رواں دواں حکومت کا خاتمہ بالجبر' چار دفعہ مارشل لاء نے اپنا کام دکھایا اور چار دفعہ ہی آٹھویں ترمیم اپنا کمال دکھا گئی فرق صرف یہ ہے کہ مارشل لاء میں کوڑوں کی سزا کی دہشت نے رشوت کا ریٹ بڑھا کر رشوت خوروں کے وارے نیارے کر دیئے اور آٹھویں ترمیم نے ہمیشہ دہشت ناک بڑھک تو لگائی لیکن نتیجہ ڈھاک کے وہی تین پات۔

پہلا مارشل لاء جنرل اعظم کا مارشل لاء کہلاتا ہے دوسرا جنرل ایوب کا تیسرا جنرل یحییٰ خان کا اور چوتھا جنرل ضیاء کا عام تاثر یہ ہے کہ مارشل لاء فوج لگاتی ہے جو عوام پر ظلم اور زیادتی ہے میرے خیال میں یہ الزام بجائے خود ظلم اور زیادتی ہے اس لیے کہ پاکستان میں مارشل لاء کبھی بھی ایسے حالات میں نہیں لگایا گیا جب ملک کے حالات خوشگوار تھے ملک میں قانون کی بالادستی تھی اور عوام پُرسکون اور خوشحال زندگی بسر کر رہے تھے جنرل اعظم کے مارشل لاء کی حقیقت یہ تھی کہ اینٹی قادیانی تحریک چلائی گئی اور اس تحریک نے تشدد کا رنگ اختیار کر لیا میری ان گنہگار آنکھوں نے دیکھا کہ اس تحریک کی آڑ میں غنڈے قادیانیوں کی دکانیں لوٹ رہے ہیں اور ان کے گھروں پر حملے کر رہے ہیں ایسے حالات میں اگر مارشل لاء نہ لگتا تو اللہ جانے کتنی جانیں ضائع ہو جاتیں وہ مارشل لاء جنرل اعظم نے نہیں لگایا بلکہ سول انتظامیہ کی کمزوری اور غنڈوں کی

Marfat.com

لوٹ مار کا نتیجہ تھا۔ جنرل ایوب کا مارشل لاء بھی ایسے ہی نا مساعد اور نا گفتہ بہ حالات میں لگایا گیا جبکہ حکمرانوں کے گماشتے عوام الناس کی عزت اور جیبوں پر اس طرح ہاتھ صاف کر رہے تھے ہر طرف چیخ وپکار تھی اور پورا معاشرہ بچاؤ بچاؤ کی صدائیں دے رہے تھا۔

جب جنرل یحییٰ کا مارشل لاء لگا تو جلسے جلوس' توڑ پھوڑ اور گھیراؤ جلاؤ کا عمل آسمان کو چھو رہا تھا اس دن میں فیصل آباد میں تھا گھنٹہ گھر کے گرد قوم کا درد رکھنے والوں نے بھوک ہڑتال کی ہوئی تھی جنرل یحییٰ نے اپنی تقریر میں کہا کہ بد معاش اور غنڈے ہوش کریں میں ان کی کھال ادھیڑ دوں گا بھوک ہڑتالی بستر چھوڑ کر بھاگ گئے اور ان تکیوں کے نیچے سے بسکٹ اور کھانے کی مختلف چیزیں برآمد ہوئیں۔

پھر جنرل ضیاء کا مارشل لگا حالات یہ تھے کہ ہر شہر میں حکومت وقت کے خلاف جلوس نکل رہے تھے مکانوں' دکانوں' بسوں اور گاڑیوں کو جلایا جا رہا تھا اور پیشہ ور آوارہ عناصر اپنی روایت برقرار رکھتے ہوئے لوٹ مار کا کوئی موقع ضائع نہیں کر رہے تھے میں کسی ضروری کام کے سلسلہ میں اپنے ایک عزیز لطیف بٹ کے ہمراہ راولپنڈی گیا لطیف بٹ آجکل ریلوے فائر بریگیڈ میں چیف فائر ماسٹر کے عہدے پر فائز ہیں رات کو میں نے بوہڑ بازار میں اپنے بھانجے کے گھر قیام کیا صبح اسلام آباد کے لیے روانہ ہوئے راستے میں کم وبیش بیس جلوس نکلے ہوئے تھے اور بیسیوں جگہ آگ لگی ہوئی تھی ہم بچتے بچاتے وزیر اطلاعات کے دفتر پہنچے ملاقات کی اجازت مانگی تو معلوم ہوا کہ وزیر صاحب میٹنگ میں مصروف ہیں آدھ گھنٹہ انتظار کرنے کے بعد میں بغیر اجازت ان کے کمرے میں داخل ہو گیا آپ سرکار ایک اور وزیر کے ہمراہ ایک خوبصورت خاتون کے ساتھ میٹنگ فرما رہے تھے میز پر بیکری کی تمام اقسام اور موسم کے تمام پھل سجے ہوئے تھے اور قہقہوں کی بارش ہو رہی تھی' میں فوراً واپس آ گیا اور لطیف بٹ سے کہا کہ حکومت اب چند دنوں کی مہمان ہے اس لیے کہ روم جل رہا ہے اور نیرو بنسری بجا رہا ہے واقعی چند دنوں کے بعد مارشل لاء گیا اور جنرل ضیاء صاحب مطلق العنان حکمران بن گئے۔

عوام خود فیصلہ فرمائیں کہ مارشل لاء لگوانے کے ذمہ دار سیاستدان تھے یا فوجی سربراہ' جواب یقیناً یہی ہو گا کہ سیاستدانوں کی حد سے زیادہ بے راہ روی کا نتیجہ مارشل لاء تھا یہی گزارشات میاں نوز اشریف کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں کہ آٹھویں ترمیم جمہوریت کی چولیں بلا رہی تھی جب صدر صاحب حکمرانوں پر ناراض ہوتے تو اسمبلی توڑ دیتے لیکن ہم مارشل لاء کے عفریت سے محفوظ رہے بلاشبہ یہ ترمیم جمہوریت کش تھی لیکن اس سے مارشل لاء کا راستہ بند تھا اب ترمیم ختم ہو گئی اور مارشل لاء کا راستہ صاف ہو گیا سیاسی گھوڑے جب بے لگام ہو جاتے ہیں تو ان کو لگام دینے کے لیے کبھی مارشل لاء لگا اور کبھی اسمبلیاں ٹوٹیں۔

☆☆☆☆

Marfat.com

الیکشن یا اِل الیکشن

JLL Action آپ انگریزی تو یقیناً جانتے ہونگے اب تو سینکڑوں بلکہ ہزاروں انگلش میڈیم سکول بن گئے ہیں جہاں ایک بچے کی دو دو ہزار ماہانہ فیس پھر ایک ہزار ٹیوشن فیس اور داخلے کے وقت دس بیس ہزار فنڈ یعنی ایک بچہ قریباً پانچ ہزار روپیہ ماہوار میں تعلیم حاصل کرتا ہے اگر چار بچے ہوں تو بیس ہزار ماہوار خرچہ والد کی تنخواہ پانچ ہزار باقی کہاں سے آتا ہے نہ عوام کو سوچنے کا شعور نہ حکومت کو جاننے کی فرصت اِل کے معنی بیمار اور ایکشن کے معنی حرکت بیمار حرکت دل کے مریض کو ڈاکٹر ہدایت کرتے ہیں کہ وہ حرکت نہ کرے آرام کرے اور اگر مریض دل حرکت شروع کر دے تو مریض دل کے دورے سے واصل بحق ہو جاتا ہے اس وقت پوری قوم میں سے شاید ہی کوئی فرد اخلاقی اور قومی سوچ کے لحاظ سے صحت مند ہو پوری قوم اخلاقی قدروں سے عاری اور قومی سوچ کے معاملے میں مفلوج ہو چکی ہے اس لیے الیکشن اِل ایکشن ہو کر رہ گئے ہیں پاکستان سے پہلے مسلم لیگ یونینسٹ پارٹی اور کانگریس کے درمیان جو الیکشن ہوا ان کا اور آج کے الیکشنوں کا موازنہ فرمائیے تو پتہ چلے گا کہ آج کے الیکشن کتنے کرم زدہ اور دہشت اور وحشت کے جراثیم سے آلودہ ہیں 85ء کے الیکشن میں مجھے ناکام بنانے کے لیے کتنے گھٹیا حربے استعمال کیے گئے دینی جماعتوں کی عسکری قوتوں نے کیا کیا منظم دھاندلیاں کیں پھر 1988' 1990 اور بعد کے الیکشنوں میں کیا کچھ نہیں کیا میری آنکھوں کے سامنے 1990 کے الیکشن میں جنازہ گاہ کے سامنے پولنگ سٹیشن پر طالب علم لیڈر کلاشنکوفیں سجائے ماؤزر اٹھائے بڑھکیں لگاتے آئے کارکنوں سے ووٹوں کی کاپیاں چھینیں مہریں لگائیں اور صندوقچی میں ڈال کر چل دیئے اور کئی جگہ سے تو صندوقچیاں ہی اٹھا کر چل دیئے نہ کوئی پوچھنے والا نہ شکایت سننے والا پورے آفیسر بے بس اور عملہ معذور یہ الگ بات ہے وہ کلاشنکوفوں والے لیڈر نوجوان طالب علم اس دنیا میں نہیں رہنے دیئے گئے چند دن قبل میں گوجرانوالہ گیا تو ایک ریسٹورنٹ میں کچھ طالب علم لیڈر مل گئے وہ کسی ایس ایف سے متعلق تھے وہ سیاسی کاروائیوں کو فخریہ بیان فرما رہے ہیں میں نے ان سے کہا کہ والدین نے تو آپ کو کالجز میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے بھیجا اس موجودہ گندی سیاست کے لیے تو نہیں بھیجا میں نے ایک صاحب سے پوچھا کہ آپ کے والد کیا کام کرتے ہیں تو انہوں نے کہا کہ غلہ منڈی میں ایک آڑھتی کے پاس منشی ہیں اسی طرح دوسرے نے کہا کہ میرے والد صاحب کی کریانہ کی دکان ہے میں نے کہا وہ آپ کو کتنی محنت سے پڑھا رہے ہیں نا معلوم آپ کے خرچے اور فیسیں کیسے ادا کرتے ہیں انہوں نے آپ سے کیا کیا امیدیں اور توقعات وابستہ کر رکھی ہونگی کہ آپ پڑھ لکھ کر

Marfat.com

چھوٹے بہن بھائیوں کے اخراجات اور تعلیم کے حصول میں ان کا ساتھ دینگے آپ ان کی امیدوں کا خون کر رہے ہیں اور خود کبھی جیل میں کبھی ہسپتال اور کبھی موت کے منہ میں یا پھر زندگی بھر بیکاری میں جوتیاں چٹخاتے پھریں گے کبھی آپ نے سوچا کہ آپ کے ساتھ سیاسی لیڈر کیا ظلم کر رہے ہیں پوری قوم کے مستقبل کو تاریک کر رہے ہیں کیونکہ نوجوان ہی کسی قوم کا مستقبل ہوتے ہیں جتنا پیار اور خلوص آپ کے ساتھ وہ ظاہر کرتے ہیں اس کا ہزاروں حصہ بھی ان کے دل میں نہیں ہوتا میں نے پی پی کے سینئر وائس چیئر مین شیخ رشید صاحب کو طالب علم لیڈروں کے سر کئی کئی منٹ چومتے دیکھا اور ان کی سیاسی جلسوں اور جلوسوں میں شرکت کی ہدایات دیتے دیکھا ان کے اپنے بھی جوان بیٹے تھے کبھی آپ نے ان کو بھی کسی جلسے یا جلوس میں دیکھا وہ تمام تو سرکاری عہدوں پر فائز تھے بھٹو صاحب بڑے غریب پرور قائد عوام تھے ان کی زندگی میں کبھی آپ نے مرتضٰی بھٹو مرحوم یا شاہنواز بھٹو مرحوم کو کسی جلسے جلوس میں پولیس کے ڈنڈے کھاتے دیکھا شریف برادران' کھر برادران' لغاری و مزاری وڈیرے' چوہدری برادران' نوابزادہ نصراللہ صاحب یا دیگر قائدین کے بیٹوں کو کبھی کسی جلسے جلوس میں نعرے لگاتے دیکھا کبھی آپ نے دیکھا کہ ان کے صاحبزادگان الیکشنوں میں توپیں اٹھائے پولنگ سٹیشنوں پر ٹھاہ ٹھاہ کر رہے ہوں وہ تو ان دنوں لندن امریکہ پیرس یا سوئٹرز لینڈ میں بہاریں لوٹ رہے ہوتے ہیں اور یہ کرم فرما دوسروں کے بیٹوں کو ہوا کے گھوڑے پر سوار کرا کے موت کے منہ میں دھکیل دیتے ہیں اگر انہیں آپ کے غریب والدین پر ترس نہیں آتا تو کم از کم آپ تو اپنے والدین پر رحم کریں اپنے مستقبل کا احساس کریں میری ان باتوں کا ان نوجوانوں کے پاس کوئی جواب نہیں تھا سب کے سب سر جھکائے شرمندہ سے بیٹھے تھے اللہ جانے بعد میں ان کا کیا عمل ہوگا میں نے کہا تم پاکستان کے بیٹے ہو ملک و قوم کا سہارا ہو امید ہو امنگ ہو ایک پاکستانی محبّ وطن اور مسلمان ہونے کے ناطے میرا فرض بنتا ہے کہ میں آپکو سمجھاؤں آپ صرف تعلیم حاصل کریں اور اگر سیاست کے تجربے کرنے ہیں تو اپنے تعلیمی ادارے کے اندر ہی کریں۔

ابھی آزاد کشمیر میں الیکشن ہوا اتفاق سے میں راولپنڈی میں تھا میں الیکشن کی گہما گہمی دیکھنے کے لیے لیاقت باغ کے سامنے پولنگ سٹیشن چلا گیا چند نوجوان ٹھاہ ٹھاہ اور ڈزاز کرتے ہوئے آئے اور کسی سرکس کے رنگ بوائز کی طرح پانچ منٹ میں مخالف پارٹی کے تینوں کناتیں اکھاڑ کر زمین بوس کر دیئے پھر تین بسیں آئیں جو کیمپ کے پاس رکیں ان میں سے کچھ افراد اترے پولنگ سٹیشن کے اندر گئے ووٹ ڈالے اور بسیں روانہ ہو گئیں ہم ایک دوسرے پولنگ پر چلے گئے دیکھا کہ وہی نوجوان تڑاتڑ کرنے آتش بازی کا مظاہرہ فرمانے وہاں پہنچ گئے اور بڑے اطمینان سے پہلے والا ڈرامہ دہرایا اور روانہ ہو گئے پھر وہی بسیں وہی ووٹر وہاں پر نمودار ہوئے اور اطمینان سے ووٹ ڈال کر چل دیئے بتایئے کیا اس کا نام الیکشن ہے؟ میں نے برطانیہ میں بھی الیکشن دیکھا نہ ٹھاہ۔ نہ ڈزاڈز۔ نہ شور نہ شرانہ نہ بسوں ویگنوں کی بھاگ دوڑ ووٹروں نے چپکے چپکے سے

Marfat.com

اپنا ووٹ ڈالا اور چلے گئے الیکشن ہو جاتا ہے اور کسی کو کانوں کان بھی خبر نہیں ہوتے ہمارے ہاں الیکشن تو کوچ فرما گئے اِل ایکشن رہ گئے۔

قارئین کرم اب تو ہماری قوم رجکا اور شٹالہ ہے یہ ایک ایسا چارہ ہے جو ایک دفعہ بونے سے چار پانچ دفعہ اگتا ہے ایک بات کاٹ لیں تو دوبارہ اپنے آپ اگ آتا ہے اسی طرح کئی بار ہو جاتا ہے ہمارے لیڈر ڈنگروں اور مویشوں کے چرواہے بن گئے ہیں ایک آتا ہے اور یہاں غریبوں کو شٹالہ سمجھ کر اپنے ڈنگروں کو کھلا دیتا ہے جب اس کے مویشوں کا پیٹ بھر جاتا ہے تو ان کو لے کر چلا جاتا ہے اور دوسروں کو دعوت دے جاتا ہے پھر دوسرا اپنے مویشی (ڈنگر) لیکر آتا ہے اور دوبارہ اگا ہوا شٹالہ اپنے ڈنگروں کو کھلا کر چلا جاتا ہے پھر یا تو پہلے والا دوبارہ آ جاتا ہے یا کوئی اور اپنے ڈنگروں کی بھوک مٹانے کے لیے غریبوں کے سر کاٹنا شروع کر دیتا ہے یہ ملک گیر قبضہ گروپ ہیں انہیں قطعی طور پر نہ ملک کی بقاء کا احساس نہ قوم کی فلاح کا خیال بس لوٹ مار اور غصب کرنے میں مہارت رکھنے والے ہیں اور اسی طرف پوری توجہ رکھتے ہیں عوام سے شعور اور احساس اس حد تک چھین لیا ہے کہ عوام یہ تک نہیں سوچ سکتے کہ کل جس کے پاس اپنا مکان تک نہیں تھا وہ آج کروڑ پتی کیسے بن گیا جبکہ اس نے کوئی کاروبار بھی نہیں کیا یہ سب اس اِل ایکشن کا نتیجہ ہے اور غیر سیاسی سوچ کے لیٹرے لیڈروں کا کمال ہے اگر یہی الیکشن ہے یہی جمہوریت ہے تو اس پر ہزار بار لعنت' دعا گو ہوں کہ اگر یہ قوم کے عملوں کی سزا ہے تو اللہ تعالیٰ ہمیں معاف فرمائے اور اگر اس مجبور' کمزور' بے بس' بے زبان قوم کا امتحان ہے تو اے خالق و مالک اب یہ قوم ایسے امتحان کا مزید بوجھ برداشت کرنے کے قابل نہیں مکافات عمل سے معاف فرما اور امتحان سے نجات عطا فرمائے۔

استغفر اللہ ربی واتوب الیہ' استغفر اللہ ربی واتوب الیہ' استغفر اللہ ربی واتوب الیہ

☆☆☆☆☆

افتخار وڑائچ کالروی اور محمد رحمت اللہ شہزاد

Marfat.com

حکومت کی دھمکیاں اور عوام کی پھڑکیں

سال میں دو راتیں ایسی آتی ہیں جب حکومت کی طرف سے دھمکی دی اور تنبیہ پر عمل نہ کرنے والوں کو سخت سزا دینے کا اعلان کیا جاتا ہے ادھر مختلف مذہبی جماعتیں اپنے نوجوانوں کے ہاتھوں میں ڈنڈے دیکر سڑک سوار کرتی ہیں ایک انگریزی سال کی پہلی رات ہے اور دوسری ہندو تہوار بسنت کی رات ان دونوں راتوں میں مشابہت اور مماثلت رکھنے والے ایک ہی قسم کے کارنامے کیے جاتے ہیں مے نوشی' ناچ اور بھنگڑے مگر بسنت کی رات زیادہ کر دفر سے منائی جاتی ہے 31 دسمبر اور پہلی جنوری کی درمیان کی رات کا انتظام ایک ماہ پہلے ہی سی شروع ہو جاتا ہے استطاعت کے مطابق شراب' کوالٹی اور کوانٹٹی یعنی قسم اور مقدار کے حساب سے ہر من چلا سٹور کر لیتا ہے۔یوں تو ہمارے ہاں ایسے مے خوار بھی ہیں جو چٹے دن اتنی مے نوشی کرتے ہیں کہ اس سے غسل بھی کیا جا سکتا ہے وہ پھر بھی صحیح سلامت موجود ہیں موجود ہی نہیں مسجود ہیں شرفاء کی نظر میں تو مردود ہیں لیکن پیشہ ور خوشامدیوں کی نگاہ میں گوہر مقصود ہیں انکی مے نوشی اور صاحبان اقتدار کی چشم پوشی قابل دید ہے اب تو حالات نے آنکھوں کا نور سلب کر لیا ہے اور عقل کا تیا پانچا کر دیا ہے نہ دید کی طاقت نہ شنید کی ہمت اور نہ فکر کی صلاحیت ایسے حالات میں سوائے آسمان کی طرف دیکھ کر آہیں بھرنے کے اور کچھ بھی ممکن نہ رہا 1998 کی اولین شب آنے والی تھی اعلان ہوا اس رات جو شراب پیتا اور غل غپاڑہ کرتا پکڑا گیا اسے سخت سزا دی جائیگی اخبارات شاہد ہیں کہ طوائفیں بک ہو گئیں اور شرابوں کا ریٹ بڑھ گیا تمام رات شراب انڈیلی گئی' ناچ بھی ہوتا رہا ہاں چند نچلے درجے کے شہری پکڑے گئے جنہیں شاید ہی کوئی سزا ہو کچھ تو سفارش پر گھر آ جائیں اور کچھ چاندی کی بنا پر لوٹ آئیں گے بڑے مگر مچھ اور گدھ کسی بڑھ کی پرواہ ہی نہیں کرتے کیونکہ ان کے ہاں کسی کو جھانکنے کی جرات نہیں ہوتی یہ رات تو اپنی تمام تر خرافات اپنے دامن میں لپیٹ کر چلی گئی دوسری رات یعنی بسنت کی رات آنے والی ہے پتنگیں تیار ہو رہی ہیں ڈوریں لگائی جا رہی ہیں ادھر حکومت کے اعلانات بھی تیار ہو رہے ہیں کہ رات فائرنگ نہیں ہوگی کسی چھت پر ریکارڈنگ نہیں ہوگی کوئی تار باندھ کر پتنگ نہیں اڑائے گا منچلے ان اعلانات پر پھبتیاں کسنے کی تیاری کر رہے ہونگے قریباً ہر چھت پر روشنیاں دمک رہی ہونگی تاروں اولی پتنگیں چمک رہی ہونگی شراب کی صراحیاں کھنک رہی ہونگی بوکاٹا اور اونچی آوازیں لگائے ہوئے گانے لوگوں کی نیندیں حرام کریں گے کوئی پرواہ نہیں کرے گا تمام رات فائرنگ ہوتی رہے گی یوں لگے گا جیسے بھارت کے سامنے جنگ چھڑ گئی ہے پتنگوں کی تاریں بجلی کی تاروں سے ٹکرائیں گی ٹرانسفارمر بھگ سے اڑ جائیں گے گھر تاریکی میں ڈوب جائیں گے حکومت کی بڑھکیں اپنی جگہ اور عوام کی پھڑکیں اپنی جگہ۔

Marfat.com

میں تو میاں نواز شریف سے پوچھتا ہوں کہ آپ نے شادی بیاہ پر کھانا بند کر دیا اور جہیز پر بھی پابندی عائد کر دی ہے کیوں؟ تا کہ عوام پر ناجائز اخراجات کا بوجھ نہ پڑے قوم کا پیسہ ضائع نہ ہو اور غریبوں کو اس عذاب سے نجات مل سکے کھانا تو ایک ضروری امر ہے اور جہیز اپنی بیٹی کو دیا جاتا ہے میں اس کی حمایت نہیں کر رہا یہ آپ کا بڑا مستحسن قدم ہے اس لیے کہ کھانوں پر لاکھوں روپے برباد ہوتے تھے اور جہیز کی لعنت کی وجہ سے غریب بچیاں گھروں میں محبوس ہو کر رہ جاتی تھیں میں سمجھتا ہوں کہ میاں صاحب کے ان فیصلوں سے بہت ساری صعوبتوں سے نجات ملے گی لیکن یہ بھی ضرور کہوں گا کہ جو روپیہ بسنت کی رات پتنگ بازی' بے جا روشنیوں' لاکھوں کروڑوں روپے مرغن کھانوں اور ناجائز فائرنگ پر ضائع ہوتے ہیں اتنی دولت جوان راتوں میں ضائع کی جاتی ہے اس سے بے شمار شادیوں پر بچیوں کو جہیز بھی دیا جاسکتا ہے اور باراتیوں کو کھانا بھی کھلایا جاسکتا ہے ان راتوں میں جو اموات ہوتی ہے اور کئی لوگ زخمی ہوتے ہیں یہ بھی ان ہی خرافات کا نتیجہ ہیں کمال یہ ہو گیا ہے کہ ہر شہر میں الگ الگ بسنت منائی جانے لگی ہے پتنگ بازی کے رسیا قریباً ایک مہینہ اپنے گھروں میں نہیں رہتے شہروں شہروں پتنگ بازی کے کمالات دکھاتے پھرتے ہیں میاں نواز شریف اور شہباز شریف یہ کروڑوں اربوں روپے کس کھاتے میں جاتے ہیں' ہمارے حکمران اس ہندووانہ تہوار کو یوں بے راہ روی اور لچر پن سے منانے پر خاموشی کیوں اختیار فرماتے ہیں آپ کے دل میں غریبوں کا خیال اور بے جا مصارف اور اسراف سے اتنی ہی نفرت ہے تو پھر ان راتوں کی لغویات کو اسی سختی کے ساتھ بند کریں جس سختی سے آپ نے شادی بیاہ پر کھانا اور جہیز بند کیا ہے ورنہ یہ تماشا تو ہم ہر سال دیکھتے رہتے ہیں کہ حکومت بڑھکیں لگاتی اور عوام ان پھڑکوں سے ان کا مذاق اڑاتے رہتے ہیں۔

خدا کرے ہمارے شریعت پسند نئے صدر جناب محمد رفیق تارڑ صاحب ہی میری ان گزارشات پر غور فرما لیں۔

☆☆☆☆☆☆

دائیں سے تیسرے نمبر پر صوفی شاکر، عنائت حسین بھٹی، محمد رحمت اللہ شہزاد، حکیم نوازش علی صابر، عارف علی میر ایڈووکیٹ اور مستری جلال مسیح کا گروپ فوٹو

Marfat.com

چیخو چلاؤ اور خوب روؤ!

ہاں خوب چیخو چلاؤ اور جتنا مرضی ہے روؤ اب کوئی سننے والا نہیں کوئی تمہاری فریاد کو نہیں پہنچے گا انتہا ہوگئی ہے اب اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہریں لگا دی ہیں اور آنکھوں پر پردے ڈال دیئے ہیں میرے کئی دیانتدار اور حساس صحافی بھی کافی عرصے سے ان کے ظلم و استبداد کے خلاف احتجاجاً رو رہے ہیں لکھ رہے ہیں لیکن یہ احتجاج یہ رونا دھونا یہ چیخ و پکار قطعی بے ثمر و بے اثر ہے 96-12-24 کے اخبارات میں جرائم کی فہرست ملاحظہ فرمائیں تو پتہ چل جائے گا کہ ہماری مسلسل چیخ و پکار کا معاشرے کے گندے اور بے پدر لوگوں پر کتنا اثر ہوا اور حکومت نے اس فریاد پر کتنا عمل کیا۔

1۔ مستعفی وزیر قانون فخر الدین ابراہیم سے مسلح افراد نے کار چھین لی (ڈاکوؤں کی جرات کو سلام) 2۔ مانگا منڈی اور شفیق آباد میں متحارب گروپوں میں فائرنگ' کانسٹیبل سمیت تین افراد کا قتل (جیسا بوؤ گے ویسا کاٹو گے) 3۔ پولیس اہلکار داتا دربار چل کر حلف دیں جرم قبول کرلوں گا (دہشت گردی کے سابق جج چوہدری ظہور حسین) کاش یہ جج یہ سوچنا شروع کر دیں کہ پولیس والے رشوت نہ ملنے پر جھوٹے مقدمے بھی بنا دیتے ہیں 4۔ سگیاں پل میں گھپلے کرنے والے افسران اور ٹھیکیدار کے خلاف انکوائری سرد خانے میں' سوال یہ ہے کہ آخر یہ سرد خانے بنائے کیوں گئے' مک مکا کرلو مقدمہ سرد خانے میں اور مجرم آزاد عوام جائیں بھاڑ میں اور ہاں اس سے پہلے کتنے گھپلے بازوں کو سزا ہوئی 5۔ لاہور میں دوڈاکے' فیکٹری مالک سے ساڑھے تین لاکھ چھین لیے گئے تو جناب اگر ڈاکے نہ ماریں تو ڈاکو کہاں سے کھائیں اور اگر محاسیوں کو مہینہ نہ بھیجیں تو آزاد کیسے پھریں' 6 الیکشن کمیشن کے سامنے ایل ڈی او اے کی دو یونینوں میں زبردست فائرنگ' یہ الیکشن کمیشن کو ایل ڈی اے یونینوں کی طرف سے پہلی سلامی دی گئی ہے اور انہیں بتانے کی کوشش کی گئی ہے کہ ہم ملکی و قومی الیکشنوں میں بھی ایسا کریں گے اور مبارکباد کے مستحق ہیں ناکوں پر براجمان پولیس والے جو مک مکا کرنے کے بعد آنکھیں اور مٹھیاں بند کر کے اسلحوں سے بھرے ٹرک گزرنے کا پروانہ جاری کرتے ہیں۔ 7 منگنی توڑنے پر لڑکی اغواء کرلی' یہ تو پرانی بات ہے' زور آور مارے اور رونے نہ دے 8 تھانیدار کی ساتھیوں سمیت لڑکی سے زیادتی' لڑکی نے چادر پر شکایت لکھ کر محتسب اعلیٰ کو بھجوادی '(اور مظلوم لڑکی یہاں پولیس والے اپنے آئی جی کو کچھ نہیں سمجھتے تو محتسب صاحب ان کا کیا بگاڑ لیں گے 'ہاں اب اتنا ضرور ہوگا کہ تمہارا خاندان بمعہ تمہارے مصیبتوں کے ایسے بھنور میں پھنس جائے گا کہ نجات مشکل ہو جائے گی' دیکھو نا تمہارے اس مقدمے کی تفتیش تو کوئی پولیس والا ہی کرے گا بس اتنا نکتہ ہی کافی ہے۔ 9 لاہور ہائیکورٹ کے جج صاحب نے فرمایا کہ جو حکومت شہریوں کو تحفظ نہ دے سکے اسے ٹیکس لگانے کا کوئی حق نہیں جناب جج صاحب میری عاجزانہ گزارش پر غور فرمایئے ہمارے ملک میں حکومتیں ٹیکس اس لیے نہیں لگاتیں کہ عوام کا تحفظ کیا ہے' وہ تو اپنے پیاروں اور چہیتوں کی جائز و ناجائز ضروریات کو پورا کرنے

Marfat.com

کے لیے ایسا کرتی ہیں اور اربوں روپوں کا یہ معمولی ٹیکس غریبوں کا کیا بگاڑ سکتا ہے اور کون ہے جو اپنے اقربا کی سر پرستی نہیں کرتا۔ 10۔ ناکے پر کانسٹیبل کا قتل' پنچائت میں گولیاں چلنے سے ایک ہلاک 7 زخمی' دو مشکوک موٹر سائیکل سواروں کو فصیح روڈ کے ناکے پر روکا گیا تو پیچھے بیٹھے نوجوان نے گولی مار کر کانسٹیبل کو ڈھیر کر دیا ملزم فرار ہو گئے اب ہم یہ کہنے کی جرات کیسے کر سکتے ہیں کہ یوں لینے کے دینے پڑتے ہیں دشمنوں کے خوف سے در بدر محنت کش سبزی منڈی میں قتل کر دیا گیا دس ماہ میں تین بھائی مارے گئے ملزموں نے عید الفطر پر مرید کے میں قربان علی کو مار ڈالا اس کی زمین کاشت کرنے والوں کو ڈرا دھمکا کر بھگا دیا مارکیٹ سے کرائے دار نکال کر دکانیں اجاڑ دیں قربان کا باپ خوف سے بیوی بچوں کو لیکر لاہور آ گیا چھ ماہ قبل ملزموں نے جیا موسیٰ میں دوسرے بھائی کو سسرال میں قتل کر دیا' سبزی منڈی میں نواز آلو بیچ رہا تھا کہ اشتہاری چچا بھتیجے کالو اور مالو نے اس کی کنپٹی پر فائر کیے اہل خانہ نے الزام لگایا کہ مرید کے کی پولیس ملزموں کی سر پرستی کر رہی ہے (صحیح بات کا پتہ نہیں چلا کہ ملزم پولیس کی سر پرستی کر رہے ہیں یا پولیس ملزموں کی سر پرستی کر رہی ہے)۔' 11۔ ڈی ایس پی ننکانہ صاحب کے گن مین کے ذریعے اغواء ہونے والی لڑکی کے محنت کش باپ یوسف نے انصاف نہ ملنے پر خود سوزی کا اعلان کر دیا (محنت کش بھائی یہ دھمکیاں کسی اور کو دو' یہاں تو تمام شہر بھی جل جائے تو انصاف کا اتہ پتہ نہیں ملتا' نہ ہی پتھر کو جونک لگتی ہے اور نہ ہی پتھر کبھی آگ سے پگھلا ہے۔ 12 تھانیدار اور کانسٹیبل کی گرفتاری کا حکم' ڈائریکٹر اینٹی کرپشن مبارک ہو آپ کو ڈائریکٹر صاحب' گجرات میں تو ایک اے ایس آئی نے رشوت نہ ملنے پر 13 آدمی گرفتار کیے چار نے ان کی خدمت کر دی تو چھوڑ دیئے گئے باقی لوگوں کو سی آئی اے میں بند کر دیا گیا پھر ایک رشوت نادہندہ کو تھانے میں ننگا کر کے مارا گیا غالباً گجرات میں اینٹی کرپشن کا وجود نہیں۔ آئی جی صاحب نے کہا پولیس کو غریبوں سے زیادتی نہیں کرنے دوں گا میں آئی جی صاحب کو بابا جی پولیس والے کہتا ہوں وہ ایک نیک دل مخلص اور حساس انسان ہیں وہ کچھ کہتے ہیں ہ اس کا مطلب بھی وہی ہوتا ہے خدا کرے کہ وہ اپنے دور میں واقعی کچھ کر جائیں۔ اخبارات میں اور بھی بہت کچھ تھا سیاست دانوں کی قلابازیاں اپنے گریبانوں میں جھانکے بغیر دوسروں پر رکیک حملے' مولویوں کا خود تو دین پر کوئی یقین نہیں لیکن عوام کو دین کے نام پر بھیڑ بکریوں کی طرح بیچنے کے بیانات کروڑوں اربوں بلکہ کھربوں کے پلازے فیکٹریاں اور جاگیریں بنانے والوں کا غریبوں کو لوٹ کر شہر بہ شہر چندے اکٹھے کر کے کروڑوں کی پراپرٹیاں بنالیں وہ بھی کہہ رہے ہیں کہ ہم قانون کی بالادستی لائیں گے میرے صحافی بھائیوں اور غریبوں کی فریاد کا مطلب یہ ہے کہ کسی طرح یہ پولیس والے محسوس کرنے لگیں کہ یہ ملک اپنا ہے اسکے عوام بھی اپنے ہیں۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

چودھری ظہور الٰہی کی برسی!

کسی مرحوم کی سالانہ یاد منانے کو برسی کہا جاتا ہے۔ چودھری ظہور الٰہی سولہ سال پہلے 25 ستمبر کو سرعام قتل کر دیئے گئے۔ 25 ستمبر 1997ء کو ظہور پیلس گجرات میں ان کی سولھویں برسی منائی گئی۔ ہزاروں آدمیوں میں گھرے ہوئے چودھری شجاعت حسین وزیر داخلہ پاکستان چودھری پرویز الٰہی سپیکر پنجاب اسمبلی چودھری وجاہت حسین ممبر صوبائی اسمبلی پنجاب مہمانوں کے ساتھ مصافحہ اور معانقہ کر رہے تھے ان کے ہمراہ پیر بنیامین ممبر صوبائی اسمبلی دستگیر خان ممبر قومی اسمبلی چودھری محمد بشیر ورک ممبر قومی اسمبلی سید منظور حسین شاہ ممبر قومی اسمبلی دیگر زعما اور گجرات کے نامور سیاست دان موجود تھے پہلے حضورؐ کی شان میں نعتیں پڑھی گئیں پھر تقاریر کا سلسلہ شروع ہوا۔ چوہدری پرویز الٰہی نے کہا کہ نواب کالاباغ کے دور سے ذوالفقار علی بھٹو کے دور تک مسلسل ہمارے خاندان پر ظلم ڈھائے گئے لیکن ہم نے اس کا جوانمردی سے مقابلہ کیا ہم نے نہ تو کبھی کسی جابر سلطان سے معافی مانگی اور نہ ہی ملک چھوڑ کر بھاگے۔ میرے چچا مرحوم چودھری ظہور الٰہی شہید پر جھوٹے مقدمے بنائے گئے۔ انہیں کئی سال جیلوں کی چاردیواری کے پیچھے بند رکھا گیا لیکن کسی دور میں بھی ہم نے اصولوں پر کوئی سودے بازی نہیں کی۔ ہم نے رواداری اور محبت کی سیاست کو فروغ دیا۔ ہم نے کبھی شر نہیں پھیلایا بلکہ امن وسکون کا پرچار کیا۔ آج پچھلے دور کی نسبت گجرات میں بہت امن ہے۔ جرائم کم ہیں، ہم کسی غنڈہ گردی کرنے والے کی سرپرستی نہیں کرتے خواہ وہ ہمارا اپنا ہو یا ہماری جماعت سے متعلق ہو۔ ہم نے ایم ایس ایف کے ایسے نوجوانوں کو جو زیادتی کرتے ہیں صاف صاف کہہ دیا ہے کہ وہ ہم سے کسی ناجائز حمایت اور امداد کی توقع نہ رکھیں۔ جنھوں نے ہمارے خاندان کے ساتھ زیادتیاں کی ہیں، ہم نے انہیں دل سے معاف کر دیا ہے۔ ممبر صوبائی اسمبلی اور مسلم لیگ پنجاب کے سیکرٹری اطلاعات پیر بنیامین نے کہا اللہ کی لاٹھی بے آواز ہے جس شخص نے بے گناہ چودھری ظہور الٰہی کو شہید کیا وہ خود اپنی بہن کے دور حکومت میں اپنے گھر کے سامنے اپنے ہی بہنوئی کے ہاتھوں مارا گیا۔ یہ سانحہ ہر صاحب فکر و دانش کیلئے درس عبرت ہے۔ چودھری محمد بشیر ورک ممبر صوبائی اسمبلی نے کہا کہ یہ عظیم اجتماع اس بات کا بین ثبوت ہے کہ لوگ کل بھی ظہور الٰہی شہید سے محبت کرتے تھے۔ اور آج بھی ان کے وارثوں کے ساتھ عقیدت و محبت رکھتے ہیں۔ غلام دستگیر خان ایم این اے نے کہا کہ عوام کا اس طرح محبت اور جوش و خروش سے تقریب میں شمولیت کرنا واضح ثبوت ہے کہ لوگوں کو مسلم لیگ اور اس کے قائدین کے ساتھ کس قدر والہانہ لگاؤ ہے۔ اور چودھری برادران کے لئے ان کے دلوں میں کتنی شدید محبت ہے۔ چودھری

Marfat.com

شجاعت حسین نے کہا کہ ہمارے دشمنوں کا دور ختم ہو چکا اور پاکستانی عوام نے مسلم لیگ کو عظیم مینڈیٹ دے کر ثابت کر دیا کہ پی پی پی کو ہم نے انتقامی آگ میں بھسم کر دیا ہے اپنے اور اپنے خاندان پر ظلم، زیادتیاں کرنے والوں کو معاف کر دیا کہ یہی حکم پروردگار ہے اور یہی درحقیقت مقصد اسلام ہے، ہم نے چوہدری صاحب کی شہادت کے وقت عہد کیا تھا کہ ہم بدلہ لینے والی اور قتل وغارت کی مرتکب سیاست کو دفن کر دیں گے اور نیک نیتی سے ملک وقوم کی ترقی اور بقاء کیلئے کام کریں گے۔ چودھری ظہور الٰہی نے جس عظیم مقصد کے لئے اپنی جان کی قربانی دی ہم اس کی تکمیل کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ میرے کئی دوستوں نے مجھے کہا کہ چودھری صاحب یہ وزارت چھوڑ کر کوئی اور وزارت لے لیں۔ اس وزارت میں تنقیدہ تنقیص کے سوا اور کیا رکھا ہے۔ غلطیاں سب سے ہوسکتی ہیں لیکن کچھ بدبخت شقی انقلاب ایسے ہیں جو اپنی غلطی پر اکڑتے ہیں اور کچھ محسوس کر کے معذرت خواہ ہوتے ہیں۔ ہم اکڑنے والوں میں نہیں معذرت خواہ ہونے والوں میں سے ہیں، ہماری نیت صاف ہے ہم قاتلوں کی سفارش نہیں کرتے، میں نے انتظامیہ کو بھی کہہ دیا ہے اگر کوئی گندہ عنصر میرا نام استعمال کر کے کسی قاتل یا ظالم کی حمایت کرے تو اسے بلاخوف و جھجک رد کر دیں۔ ہم اقتدار میں ہوں یا نہ ہوں ہمارا شیوہ خدمت خلق ہے، کسی سے انتقام یا بدلہ لینا نہیں۔

مقررین نے سب استطاعت و یادداشت چودھری ظہور الٰہی مرحوم کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی لیکن افسوس کہ انہوں نے بہت سے حقائق فراموشی کر دیئے (1) چودھری ظہور الٰہی مرحوم قائداعظمؒ کے سچے سیاسی اور حقیقی پیروکار تھے (2) وہ انتہائی محبت وطن تھے (3) دوستوں عزیزوں پر ہمیشہ شفقت فرماتے (4) سیاسی بصیرت سے مالا مال تھے۔ 25 ستمبر کے ایک بڑے اخبار میں بھارت کے نامور صحافی اور دانشور جناب کلدیپ نیر کا بیان پڑھا۔ انہوں نے کہا کہ قائداعظمؒ دل سے چاہتے تھے کہ سکھ پاکستان میں ہر قسم کی مذہبی آزادی سے رہیں لیکن اسلام دشمن سازشیوں نے سکھوں اور مسلمانوں کے درمیان غلط فہمیاں پیدا کر کے نفرتیں پیدا کر دیں اور مجبوراً سکھوں کو پاکستان چھوڑنا پڑا قائداعظم کی اس چاہت وخواہش کا عملی طور پر احترام قائداعظم کے بعد دو شخصیتوں نے کیا راجہ غضنفر علی جن پر قائداعظم نے مکمل اعتماد کیا اظہار کرتے ہوئے انہیں پاکستان کی پہلی کیبنٹ میں وزیر بنایا جب راجہ صاحب بھارت میں سفیر بنائے گئے تو انہوں نے سکھوں اور مسلمانوں کو قریب ہونے کے لئے سعی فرمائی اور سکھ جو مسلمانوں کے شدید دشمن سمجھے جاتے تھے جب پاکستان آئے تو لوگوں نے ان کے ساتھ ایسا سلوک کیا ہے جیسے دو گہرے دوست بچھڑنے کے بعد ملیں راجہ صاحب کے بعد بے دانش دانوں نے پھر ایسی حرکات کیں کہ راجہ صاحب مرحوم کے کئے دھرے پر پانی پھر گیا پھر چودھری ظہور الٰہی صاحب کا جب دور اقتدار و افتخار آیا تو انہوں نے اپنے گھر پر سکھوں کو بطور مہمان بلایا۔ ان کو تحائف دیئے اور کہا کہ ہم اور آپ توحید پرست ہیں بت پرستی کو شرک مانتے ہیں گورونانک جی حضورؐ کا اتنا احترام کرتے تھے کہ مدینہ شریف ان کے در پر حاضری دی اور مکہ معظمہ

Marfat.com

اللہ کے گھر بھی حاضری دی اور اکثر مساجد میں جا کر نمازیں پڑھتے، گرنتھ صاحب میں 118 شلوک بابا فرید گنج شکرؒ کے کلام سے لے کر شامل کئے گئے اور سکھ کہتے ہیں کہ ہم بابا فرید کو ماتھا ٹیکتے ہیں لہٰذا سکھوں کی نظر میں حضور پاک کا مرتبہ اور مقام کتنا بلند ہے اس کا تعین نہیں کیا جا سکتا اس طرح چودھری صاحب مرحوم نے پھر سے سکھوں اور مسلمانوں کو اتنا قریب کیا کہ لاہور میں تانگے والے سکھوں سے کرایہ نہیں لیتے تھے۔

بھلا ہو ان سیاست دانوں کا جو اپنی سیاست و دانش سے پاکستان اور مسلمانوں کے دشمنوں میں اضافہ ہی کرتے رہتے ہیں اور پھر آپ کو بڑے سیاست دان بھی سمجھتے ہیں اس ایک واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ چودھری صاحب مرحوم قائداعظم سے کتنی عقیدت رکھتے تھے اور پاکستان کے کتنے محب اور خیرخواہ تھے میں ایسے بہت سے افراد کو ذاتی طور پر جانتا ہوں جن کی چودھری صاحب نے انتہائی کٹھن اور مشکل وقت میں مدد فرمائی۔ ایسے لوگوں کی مدد جن سے انہیں کبھی بھی کوئی سیاسی مفاد نہیں پہنچ سکتا تھا چودھری صاحب کی سیاسی بصیرت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ وہ پاکستان میں ایک صنعت کار کی حیثیت سے آئے گجرات ان کا آبائی شہر تھا۔ وہاں پر ایک ٹیکسٹائل مل لگائی اور پھر عوام کی خدمت اور ان کے ساتھ مسلسل حسن سلوک کا نتیجہ یہ نکلا کہ آخر کار وہ وفاقی وزیر کے عہدے پر فائز ہو گئے۔ ان سے پہلے گجرات میں چوھدری سر فضل علی صاحب کا طوطی بول رہا تھا بلاشبہ وہ باکمال تھے اور انہوں نے گجرات میں کالج اس وقت بنایا جب کہ ابھی جہلم سرگودھا وغیرہ میں بھی ڈگری کالج نہیں تھا لیکن چودھری ظہور الٰہی کا کمال سیاست یہ ہے کہ انہوں نے اپنی کاوشوں سے ڈسٹرکٹ گجرات میں وزارت اس پختگی سے داخل کی کہ اب کسی پارٹی کی بھی حکومت ہو گجرات وزارت سے خالی نہیں رہ سکتا جبکہ چودھری صاحب سے پہلے گجرات میں جرنیل تو ہوئے بڑے زمیندار بھی تھے لیکن وزارت کم کم آئی تھی، میں سمجھتا ہوں چودھری ظہور الٰہی مرحوم سیاست کے باریک سے باریک نکتے کو یوں پڑھتے کہ سیاست میں آنے والے کل کو پورے طور پر جان لیتے وہ سیاست کے فقیہ تھے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے ان کے پسماندگان کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور انہیں محب وطن بنائے اور قوم کا درد محسوس کرنے کی قوت وصلاحیت عطا فرمائے۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

ہے کوئی سخی داتا؟

بعض ناگزیر مصروفیات کی بنا پر کچھ عرصہ قارئین کرام کی خدمت میں کالم پیش نہیں کر سکا ان قارئین سے معذرت خواہ ہوں جو میرے کالم پڑھ کر اپنی رائے سے نوازتے اور کبھی کبھار میری تحریر کا قبلہ درست کرنے کی سعی فرماتے ہیں سوال یہ ہے کہ آخر کالم کیوں لکھا جائے میں نے آج تک کالموں کی اساس پر کوئی انقلاب برپا نہیں ہوتے دیکھا جرائم میں تخفیف نہیں دیکھی کبھی کسی متعلقہ فرد یا افسر کا چہرہ دین حنیف کی طرف ہوتے نہیں دیکھا اپنے پاک وطن میں کسی مذہبی سیاسی سماجی تنظیم کو سچ اور حقیقت لکھنے پر کبھی کسی کالم نگار کے لیے تحسین و تبریک کے دو لفظ کہتے دیکھا نہ سنا ہاں ایسے کالم نگار ضرور نظر آئے جو اپنی زندگی کے چینل اور بے آب و گیاہ خاکوں میں قلم نگاری کے بل بوتے پر دلکش رنگ بھرنے کے ماہر ہیں۔

ایسے مفاد حاصل کرنے کے لیے قاتل بننا پڑتا ہے اپنے ہاتھوں کے ساتھ اپنے اندر کے انسان کا گلا گھونٹنا پڑتا ہے یہ جانتے ہوئے بھی کہ اس قتل پر کوئی سزا نہیں ملتی بلکہ انعامات ایوارڈز' سرکاری مراعات پلاٹ زندگی کی آسائشیں اور بچوں کے لیے باوقار ملازمتیں سبھی کچھ تو مل جاتا ہے میں نے کئی بار کوشش کی اس کمینے انسان کو ماردوں جو میرے اندر بیٹھ کر ہی میرا دشمن بنا بیٹھا ہے اس مار آستین کی وجہ سے میں اپنی اولاد بھائیوں اور عزیز و اقارب کی نظروں میں ایک بے وقوف اور نکارہ شخص بن گیا ہوں ایسے محترم کالم نگار میری آنکھوں کی پتلیوں میں تصویر بنے بیٹھے ہیں جن کے ماشاء اللہ قابل ترین بیٹے اعلیٰ سرکاری عہدوں پر متمکن ہیں میری نالائقی کا اندازہ فرمائیں کہ میرا سگا بھتیجا ایم اے اردو میں پنجاب یونیورسٹی میں اول آیا اور میں اسے کلرک بھی نہیں بنوا سکا وہ کہتا ہے میرا تایا بے کار اور کاہل انسان ہے سچ ہی تو کہتا ہے اگر سفارشوں سے پاس ہونے والے اس کی نظروں کے سامنے اعلیٰ آفیسر بن کر تمکنت دکھاتے پھریں اور وہ بے چارہ پنجاب یونیورسٹی میں اول آنے کے باوجود محض بے کار ہو تو ایک کالم نگار تایا کے لیے اس کے پاس کونسا انعام اور تمغہ ہوگا میں نے زندگی کی کمائی ہسپتالوں مریضوں اور غریبوں کی فلاح و بہبود پر صرف کر دی اور میں اپنی دل کی مریضہ (بیوی) کا آپریشن کرانے کی سکت نہیں رکھتا ایسا کیوں ہے اس لیے کہ مجھے اس ملک میں کالم لکھنا نہیں آتا۔

کوئی ایسا سیانا جو مجھے اس ظالم انسان کو قتل کرنے کا طریقہ اور گر سکھا دے جو مجھے جھوٹ نہیں لکھنے دیتا جس نے مجھے میرے پورے خاندان میں مجرم بنا دیا ہے عید میلاد النبی ﷺ کے موقع پر پاکستان کے ارب پتیوں نے بغیر کسی جھجک کے بیانات داغے کہ ملک و قوم کی بقاء حضور ﷺ کے نقش قدم پر چلنے اور آپ کے اسوہ حسنہ کو شعار بنانے میں ہے بتایئے نا حضور ﷺ کا رہنے کا گھر کتنے ایکڑوں میں تھا آپ ﷺ کے پاس

Marfat.com

پہننے کے لیے کتنے قیمتی اور ریشمی جوڑے تھے کتنے کروڑوں کی کاریں تھیں آپ کی ازواج مطہرات کے پاس کتنا سونا اور جیولری تھی یہ لوگ بے بصیرت ہیں بے بصارت تو نہیں کتنے مشتاق ہیں یہ لوگ کتنی آسانی سے انہوں نے اندر کے انسان کو موت کی نیند سلا دیا سنا ہے جب یہ مریں گے تو وہ انسان جن کی قبریں انہوں نے اپنے من کے اندر بنادی ہیں وہ زندہ ہو جائیں گے اور پھر گن گن کران سے بدلے لیں گے ایک دفعہ سرگودھا کے ایک اجتماع میں میں نے اتحاد بین المسلمین پر تقریر کی تو وہاں کے ڈپٹی کمشنر مظہر خاں جو ایک محب وطن اور نیک نسب انسان ہیں' موجود تھے انہوں نے چیف منسٹر صاحب کو ایک عریضہ لکھا کہ آپ چاہتے ہیں کہ پنجاب میں فرقہ واریت کو ختم کر دیا جائے تو عنایت حسین بھٹی کو مختلف شہروں میں خطاب کرنے کا مواقع فراہم کیجئے میرا خیال ہے وہ خط آج تک وزیر اعلیٰ صاحب کو نہیں ملا بلکہ اسے کسی ضمیر کے قاتل نے ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا میں وزیر اعلیٰ صاحب کو ذاتی طور پر جانتا ہوں وہ صوبے کے اندر قطعی طور پر فرقہ واریت نہیں چاہتے۔

ایک معاصر کے جمعہ میگزین (10 اگست 1995) میں ایک پامسٹری اور ستارہ شناسی کے ماہر نے محترمہ بے نظیر صاحبہ محترم نواز شریف' جناب آصف زرداری' سابقہ گورنر چوہدری الطاف حسین (مرحوم)' سیٹھ عبدالستار اور محترم عمران خان کی سابقہ زندگی کے حالات بیان فرمائے اور اپنے علم کی روشنی میں ان کے آنے والے زمانے کے بارے میں پیشگوئیاں فرمائیں انکی تحریر نہایت خوبصورت ہے اور ان کے علم وفہم کی غمازی کرتی ہے اور یقیناً پامسٹری اور ستارہ شناسی میں انہیں مہارت تامہ حاصل ہے لیکن کیا ان کا علم صرف حکمرانوں کروڑ پتیوں کے حالات وواقعات پڑھ سکتا ہے یا غریبوں مجبوروں اور ہر دور میں ہر دم لٹنے والے مجبور عوام کے متعلق بھی کوئی پیشگوئی کر سکتا ہے اپنے آپ کو حضور ﷺ کا جانشین سمجھنے والے کب سرمایہ داروں اور حکمرانوں کی تعریفوں کے گیت گانے کی بجائے اس حقیقی زندگی کو عوام سے روشناس کرائیں گے جو حضور ﷺ اور انکے سچے پیروکاروں کی حیات باصفات تھی کب غنڈوں اور بدمعاشوں کی اجارہ داری ختم ہوگی کب غریب سکھ کی فضا میں سانس لیں گے۔

کب مذکورہ پامسٹ اور ستارہ شناس اور انکے ہم عصر وہم رکاب اپنے اندر کے انسان کی راہنمائی میں اپنے ماورائی علوم کو غریبوں مجبوروں اور بے کسوں کی بقاء اور فلاح کے لیے استعمال فرمائینگے موجودہ دور میں اقتدار حاصل کرنے کے لیے آسان سا فارمولا ہے دولت + شہرت + ڈنڈہ بردار قوت + میڈیا کی رفاقت = اقتدار وحکومت لہذا بلا شک وشبہ عمران خان بھی اقتدار حاصل کرلیں گے میاں نواز شریف بھی تخت طاؤس پر بیٹھ جائیں گے محترمہ بے نظیر صاحبہ یا آصف زرداری صاحب اقتدار کے محل میں داخل خارج ہوتے رہیں گے کیونکہ سرمایہ ان کے قبضہء قدرت میں ہے اور میڈیا ہم سفر وہم رکاب ہے۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

غوری میزائل

یہ صرف میزائل نہیں بلکہ پاکستان کے خوف زدہ عوام کے لیے ایک ڈھارس ہے ایک تسلی ہے اور ہندو بنئے کی بدلگامی، الزام تراشی اور مسلم کشی کے سامنے ایک مضبوط دیوار ہے پچھلے دنوں بی جے پی کے سابقہ چیئرمین منوہر جوشی نے یہ کہا تھا کہ اگر ہماری حکومت بن گئی تو ہم پاکستان پر ایسا حملہ کریں گے کہ ان کی نسلیں بھی یاد کریں گی بھارت میں ایک منور جوشی نہیں ایک بال ٹھاکرے نہیں وہاں آپ کو قدم قدم پر بغل میں چھری اور منہ میں رام رام کہتے ہوئے بنئے نظر آئیں گے فلمی دنیا میں منوج کمار تو تھا ہی اب جے پی دتہ اور کئی دوسرے ڈائریکٹر اور پروڈیوسر اپنے اپنے ڈھنگ سے بال ٹھاکرے کی سنت ادا کر رہے ہیں اور بھارت کی حکومت ان کو بھارت کی فوج جنگی جہاز ٹینک اور جنگی سامان بطور امداد دے کر انکی بھرپور حوصلہ افزائی کر رہی ہے اور فلم میں پاکستان کی تحقیر پاکستانیوں کے خلاف ہرزہ سرائی اور پاکستانی افواج کو فحش گالیاں دلوانے والے پروڈیوسر کی فلم کا تفریحی ٹیکس بھی معاف کر دیا جاتا ہے جے پی دتہ نے بارڈر فلم بنائی جس میں بھارت کی ایک سو پچیس افراد پر مشتمل کمپنی، پچیس سو پاکستانیوں پر مشتمل پوری یونٹ کو نہ صرف شکست دیتی ہے بلکہ انہیں نہایت گھٹیا اور بزدل انداز میں گرتے ہوئے اور بھاگتے ہوئے دکھایا گیا پاکستانی کمانڈر کو ایک احمق اور بیوقوف شخص دکھایا گیا ہے اور بھارتی فوج کے میجر کو ایک انتہائی بہادر افسر دکھایا گیا ہے جو آگے بڑھ بڑھ کر پاکستانی فوج کو للکارتا بھی ہے اور غلیظ گالیاں بھی دیتا ہے جو کہانی اس فلم میں دکھائی گئی ہے وہ بالکل جھوٹ ہے کیونکہ اس میجر نے جو اصل جنگ میں موجود تھا تسلیم کیا ہے یہ ساری فلم جھوٹ پر مبنی ہے۔ انڈین گورنمنٹ جو ہمیشہ پاکستان کے ساتھ دوستی پیدا کرنے کا دعویٰ کرتی ہے دراصل مگرمچھ کے آنسو بہاتی ہے انہوں نے اس فلم کی تکمیل میں فوجی جوانوں کے علاوہ ہر قسم کے سامان حرب کے ساتھ مدد کی اور فلم کی ریلیز کے وقت اس کا تفریحی ٹیکس بھی معاف کر دیا حالانکہ اس فلم میں نہ تو کہانی میں ہی ایسی خصوصیت ہے اور نہ ہی کسی ایکٹر کی ادائیگی میں کوئی خاص کمال ہے اور نہ ہی تکنیکی طور پر یہ فلم کسی مخصوص عروج پر ہے کہ اس فلم کو ٹیکس کی معافی کا حقدار سمجھا جائے ہاں یہ بات ضرور ہے کہ پاکستانی فوج کو بزدل دکھایا گیا اور بھارتی فوج کو بڑا بہادر اور شجاع دکھایا گیا ہے بھارت میں فلمی ایوارڈ دینے والی تنظیم نے اس فلم کو بہترین فلم کا ایوارڈ دیا اور اس کے علاوہ ایکٹروں اور ڈائریکٹر کو بھی ایوارڈ دیئے بھارت کی افواج کی بہادری کے اصل کارنامے تو ہم رن کچھ کے میدان میں اور 1965 کی جنگ میں 1971 کی جنگ میں دیکھ چکے ہیں یہ تصور کیا جاتا ہے کہ 1971 کی جنگ میں بھارت نے ہمیں شکست دی یہ قیاس بالکل غلط ہے ہمارا نقصان اور ہماری نام نہاد شکست ہمارے اپنے ہی بھائی بندوں کی غداری کی وجہ سے ہوئی یہ آج کی بات نہیں یہ تو ہماری مٹی سے پیدا ہونے والے کئی افراد کی صدیوں پرانی

Marfat.com

دستان ہے ہمارے اپنوں نے ہمیشہ خود ہی اپنوں کے گلے کاٹے۔

بھارت کی بزدل فوج کے کارنامے تو ہم کئی سالوں سے کشمیر میں دیکھ رہے ہیں وہاں تو چند سو مجاہدین جہاد میں مصروف ہیں اور وہ گھٹیا اور دہشت گرد فوجی نہتے کشمیریوں پر ظلم ڈھا رہے ہیں ہماری فوج تو وہاں نہیں لڑ رہی مسلمان مجاہدین نے وہاں بھارتی فوج کے لاکھوں بزدلوں کا ناک میں دم کر دیا ہے اور اس کا بدلہ لینے کے لیے بھارتی حکومت پاکستان میں ''را'' اور خریدے ہوئے چند گھٹیا اور کمینے پاکستانیوں سے تخریب کاری اور دہشت گردی کروا رہی ہے۔

ہمیں اس تحقیق میں کوئی دلچسپی نہیں کہ غوری میزائل بنانے میں پیپلز پارٹی کا دخل ہے یا مسلم لیگ کا کارنامہ ہے ہم ہر اس حکومت کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں جس نے یہ میزائل شروع کرنے یا مکمل کرنے کے لیے جدوجہد کی ہم ڈاکٹر عبدالقدیر خان اور ان کے رفقاء کار کے لیے دل کی گہرائیوں سے دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں عمر دراز عطا فرمائے انہیں صحت کاملہ کی نعمت سے نوازے ان کے درجات کو بلند فرمائے اور اپنے حفظ وامان میں رکھتے ہوئے ان کو دشمن کے ہر وار سے محفوظ رکھے آمین۔

اب جی جے پی کے جوشیلے لیڈر منوہر جوشی مہاراشٹر کے لیڈر بال ٹھاکرے اور جھوٹی کہانی گھڑ کر اس فلم بنانے والے جے پی دتہ میں اگر ذرا بھی غیرت ہے تو ان کا سر ندامت سے جھک جاتا ہے کہ ان کی تربیت یافتہ افواج کے لیے تو ہمارے چند مجاہدین ہی کافی ہیں اور اگر ہماری باقاعدہ افواج ان کی نکمی افواج کے مقابلہ میں آ گئی تو وہ ان کے سامنے پرکاہ ثابت ہونگی اور اب تو اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہوا ہے کہ ہمارے غوری میزائل کے تجربے سے ہندو بنئے کی ٹانگیں مسلسل لرز رہی ہیں۔

یوں تو ہندو بنیا بڑا چالاک اور شاطر ہے مگر احمق ہے اتنی بات نہ سمجھ سکا کہ اگر واہیات بیان نہ دیتا کشمیر پر ناجائز قبضہ نہ جمائے رکھتا نہتے اور بے سروسامان کشمیریوں پر ظلم نہ کرتا تو ہمیں غوری میزائل بنانے کی ضرورت نہ پڑتی جتنی عقل اور ہوشیاری کا مظاہرہ بنیاء کاروبار میں کرتا ہے اگر جنگی اصولوں اور قواعد میں استعمال کرے تو پھر کبھی اس قسم کی لغویات سے بھرپور بے بنیاد بھڑکیں نہ لگائے۔

آخر میں صدر پاکستان' وزیر اعظم پاکستان اور پاکستانی افواج کے سربراہان کی خدمت میں عرض کرونگا کہ بھارت کا گندی ذہنیت رکھنے والا بنیا ہمیں اپنی فلموں میں اور اخباری بیانوں میں فحش گالیاں دیتا ہے اور بھارتی حکمران ہمیں ڈرانے اور بزدل ثابت کرنے کے لیے اور ساتھ ساتھ اپنے عوام کا مورال بلند کرنے کے لیے اپنے فلم سازوں کو ہر قسم کی سہولت مہیا کرتے ہیں لیکن اگر پاکستان کا کوئی ڈائریکٹر یا پروڈیوسر بھارتیوں کو آئینے میں ان کا اصل چہرہ دکھانے اور پاکستانی عوام کا مورال بلند کرنے کے لیے فلم بناتا ہے اور حکومت سے امداد کا طلبگار ہوتا ہے تو حکمران صاف انکار کر دیتے ہیں آخر اس کی کیا وجہ ہے۔

☆☆☆☆

Marfat.com

اندھا چوک

قریباً تین ماہ سے اخبارات کی شہ سرخیاں خون آلود تھیں وطن عزیز کے عوام بے چینی بے تابی اور سیماب پائی کے شکار تھے جن گھروں میں ٹی وی کم دیکھا جاتا ہے وہاں بھی نو بجے رات ٹیلی ویژن کے سوئچ آن ہو جاتے تھے اور صبح لوگ بے چینی سے ادھر دیکھتے جدھر سے اخبار والا اخبار لاتا ملک کا ہر کس و ناکس سیاست میں ماہر نظر آتا تھا بس میں بیٹھے مسافر ہوٹلوں کی میزوں پر کھانا کھانے والے تانگے کی سواریاں پارکوں میں سیر کرنیوالے یا سائیکلوں پر دفتروں کو جانے والے چھوٹے ملازم سب ایک ہی موضوع پر گفتگو کرتے نظر آتے تھے۔ 1۔ چیف جسٹس سجاد علی شاہ نے عدلیہ کا وقار بلند کر دیا 2 میاں نواز شریف حق پر ڈٹ گئے 3۔ صدر پاکستان میاں نواز شریف کے ساتھ ناراض ہیں 4 کمانڈر انچیف صلح صفائی میں کوشاں ہیں 5۔ چیف جسٹس کو صدر پاکستان کی حمایت حاصل ہے اور پھر جیسے جیسے سپریم کورٹ سے احکامات جاری ہوتے گئے چھوٹے بڑے وکلاء حضرات کے بیانات اخبارات کی زینت بنتے گئے اور قانون کے ماہرین کے متضاد بیانات ان کی قانون سے حقیقی لاعلمی یا جانبداری کی چغلی کھا رہے تھے کچھ فرما رہے تھے کہ چیف جسٹس حق پر ہیں عدلیہ کا وقار بلند کر رہے ہیں اور قانون کا تحفظ فرما رہے ہیں اور کچھ فرما رہے تھے کہ جج صاحب ضد پر اڑے ہوئے ہیں وزیراعظم پاکستان کے ساتھ یہ برتاؤ انہیں زیب نہیں دیتا وزیراعظم اتنا بڑا مینڈیٹ لے کر آئے ہیں وہ عوام کے دلوں پر حکمران ہیں اور عوام کے محبوب راہنما ہیں جج صاحب نے ایسے ہر دلعزیز اور محب وطن وزیراعظم کو بلاوجہ کورٹ کے باہر بٹھائے رکھا پارلیمنٹ کا درجہ کسی بھی ملک میں سب سے بلند ہوتا ہے وہ قانون ساز ادارہ ہے اور اس ادارے کی توہین کسی طرح بھی توہین عدالت سے کم نہیں۔ یہ دو طبقے تھے جو ایک دوسرے پر تنقید کر رہے تھے میں نہ تو قانون داں ہوں اور نہ ہی پاکستان کی سیاست کی ابجد سے آشنا اگر میں پاکستان کی سیاست کے راز و رموز اور داؤ پیچ جان جاتا تو 1985 میں قومی اسمبلی کا الیکشن کیوں ہارتا میں نے جو اخبارات میں پڑھا اور بڑے بڑے مہا سیاست دانوں سے سنا بے کم و کاست لکھ دیا لیکن اتنی بات دعوے کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ پاکستان کے سیاسی شطرنج بازوں کے ان دوزخی بیانوں سے بڑے سے بڑا سیانا بھی اندازہ نہیں کر سکتا کہ کون حق پر تھا اور کون غلطی پر اور یہی ان کا کمال فن ہے کہ پچاس سالوں سے انہوں نے عوام کو اپنی شاطرانہ چالوں سے اندھے چوک میں کھڑا کیا ہوا ہے معصوم عوام نہیں جانتے کہ راہ نجات کونسی ہے تین مہینے کی اس بے نتیجہ بحث و مباحثہ سے عوام کو کیا ملا ؟ بے چینی' بد امنی' اضطراب کچھ مزید مہنگائی' کچھ بے کاری اور ران دیکھی ان سمجھی اخلاقی پستی و گراوٹ۔ اب بظاہر مسئلہ ختم ہو چکا ہے صدر پاکستان استعفیٰ دیکر تشریف لے گئے جسٹس صاحب چھٹی پر چلے گئے میاں نواز شریف اپنی جیت پر مبارکبادیں قبول کرنے میں مصروف ہیں اب اس بے مقصد بحث کو

Marfat.com

بھی ختم ہونا چاہیے لیکن ہمارے بیان ساز و بیان عوام کو پرسکون نہیں ہونے دیتے بیانات جاری ہیں اور عوام مسلسل اندھے چوک میں بھٹک رہے ہیں ملک معراج خالد فرماتے ہیں صدر پاکستان نے ملک کے لیے بڑی قربانی دی ہے (ملک صاحب قانون دان بھی ہیں) نواب زادہ نصراللہ صاحب فرماتے ہیں بحران کے خاتمے پر خوشی منانے کی بجائے آئین کی پامالی کا ماتم کیا جائے یہ بڑے منجھے ہوئے افکار ہیں اور ان کو سمجھنے کے لیے منجھنا پڑتا ہے یہ فرمودات مجھ جیسے کروڑوں بے منجھے عوام کے سروں پر سے گزر گئے جہاں تک یاد پڑتا ہے کہ محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ نے بھی مسکرا کر عدلیہ کا مذاق اڑایا تھا اس وقت بھی نوابزادہ صاحب پاکستان میں تھے مگر ایسا کوئی غمگین بیان میری نظروں سے نہیں گزرا۔ دوسری طرف مسلم لیگ لائرز فورم کے مستنصر اسد نذیر محمد' اسرار الٰہی اور دیگر وکلاء حضرات فرما رہے ہیں کہ جسٹس سجاد کو چیف جسٹس کہنے والے سپریم کورٹ کا مذاق اڑا رہے ہیں مولانا محمد خان شیرانی فرماتے ہیں ملک میں آئین نام کی کوئی چیز موجود نہیں اکبر بگٹی کو پاکستان کا صدر بنایا جائے جناب صدیقی صاحب کہتے ہیں سجاد اب بھی چیف جسٹس ہیں ادھر جناب رفیق تارڑ جو سینئر ہیں اور ہائی کورٹ کے چیف جسٹس رہ چکے ہیں وہ جسٹس سجاد کی تمام کارروائی غیر قانونی قرار دیتے ہیں جناب وہاب الخیری فرماتے ہیں امریکی حمایت نہ ملنے پر مارشل لاء نہیں آیا حکمران جسٹس سجاد کے ساتھ سودے بازی میں ناکام رہے شریف خاندان کی حکومت قائم ہوگئی عدالتی نظام ختم ہو چکا' جب جج درخواست گزار کے بارے میں نامناسب الفاظ کہنے لگیں تو کیا کہا جا سکتا ہے وہاب الخیری صاحب سجاد علی صاحب کے کارناموں کو تاریخ پاکستان کا سنہرا باب قرار دیتے ہیں۔ میری ان ماہرین قانون و سیاست اور دانشوروں سے عاجزانہ گزارش ہے کہ کوا تو سفید ہے اور یا تو کالا یہ ناممکن ہے کہ کوا بیک وقت کالا بھی ہو اور سفید بھی! اگر دو شخصوں میں ایک سفید کہے اور دوسرا کالا تو یقیناً ان میں سے ایک کی نظر بہت کمزور ہے یہ واقعہ بھی ایسا ہی ہے یا میاں صاحب حق پر تھے یا جسٹس صاحب لیکن قانون کے کمزور نظر ماہرین کوے کو سفید اور کالا کہہ کر جہاں قانون کے معاملے میں اپنی بینائی کی کمزوری کا اعلان کر رہے ہیں وہاں پاکستان کے معصوم اور بے گناہ عوام کے راستوں میں کانٹے اور نوکدار پتھر بکھیر رہے ہیں میری حقیر رائے میں اب یہ بہتر ہوگا کہ جو ہو چکا اس کو بھول جائیں اور حکمرانوں کو ملکی مسائل حل کرنے اور عوام کی تکلیفوں کو دور کرنے کے لیے کچھ مہلت دے دیں تاکہ وہ پرسکون ہو کر پورے انہماک کے ساتھ کام کریں تاکہ چھ ماہ یا سال کے بعد وہ دانشور جو حقیقتاً محب وطن اور غیر جانبدار ہیں ان کی کارکردگی سے کوئی واضح نتیجہ اخذ کر سکیں اگر پھر بھی منفی نتائج سامنے آئیں تو پھر یہ جانکار اور جانبکار رہیں ہیں اپنے بیانات کی گولہ باری شروع کر دیں وہ سیاست دان خاص طور پر توجہ فرمائیں جن کے بارے میں کہا گیا کہ سامان سو برس کا پل کی خبر نہیں۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

ل۔و۔ٹ۔ے

لوٹے اگر زبر کے ساتھ لکھے جائیں تو لَوٹے اور اگر پیش کے ساتھ ہوں لُوٹے یعنی لوٹنے اور ناجائز دولت اکٹھی کرنے کے لیے موجودہ دور میں انسان سے لوٹا بننا ضروری ہے۔

میرا تعلق گجرات سے ہے میں پرائمری میں پڑھتا تھا یہ عمر سیاست اور سیاستدانوں کے ہتھکنڈوں اور رازورموز سے ناآشنا ہوتی ہے پہلی بار میں نے ایک انسان کے ساتھ لوٹے کا خطاب سنا ان کا اصلی نام ڈاکٹر عالم تھا میں یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ انہیں لوٹا کیوں کہا جارہا تھا ان کے سر پر بال نہیں تھے یعنی وہ ایک چمکتی ہوئی ٹنڈ کے مالک تھے میں نے یہی سمجھا کہ ان کے صاف شفاف سر کی وجہ سے انہیں لوٹا کہا جاتا تھا۔

لوٹے بھی عجیب چیز ہیں جو مٹی سے لیکر سونے چاندی کے بنائے جاتے تھے چاندنی کے لوٹے بادشاہوں اور راجوں مہاراجوں کے استعمال میں ہوتے تھے پیتل اور تانبے کے لوٹے گھر میں موجود ہوتے ہیں کہیں چھتوں اور چھتیوں پر سجے ہوتے ہیں اور کہیں غسل خانوں اور طہارت خانوں میں' مٹی اور پلاسٹک کے لوٹے سستے ہوتے ہیں اس لیے مساجد میں رکھے جاتے ہیں تاکہ اگر ٹوٹ جائیں تو چرا لیے جائیں تو دوبارہ خریدے جاسکیں۔

بادشاہوں کے لوٹے آپ نے اکثر عجائب گھروں میں دیکھے ہوں گے ایک بڑی صراحی کے ساتھ ایک ٹونٹی اور ہینڈل لگا کر اسے آفتابے کا نام دیا جاتا ہے کہیں کہیں اس پر قیمتی پتھر بھی جڑے ہوتے ہیں کچھ لوٹے وضو کے لیے ہوتے ہیں اور کچھ لوٹے طہارت (استنجا) کرنے کے لیے استعمال ہوتے ہیں وضو والا لوٹا پاکیزہ رکھا جاتا ہے لیکن استنجے والا لوٹا جو گھروں کی لیٹرینوں اور مساجد کے طہارت خانوں میں ہوتا ہے اس پر کیسی ہی ناپاک اور گندی چھینٹیں پڑیں اس کے مزاج میں کچھ فرق نہیں پڑتا اسی طرح جب کوئی انسانی طہارت کا لوٹا بن جاتا ہے تو اس پر کیسے ہی گندے الزام آجائیں اس کے پتھر مزاج میں کچھ فرق نہیں پڑتا طہارت کا لوٹا' کسی بھی شخص کو کسی بھی حالت میں دیکھ کر نہ شرماتا اور نہ ہی آنکھیں جھپکتا ہے یہ بدترین اور گھٹیا ترین قسم کا لوٹا ہوتا ہے اسی طرح اگر کوئی انسان معاشرے میں طہارت کا لوٹا بن جائے تو وہ گھٹیا ترین بے شرم قسم کا انسان ہوتا ہے بظاہر وہ کروڑپتی ہی کیوں نہ ہو گندگی کا بہت بڑا ڈھیر پاکیزگی میں کسی چھوٹے سے پھول کا بھی ہم پلہ نہیں ہوسکتا کچھ لوٹے پیندے والے ہوتے ہیں اور کچھ بے پیندے پیندے والا لوٹا لڑھکتا کم ہے لیکن بے پیندہ لوٹا ذرا سی ناہموار جگہ پر لڑھک جاتا ہے گویا وہ لڑھکنے کے بہانے تلاش کرتا ہے۔

پاکستان بننے سے پہلے اور چند سال بعد تک رشوت لینا بہت بڑا عیب سمجھا جاتا تھا رشوت خور اپنے محکمے اور پورے معاشرے میں قابل نفرت اور لعنتی سمجھا جاتا تھا اور رشوت نہ لینے والا معزز اور محترم ہوتا تھا لیکن وقت کے ساتھ ساتھ رشوت خور باعزت ہوتے گئے اپنے بڑے افسروں کے منظور نظر رشتہ داروں میں

Marfat.com

قابل فخر اور معاشرے میں ہر دلعزیز اور رشوت نہ لینے والے بزدل اور بے وقوف سمجھے جانے لگے رشوت خوروں کی ترقیوں کے دروازے کھلتے گئے ان کے بچوں کی تعلیم کے لیے عالیٰ معیاری ادارے اور پھر شادیوں کے لیے بڑے گھرانوں کے رشتے اسی طرح چند سال پہلے پارٹیوں اور ساتھیوں کو چھوڑ کر چلے جانے والے لوگ قابل نفرت سمجھے جاتے تھے اور پھران پر کوئی اعتماد نہیں کرتا تھا لیکن اب ایسے بے اصول لیڈر باعزت بن گئے ہیں جنہوں نے اپنے پینڈے اپنے ہاتھوں سے اکھاڑ کر پھینک دیئے اور وہ ایسے ڈھیٹ پنے اور بے شرمی سے لڑھکتے ہیں جیسے کوئی بہت ہی قابل فخر کارنامہ سرانجام دے رہے ہوں کل کی بات ہے کسی معزز مہمان نے ایک سابقہ وزیر صاحب سے پوچھا کہ حضور کل تو آپ نے کسی اور کے ساتھ وفاداری پر دستخط کیے اور آج آپ دوسری طرف چلے آئے ابھی وہ جواب دینے بھی نہ پائے تھے کہ ایک سابق مشیر صاحب بڑے فخر سے بولے کہ اگر کل دستخط کیے تھے تو آج انہیں منسوخ سمجھ لیں داد دیجئے۔

ان کی اس جرات کی' سنا ہے پرانے زمانے میں ایسے طوطے بھی تھے جو اپنی قیمت خود بتایا کرتے تھے اس زمانے میں یہ بے پینڈے کے لوٹے اپنی قیمت خود بتاتے ہیں ایک کروڑ' دو کروڑ یا اس سے بھی زیادہ' غور فرمایئے ہم سے زیادہ بدقسمت قوم بھی اس زمین پر کہیں ہوگی کہ جن پر بے پینڈے کے طہارت خانے کے لوٹے مسلط کر دیئے گئے ہیں جو چوروں اور ڈاکوؤں سے بھی زیادہ بے شرم ہیں چور اور ڈاکو بھی رات کے اندھیرے میں جرم کرتے ہیں تا کہ کوئی دیکھ نہ لے لیکن یہ لوٹے دن کے اجالے میں لڑھکتے رہتے ہیں او رکسی کے لالچی نہ ان کے کردار کو دیکھتے ہیں اور نہ بے اصولوں پر نظر ڈالتے ہیں بلکہ جیسے ہی ان کی منڈی لگتی ہے مال لیکر انہیں خریدنے آ جاتے ہیں ان کی بولیاں لگائی جاتی ہیں۔

اور یہ لوٹے سرعام بک جاتے ہیں ہم اتنے بے شعور اور بے حس ہیں کہ پھر بھی انکو زندہ باد ہی کہتے ہیں اور ان کو ووٹ بھی دیتے ہیں اصل مجرم ایسے دانشور ہیں جو علم و داب کے مہا ٹھیکیدار بنے پھرتے ہیں لیکن اس قدر بدیانت ہیں کہ حق کی عطا پر یقین نہیں رکھتے اور عطاء انسان ان کی وفا کی قسمیں کھاتے رہتے ہیں۔

ایک زمانے میں گجرات میں نوابزادوں کا مکمل اقتدار تھا میرے والد صاحب مرحوم نوابزادہ چوہدری مہدی علی کے بچپن کے دوست تھے پھر وہ اقتدار چوہدری ظہور الٰہی مرحوم کے گھر میں منتقل ہو گیا اور نوابزادے قطعی بے اقتدار ہو گئے چند ایک کو چھوڑ کر گجرات کے تمام بڑے بڑے چوہدری میاں' بٹ' میر' کونسلر اور اسمبلیوں کے ممبران نوابزادوں کا ساتھ چھوڑ کر چوہدری ظہور الٰہی صاحب کے قدموں میں جا بیٹھے میرے والد صاحب مرحوم اکیلے چوہدری مہدی علی مرحوم کے ساتھ دکھائی دیتے تھے چونکہ میرے والد صاحب کونسلر تھے اس لیے چوہدری ظہور الٰہی کی خواہش تھی کہ وہ بھی ان سے مل جائیں لاہور میں میرا گھر چوہدری صاحب کے گھر کے قریب ہے میں جب بھی وہاں سے گزرتا اگر چوہدری صاحب نظر آ جاتے تو میں ہاتھ کے اشارے سے سلام کرتا وہ بھی اسی انداز میں جواب دیتے اور کبھی کبھی اشارے سے مجھے بلا بھی لیتے اور

Marfat.com

اکثر مجھے میرے والد صاحب کے بارے میں کہتے کہ وہ ہمارے ساتھ کیوں نہیں مل جاتے میں عرض کرتا کہ وہ نوابزادہ مہدی علی صاحب کے بچپن کے دوست ہیں پرانے آدمی ہیں اپنا اصول نہیں توڑیں گے اور نہ ہی ان کا ساتھ چھوڑیں گے یہ سن کر بھی چوہدری صاحب کا مشفقانہ رویہ کبھی نہیں بدلا ایک دن وہ بڑے رازدارانہ انداز میں مجھے فرمانے لگے کہ میں گجرات میں سب سے زیادہ عزت تمہارے والد کی کرتا ہوں اس لیے کہ وہ ایک بااصول آدمی ہیں پھر ایک گندی گالی دیکر انہوں نے کہا کہ یہ باقی سب ٹکر جھپٹو ہیں، یعنی موقع پرست اور ابن الوقت ہیں۔

میرے معزز لوٹے اس چھوٹے سے واقعہ سے عبرت کا درس لیں کہ جب وہ ہوا کا رخ دیکھ کر لڑھک جاتے ہیں جن کے پاس چلے جاتے ہیں بے شک وہ ان کو گلے سے لگا لیتے ہیں اور بظاہر آؤ بھگت بھی کرتے ہیں لیکن اندر سے ان کے بارے میں وہی نظریہ رکھتے ہیں جو جذبہ اور نظریات چوہدری ظہور الٰہی مرحوم ایسے ابن الوقت لوگوں کے بارے رکھتے تھے سوال یہ ہے کہ طہارت کے لیے استعمال ہونے والا ان ناپاک اور بدبودار لوٹوں سے ہم کب محفوظ ہوں گے کب ان سے ہماری جانیں چھوٹیں گی لوٹے تو ہوتے ہی لوٹے ہیں کیا دانشور معزز صحافی اور ادیب بھی اسی صف میں کھڑے ہوگئے ہیں کہ ان کے قلم کے احتجاج کی بجائے ان لوٹوں کی عظمت کے اعتراف میں رطب اللسان ہیں یہ میرے معزز پاکستانی کب اپنے اس فرض کا احساس کرینگے جو قدرت نے ان کو سونپا ہوا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حکیم نوازش علی صابر اور محمد رحمت اللہ شہزاد

Marfat.com

عدالت عظمیٰ کا فیصلہ

عدالتی عظمیٰ کے چیف جسٹس عزت مآب جناب سجاد علی شاہ نے ایک فیصلہ صادر فرمایا ہے جسے کچھ لوگ تاریخ ساز فیصلہ قرار دے رہے ہیں کچھ مثبت اور کچھ منفی کہہ رہے ہیں' معروف ایڈووکیٹ جناب رفیق احمد باجوہ جو ایڈووکیٹ ہونے کے علاوہ مانے ہوئے دانشور' کئی کتابوں کے مصنف اور سیاستدان بھی ہیں میں نے ان سے اس فیصلے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ قانوناً تو یہ فیصلہ درست ہے لیکن اس فیصلے سے عدلیہ اور کیبنٹ میں واضح اختلاف نظر آ رہا ہے اگر اس فیصلے میں عملدر آمد ہو جائے تو پاکستان عدلیہ میں سے تقریباً نوے جج صاحبان فارغ کرنے پڑیں گے اور عدلیہ اور انتظامیہ کے درمیان سرد جنگ شروع ہو جائے گی ایسے ہی جیسے کسی گھر میں میاں بیوی کے درمیان اختلافات جنگ کی صورت اختیار کر جائیں تو اثرات بچوں پر پڑتے ہیں اور ان کا مستقبل مخدوش وانحطاط پذیر ہو جاتا ہے اسی طرح عدلیہ اور انتظامیہ کا اختلاف عوام کے لیے بہت زیادہ نقصان دہ ثابت ہوسکتا ہے نامور قانون دان ڈاکٹر عبدالباسط صاحب فرماتے ہیں کہ آئین کے آرٹیکل (3)175 کے تحت عدلیہ ہی کسی کو جج مقرر کر سکتی ہے صدر یا وزیراعظم نہیں' بی بی سی نے کہا کہ حکومت ہار گئی سپریم کورٹ نے تاریخی فیصلہ دیا' سردار عبداللطیف کھوسہ' مقصود مرزا' سردار آصف سعید خان' رانا مقبول احمد خان' ملک سعید حسن' ایس ایم مسعود' رانا اعجاز احمد خان ان تمام ایڈووکیٹ حضرات نے کہا کہ صدر کو چیف جسٹس کا مشورہ ضرور ماننا چاہیے اور وہ بائنڈنگ کی حیثیت رکھتا ہے ڈاکٹر خالد رانجھا نے جو ہائی کورٹ بار کے نئے صدر منتخب ہوئے ہیں انہوں نے کہا چیف جسٹس کا مشورہ بائنڈنگ ہے اس طرح کئی اور ایڈووکیٹس نے بھی اس فیصلے سے مکمل اتفاق نہیں کیا میں قانون دان نہیں لیکن اتنا جانتا ہوں کہ جس دور میں بھی قانون سازی کا عمل ہو اس کی اساس یا ماخذ تین بنیادیں ہیں 1 الہامی کتابیں 2 عمل ردعمل اور نتائج کا مشاہدہ 3 (کامن سینس)
عقل سلیم' قائداعظم نے کراچی بار ایسوسی ایشن میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ انہوں نے برطانیہ میں لنکن ان یونیورسٹی میں داخلہ صرف اس لیے لیا تھا کہ انہوں نے یونیورسٹی کی پیشانی پر ایک بڑا بورڈ آویزاں دیکھا تھا جس پر دنیا کے قانون دانوں کے نام لکھے تھے اور حضور ﷺ کا نام گرامی ان سب میں نمایاں تھا اس طرح الہامی کتابوں سے قانون سازی میں مدد ثابت ہوتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کلام پاک میں یہی فرمایا ہے کہ میرے محبوب ہم نے تم پر وہ کتاب نازل فرمائی جس میں تمام کچھ واضح اور روشن موجود ہے دوسرے جرم رد جرم اور نتائج کا مشاہدہ فرض کیجئے کسی نے قتل کیا لیکن اسے کوئی سزا نہیں ہوئی تو اس کا مزاج جرائم میں

Marfat.com

فزوں تر ہو گیا تو ارباب دانش نے فوراً الہامی کتابوں کے فیصلے کو تسلیم کرتے ہوئے قانون بنا دیا کہ قتل کے بدلے قتل ناک کے بدلے ناک' کان کے بدلے کان 3 کچھ ایسی محترم و معتبر ہستیاں بھی ہوئی ہیں جو نہ تو نبی تھے اور نہ ہی ان پر کوئی کتاب نازل ہوئی لیکن انہوں نے محض عقل و دانش کی بناء پر جرم و سزا کے اصول وضع کیے اور اچھے اعمال کے لیے جزاؤں کا بھی تعین کیا وہ لوگ فلسفی کہلائے دانشور انہیں کہا جاتا ہے جو اپنی داخلی بصیرت کی بنا پر آنے والے کل کی بات کہیں اور وہ درست ثابت ہوا کہ آج کے دور میں اس خوبصورت' مقدس اور منفعت بخش لقب (دانشور) کو اس طرح پامال کیا گیا ہے کہ اس کی پہچان اور تشخص ہی مٹ گیا ہے لہذا محض (کامن سینس) مشترکہ فکر و سوچ کی بناء پر ہی کچھ کہنے کی جسارت کر رہا ہوں کہ جب کوئی امیدوار کسی ملازمت کے حصول کے لیے پبلک سروس کمیشن کے سامنے آتا ہے تو جس محکمے میں ملازمت کا امیدوار ہوتا ہے اس محکمے کا کوئی بڑا افسر اس بورڈ میں یقیناً شامل کیا جاتا ہے اگر چہ فیصلہ چیئر مین سناتا ہے لیکن پھر بھی اس متعلقہ ممبر کی رائے کی بڑی اہمیت ہوتی ہے اگر پاکستان کی تاریخ کا بغور مطالعہ کیا جائے تو کئی صدر اور وزیر اعظم ایسے تشریف لا چکے ہیں جو قانون کی ابجد تک سے واقف نہیں تھے لہذا یہ کہنا کہ چیف جسٹس کی رائے صرف مشورے تک ہے صدر صاحب چاہیں تو مانیں یا نہ مانیں ان پر بائنڈنگ نہیں یہ نامناسب معلوم ہوتا ہے اگر میری رائے کو صرف اس بناء پر مسترد کر دیا جائے کہ میرے نام کے ساتھ دانشور کا لقب نہیں چپکا ہوا تو میں عرض کروں گا کہ اہم اور ذمہ دار (جسٹس) کے عہدے کے لیے انٹرویو کرنے والوں کا ایک ایسا بورڈ ہونا چاہیے جس میں بزرگ یعنی سینئر جج حضرات شامل ہوں اور جس کی صدارت چیف جسٹس سپریم کورٹ کریں یہ بورڈ امیدواروں کا بے لاگ اور بھرپور انٹرویو کرے اس میں سیاست کا کوئی عمل دخل نہ ہو یہ بورڈ چند ایک کی ان کی اہلیت کی بناء پر سفارش کرے پھر ان میں سے صدر محترم جس کو چاہیں تعینات فرما دیں اس طرح بہتر اور اچھے فیصلے ہو سکتے ہیں دس سال کا تجربہ تو انتہائی ضروری ہے کہ دس سال میں ایک قانون دان مقدمات کی تمام موشگافیوں سے واقف ہو جاتا ہے اور کسی مقدمے اور اس کے گواہوں کے جھوٹ اور سچ کا آسانی سے تجزیہ کر سکتا ہے اس فیصلے کو تسلیم کرنا یا نہ کرنا ضروری نہیں اس کے لیے ایک تاریخی واقعہ پیش کرتا ہوں' حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں ایک حاملہ عورت کو زنا کے جرم میں سنگسار کرنے کی سزا کا حکم دیا حضرت علیؑ نے جائے سزا پر آ کر سزا کا عمل روک دیا جب حضرت عمرؓ کو اطلاع ہوئی تو وہ وہاں تشریف لائے اور حضرت علیؑ سے سزا کو روکنے کا سبب پوچھا حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اس سزا پر عمل درآمد ہو جاتا تو آپ کی گردن پر ایک قتل کا بوجھ پڑ جاتا اس لیے کہ عورت کے ساتھ اس کے شکم میں بچہ بھی مارا جاتا جو بے گناہ اور معصوم ہے حضرت عمرؓ نے فوراً فرمایا کہ ''لاعلی لھلک عمر اگر آج علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا حضرت عمرؓ نے نہ صرف اس فیصلے کو تسلیم فرمایا بلکہ حضرت علیؑ کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے ان کو قتل کے جرم سے بچا لیا صحابہ کرام سے کوئی حکمران بڑا نہیں اگر صحیح فیصلہ وہ تسلیم کر

Marfat.com

لیتے تھے تو پھر مسند نشین حکومت کو بھی صحیح فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم کر دینا چاہیے۔
دوسرا واقعہ حضرت عمرؓ کے ہی دور خلافت کا یہ ہے کہ حضرت عمر منبر پر خطبہ دینے لگے تو ایک شخص نے اعتراض کیا کہ یہ کرتا جو آپ نے پہنا ہے دو چادروں سے بنا ہے اور آپ کے حصے میں ایک چادر آئی تھی تو دوسری چادر کہاں سے آئی انہوں نے برا نہیں مانا بلکہ اپنے بیٹے کو جواب کے لیے فرمایا بیٹے نے کہا میں نے اپنے حصے کی چادر بھی انہیں دے دی تھی یوں وہ آدمی مطمئن ہو کر بیٹھ گیا۔
تیسرا واقعہ یہ ہے کہ حضرت علیؓ کی زرہ جنگ صفین میں گم ہوگئی واپسی پر وہ ایک یہودی کے پاس پائی گئی حضرت علیؓ اس وقت خلیفہ وقت تھے لیکن انہوں نے براہ راست کوئی قدم نہیں اٹھایا بلکہ قاضی شریح کی عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا اور تاریخ مقررہ پر عدالت میں یہودی کے برابر کھڑے ہوئے قاضی نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ آپ کے پاس گواہ ہے آپ نے بیٹوں کو پیش کیا اس نے کہا یہ آپ کے بیٹے ہیں میں ان کی گواہی مسترد کرتا ہوں کوئی تحریر دکھایئے حضرت علیؓ نے فرمایا میرے پاس کوئی نہیں قاضی نے یہودی سے ثبوت مانگا اس نے کہا کہ زرہ میرے قبضے میں ہے کیا یہ ثبوت کم ہے قاضی نے خلیفہ وقت کے خلاف فیصلہ دے دیا اور یوں زرہ یہودی کو مل گئی عدالت سے باہر یہودی حضرت علیؓ کے قدموں پر گر گیا اور عرض کی کہ مجھے مسلمان کر لیجئے اسلام ہی سچا دین ہے جس میں ایک خلیفہ عدالت میں ایک مدعا کے برابر کھڑا ہوتا ہے حضرت علیؓ نے اسے کلمہ مبارک پڑھا کر مسلمان کر لیا اور اس نے زرہ پیش کی لیکن آپ نے انکار فرمایا کہ یہ عدالت کا فیصلہ ہے میں اسے قبول نہیں کر سکتا اسی انصاف وعدل کی راہ کو آج کا نام نہاد ترقی پسند قدامت پسندی اور بنیاد پرستی کہتا ہے اور خود فحاشی اور لغویات کے بحر بیکراں میں ڈوبتا چلا جا رہا ہے ایسے لوگ قرآن پاک پر بھی اعتراض کرنے سے نہیں چوکتے جس میں اللہ تعالیٰ نے سورہ نساء آیت نمبر 8 میں فرمایا ہے اگر تمہیں منصف کی کرسی پر بیٹھا دیا جائے تو فیصلے عدل کے ساتھ کرو یہ اللہ کی طرف سے بہترین انعام ہے سورہ نحل آیت نمبر 90 اللہ تمہیں عدل واحسان کا حکم دیتا ہے سورہ شوریٰ آیت نمبر 17 میں فرمایا اللہ نے تمہیں حق و میزان والی کتاب عطا فرمائی ہے جو فیصلے حق کو سامنے رکھ کر میزان عدل میں تول کر کیے جائیں غلط نہیں ہو سکتے۔
آخر میں عدلیہ انتظامیہ اور صدر محترم کی خدمات میں ملک قوم کی بقاء کے لیے درخواست گزار ہوں کہ اس فیصلے کو انا کا مسئلہ نہ بنائیں بلکہ بزرگان دین کے عمل اور خالق کائنات کے ارشادات اور حضورؐ اور اہل بیت و صحابہ کرام کی تسلیم ورضا کو صراط مستقیم جان کر کسی ایک بات پر متفق ہو جائیں تا کہ ملک قوم کی بقاء اور بہتری ہو اور خود تو ڈوبے ہیں صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے‘ کہ مصداق نہ ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں میں محبتوں کے چراغ روشن فرمائے اور عدل وانصاف کی راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

عوام اور پولیس میں خلیج کیوں؟

آج کل آئے روز اخبارات میں ظلم وتشدد قتل وغارت ڈاکے چوریاں' معصوم بچیوں کے ساتھ زیادتی' عوام پر پولیس کے تشدد سے متعلق خبروں کی بھرمار ہوتی ہے پولیس کے واقعات باقاعدہ جرائم کا حصہ بن چکے ہیں ہائیکورٹ کے ایک جج نے بالکل ٹھیک فرمایا کہ اگر فیصلے پولیس نے ہی کرنے ہیں تو عدالتیں بند کر دی جائیں ان کا کوئی فائدہ نہیں جب کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے تو اسے شہد اور گھی ملا کر گھٹی دی جاتی ہے اور گھر کے کسی سب سے زیادہ شریف متین ذہین اور با کردار شخص سے کہا جاتا ہے کہ نومولود کو گھٹی دے تا کہ اس کے افعال وکردار کا اثر اس بچے پر پڑے اور ہم نے اکثر دیکھا کہ بچے کی کسی بھی حالت کو دیکھ کر یہ سوال کیا جاتا ہے کہ اسے کس کی گھٹی ہے معلوم ہوتا ہے اب جب کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے تو اسے رشوت چوری ڈاکے قتل اور دیگر خرافات اکٹھے کر کے اس کی گھٹی دی جاتی ہے ایسے محکمے جہاں کبھی رشوت کا تصور بھی نہیں ہوتا تھا وہ محکمے بھی اب کسی نہ کسی طریقے سے رشوت لیتے ہیں عوام کے گلے میں ٹیکسوں کا طوق الگ آویزاں ہے اور رشوت کی زنجیروں سے یہاں کے عوام کا ایک ایک بال بندھا ہوا ہے اب تو ماشاءاللہ صدر پاکستان بھی تسلیم کرتے ہیں کہ یہاں رشوت کے بغیر آدمی سانس بھی نہیں لے سکتا۔

سوال یہ ہے کہ کسٹم ڈیپارٹمنٹ انکم ٹیکس' ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن' پی ڈبلیو ڈی واپڈا واسا اور اسی قسم کے ہزاروں شعبوں کے افراد گھر سے نکلتے ہیں تو دفتر تک صرف رشوت کا حساب کرتے آتے ہیں لیکن ان سے لوگ اتنی نفرت نہیں کرتے جتنی پولیس سے کرتے ہیں آخر اس کی وجہ کیا ہے تو سنئے جناب کسٹم ڈیپارٹمنٹ کو لیجئے میں ایسے انسپکٹروں بلکہ اس سے بھی چھوٹے کارکنوں کو ذاتی طور پر جانتا ہوں آپ بھی جانتے ہونگے جو بڑے بڑے محلوں اور ایوانوں میں رہتے ہیں کروڑوں کی جائیدادیں بنالی ہیں لیکن ان کو کوئی بھی برا بھلا نہیں کہتا اس لیے کہ یہ محکمے براہ راست عوام کا مال نہیں کھاتے تو سب عوام کا ہی ہیں لیکن کسٹم والے کان دوسری طرف سے پکڑتے ہیں بیس ہزار کسٹم آفیسر یا انسپکٹر نے لیا تین ہزار کسٹم لگایا اس شخص کو پچاس ہزار بچ گیا وہ کیوں شور مچائے گا اور تو چھپائے گا ہاں کچھ ایسے آفیسر بھی ہوتے ہیں جو سرنج لیکر آتے اور بغیر سوچے سمجھے خون نکالنا شروع کرتے ہیں لیکن پاکستان میں ان ظالموں کو اختیارات اتنے دے دیئے گئے ہیں کہ یہ آدم خور جس کا جی چاہے گوشت نوچ لیں کوئی چیخ بھی نہیں سکتا ایک انکم ٹیکس آفیسر تھے شیخ صاحب فلمیں بنانے کا بڑا شوق ہر وقت سٹوڈیو میں رہتے مختلف لوگوں سے اور لوگوں سے تعلقات مجھے نوٹس بھیج دیا گیا میں حاضر ہوا میں نے عرض کیا کہ جناب مجھے تو کاروبار بند کیے عرصہ ہو گیا اور میری تو پوزیشن بھی نہیں

Marfat.com

ہے میں نے زیادہ سرمایہ تو خدمت خلق میں صرف کر دیا یہ ہسپتال وارڈیں اور اسی قسم کے کام کیے لہذا میرے اوپر مہربانی فرمائیں جب کوئی کاروبار ہوگا تو انشاء اللہ ضرور ٹیکس پیش کریں گے انہوں نے بڑی خوش اخلاقی سے مجھے وداع کیا اور تین دن کے بعد ڈیڑھ لاکھ روپیہ ٹیکس لگا کر بھیج دیا گیا میرا دوست میرا کاونٹنٹ نصیر محمد قریشی مجھے کہنے لگا آپ کیوں گئے تھے میں نے کہا کہ میں تو انہیں حقیقت بتانے گیا تھا انہوں نے کہا پھر حقیقت کا مزہ چکھ لیا میں نے کہا کہ اب کیا کریں انہوں نے کہا میں جاتا ہوں وہ گئے تو انہوں نے واپسی پر مژدہ سنایا کہ بیس ہزار بطور نذرانہ دیتے ہیں اور پندرہ ہزار ٹیکس لگے گا میں روہانسا ہو گیا اور کہا کہ نصیر صاحب میں یہ پینتیس ہزار کہاں سے لاؤں انہوں نے کہا پھر گھر نیلام کرائیے قرقی کے لیے تیار ہو جائیں تو جناب ایسے ظالم تو کبھی نہیں بھلائے جاسکتے تو خیر بات ہو رہی تھی کسٹم ڈیپارٹمنٹ کی یہ سارے محکمے اسی طرح ہیں چند روز پہلے کچہریوں میں ایک مجسٹریٹ سر عام وکلاء کے ساتھ ضمانت کے لیے رشوت کا سودا کر رہے تھے اور وکلاء مجھے کہہ رہے تھے بھٹی صاحب اس مجسٹریٹ کو کیا ہو گیا یہ تو ایک ہزار روپیہ فی کس ضمانت کی رشوت لیتا ہے آج اسے کیا ہو گیا کہ اتنی زائد ڈیمانڈ کر رہا ہے میں نے کہا جناب مہنگائی بھی تو زوروں پر ہے اب بتائیے فریاد کس کے آگے کریں حکمران بیانات کی حد تک تو کمال علی کمال ہیں لیکن وہ بے بس عمل نہیں کرا سکتے جب سارے کا سارا ہی گند ہو تو صفائی کس چیز سے کی جائے اب پولیس کی بات کرتے ہیں ان کی کاروائی کا آغاز غلیظ گالیوں سے ہوتا ہے کوئی کتنا شریف انسان ہو کتنا حساس ہو نازک مزاج ہو ان کے پاس اس کے لیے ایک ہی تحفہ ہے گالی' ماں' بہن' بیٹی بیوی سب کی گالیاں پولیس والے ایجاد کرتے ہیں اس کے بعد چھتر ول' نہیں دیکھنا کہ مضروب میں کتنی طاقت ہے وہ مار برداشت کر سکتا ہے یا نہیں بس شروع ہو جاتے ہیں وہ مر جائے تو پھر خودکشی حرکت قلب بند ہوگئی وغیرہ وغیرہ پرچہ کبھی صحیح نہیں درج کرنا ایک لڑکا لڑکی کھلے راستے پر جارہے ہیں پرچہ درج ہوگا سر عام فحش حرکات کر رہے تھے ایک شخص قتل ہو گیا قتل کسی نے کیا پرچہ کسی کے خلاف درج ہوا جانتے ہیں کہ پرچہ بے گناہ کے خلاف دیا جا رہا ہے اور وہ بے گناہ پھانسی لٹک جائے گا لیکن نہ خدا کا خوف نہ شرم کا احساس تھانے والے جانتے ہیں کہ کون رشوت دلاتا ہے اور کون خالی سفارش کرتا ہے رشوت دلانے والا آئے تو منشی صاحب اس کو اپنی طرف بلائیں گے اور جس کی سفارش کرنے آیا ہے وہ کتنے ہی ذلیل جرم میں آیا ہوا سے چھوڑ دیا جائے گا اور جو خالی سفارش والا ہو وہ چاہے کسی بے گناہ کی سفارش کرنے آیا ہو اس کے سلام کا جواب بھی نہیں دیا جائے گا رشوت لیکر بے گناہ کے خلاف مقدمہ قائم کر دیا جائے گا اور رشوت لیکر چور ڈاکو' قاتل تک کو چھوڑ دیا جائے گا میں نے پہلے بھی ایک دفعہ لکھا تھا کہ جو لوگ چاہے وہ پولیس والے ہوں یا عدالتوں والے رشوت لیکر کسی مجرم کو چھوڑ دیں گے ان کی تو شاید بریت ہو جائے گی لیکن جو شخص رشوت لیکر کسی بے گناہ پر مقدمہ قائم کرے گا یا اسے سزا دے گا اس کو اللہ تعالیٰ کبھی معاف نہیں کریگا اور اسے عذاب الٰہی سے دنیا کی کوئی طاقت نہیں بچا

Marfat.com

سکتی لیکن اس کے باوجود ایسا ہوتا ہے نہ موت کا ڈر نہ خدا کا خوف اور نہ ہی اپنے بچوں کے مستقبل کی پاکیزگی کا حساس، رشوت اور سفارش تو بند ہو ہی نہیں سکتی جس طرح مسلم ممالک میں خانہ جنگی بند نہیں ہوسکتی کیونکہ غیر مسلم ممالک میں خانہ جنگی بند نہیں ہوسکتی کیونکہ غیر مسلم قوتیں خاص طور پر امریکہ اپنا اسلحہ کھپانے کے لیے انہیں مصروف جنگ رکھتا ہے اور ہمیں نہ تو قائداعظم کے بعد کوئی ایسا لیڈر ملا ہے اور نہ ہی امید ہے کوئی ملے گا کیونکہ حالات بد سے بدتر اور بدترین ہوتے جارہے ہیں اور جو بھی آتا ہے عوام کی آنکھوں میں دھول جھونک کر مطمئن ہوجاتا ہے میں نے عوام کو تھپک کر سلا دیا ہے اب فکر کی کوئی بات نہیں یہ تو ایک لمبی بحث ہے کہ رشوت اور سفارش کیسے بند ہوسکتی ہے اس کے لیے تو صحیح دانشوروں اور محب وطن افراد کو کئی دن ایک میز پر گزارنے ہونگے پھر کچھ مثبت نتیجہ نکل سکتا ہے ایک کالم میں کیسے یہ مسئلہ حل ہوسکتا ہے۔

میں تو صرف پولیس آفیسروں اور پولیس ملازمین کو یہ سمجھانے کی کوشش کررہا ہوں کہ گالی دینا کسی شریف انسان کا شیوہ نہیں اور مغلظات بکنے والے کو کبھی بھی معاشرے کا مہذب اور معزز حصہ نہیں سمجھا جاتا یہ تھانوں میں گالیاں بند کرائیں تمام چھتر اٹھا کر گندی نالیوں میں پھینک دیئے جائیں اور پولیس والے خدا اور رسول ﷺ کو حاضر وناظر جان کر وعدہ کریں کہ کسی بے گناہ پر مقدمہ نہیں قائم کرینگے اور کسی ظالم کو معاف نہیں کرینگے جس سے رشوت لیں گے اور کسی ظالم کو معاف نہیں کریں گے جس سے رشوت لیں گے کم از کم اس کا کام ضرور کریں گے کیونکہ رشوت کی گھٹی ہے رشوت سے باز تو آ نہیں سکتے معاف کیجئے گا یہ کالم کچھ الم غلم ہوگیا مجھے خود سمجھ نہیں آئی کہ لکھنا کیا تھا اور لکھ کیا گیا ہوں کیونکہ جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے یعنی ہر طرف جرائم کا جال بچھا ہے اور حکمران نعرہ لگاتے رہتے ہیں کہ ہم نے جرائم پر کنٹرول کرلیا ہے جرائم حقیقت ہے سچ ہیں اور کنٹرول جھوٹ اور لغو ہے مگر کیا کریں دونوں طاقتور ہیں مجرم بھی اور مجرم کی پشت پناہی کرکے جرائم پر کنٹرول کا نعرہ لگانے والے بھی بس حیرت ہے تو اس بات پر کہ ہم تو مجبور ہیں برداشت کررہے ہیں لیکن اللہ خالق، قادر، قدیر تو مجبور نہیں وہ اپنے مجبور بندوق پر اتنا سنگین ظلم کیوں برداشت کررہا ہے۔؟

☆☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

پیر فضل حسین گجراتی

پیر فضل حسین فضل گجراتی ۱۸۸۷ میں گجرات میں پیدا ہوئے آپ کی جائے پیدائش گڑھی شاہ دولہ گجرات میں ہے تعلیم کا سلسلہ 1918ء تک جاری رہا۔ آپ کے والد محترم پیر مقبول شاہ عالم دین تھے۔ ہمارے شہر کے صاحب حال بزرگ حضرت کبیر الدین شاہ دولہ دریائی رحمتہ اللہ علیہ کے خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔ آپ کو بچپن سے ہی شاعری کی طرف میلان تھا۔ اردو میں شعر کہتے تھے۔ اور مرزا نثار حسین مبصّر دہلوی سے اصلاح لیا کرتے تھے مبصّر دہلوی کے دو شاگرد تھے ایک پیر فضل حسین فضل گجراتی اور دوسرے حکیم ناصر جو ابو نصر طبیب کصب شاہی کے نام سے مشہور تھے۔ شاعری کا شوق آپ کو مرزا مبصّر دہلوی کی محبت سے ہوا۔ انہی کی بدولت اہل ذوق لوگوں سے متعارف ہوئے۔ مرزا صاحب کسی وجہ سے گوجرانوالہ چلے گئے ان کی عدم موجودگی میں یہاں کی محفلیں سونی ہوگئیں۔ کوئی جگہ نہ تھی جہاں چند لمحے بیٹھ کر ذوق کی تسکین حاصل کی جاتی۔ اس ادبی جمہور کا اثر پیر فضل حسین پر بھی ہوا جوان کی طبعیت برداشت نہ کرسکی۔ آپ نے ذہنی بوجھ سے چھٹکارا پانے کے لئے پنجابی محفلوں کا سہارا لیا جس کا اثر یہ ہوا کہ آپ کا دل اردو شاعری سے اچاٹ ہوگیا اور آپ پنجابی میں شعر کہنے لگے جو بہت مقبول ہوئے یہ ۱۹۱۰ء کا زمانہ تھا اور بقول پیر صاحب جمود کے بعد ادبی ہنگاموں کا دور تھا آپ نے حالات سے متاثر ہو کر مذہبی نظمیں بھی لکھیں۔ اس زمانے میں آپ کی ملاقات پنجابی کے عمر خیام سائیں احمد علی پشاوری سے ہوئی۔ سائیں احمد علی کی دوررس نگاہوں نے پیر فضل گجراتی کو بہت قریب سے تاڑ لیا تھا ۱۹۲۲ء میں سائیں احمد علی پشاوری نے پیر فضل حسین فضل گجراتی سے متاثر ہو کر کچھ یوں کہا ہے

''چڑنگی میں نہ کوئی چنگ دیکھا ں نہ میں سوز میں سوز کی تار دیکھاں
مولا داد گردیوے اے دل مشتر قراریوں میں بھی قرار دیکھاں''
اوس دے فضل تھیں فضل ہے کول میرے جس میں اختر اور شاکر ہزار دیکھاں
میری زندگی سائیاں غروب تے اے میں نہ فضل دی شاید بہار دیکھاں

پیر فضل حسین گجراتی سادہ طبعیت، نرم دل، درویش منش آدمی تھے۔ ان کے مزاج میں انکساری اور محبت نمایاں تھی۔ ہر کسی کے ساتھ خواہ دوست ہو یا دشمن سب ہی میں یکساں مقبول تھے میونسپل کمیٹی گجرات میں ہیڈ کلرک کے عہدہ پر فائز تھے۔ پیر فضل گجراتی بلاشبہ پنجابی ادب کے ان معماروں میں سے تھے جو اس عمارت کو بوسیدہ دیواروں پر نئی خوش رنگ گل کاری کر رہے تھے۔ اس جیالے فنکار پر گجرات کی دھرتی ہمشیہ فخر کرتی رہے گی۔

Marfat.com

لشکیاں سوئیاں زلفاں تائیں ہور فدا لشکائی جا
دکھاں گھپ اندھیرا کیتا اے چناں چانن لائی جا

پیر فضل گجراتی کی اولاد میں صرف چار صاحبزادیاں ہیں ان میں سے تین حیات ہیں اور ماشا اللہ مائی صاحبہ بھی زندہ ہیں۔ پیر فضل گجراتی کی وفات ۲۲ اگست ۱۹۷۲ء میں ہوئی آپ کا مزار آپ کے آبائی قبرستان محلہ چلوارا میں مرجع خلائق ہے۔ اور وہاں ہر سال ہزاروں عقیدت مند اکٹھے ہوکر ایصال ثواب کرتے ہیں ۔ پیر فضل نے سوہنی مہینوال کا قصہ بھی لکھا جس نے بہت شہرت حاصل کی ۔ اور بعدازاں آپ کے تین مجموعے ڈونگے پینڈے، ٹکوراں ایک مجموعہ نعت قطبی تارہ شائع ہوئے ہیں۔ مجموعہ نعت نوابزادہ مولوی غضنفر علی گل نے چھپوایا ہے۔ آپ کے دل میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور صوفیائے کرام کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ جب آپ کون ومکاں محسن انسانیت حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیتے تو آپ پر رقعت طاری ہوجاتی۔

☆☆☆☆☆

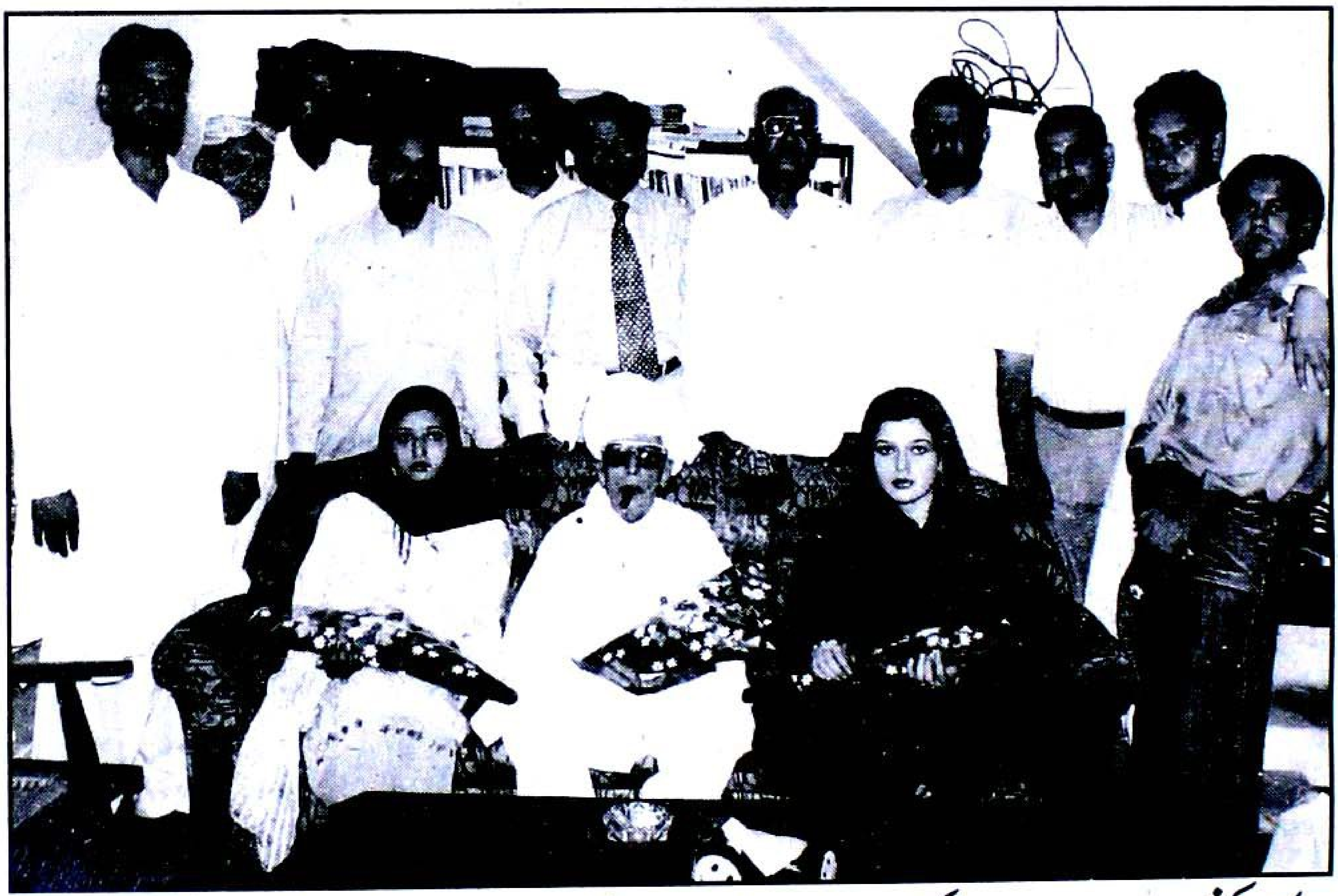

پاک کشمیر لائبریری اسلام گڑھ جلالپور جٹاں میں ملکہ طالب، پروفیسر ڈاکٹر پیر نصیر الدولہ صائمہ نزیر، رائے فصیح اللہ جرال، احسان فیصل کنجاہی، پروفیسر کلیم احسان بٹ، سفیر احمد چوہدری قلب حسین وڑائچ، پروفیسر زُہیر کنجاہی، ساجد طالب، محمد رحمت اللہ شہزاد محمد اقبال مچھیانوی، رائے خالد جرال اور افتخار وڑائچ کالروی کا گروپ فوٹو

Marfat.com

دلیپ کمار پر اعتراض کیوں؟

کچھ ایکٹر لوگ دلیپ کمار کو ایوارڈ دینے پر اعتراض کر رہے ہیں، یہ فطرت ہے، اگر آج میں بھی ایکٹری کر رہا ہوتا تو ضرور اعتراض کرتا، حالانکہ بادشاہوں پر اعتراض کرنے کی گنجائش نہیں ہوتی۔ اسلئے کہ یہ عالیجاہوں کی خوشی اور مرضی ہوتی ہے کہ جس کو چاہیں نوازیں وہ ککھ کو لکھ اور لکھ کو ککھ میں تبدیل کرنے کی طاقت رکھتے ہیں، تاریخ بتاتی ہے کہ جب شہنشاہ فیاضی کا مظاہرہ کرنے پر آتے تو جانی دشمنوں کو اتنا نوازتے کہ وہ مالا مال ہو جاتے، یہ الگ بات ہے کہ کئی شہنشاہ بعد میں انہی کے ہاتھوں مارے گئے، جن پر انکی نوازشات کی برسات رہی، وہیں سے تو یہ محاورہ بن گیا کہ ہر بھولے آدمی کے بھولپن پر اسے کہا جاتا ہے کہ آپ کو کیا کہیں آپ تو بادشاہ ہیں اور یہ ایوارڈ تو انصاف عدل اور برابری کے اصولوں پر دیا گیا ہے، ادھر دلیپ کو معزز کیا گیا اور ادھر محمد علی کو بھی برابر کھڑا کیا گیا یہ ایکٹری میں ٹاپ کرنے کا صلہ ہے، جناب اگر یہ ایوارڈ مسلم لیگی کو دینا مقصود ہوتا تو ہمارے یوسف خاں بیچارے تو پرانے لیگی ہیں اور کئی بار سیاسی بحث میں کمزوروں کو تھپڑ اور گھونسے بھی رسید کر چکے ہیں، اور محمد علی تو بالکل نئے مسلم لیگی ہیں، حالانکہ ان کے زیادہ تر تعلقات اور دوستی پی پی کے بڑوں کے ساتھ ہے، لیکن چونکہ وہ یوسف خان سے بڑے ایکٹر سمجھے جاتے ہیں اور غالباً یوسف خان سے سرمایہ داری میں بھی بہت آگے نکل چکے ہیں۔ اس لئے انصاف کا تقاضا یہی تھا کہ حق بہ حقدار رسید، ویسے کچھ لوگ تو ہمارے خان صاحب کو ان سے بڑا ایکٹر سمجھتے ہیں۔ اور غالباً خان صاحب کی فلمیں بھی ان سے زیادہ ہیں۔ اور ہاں دلیپ کمار کو ایوارڈ نہیں دیا گیا، پہلے انہیں مسلمان کیا گیا، ان کا نام یوسف خان رکھا گیا پھر ایوارڈ دیا گیا حالانکہ اُن کی ایکٹری کا کمال دلیپ کمار کے نام سے ہے، یوسف خان کے نام سے نہیں، لیکن ایک فائدہ ضرور ہوا کہ ایک تیر سے دو نشانے ہو گئے، ایک تو دلیپ کمار مسلمان ہو گیا، اور دوسرے کئی لوگوں نے یہ سمجھا کہ یہ ایوارڈ ہمارے یوسف خان کو دیا گیا ان اخباری فوٹو گرافروں کا برا ہو جو سارا بھرم کھول دیتے ہیں، شرمیلا فاروقی کی ڈانس والی تصویر چھاپ کر اس کا تمام شرمیلا پن اجاگر کر دیا، اگر یہ دلیپ کی تصویر نہ چھاپتے، تو ہمارے بھی کچھ لکھ رہ جاتے اور ہم بھی یہ کہنے کے قابل تو ہو جاتے کہ

خس خس جناں قدر نہ میرا صاحب نوں وڈیائیاں
میں گلیاں دا کوڑا روڑا محل پڑھایا سائیاں

اس دور میں کارکردگی کا حسن تو صرف ایکٹنگ بے ہنگم گانے اور بداصول بھڑ کنے (ناچنے) میں رہ گیا ہے، کارکردگیوں میں اصولوں کو اللہ جانے زمین چاٹ گئی یا آسمان کھا گیا، ہمارے صدر صاحب فرماتے

Marfat.com

ہیں ہم پاکستان کی طرف میلی آنکھ سے دیکھنے والے کی آنکھیں نکال دیں گے، ایک طرف تو یہ فرماتے ہیں اور دوسری طرف جنگ میں پاکستان کے خلاف ٹینک خرید نے کیلئے چندہ جمع کرنے والے کے سینے پر نشان امتیاز آویزاں فرمارہے ہیں، اب تو لگتا ہے کہ اگر بال ٹھاکرے اپنا نام بدل کر نوردین رکھ لے تو ہم اسے بھی ایوارڈ دیں گے، آخر اس نے بھی تو بابری مسجد مسمار کر کے ایک بے مثال کارنامہ سرانجام دیا ہے، جس طرح محترم دلیپ کمار نے فرمایا کہ چندہ جمع تو ٹینک خرید نے کیلئے کیا تھا لیکن میرے کہنے پر اسے عوام کی خدمت پر صرف کیا گیا ، بال ٹھاکرے صاحب بھی کہہ سکتے ہیں کہ مسجد گرائی تو اس لئے گئی تھی کہ ہمارے اندر کا متعصب ہندوازم خوش ہو، لیکن اس مسجد کا ملبہ ہم نے ہسپتال کی تعمیر میں استعمال کیا تا کہ نادار مریضوں کی خدمت ہو، لیجئے جناب بال ٹھاکرے نوردین بن کر مسلمان ہو گیا، اس نے مسجد گرا کر عظیم کارنامہ بھی کیا اور ملبہ ہسپتال میں لگا دیا اب کون کہہ سکتا ہے کہ وہ ایوارڈ کا حقدار نہیں !اگر ہم نے نوبل پرائز کا مقابلہ کرنے کی ٹھانی ہی لی ہے اور بلا تخصیص ملک وقوم ایوارڈ دینا ہے اور ایکٹنگ کے علاوہ کوئی شعبہ حسن کارکردگی کا حقدار ہے تو پھر کرکٹ میں سنیل گواسکر، کپل دیو اور اظہر الدین کو اسی فراخدلی سے ایوارڈ دینے چاہئیں ۔ برلا اور ٹاٹا کو ہسپتال اور پوجا پاٹ کیلئے مندر بنانے پر اعزاز سے نوازنا چاہیے، ایک لطیفہ سنئے کسی وکیل صاحب نے مدیحہ گوہر پر مقدمہ کر دیا ہے، کہ انہوں نے گجرال کو گلے لگایا، میں وکیل صاحب کی خدمت میں گزارش کروں گا کہ فہرست بنایئے کہ کس کس پاکستانی نے گجرال کو گلے لگایا، اور ان سب کے خلاف مقدمات کر دیجئے ، اور کس کس خاتون نے دلیر سنگھ مہدی کو گلے لگایا اور کس کس نے اس کا منہ چوما، آخر وہی بات نکلی کہ ایک روادار پرائم منسٹر ہونے کے مقابلے میں ایک بلا وجہ بھڑ کنے اور کودنے والا پاپ سنگر زیادہ معزز اور پاکیزہ ہے کہ اس کے منہ چومنے پر کوئی اعتراض نہیں اور اسکے مقابلے میں گجرال کی کوئی حیثیت نہیں، کہ اس کو گلے لگانے والا اخلاقی اور مذہبی مجرم، کہاں تک سنو گے کہا تک سناؤں، مجھے تو دلیپ صاحب پر کوئی اعتراض نہیں وہ کچھ بھی ہیں بڑے ایکٹر تو ہیں اور پھر محبّ وطن (بھارت) بھی ہیں اور اگر پاک بھارت جنگ چھڑی تو وہ اپنے وطن کیساتھ تو محبت کا ویسا ہی ثبوت پیش کریں گے یہ تو آپ کو معلوم ہو گا کہ اس دور میں ایکٹنگ ہی معزز ترین عمل اور پیشہ ہے، اگر اس وقت ہماری نئی نسل سے پوچھا جائے تو وہ بھی یہی کہیں گے، کیونکہ ہماری حکومتوں نے بڑی محنت کے ساتھ ٹی وی کے ذریعے انکے دلوں میں یہ بات بٹھائی ہے اب نہ تو کوئی اخلاقی قدر باقی ہے اور نہ ہی کسی نیکی کا کوئی مقام، کوئی اپنی تمام تر پونجی وطن اور انسانیت پر صرف کر دے، انہی ساری فکر اور عقل اصل دین کی کھوج میں لگا دے، اوہ پھر بھوکا مر کے بھی اور اپنی جان تلی پر رکھ کر اسے عوام تک پہنچائے ، حکمرانوں کے تازیانے اور عتاب کے باوجود کلمہ حق بلند کرے، اس کیلئے کوئی ایوارڈ نہیں، کوئی اعزاز نہیں، بس لغو باتیں اور لچریات ہی معزز ترین ہے۔

☆......☆......☆

Marfat.com

شاید میاں نواز شریف پڑھ لیں!

جب کوئی حکمران بن جاتا ہے تو اس کے ارد گرد کار خاص ملازمین کا ایک ہاتھ قائم ہو جاتا ہے، جن کا کام صرف اتنا ہوتا ہے کہ نہ تو کسی معقول آدمی کو آگے جانے دیا جائے اور نہ ہی حکمران کسی کی آواز سن سکیں، کیونکہ اس میں انکے اپنے مفادات کو خطرہ ہوتا ہے۔ جیسے ہر تھانہ میں ایس ایچ او کا ایک کار خاص ملازم ہوتا ہے اور پورا عملہ اور فریادی ان کے اشاروں پر رقصاں ہوتے ہیں، جیسے محترمہ بینظیر کے دور حکومت میں کار خاص پر ناہید خاں متعین تھیں۔ اس کو مد نظر رکھتے ہوئے میں نے کالم کا عنوان باندھا ہے شاید میاں نواز شریف پڑھ لیں!۔

میں نے میاں صاحب کی تقریری سنی، انہوں نے بہت سی اچھی اصلاحات اور ترجیحات کا ذکر کیا۔ بلاشبہ اگر ان پر عمل ہو گیا تو ملک وقوم اور معیشت پر ان کے قابل قدر اثرات مرتب ہونگے۔ 1: سرکاری دفتروں، ٹرینوں اور پروازوں میں سگریٹ نوشی نہیں ہوگی۔ 2: با اثر افراد سرکاری خرچے پر بیرون ملک علاج نہیں کرائیں گے، سرکاری خزانے پر بوجھ نہیں پڑے گا۔ 3: پلاٹ کم قیمت پر نہیں دیئے جائیں گے، کچھ اور بچت۔ 4: وزیروں، مشیروں اور اہم شخصیتوں کے گھروں سے گارڈ ہٹا لئے جائیں گے، ممکن ہے اس کا بھی کوئی فائدہ ہو۔ 5: معاف کرائے قرضے واپس لیں گے، سرکاری خزانے میں مزید اضافے کا امکان 6: گینگ ریپ کی سزا موت ہوگی۔ اگر عمل ہوا تو مجرموں کے حوصلے پست ہونگے۔ 7: شادیوں میں کھانوں پر پابندی غریبوں اور مجبوروں پر احسان ہوگا۔ 8 جمعہ کی چھٹی اتوار میں تبدیل کر دی گئی کام زیادہ ہوگا۔ 9 ڈیوٹی فری کار منگوانے پر پابندی صرف سرمایہ دار ہی اچھی گاڑیاں استعمال کر سکیں گے۔ 10: سرکاری زمینیں ہاریوں اور مزارعوں میں تقسیم کی جائیں گی حق بہ حق دار رسید۔ 11: ایٹمی پروگرام کی حمایت جاری رہے گی، جب دشمن اس پر عمل پیرا ہے تو ہم کیوں بند کریں 12: کشمیریوں کی حمایت کا اعلان، یہ تو ہم پر واجب ہے۔ 13: کسی ترقیاتی کام پر کسی کے نام کی تختی نہیں ہوگی۔ اس اعلان پر میں میاں صاحب کو دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں، اس لئے کہ میں پچھلے دنوں انڈیا گیا تو وہاں صاف ستھری سڑکیں دیکھیں لیکن کہیں کسی کے نام کی تختی نہیں تھی۔ میں نے اپنے میزبان سردار جی سے پوچھا یہاں کسی ایم این اے یا ایم پی اے کی تختی نہیں سردار جی نے فوراً جواب دیا کہ ”رقم اوہناں دے پیے دی لگی اے“ یعنی اس پر رقم ان کے باپ کی خرچ ہوئی ہے؟ یہی میاں صاحب نے کہا ہے کہ اگر ان کی تختی لگوانے کا شوق ہے تو پھر اپنی جیب سے خرچ کریں اور تختی لگوائیں۔

یہ اصلاحات تو بلاشبہ صحیح ہیں لیکن معذرت کے ساتھ ایسے لگتا ہے جیسے کوئی ڈاکٹر معمولی پھوڑے

Marfat.com

پھنسیوں نزلہ کھانسی اور ہلکے بخار وغیرہ کا علاج کرے اور اسی جسم میں کینسر کی طرف توجہ نہ دے حالانکہ کینسر کی وجہ سے موت کا خدشہ ہوتا ہے، اسکی دو وجوہات ہوسکتی ہیں کہ یا تو معالج کینسر کے نقصان کو سمجھنے سے قاصر ہوتا ہے یا وہ کینسر کا علاج کرنے کی قوت نہیں رکھتا، یہاں فرقہ واریت کینسر ہے صوبائی تعصب ٹی بی، لسانی اختلافات دماغی ٹیومر اور طبقاتی منافرت عارضہ، قلب ہے، یہ تمام بیماریاں جان لیوا ہوتی ہیں اگر معمولی امراض کا اعلاج کرلیا جائے اور شدید بیماریوں کی طرف توجہ نہ دی جائے تو پھر مریض کی موت یقینی ہو جاتی ہے اور دنیا کی کوئی طاقت ایسے وجود کو موت کی آغوش سے نہیں نکال سکتی۔ سوال یہ ہے کہ ملکی استقامت کو دن بدن فرقہ واریت کھارہی ہے، میاں صاحبان کے وزیراعظم اور وزیراعلیٰ بننے کے بعد فرقہ وارانہ قتلوں میں مسلسل اضافہ ہورہا ہے۔ بلکہ دیگر جرائم میں بھی بڑا جرات مندانہ اضافہ ہوا ہے۔ جرائم کا یہ تسلسل خانہ جنگی کی طرف پیش قدمی کے مترادف ہے۔ ایسی تخریب کار قوتوں کو نہ روکنا ان کی حوصلہ افزائی ہے۔ ان کو کچلنا حکومت کا اولین فرض ہے اور ایسے لوگ جو ملک دشمن قوتوں کے آلہ کار بن کر وطن عزیز میں تخریب کاری کر رہے ہیں ان سے بڑھ کر ملک وقوم کا کوئی بدخواہ نہیں ہوسکتا۔ ان کو روکنا کسی بھی حکومت کا سب سے پہلا فرض ہے۔ ادھر سندھ میں سندھ ممبران اسمبلی نے حلف سندھی زبان میں لیا میری نظر میں یہ دوبارہ لسانی اختلاف پیدا کرنے کی ابتدا ہے۔ ممتاز بھٹو کا قوم پرستی کا نعرہ صوبائی تعصب پھیلانے کی علامت ہے۔ ان تمام سرطانوں اور جان لیوا امراض کا علاج کون کرے گا؟ کیا ہمارے محترم میاں برادران کی نظر میں یہ بیماریاں قابل توجہ نہیں؟ جب سے وہ تشریف فرما ہوئے ہیں فرقہ واریت کے قتل وغارت اتنی سرعت پکڑ گئے ہیں کہ حیرت ہوئی ہے، میاں صاحبان سے گزارش ہے کہ اسلام میں فرقہ واریت کی کوئی گنجائش نہیں، ملکہ قرآن پاک تو فرقہ سازوں کو مشرک کا درجہ دیتا ہے اور انکے لئے دردناک سزا کا اعلان فرماتا ہے۔ ہمارے یہاں اول تو سیاست دانوں کا وجود ہی نہیں، البتہ سیاہ ست دان ان گنت ہیں۔ جب پیپلز پارٹی کی حکومت تھی اگر محترمہ نے فرمایا کہ اللہ ایک ہے تو مسلم لیگ کے متوالوں نے کہا نہیں دو ہیں۔ یعنی یہاں فطرت بن چکی ہے کہ اگر کسی پارٹی کا قائد کتنی صحیح اور مفید بات کرے، مخالفین نے اسکی نفی کرنی ہوتی ہے اگر مسلم لیگ کا کوئی سربراہ کہے کہ سورج مشرق سے نکلتا ہے تو پی پی کے جیالے بغیر سوچے سمجھے کہہ دیں گے کہ سورج تو کبھی مشرق سے نکلا ہی نہیں۔ میاں نواز شریف صاحب نے اپنی تقریری میں جتنی ترجیحات اور اصلاحات کا اعلان کیا ہے بلاشبہ وہ ملک وقوم کیلئے انتہائی مفید اور کارآمد ہیں لیکن PPP کے جیالوں نے یہاں تک کہہ دیا کہ کھودا پہاڑ اور نکلا چوہا، کسی نے کہا میاں نواز شریف کا پول کھل گیا۔ مسلم لیگ کے ان متوالوں اور پی پی کے جیالوں کی یا تو اللہ زبانیں بند کردے یا ان کو موت ہی آجائے تو شاید ملک بچ جائے۔ انہوں نے قسم کھالی ہے کہ سچ جھوٹ کی پروا نہیں کرنی، بس ہز ماسٹرز وائس بننا ہے۔

میں نے محترمہ کے دور حکومت میں انکی خدمت میں ایک عریضہ ارسال کیا اور لکھا کہ جب تک ملک

Marfat.com

سے صوبائی عصبیت اور فرقہ واریت کی لعنت ختم نہیں ہوتی، ملک وقوم کو کوئی قابل ذکر فائدہ نہیں پہنچ سکتا اور نہ ہی آپکے شاندار مستقبل کی کوئی ضمانت دی جا سکتی ہے۔ انہوں نے جواب تک نہ دیا، البتہ ناہید خان وزیر اعظم دوم نے شکریہ کا خط لکھ دیا۔ ہمارے نادان حکمران سمجھتے ہیں کہ ہماری طرف سے چند لفظوں کی تحریر نزول من اسماء کا درجہ رکھتی ہے۔ حالانکہ میں نے دیکھا ہے جب تک کسی کے پاس حکومت ہوتی ہے لوگ ان کی تصویریں گھروں میں نمایاں جگہ پر آویزاں کرتے ہیں اور جیسے ہی حکومت جاتی ہے تصویریں بھی غائب ہو جاتی ہیں ہاں وہ لوگ جو اچھے کام کر جاتے ہیں ان کی تصویریں تحریریں اور اقوال دلوں پر نقش ہو جاتے ہیں۔

محترم میاں صاحبان ایک سچے قلمکار کی کوئی جماعت نہیں ہوتی۔ قلمکار کی جماعت وطن اور ملک ہوتا ہے جو وطن کی بہتری کیلئے کچھ کرتا ہے وہی محبت وطن قلمکار کا محبوب ہوتا ہے۔ قوم نے آپ کو چنا ہے ہم آپکے لئے دل سے دعا گو ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق، قوت اور ہمت عطا فرمائے کہ ایسی ملک دشمن قوتوں کو ختم کر کے ملک کی پیشانی پر ستاروں کی طرح جگمگائیں۔ آپ کیلئے انتہائی کڑا امتحان ہے بہت سی گھٹاؤں کا سامنا کرنا ہوگا۔ آپ نے جن اصلاحات کا ذکر فرمایا بلاشبہ وہ اچھی اور مفید ہیں لیکن فرقہ واریت کا ذکر ہی نہ کرنا اآپ کے زیر نظر انہی مصلحتوں کی نشاندہی کرتا ہے جن مصلحتوں کا شکار ہو کر پہلے حکمران ناکام ہوئے۔ عزت ذلت حکومت زندگی اور موت سب اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ کوئی تخریب کار کسی کو سوائے رسوائی کے کچھ نہیں دیتا۔ نام نہاد مذہبی رہنماؤں اور تخریب کاروں سے خوف نہ کھائیں، آپ کی تقریر اور میاں شہباز شریف کے جرائم کش فوری اقدامات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ واقعی وطن کی بقا اور عزت و ناموس کیلئے کچھ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں، ان ملک کش اور قوم خور بدخواہوں کے سامنے ڈٹ جائے۔ نفرتوں کو ملک بدر کر کے محبت اور الفت کو دلوں کی زینت بنائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو۔

☆......☆......☆

Marfat.com

فیصل آباد کی بیٹیاں

میں پچھلے دنوں پی ٹی وی اجالا کے عنوان سے ایک پروگرام پیش کرتا تھا، جو صوفی شعراء کی زندگیوں اور شاعری پر مبنی ہوتا تھا، یہ پروگرام ایک مخصوص نظریئے اور سازش کے تحت بند کر دیا گیا جس طرح ہماری کرکٹ پارٹی پالیٹکس اور سازشوں کا شکار ہو کر محض کوڑا کرکٹ رہ گئی ہے۔اس کی تفصیل انشاءاللہ پھر کسی کالم میں پیش کروں گا۔اسی پروگرام کے سلسلے میں حضرت کرمانوالہؒ کا پروگرام بھی پیش کیا گیا۔اس وقت حضرت محمد علی شاہ بخاری خلف الرشید حضرت محمد اسمٰعیل شاہ بخاریؒ بقید حیات تھے، لہٰذا ان کا انٹرویو بھی ریکارڈ کیا گیا۔اسی پروگرام کی وجہ سے ان کے ایک مرید خاص شیخ محمد اسلم فیصل آبادی میرے پاس تشریف لائے۔شیخ صاحب بڑے حلیم الطبع اور منکسرالمزاج انسان ہیں۔ میں نے حتی المقدر ان کی خدمت کی۔ انہوں نے مجھے فیصل آباد آنے کی دعوت دی۔ میں نے عرض کیا کہ جب فیصل آباد آنا ہوا، در دولت پر حاضری دونگا۔

فیصل آباد جانا ہوا تو ان کے ہاں حاضر ہوا۔ان کے گھر کے تمام افراد مجھے شیخ صاحب کی مزاج ہو بہو تصویریں نظر آئے۔ان کے گھر میں مہمان نوازی اور خلق کا ایک گلشن کھلا ہوا ہے۔انکی بیگم صاحبہ اور بچے سب ایک ہی خوش رنگ سلوک کی کڑیاں دکھائی دیتی ہیں۔شیخ صاحب کی بڑی بیٹی سعدیہ گورنمنٹ کالج فار ویمن کارخانہ بازار فیصل آباد میں فرسٹ ایئر کی طالبہ ہیں۔چھٹی کے وقت شیخ صاحب اسے لینے جاتے ہیں۔اس نے مجھے کہا انکل آپ بھی ابو کے ساتھ آئیں۔ پرنسپل صاحبہ سے آپکی ملاقات کرانی ہے۔میں شیخ صاحب کے ہمراہ قریباً بیس منٹ قبل از چھٹی وہاں پہنچا لیکن بازار کی نکڑ پر پہنچے تو آگے راستہ مسدود تھا۔ اباز ار ریڑھوں، تانگوں، گڈوں، ریڑھیوں اور ٹرکوں سے ہاؤس فل کا نقشہ پیش کر رہا تھا۔ہم بڑی مشکل سے پچیس منٹ میں کالج کے مین گیٹ تک پہنچے جبکہ چھٹی ہو چکی تھی اور طالبات بیچاری اپنے منہ چھپائے اور بدن سمیٹے اپنے اپنے عزیزوں کو تلاش کر رہی تھیں۔ جو اس بے ہنگم ہجوم کے باعث اپنی اپنی سواریاں دور کھڑی کر کے بہنوں اور بیٹیوں کا انتظار کر رہے تھے۔ہماری بیٹی دو تین سہیلیوں کے ساتھ مین گیٹ کے ساتھ چپکی کھڑی تھی۔اس نے دیر سے آنے پر ہلکی سی ناراضگی کا اظہار کیا۔اہم نے رش کی طرف اشارہ کیا تو وہ کسی حد تک مطمئن ہوگئی اور کہنے لگی کہ چلئے پرنسپل صاحبہ کے دفتر میں چلتے ہیں۔ میں نے ان کو عرض کر دیا تھا وہ انتظار کر رہی ہیں۔ میں نے سنی ان سنی کر دی کیونکہ میں ریڑھیوں، گڈوں، ٹرکوں وغیرہ پر براجمان کو چوانوں اور ڈرائیوروں کو دیکھ رہا تھا۔میری بیٹیاں آپ سب کی بیٹیاں قوم کی بیٹیاں منہ چھپائے راستہ تلاش

Marfat.com

کر رہی تھیں اور وہ لوگ اپنی اپنی سواریوں پر بیٹھے انہیں گھور گھور کر دیکھ رہے تھے اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ سرگشیاں کر رہے تھے۔ گویا ان معصوم بچیوں کی چالوں اور نقوش پر تبصرہ اور تنقید بھی فرما رہے تھے۔ میں یہ منظر دیکھ دیکھ کر اندر ہی اندر جل بھن رہا تھا۔ کیونکہ میری بیٹیاں، آپ کی بیٹیاں اور ہر شریف آدمی کی بیٹیاں انکی گستاخ نگاہی کا شکار ہو رہی تھیں۔ یہاں ایک آپ بیتی عرض کر دوں۔ 1983ء میں میں اپنی بیوی کے دل کے آپریشن کے سلسلے میں انگلینڈ گیا۔ الحمد اللہ آپریشن کامیاب ہوا۔ ایک دن اچانک میری بیوی مجھ سے کہنے لگی کیا ہم مستقل طور پر انگلینڈ میں نہین رہ سکتے؟ میں نے کہا کیوں؟ تو اس نے برملا جواب دیا کہ یہاں چھوٹا بڑا کوئی بھی سودا خریدنے کسی دکان پر چلا جائے تو نہ کوالٹی میں فرق پڑتا ہے اور نہ قیمت میں اور نہ ہی کوئی ملاوٹ والی شے ہوتی ہے اور میں دن میں چھ چھ میل سیر کرتی ہوں، مجھے کبھی محسوس ہوا کہ کوئی مجھے گھور رہا ہے لیکن پاکستان مین اگر مارکیٹ تک جاؤں تو ہر کوٹھی کے گیٹ پر کوئی ملازم ہو یا مالک، سر سے پاؤں تک جائزہ لیتا نظر آتا ہے۔ میں نے اسے کہا خبردار آئندہ ایسا نہ کہنا۔ ہم اپنے مسلمان بھائیوں کو چھوڑ کر کافروں کے ملک میں نہیں رہ سکتے۔ ہمارے مسلمان بھائی ایسے نہیں ہیں، جیسا تم سمجھتی ہو۔ وہ تو سب کو مائیں اور بہنیں تصور کر کے محض تقدسا انہیں دیکھتے ہیں۔

تو جناب ہم پرنسپل صاحبہ کے دفتر میں حاضر ہوئے۔ پرنسپل صاحبہ بڑے اخلاق کے ساتھ پیش آئیں۔ انہوں نے فرمایا کیسے تشریف لائے۔ میں نے عرض کیا کہ یوں تو کالج کی تمام بیٹیاں میری بیٹیاں ہیں لیکن سعدی میری بھتیجی اور بیٹی ہے۔ اس کو داخلہ دینے کا شکریہ ادا کرنے آیا ہوں اور جب تک یہ آپ کے زیر سایہ ہے، اس پر شفقت و مہربانی کا متمنی بن کر آیا ہوں۔ میں نے انہیں عرض کیا کہ یہاں فیصل آباد میں کوئی انتظامیہ نہیں۔ انہوں نے کہا کیا مطلب۔ میں نے کہا ڈپٹی کمشنر یا ایس ایس پی وغیرہ۔ انہوں نے کہا ماشاء اللہ ہیں۔ میں نے کہا پھر کبھی ادھر تشریف نہیں لاتے ہونگے۔ انہوں نے کہا ایسا بھی نہیں ہے۔ میں نے کہا پھر انکی بیٹیاں نہیں ہونگی۔ انہوں نے کہا کہ بیٹیاں بھی ہیں۔ میں نے کہا پھر انہیں بیٹیوں کے تقدس کا علم نہیں ہوگا۔ ہمارے حضورؐ کی دختر نیک اختر جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا جب کبھی تشریف لاتیں تو حضورؐ استقبال کے لئے کھڑے ہو جاتے اور انہیں اپنی جگہ پر بٹھاتے۔ انہوں نے کہا کہ اس کا جواب تو افسران ہی دے سکتے ہیں۔ کئی بار ان کی خدمت اقدس میں درخواستیں پیش کی گئی ہیں کہ کم از کم کالج کھلتے اور چھٹی کے وقت ایک ایک گھنٹے کے لئے ٹریفک ون وے کر دی جائے لیکن کوئی سنتا ہی نہیں۔ میں نے کہا کہ لاہور میں جب لاہور کالج میں چھٹی ہوتی ہے تو وہاں باقاعدہ پولیس ہوتی ہے جو ہر آنے جانے والے پر نظر رکھتی ہے۔ سوائے ان چند نوجوانوں کے جن کے باپ بڑے بڑے آفیسر ہیں اور اولاد کے ہر عمل کو جائز تصور کرتے ہین۔ ایسے نوجوان گاڑیوں اور موٹر سائیکلوں پر کچھ نابکار قسم کی حرکتیں کرتے نظر آتے ہیں۔ جہاں بیچارے پولیس والے بھی مجبور و معذور دکھائی دیتے ہیں۔ لیکن آپ کے ہاں تو پولیس نام کی کوئی جنس نظر نہیں آئی، تو

Marfat.com

جناب یہ ہیں فیصل آباد کی کالج میں پڑھنے والی بیٹیاں۔اب ذرا کالج کی تاریخ سن لیجئے گورنمنٹ کالج فار ویمن کارخانہ بازار پہلے نارمل سکول تھا۔1934ء میں اسے لڑکیوں کا انٹرمیڈیٹ کالج بنا دیا گیا، جس میں صرف چھ کمرے تھے جو 1887ء میں تعمیر کئے گئے تھے۔1944 میں اسے ڈگری کالج بنا دیا گیا، 1972ء میں اس میں دو ہزار طالبات ہو گئیں لیکن کالج کی عمارت میں کوئی اضافہ نہ ہوا، لہٰذا طالبات کے لئے یہاں تعلیمی سہولیات ناممکن تھیں۔اس لئے ستمبر 1985ء میں یہ کالج مدینہ ٹاؤن میں منتقل کر دیا گیا۔پھر عوام کے مسلسل دباؤ کی وجہ سے اس پرانی عمارت میں 1985ء میں دوبارہ ایک انٹرمیڈیٹ کالج قائم کر دیا گیا جو 1987 میں ڈگری کالج بنا دیا گیا اور 1994ء میں بی ایس سی کی کلاسیں شروع کی گئیں۔اب اس میں طالبات قریباً چار ہزار ہیں لیکن کالج کا رقبہ اور بلڈنگ وہی ہے۔ہاں معمولی سی ردوبدل کی گئی ہے۔ کلاس رومز اور سٹاف نامکمل ہے۔بیٹیوں کو لیکچرز کھلے میدان یا درختوں کے سائے میں بیٹھ کر سننے پڑتے ہیں۔ان تمام حالات کا جائزہ لینے کے بعد میں نے پرنسپل صاحبہ سے پوچھا کہ کیا کیا مراعات ملیں تو یہاں بچیاں سہولت کے ساتھ مکمل تعلیم حاصل کر سکتی ہیں۔انہوں نے فرمایا کہ 1......ایک ملٹی سٹوری عمارت تعمیر ہونی چاہئے (دو منزلہ یا تین منزلہ) تا کہ ہر موسم میں بچیاں آرام سے تعلیم حاصل کر سکیں۔2......ایک آڈیٹوریم تعمیر ہونا چاہئے 3......ایک مکمل اور جدید قسم کی لائبریری ہونی چاہئے جس میں ضرورت کی تمام کتابیں موجود ہوں۔بی ایس سی اور ایف ایس سی کے لئے ایک سائنس بلاک ہو جس میں ضروریات کا تمام سامان موجود ہوتا ہے کہ بیٹیاں سائنس میں مکمل تعلیم حاصل کر سکیں۔سٹاف کی کمی کو پورا کریں۔انگلش، عربی، سائیکالوجی، اردو، حساب، شماریات، زوالوجی اور باٹنی، ان مضامین کو لیکچرار زاول تو سرے سے ہیں ہی نہیں اور اگر ہیں تو برائے نام۔جو مضامین یہاں پڑھائے نہیں جاتے ان کو شروع کیا جائے اور مزید کمرے بنائے جائیں اور سٹاف بھی مہیا کیا جائے۔مثلاً فائن آرٹس، کمپیوٹرز سائنس اور پنجابی وغیرہ۔ محترمہ بیگم عابدہ فیاض پرنسپل گورنمنٹ کالج فار ویمن ایک قلمکار کے بس میں لکھنا ہے اور ایک اچھے اخبار کے بس میں اسے چھاپ دینا ہے تو ہم نے اپنا فرض ادا کر دیا۔خدا کرے ہمارے عوام کی خدمت کرنے کے بیانات دینے والے ذمہ دار افسران اور وزراء عمل کی طرف بھی توجہ فرمائیں کیونکہ افسران اور وزراء بہر حال چلے جاتے ہیں اور اپنے پچھلے صرف اچھا نام یا برا نام چھوڑ جاتے ہیں۔میں وزیر تعلیم جناب مانیکا سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ خود وہاں جائیں اور جا کر جائزہ لیں اور کالج اور طالبات کی ضریات پوری کر کے قوم اور ضمیر کے سامنے سرخرو ہو جائیں۔فیصل آباد کے ڈی سی اور ایس ایس پی صاحبان سے درخواست کرتا ہوں کہ کارخانہ بازار تشریف لے جائیں اور چھٹی کے وقت اپنی بیٹیوں کی کسمپرسی ملاحظہ فرمائیں اور اگر ان کے پاس دولت احساس ہے تو پھر اس کا ضروری انتظام وانصرام فرمائیں۔کر بھلا سو ہو بھلا۔

☆......☆......☆

Marfat.com

حاتم طائی اور چرواہا

یہ 1980ء کے ماہ جون کی بات ہے کہ ملتان میں قیامت خیز گرمی تھی، پولیس کی ایک گاڑی جس میں عام قیدی عدالت میں لائے جاتے ہیں، ملتان کی عدالتوں کے احاطے میں رکی، اس میں سے دو محترم ہستیاں ایک ہی ہتھکڑی میں بندھی ہوئی نکلیں۔ ان میں سے ایک تو جناب فاروق لغاری تھے، جو آج پاکستان اسلامی جمہوریہ کے صدر مملکت ہیں اور دوسرے جناب ڈاکٹر غلام حسین تھے، جو اس وقت پیپلز پارٹی کے جنرل سیکرٹری تھے۔ سخت پیاسے تھے، دونوں حضرات کے ہونٹ خشک تھے۔ لغاری صاحب نے ایک کانسٹیبل سے کہا کہ اپنے پراسیکیوٹنگ سب انسپکٹر کو ہماری طرف سے عرض کرو کہ ہماری بات سنیں! اس سب انسپکٹر کا نام محمد علی بابر تھا۔ محمد علی بابر پولیس گاڑی کے پاس آیا، لغاری صاحب نے کہا کہ میں دل کا مریض ہوں، ہمیں سخت پیاس لگی ہے، ہمیں ٹھنڈا پانی پلادو اور تھوڑی دیر کیلئے کسی ٹھنڈی جگہ پر بٹھادو اور کچھ لکھنے کیلئے چند سفید کاغذ مہیا کر دو۔ محمد علی بابر ایم اے ایل ایل بی ہے، قانونی موشگافیوں کو جانتا تھا اور اس امر سے بھی بخوبی واقف تھا کہ اگر اکابرین مارشل لاء کسی شخص سے ناراض ہو جائیں تو پھر اس شخص کی خیر نہیں، بدقسمت محمد علی بابر ایک شریف النفس انسان تھا، اس نے سوچا کہ بڑے گھروں کے شہزادے ہیں، نازونعیم میں پلے ہیں، ان کیلئے اتنا دکھ بھی عذاب الٰہی سے کم نہیں ہوگا۔ انہیں ٹھنڈا پانی پلا دیا گیا۔ ہتھکڑی کھول کر ایک ٹھنڈی جگہ پر بیٹھ دیا گیا اور حسب ضرورت کاغذ بھی مہیا کر دیئے گئے بلکہ حتی الامکان ان کی خدمت میں کوئی کسر نہ چھوڑی، چلتے ہوئے دونوں حضرات نے بابر کا شکریہ ادا کیا، مزید یہ کہا کہ اگر زندگی نے وفا کی اور ہمارا وقت سازگار رہا تو آپ کو اس خوبصورت احسان کا خوبصورت ترین بدلہ دیں گے۔

شومئی قسمت سے بابر کا یہ حسن سلوک بڑی سرکاروں تک پہنچ گیا اور بابر کو ملازمت سے نکال دیا گیا۔ بڑی منتوں سماجتوں سے اور حلفاً یہ ثابت کرنے کے بعد کہ بابر کا کسی سیاسی جماعت سے کوئی تعلق نہیں، اسے دوبارہ ملازمت تو مل گئی لیکن اس انسانی ہمدردی کے صلے میں عتاب کی تلوار آج تک بابر کے سر پر لٹک رہی ہے۔ بابر سے جونیئر انسپکٹر ڈی ایس پی بن چکے ہیں اور شاید ایک آدھ ایس پی بھی بن چکا ہو۔ بابر بیچارے کا نام ترقی پانے والے انسپکٹروں کی فہرست میں درج ہی نہیں۔ بابر کا کہنا ہے کہ کشتی کے سارے سوار تو میری اس محرومی حق کو جانتے ہیں، اگر نہیں جانتا تو ناخدا ہی نہیں جانتا۔

پتہ پتہ بوٹا بوٹا حال ہمارا جانے ہے
جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے ہے

بابر نے تو اپنے حاتم طائی کیلئے سارا اساثہ لٹا دیا لیکن اس کے حاکموں کو خبر بھی نہیں کہ اس بیچارے کے

Marfat.com

ساتھ کیا ہوا۔

ڈوبا بھنور میں کون یہ ساحل کو کیا خبر
کس پر چھری یہ چل گئی قاتل کو کیا خبر

بابر انتہائی بے بسی میں اپنے حاتم طائی کا راستہ دیکھ رہا ہے۔ حاتم طائی کی داستان کچھ اس طرح ہے کہ حاتم شکار کھیلتے ہوئے راستہ بھول گیا۔ اندھیری رات اور موسلادھار بارش کے ساتھ آندھی اور طوفان نے اسے گھیر لیا۔ حاتم کو دور کہیں روشنی نظر آئی اور وہ چلتا ہوا اس جھونپڑی کے پاس پہنچ گیا۔ جھونپڑی سے ایک چرواہا آیا اور یہ نہ جانتے ہوئے بھی کہ مہمان کون ہے، اسے عزت کے ساتھ اندر لے گیا، آگ جلائی تا کہ حاتم کے کپڑے جو پانی سے شرابور تھے سوکھ جائیں۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک پلیٹ میں بھنا ہوا گوشت، جس میں ایک گردہ بھی تھا اور چند روٹیاں لایا، حاتم نے سب سے پہلے گردہ کھالیا، چرواہا باہر چلا گیا اور آدھ پون گھنٹے کے بعد ایک پلیٹ میں گردوں کا سالن لایا۔ حاتم گردوں کے سالن کو پسند کرتا تھا، اس نے وہ سارے کھالئے، صبح ہوئی اور حاتم روانگی کیلئے باہر آیا تو اس نے جھونپڑی کے قریب بہت سا خون دیکھا قریب کھڑے ایک شخص سے پوچھا کہ یہ خون کیسا ہے، اس نے کہا کہ اس چرواہے کی کل متاع دس بکریاں تھیں، نہ جانے اس نے رات کو ساری کی ساری کیوں ذبح کر دیں۔ حاتم نے اپنے میزبان سے پوچھا کہ تم نے ایسا کیوں کیا چرواہا ہے نے جواب دیا مین نے رات محسوس کیا کہ آپ کو گردے بہت پسند ہیں، لہٰذا میں نے مہمان نوازی کی عظمت کو سامنے رکھتے ہوئے ساری بکریوں کو ذبح کر دیا۔ حاتم نے اپنے گھر واپس آکر اس چرواہے کو ستر اونٹ بھجوا دیئے۔ اس کے نانہجار حواریوں نے کہا کہ دس بکریوں کے عوض تو ایک اونٹ بھی کافی تھا۔ حاتم نے ڈانٹ پلاتے ہوئے کہا کہ اس نے تو اپنا تمام اثاثہ میری خوشی اور مہمان نوازی کی عظمت پر قربان کر دیا میں نے تو اپنی ملکیت کا دسواں حصہ بھی نہیں دیا تو جناب صدر صاحب محمد علی بابر نے تو اس چرواہے کی طرح اپنا سارا اثاثہ جو کہ ایک نوکری کی صورت میں تھا، آپ کی مہمان نوازی اور تواضع میں قربان کر دیا اور اپنے مستقبل اور اپنے بچوں کی پرورش و پرداخت کی تاریکی کو آج تک گلے لگائے بیٹھا ہے۔ اور اب ایڑیاں اٹھا اٹھا کر اپنے حاتم طائی کی راہ دیکھ رہا ہے۔ اللہ کرے میرے محترم صدر کو اس وقت اس غریب چرواہے سے کیا ہوا وعدہ یاد آجائے۔ محمد علی بابر آج کل ایس پی آفس خانیوال میں انسپکٹر لیگل ہے۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

احتساب بے رحم نہیں ہوتا!

احتساب بے رحم نہیں ہوتا بلکہ عدل وانصاف کے منبع ہوتا ہے۔احتساب کے معنی ہیں جانچ پڑتال اور کسی کا احتساب تو حکم پروردگار پر عمل ہے، اس لئے احتساب ہوگا تو عدل وانصاف ہوگا، اگر احتساب نہ ہوا اور عدل نہ کیا جائے تو یہ بے رحمی بھی ہے اور ظلم بھی۔سورہ بقرہ میں ارشاد ہے اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے اور سورۃ بقرہ میں ارشاد ہے اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے اور سورۃ طلاق کی آیت نمبر 8 میں فرمایا۔ وہ بستیاں جو اللہ تعالیٰ اور اسکے مرسلینؑ کے احکام کی سرتابیاں کرتیں تھی۔ہم نے ان کا احتساب کیا انہیں پکڑا سخت حساب میں اور انہیں سخت سزائیں دیں، اب فرمائیے کہ جو عمل اللہ تعالیٰ فرمائے کیا وہ بے رحمی کے زمرے میں آتا یہ بلکہ اس پر عمل نہ کرنے والا بے رحمی کے زمرے میں آتا ہے بلکہ اس پر عمل نہ کرنے والا بے رحم ظالم اور خدا تعالیٰ کا مجرم ہوگا۔الیکشن کرانے اور ایک مخصوص مدت میں کرانے کا کوئی حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں آیا بلکہ جلدی احتساب کا حکم ہے۔احتساب یعنی جرائم کی جانچ پڑتال موقع پرستوں اور ہوس پرستوں کے مال کا حساب کتاب کہ جو مال ودولت انہوں نے اکٹھا کیا، وہ کس طریقے سے آیا۔پھر اسکے بعد ہی عدل کا ترازو پکڑا جا سکتا ہے۔اگر احتساب نہیں ہوگا تو عدل کیسے ہوگا اور یوں احتساب اور عدل سے روگردانی اور انحراف کرنے والا کوئی بھی ہو بے رحم ظالم اور بزدل ہوگا۔انتخاب کا مطلب ہے وہ حکومت قائم کرنا جو عوام کی خوشی اور مکمل رضا سے معرض وجود میں آئے اور اگر عوام کی خواہش ہو کہ پہلے احتساب ضروری ہے پھر احتساب نہ صرف ضروری ہو جاتا ہے بلکہ قانون قدرت، قانون فطرت اور قانون انسانیت میں بھی واجب ہو جاتا ہے کہ پہلے احتساب ہو پھر انتخاب ہو۔صدر محترم، جناب وزیر اعظم اور چیف آف سٹاف جناب جہانگیر کرامت کی خدمت میں عرض ہے کہ احتساب کے بغیر انتخاب بالکل بے معنی ہیں اسکے شکنجے میں کوئی بھی آئے اس پر پاکستان کی بقا کو قربان نہیں کیا جا سکتا۔میاں نواز شریف ہوں، محترمہ بینظیر بھٹو ہوں، عمران خان ہوں، آصف زرداری ہوں، یا کسے باشد ہو، اس کا لحاظ کرنا پوری قوم پر ظلم کے مصداق ہے ہی بھی بجا ہے کہ صدر محترم کی انا کی تسکین ہونی چاہئے۔انہوں نے آئین پاکستان کے تحت فرمایا کہ الیکشن نوے دن میں ہونگے۔صدر محترم خوف زدہ ہیں کہ کہیں وہ ضیاء الحق کے زمرے میں نہ آجائیں جس نے نوے دن کا کہہ کر گیارہ سال گزار دئے۔میری محترمہ صدر صاحب سے گزارش ہے کہ وہ صرف اپنی زبان کی پاسداری اور انا کی خاطر بضد ہیں کہ انتخابات ہر حال میں ضروری ہیں، مجھے کہنے کی اجازت دیں کہ محض اپنی انا کی تسکین پر پوری قوم کی خواہشات اور آراء کو قربان کر دینا کسی پہلو بھی اچھا عمل نہیں گردانا جائے گا بلکہ انسان بڑائی اور منصب اعلیٰ کا تقدس یہ ہے ک اپنی انا کو قوم کے

Marfat.com

جذبات وخواہشات اور مفاد پر قربان کر دیا جائے یہ بھی ٹھیک ہے کہ صدر محترم نے فرمایا تھا کہ الیکشن 90 دنوں میں ہونگے لیکن اس کے ساتھ ہی احتساب کا بھی فرمایا تھا۔ اس طرح اگر الیکشن بغیر احتساب کے ہوتے ہیں۔ تو میرے ناقص خیال میں صدر صاحب کی انا کی تسکین تو پھر بھی نہیں ہوتی میں مانتا ہوں کہ آئین پاکستان بڑا محترم ہے اور اس کا احترام بڑا ہی ضروری ہے لیکن انسانوں کے بنائے ہوئے کسی قانون کو قرآن کریم کے احکامات پر ترجیح نہیں دی جاسکتی۔ قرآن پاک میں کہیں نہیں ہے کہ انتخاب جلد از جلد کراؤ بلکہ یہ فرمایا کہ احتساب جلد از جلد ہونا چاہئے۔ کیونکہ احتساب کے بغیر عدل وانصاف ناممکن ہے اور عدل وانصاف کے بغیر انتخاب ظلم اور جبر تو ہو سکتے ہیں، صلہ رحمی اور احسان مطلق نہیں مانے جاسکتے، سورہ نساء آیت نمبر 8 میں اللہ تمیں حکم دیتا ہے کہ جن کی امانتیں ہیں ان کی امانتیں بعینہ واپس کرو اور اگر تمہیں لوگوں میں حکومت کرنے کا موقع عطا فرمایا جائے تو فیصلے مکمل عدل کے ساتھ کرو۔ یہ تمہارے رب کی بہترین نصیحت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ دیکھتا بھی ہے اور سنتا بھی ہے۔ یہ قرآن ہے، حکم الٰہی ہے۔ اب فرمائیں کہ پہلے احتساب اور عدل ضروری ہے یا انتخاب۔ یہ ظالم فاسق وفاجر جو قوم کا مال لوٹتے رہے ہیں کیا وہ قوم کی امانت نہیں تھا۔ ان امانتوں کو غصب کرنے والوں کا لحاظ یا چشم پوشی تو کوئی عدل وانصاف نہیں، صدر محترم، جناب وزیر اعظم اور جناب جہانگیر کرامت چیف آف دی سٹاف کا اولین فرض ہے کہ پہلے وہ امانتیں واپس لیں پھر ان غاصبوں کو قرار واقعی سزا دیں تاکہ دوسروں کو عبرت ہو۔ پھر ان کو ہمیشہ کیلئے نااہل قرار دے کر الیکشن کے میدان سے خارج کر دیں۔ پھر انتخاب کرائیں۔ یہی احتساب ہے یہی عدل ہے یہی انصاف ہے اور یہی پاکستانی قوم پر احسان عظیم ہوگا بلکہ یہی اتباع خدا و سولؐ ہے۔

یعنی جسے ایک بار آزماؤ، دوبارہ نہ آزماؤ میں آخر میں بالخصوص جناب جہانگیر کرامت صاحب سے گزارش کروں گا کہ اگر آپ صدر محترم اور جناب وزیر اعظم کے ساتھ عدل وانصاف اور احتساب کے عمل میں شریک ہو ہی گئے ہیں تو پھر صدر محترم اور وزیر اعظم صاحب کو قرآن وسنت کی روشنی میں مجبور فرمائیں کہ وہ پہلے احتساب کو بروئے کار لائیں پھر عدل وانصاف کا ترازو پکڑیں اور پھر انتخاب کرائیں۔ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کو مدنظر رکھیں جس کے پاس آخر جانا ہے، اول احتساب دوم عدل سوم انتخاب۔

☆......☆......☆

Marfat.com

جیت، ہار اور مار

جیت کا مطلب تو قارئین سمجھتے ہیں۔ جس کے آگے لوگ ڈھول بجائیں، ناچیں، آتش بازی چلائیں اور کھلم کھلا کلاشنکوفوں سے ڈزن ڈز کریں۔ اسے جیتا ہوا کہتے ہیں اور جو تین چوتھائی ووٹ لے اسے ہار کہتے ہیں اور جو آدھے سے کم ووٹ لے اور الیکشن کے رزلٹ سے پہلے کچھ بیان دے اور الیکشن کے بعد اپنے بیانات بدل لے، چاہے وہ الیکشن لڑا ہو یا محض تماشائی ہو۔ اسے مار کہتے ہیں۔ پاکستان میں بہت الیکشن ہوئے لیکن تین الیکشن اور ایک ریفرنڈم ایسا ہوا جو اپنی نوعیت کے آپ ہی تھے۔ ایک الیکشن 1945ء میں ہوا، ایک الیکشن 70ء میں ہوا اور ایک الیکشن موجودہ یعنی 1997ء کا ہے۔ ان میں جیت بھی ہوئی، ہار بھی ہوئی اور مار بھی ہوئی، تفصیل ملاحظہ فرمائے۔ قائداعظم محمد علی جناحؒ کے زیر قیادت متحدہ ہندوستان میں مرکزی اسمبلی اور صوبائی اسمبلیوں کے الیکشن ہوئے۔ مرکزی اسمبلی کا الیکشن دسمبر 1945ء میں ہوا، جس میں مسلم لیگ کو 87 فیصد ووٹ ملے۔ کل نشستیں 102 تھیں جن میں مسلم لیگ نے 30 نشستیں حاصل کیں اور پھر گیارہ جنوری 1946ء کو اس فتح کا جشن منایا گیا۔ 1946ء میں متحدہ ہندوستان میں صوبائی انتخابات ہوئے۔ سندھ میں مسلم لیگ نے 35 نشستوں میں سے 35 نشستیں حاصل کیں۔ پنجاب میں 86 میں سے 79 نشستیں اور سرحد 17 نشستیں لیں جبکہ سرحد میں 19 نشستیں کانگریس کو ملیں۔ اس نتیجے سے سرحد میں مسلم لیگ کی مخالف جماعتوں نے شور مچا دیا کہ سرحد میں قائداعظم کے پیروکار ہار گئے لہٰذا سرحد دستور ساز اسمبلی میں شمولیت نہیں کرے گا جبکہ قائداعظم کا فرمان تھا کہ مسلمانوں کی حیثیت سے دستور ساز اسمبلی میں شمولیت کرنی چاہئے۔ اس پر سرحد میں ریفرنڈم کرایا گیا جس میں دو لاکھ نواسی ہزار دو سو چالیس ووٹ (279244) مسلم لیگ کے حق میں پڑے اور دو ہزار آٹھ سو چوہتر (2874) ووٹ مخالف پڑے۔ اس کامیابی میں تین اسباب مضمر تھے۔ قائداعظم کے ساتھ محبت اسلام کے ساتھ عقیدت اور ہندو کے خلاف نفرت۔ ان تمام عوامل میں ہم قیادت کی سیاسی فہم و فراست کو نہ یہ بالائے طاق رکھ سکتے ہیں اور نہ ہی فراموش کر سکتے ہیں۔ کسی بھی قائد کے ساتھ محبت اس کے کردار اور کردار میں استقلال کی اساس پر ہوتی ہے اور دین سے عقیدت اسکی معرفت کی وجہ سے ہوتی ہے۔ قائداعظمؒ کا کردار اور مستقل مزاجی ایک اٹم اور محکم حقیقت تھی۔ لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے ایک مقام پر کہا تھا کہ قائداعظمؒ سے بات کرنے سے پہلے کئی بار سوچنا پڑتا ہے۔ اس لئے کہ قائداعظمؒ اپنے موقف پر ایک مضبوط چٹان کی طرح قائم رہتے ہیں۔ نفرت کسی کی تقریری، تحریری اور عملی شر انگریزی کی وجہ سے ہوتی ہے، انیسویں صدی کے آخر میں 1885ء میں جب کانگریس کا وجود قائم ہوا تو مسلمانان ہند انگریزوں کی غلامی سے نجات حاصل کرنے کے لئے کانگریس میں شامل ہو گئے۔ لیکن 1895 میں جب کانگرسی ہندو لیڈر بی جی تلک نے کانگریس کی ایک میٹنگ میں شواجی مرہنہ کو قومی ہیرو قرار دیا اور گاؤ کشی کو ممنوع قرار دینے کے لیے قرارداد پیش کی اور

Marfat.com

کچھ دیگر ہندو لیڈروں نے اپنی تقریروں میں مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کیا تو مسلمانوں کو ہندوؤں سے نفرت ہونے لگی او نتیجتاً 1906ء میں مسلم لیگ بنی۔ ہندوؤں کا مسلم آزار رویہ بدستور رہا اور مسلمانوں میں ہندو کے خلاف نفرت بڑھتی گئی۔ انتہا یہ ہوئی کہ آخری کار مسلمانوں کی ایک الگ مملکت قائم ہوگئی۔ جس کا نام پاکستان رکھا گیا اور نعرہ تھا پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہؐ۔ یہ ثمر تھا قائداعظمؒ نے عوام کو سیاسی بصیرت عطا فرمائی اور علماء کرام نے معرفت دین دی۔ بڑے افسوس اور صدمے کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ پاکستان تو بن گیا لیکن اس مقدس نعرے کی تکمیل کبھی نہ ہوئی۔ علمائے سوء نے بکنا شروع کر دیا اور اب تک بک رہے ہیں۔ عوام سے دین کی معرفت چھین کر انہیں فرقہ واریت کے اندھیرے میں پھینک دیا گیا۔ ہوس پرست اور دولت کے پجاری قائدین کی خوشنودی کے لئے دین کی تاویلیں اپنے پاس سے گھڑ گھڑ کر پیش کیں۔ خوب لوٹ مار ہوئی۔ قوم کے ساتھ اور دین میں دھاندلیاں کیں۔ غیر اسلامی طریقوں سے دولت اکٹھی کی۔ ملاؤں کو چندے اور تنخواہیں دیں۔ اس طرح قوم کو بیوقوف بھی بنایا گیا اور اپنی دانست میں جنت کے حقدار بھی بنتے رہے۔ جبکہ قرآن پاک کی سورہ توبہ کی آیت 35 میں ارشاد ہے بہت سے دینی اور سیاسی رہنما عوام کا مال بغیر حق کے کھا رہے ہیں۔ اور اپنی ان بالطانہ حرکات پر پردہ ڈالنے کے لئے لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ اے میرے حبیبؐ یہ لوگ تم سے پوچھتے ہیں کہ اللہ کی راہ میں کیا خرچ کریں ان سے کہہ جو تمہاری جائز ضروریات سے بچ جائے وہ سب کچھ۔ میں کوئی مولوی تو نہیں کہ اس پر زیادہ تبصرہ کروں لیکن قرآن کریم ایک ایسی اٹل حقیقت ہے جن کے خلاف کوئی مسلمان کچھ کہنے کی جرات نہیں کرسکتا۔ (کوئی منافق ہی کرسکتا ہے) قرآن پاک کے مطابق وہ اسلام جو حضورؐ نے دیا آج دور دور تک اس کا نشان نہیں ملتا۔ جس امت کا نبیؐ ایسے مکان میں رہائش پذیر رہا ہو، جسکی دیواریں کچی ہوں اور چھت کھجور کے پتوں کی ہو۔ جسکا لباس پیوند لگا ہو۔ جو اپنے جوتے خود گانٹھ لیں۔ اپنے صحابہؓ کے ساتھ مل کر انکے برابر خندق کھودیں۔ ان حقائق کو سامنے رکھیں تو دیانت وامانت کا تقاضا ہے کہ سچ لکھیں سچ کہیں اور وہ یہ ہے کہ آج یہاں اسلام نام کا کوئی مذہب رائج تو ہے لیکن اس اسلام کو کوئی نشان نہیں ملتا۔ جو اسلام حضور پاکؐ نے ہمیں عطا فرمایا تھا اسکی صورت اس طرح مسخ کر دی ہے کہ اصل اسلام آج پہچانا ہی نہیں جاتا۔ یہاں 50 سالوں میں جو آیا اس نے دین کا نام ہی استعمال کیا۔ اگر مولوی صحیح اور صاف ستھرے اسلام کی معرفت دیتا رہتا اور آقاؤں کے بے جا تعریف وتوصیف میں اپنے کمالات نہ دکھاتا تو آج لوگ یوں اندھیروں میں نہ بھٹکتے۔ قائداعظمؒ کی محنت، خلوص اور دیانت نے متحدہ ہندوستان کے مسلمانوں کو اتنی کامیابی عطا فرمائی کہ آج ہم ایک آزاد ملک میں بس رہے ہیں۔ ملک تو آزاد ہوگیا لیکن اس میں رہنے والے تو آزادی کی حقیقت سے قطعی نا آشنا ہیں۔ اللہ پاکستان کے عوام کو آزادی سے آشنا فرمائے

☆......☆......☆

Marfat.com

انا للہ و انا الیہ راجعون

عربی کی ایک کہاوت ہے دو دوست اکھٹے سفر پر گئے کچھ عرصہ بعد ایک دوست کا کام مکمل ہو گیا وطن واپس روانہ ہوتے وقت اس نے دوسرے سے کہا گھر والوں کو کوئی پیغام دینا ہو تو اس نے کہا کہ اس کے سر میں درد رہتا ہے کانوں میں شاں شاں ہوتی ہے گلے میں خراش ہے آنکھوں سے پانی بہتا رہتا ہے تالو لٹک گیا ہے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی ہے جگر سکڑ گیا ہے سینے میں جلن اور گھٹن ہے خون میں فاسد مادے پیدا ہو گئے ہیں روانہ ہونے والے دوست نے کہا کہ دوست مجھے بیماریوں کی اتنی تعداد یاد نہیں رہے گی کہہ دوں گا مر گیا ہے انا للہ و انا الیہ راجعون

جب ہماری نگران حکومت عارضیہ وجود میں آئی تو فرمایا اسمبلیاں اس لئے توڑی گئیں کہ حکمران بد دیانت تھے اور دونوں ہاتھوں سے عوام اور حکومت کا خزانہ لوٹ رہے تھے ان بد دیانتوں کا احتساب ہو گا پھر الیکشن ہو گا لیکن احتساب کا شور نو وقت کے ساتھ دب گیا اور انتخاب کا نعرہ بلند ہو گیا حتیٰ کہ اب احتساب کا ذکر قریباً قریباً غائب ہی ہو گیا اور کہا جا رہا ہے کہ احتساب آئندہ آنے والی حکومت کرے گی معلوم ہوتا کہ نگران حکومت کو اس کا احساس ہی نہیں تھا کہ احتساب کے نرغے میں کون کون آئے گا اور ان کی تعداد کتنی ہو گی یا پھر بد دیانتی کے اس حمام میں سارے ہی ننگے ہیں جس حکمرانوں نے اس عربی دوست کی طرح مختصر جواب سے فیصلہ کر دیا کہ بھائی بد دیانتوں کی اتنی تعداد کون یاد رکھے اس لئے احتساب مر گیا ہے انا للہ و انا الیہ راجعون پھر اتنی بات تو ایک بچہ بھی سمجھ سکتا ہے کہ آنے والے تو وہی ہیں جن کا احتساب ہونا تھا وہ آخر کسی کا احتساب کریں گے ہاں جو بھی آ گیا اپنے مخالفوں کے پر نوچے گا اور جھوٹے مقدمات قائم کر کے ان کی زندگیاں حرام کر دے گا خود پھر لوٹے گا اور عشق کرے گا۔

مولوی صاحبان نے احتساب کرانے کا بیڑہ اٹھایا تھا اور الیکشن سے لاتعلقی کا اعلان فرمایا وہ احمدی اور قادیانی مسئلے میں الجھ گئے یا الجھا دیئے گئے اور حسب سابق پٹڑی سے اتر گئے لیکن مولوی حضرات سے ایک سوال کرنے کی جرات کروں گا کہ قادیانی سوائے پاکستان کے پوری دنیا میں احمدی کہلاتے ہیں پورے افریقہ میں ان کے مشرقی ہیں جو لوگوں کو تبلیغ کر کے ان مذاہب تبدیل کر کے ان کو احمد کا کام دیتے ہیں پورے یورپ اور دیگر ممالک میں وہ احمدی میں کہلاتے ہیں حتیٰ کہ بھارت میں بھی ان کو احمدی کہا جاتا ہے مگر صرف پاکستان میں احمدی نہ کہا گیا تو کیا فرق پڑے گا یہاں ایک لطیفہ سنئے کہ فیصل آباد کے گھنٹہ گھر ایک سکھ چڑھ گیا اور بارہ بجے میں پانچ منٹ پر اس نے گھڑیاں کا پنڈولم پکڑ لیا اور کہنے لگا اب میں زیادہ نہیں جنے دوں گا لوگ ہنسنے لگے اور کہنے لگے کہ سردار جی جب ساری دنیا کی گھڑیوں پر 12 بج جائیں گے تو اگر ایک

Marfat.com

گھڑیال میں نہ بجے تو کیا فرق پڑے گا مولوی حضرات سے گذارش ہے کہ قرآن میں ارشاد و پرودگار ہے لا اکراہ فی الدین دین میں جبر نہیں ااپ سیاست کو چھوڑ کر دین کی تبلیغ کیوں نہیں کرتے لوگوں کو دلائل سے قائل کیجئے کہ صحیح اسلام کیا ہے دنیا میں اپنے تبلیغی مشن بھیجیں تاکہ لوگ صحیح دین سے متعارف ہوں ڈنڈے سے کام تو وہ لیتا ہے جس ے پاس دلائل نہ ہوں اصل کام اور فریضہ توجہ فرمائے بقول جناب ملک معراج خالد صاحب کے کہ اگر قرضہ نہ لیا جاتا تو پاکستان کا خزانہ دو ہفتے کے اخراجات ے بعد بالکل خالی ہو جاتا ان کے اس فرمان کے بعد یہ تو کہا جا سکتا ہے کہ جناب ملک صحاب جناب لغاری صاحب جناب جہانگیر کرامت صاحب کہ اگر ان حالات میں بغیر احتساب کے الیکشن ہوا تو وہی جھاڑو بردار دوبارہ آئیں گے جنہوں نے خزانے کا اس صفائی سے صفایا کیا ہے کہ اگر چراغ لیکر بھی تلاش کریں کوڑی تک نظر نہیں آتی تو پھر ان ناگفتہ یہ حالات میں الیکشن کیوں؟ پاکستانی عوام کے ساتھ یہ کھلم کھلا مذاق کیوں بیلٹ بکسوں بیلٹ پیپروں پر کروڑوں کے خرچ کا کون ذمہ دار ہے حکومت کی پوری مشینری اپنے اپنے اصلی کام چھوڑ کر الیکشن کی ڈیوٹیوں میں مصروف ہو جائے گی یوں بنے گا اس ذمہ دار اس کے لئے کس کا احتساب ہوگا وہ جو دانش کل اور انساد زمان بنے پھرتے ہیں۔ ان سے پوچھتا ہوں کہ اس کا جواب دیں کہ الیکشن خدائی حکم ہے ہماری ان کوتاہوں بے اتمناہوں مصالحتوں اور فرعونی احکام کی وجہ سے اب عذاب الہٰ اور عذاب خداوندی ٹکڑوں ٹکڑوں میں نازل ہو رہا ہے یہ بے انداز قتل وغارت کے واقعات یہ اچانک گلوین گیس کا حملہ اور قیامت صغریٰ کا نقشہ یہ اغواء جبر ڈاکے بے چینی بدامنی اور اس قسم کے ہزار واقعات محض حادثات نہیں اس قادر مطلق کی طرف سے تنبیہ ہے ہاں تنبیہ ہے وہ فرما رہا ہے کہ دیکھو اگر تم انسان نہ بنے تو یہ عذاب وسیع بھی ہو سکتا ہے مولوی صاحبان اپنی ذمہ داری سمجھیں سیاست کے معنی سمجھیں (لوٹ مار نہیں ملک وقم کو سنوایا ہے) حکمران اپنا فرض پہنچانیں اور یہ بھی جان لیں کہ حکومت بھی ہمیشہ نہیں رہتی اور عدالتیں انصاف کا دامن مضبوطی سے پکڑیں ایسا نہ ہو کہ وقت ہاتھ سے نکل جائے اور پھر کوئی انا اللہ وانا اللہ راجعون کہنے والا بھی نہ رہے۔

☆......☆......☆

Marfat.com

جاگیردار یا پیر تسمہ پا

ماورائی قصوں کہانیوں میں ایک پیر تسمہ پا کا وقعہ یوں ہے کہ حاتم طائی ایک مہم کے سلسلے میں دریا پار لے چلے۔اس نے ازراہ ہمدردی اسے اپنے کندھوں پر سوار کرلیا۔دریا پار کر کے اسے اترنے کیلئے کہا تو اس کی ٹانگوں نے جو تسموں کی طرح پتلی تھیں اس کی گردن کو جکڑ لیا۔پھر حاتم نے کیا کیا جتن کئے لیکن اس پیر تسمہ پا (معذور بوڑھے) نے اس کی گردن نہ چھوڑی۔اسی طرح پاکستان کے جاگیردار عوام کی گردنوں کو اپنی ٹانگوں سے جکڑے ہیں۔شاید قیامت کبریٰ تک وہ یونہی ان کی گردنوں کو دبائے رکھیں گے۔28 جنوری کے ایک معروف روزنامہ میں جاگیرداروں کی انگریزوں کے ساتھ وفاداریاں اور خدمات کا تذکرہ ہے اور ان کے بدلے انعامات جاگیریں اور خطابات ملنے کا ذکر ہے۔ملتان کے قریشی راولپنڈی چکری کے چودھری، شمس آباد ضلع اٹک کے ملک، راولپنڈی واہ کے کھٹنر، لاہور کے قزلباش سرگودھا کے ٹوانے، مٹھ ٹونہ کے ٹوانے، ہموکے سرگودھا کے ٹوانے ہڈالی شاہ پور کے ٹوانے، اجنالہ گجرات کے نوابزادے، جہان آبد سرگودھا کے ٹوانے، نورپور سرگودھا کے نون، کمالیہ ٹوبہ ٹیک سنگھ کے کھرل، روجھان ضلع راجن پور کے مزاری، راجن پور کے دریشک، ڈیرہ غازی خان کے کھوسے، چوٹی ڈیرہ غازی خان کے لغاری، خان گڑھ مظفر گڑھ کے نوابزادے، مظفر گڑھ کے گورمانی، دار پور ضلع جہلم کے راجے، ساہیوال کے لنگڑیاں، خانیوال کے ڈاھے، خانیوال کے کھگے، کبیر والا کے ہراج کالاباغ کے نواب، جھنگ کے سیال، ڈومیلی کے گکھر، ملتان کے گیلانی، ملتان کے گردیزی، ملتان کے خاکوانی ان کے علاوہ بھی کئی چھوٹے موٹے جاگیردار ہیں۔شاہ جیونہ کے سادات اور خانیوال قتال پور کے سادات وغیرہ، موصوف مقالہ نگار نے صرف 30 خاندانوں کا ذکر کیا ہے لیکن پاکستان بننے کے بعد تو ایسے خاندان گنے نہیں جاسکتے، اب دو ہی طبقے رہ گئے ہیں، ایک آقا جاگیردار اور دوسرے غلام کسان اور کمی کمین جو لوگ کسی نہ کسی طرح ایک دفعہ حکومت میں شامل ہو گئے بوقت شمولیت اگر ان کی زمین ایکڑوں میں تھی تو اب کئی مربعوں پر پھیل گئی اور اگر وہ چند مربعے تھی تو اب سینکڑوں مربعوں پر محیط ہوگئی۔اس حوالہ سے تین باتیں واضح ہوگئیں۔1: یہ جاگیردار کم و بیش پونے دوسو سال سے پیر تسمہ پا کی طرح کمزور کی گردن پر سوار ہیں۔2: یہ سارے کے سارے کسی نہ کسی پہلو سے آپس میں رشتہ دار ہیں اور جال کے رسوں کی طرح ایک دوسرے سے بندھے ہیں اور اس جال کو توڑنا ناممکن ہے۔3: ان تمام خاندانوں نے انگریزوں سے وفاداری کا ثبوت دیا اور جاگیریں، انعامات اور خطابات حاصل کئے۔صاحب مقالہ نے بڑی محنت سے اعداد و شمار اکٹھے کئے اور ان خاندانوں کے چند افراد سے سوالات کئے انہوں نے جواب میں یا تو انگریزوں کی غلامی کا انکار کیا اور کہا کہ یہ ہم پر غلط الزام ہے۔یا یہ کہا کہ سکھوں نے ہمارے بزرگوں پر ستم ڈھائے۔ان کے مظالم سے تنگ آکر انہوں نے انگریزوں کا ساتھ دیا۔ان کے دوسرے جواب سے ایک ہی نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ اگر

Marfat.com

حکمرانوں کے مظالم اور زیادتیوں اور لوٹ مار سے عوام تنگ آجائیں تو وہ بیرونی دشمنوں کو بھی دعوت دے سکتے ہیں۔ غالباً یہی حالات مشرقی پاکستان میں پیدا کر دیئے گئے تھے اور اب یہاں کے احمق اور کوتاہ اندیش سیاست دان اور سرمایہ دار عقل کو پردے میں رکھ کر وہی حالات پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت فرمائے اور پاکستان کو ان کے ان جانے ظلم اور شر سے محفوظ رکھے۔ جب سے انگریز اس ملک میں آئے تب سے یہ جاگیردار اس سرزمین پر مکمل حکمران بن بیٹھے۔ ممکن ہے اس سے قبل یہ اپنے اپنے علاقوں میں اپنے قبیلوں کے سردار یا سربراہ ہوں لیکن انگریزوں کی نوازش کے بعد یہ پورے پنجاب پر قابض ہو گئے اور بڑے بڑے خاندان بن بیٹھے۔ انگریزوں کو دیگر حملہ آوروں کی طرح اس بات کی ضرورت تھی کہ انہیں اس ملک کے ایسے لوگ مل جائیں جو انگریزوں کے آگے جھکیں اور یہاں کے لوگوں کی گردنیں جھکا دیں اور یوں کسی کو انگریز کے سامنے بولنے کی جرات نہ ہو۔ کمال کی بات یہ ہے کہ انگریز اس ملک کی زمین ان کو عطا کر کے اپنے اطاعت گزار بناتے رہے، یہ زمین وہ انگلستان سے تو نہیں لائے تھے۔ انہوں نے انہیں نمبردار، سفید پوش اور ذیلدار بنا کر ان کے ہاتھ اتنے لمبے کر دیئے کہ یہ جس کمزور کا چاہیں گلا گھونٹ دیں۔ اب ان کی آپس کی رشتہ داریاں اور عوام کی بے بسی اور مجبوری اس بات کی گواہی دے رہی ہے کہ ان کے چنگل سے بچ نکلنا آسان نہیں۔ اس لئے کہ حکومت تو بنتی ہی ان کی ہے۔ پھر جس کے دو مربعے زمین ہوتی ہے وہ دس مربعوں والا سو مربعے بنا لیتا ہے یہ زمین تو آسمان سے نازل ہوتی ہے اور نہ بھی کسی فیکٹری میں تیار ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ دیہات کے چھوٹے کسانوں کے پاس جو تھوڑی بہت زمین رہ گئی ہے۔ ان کی مجبوریوں سے فائدہ اٹھا کر یہ ہتھیا لیتے ہیں اور ان زمینوں پر قبضہ کرنے کیلئے کوئی بھی طریقہ فرد گزاشت نہیں کرتے۔ یوں کم زمینوں والے بے زمین ہو کر غلام در غلام بنتے جا رہے ہیں اور یہ پورے پاکستان پر قابض ہوتے جا رہے ہیں۔ کچھ عرصہ پہلے شہری آبادی 15 فیصد تھی اور دیہاتی آبادی 85 فیصد لیکن اب تو شہروں کی آبادی 35 فیصد ہو گئی اور گاؤں کے وہ لوگ جو کمی کمین کہلاتے تھے شہروں میں آباد ہو گئے ہیں ان کے بچے پڑھ لکھ کر اچھی اچھی ملازمتوں پر آ گئے ہین یا شہروں میں کاروبار کر کے چھوٹے موٹے زمینداروں سے زیادہ امیر ہو چکے ہیں اور یوں بھی شہری آبدی کا حصہ بن گئے ہیں اور اس طرح شہری آبادی 40 فیصد سے تجاوز کر چکی ہے۔ جب میاں نوز شریف وزیر اعلیٰ بنے پھر وزیر اعظم بن گئے تو ہم نے سوچا کہ پہلی بار ایک صنعت کار اس منصب پر آ گیا ہے۔ اب جاگیردار زیادتی نہیں کر سکیں گے اور عوام اس احساس سے نجات پائیں گے کہ جاگیردار جو چاہے نچلے طبقے کے ساتھ کرے۔ دانشور یہ کہتے سنے گئے کہ یہ میاں صاحب کا امتحان ہے کہ کس طرح عوام کو صدیوں کی مسلسل غلامی سے نکالتے ہیں۔

☆......☆......☆

Marfat.com

ناممکن سے ذرہ برابر کم

اس کا مطلب ہے انتہائی مشکل، گو مجھے تو ناممکن ہی نظر آتا ہے۔ لیکن ذرہ کم کی گنجائش تو ہر کام میں ہوتی ہے۔ کیونکہ معجزات کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ایسے لوگ جن کو کبھی کسی اقتدار یا کرسی پر بیٹھنے کا خواب بھی نہ آیا ہو، اگر وہ اس کرسئ اقتدار و افتخار پر براجمان ہو جائیں تو اسے معجزہ ہی تو کہا جا سکتا ہے حالانکہ نہ وہ تعلیمی لحاظ سے اس بلندی کے قابل ہوتے ہیں اور نہ ہی ان کا شعور و فکر اس سرفرازی کا اہل ہوتا ہے اور نہ ہی وہ اپنے عہد ذمہ داری میں کوئی مثبت کارنامہ سرانجام دیتے ہیں۔ جنہیں دیکھ کر ان کی اہلیت کا بھرم رکھا جا سکے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ کئی بار آسمان کی بلندیوں سے گرنے والے جہاز میں سے بھی کوئی مسافر زندہ بچ جاتا ہے۔ یہ اعجاز نہیں تو اور کیا ہوتا ہے، اس لئے کوئی کام قطعی ناممکن نہیں کہا جا سکتا۔

تین مہینے یعنی 90 دن میں پوتڑوں کی بگڑی ہوئی قوم کا احتساب اور پھر پاک اور صاف شفاف الیکشن کچھ اسی زمرے میں آتے ہیں۔ مارشل لا جو کسی بھی قوم کے لئے انتہائی دہشت ناک وحشت ناک دور حکومت ہوتا ہے، بلکہ عذاب الٰہی متصور ہوتا ہے۔ اور کوئی قوم اسے قابل تحسین نہیں گردانتی، بالخصوص جنرل ایوب اور جنرل ضیاء الحق کے مارشل لا تو انتہائی خوفناک و متجبر تھے۔ جنرل ایوب کا مارشل لا لگا تو میں نے اپنی آنکھوں سے گلبرگ والی نہر میں ملاوٹ والی مرچیں، مصالحے اور دیگر اشیاء کے انبار بہتے ہوئے دیکھے۔ خوف خدا سے نہیں کوڑوں اور قید کے خوف سے لیکن چند ہی دنوں کے بعد جب محتسب خود اس رو میں بہہ گئے تو بددیانتی کے سمندر کی سطح ابھر کر پھر اسی طرح ٹھاٹھیں مارنے لگی۔ جنرل ضیاء الحق کا مارشل لا خالصتاً مذہبی اور دینی تھا لیکن اس دور میں کس کا احتساب ہوا، سوائے ان لوگوں کے جن کو جنرل ذاتی طور پر اپنا مخالف جانتے تھے اس حقیقت کو سوائے اندھوں اور مصلحت کوشوں کے ہر کوئی جانتا ہے۔ صدر پاکستان جناب فاروق لغاری صاحب نے قومی اسمبلی توڑ دی۔ لوگ کہتے ہیں کہ اسمبلی انہوں نے نہیں توڑی بلکہ ان سے تڑوائی گئی ہے، ہم کہتے ہیں کہ صدر صاحب خود اتنے مضبوط اور نمازی پرہیزگار ہیں کہ وہ ایسا مشکل سے مشکل کام اپنی ذاتی آراء سے کر سکتے ہیں، یہ بھی حقیقت ہے کہ وہ ایسا وزیراعظم لائے جن سے زیادہ حلیم الطبع، آہستہ رو اور کمزور انداز میں گفتگو کرنے والا شاید پورے ملک میں نہ ہو۔

ملک صاحب خوب محتاط شخصیت ہیں۔ موسلا دھار بارش میں بھی اپنا دامن بچانا جانتے ہیں اور پھر ایسے موسم میں جب کہ لوگ انہیں سمگلر وزیراعظم اور سمگلروں کے چچا اور ماموں کے نام سے نہ صرف یاد کرتے ہوں بلکہ ان کے خلاف جلوس بھی نکال رہے ہوں۔ یہ ان کی احتیاط کا ہی پہلو ہے کہ انہوں نے سینئر کالم نگاروں اور صحافیوں کو اعتماد میں لینے کے لئے بھرپور پریس کانفرنس کر ڈالی۔ لیکن حد سے زیادہ احتیاط بھی

Marfat.com

انسان کے ذہن کو ایسے زندان میں قید کر دیتی ہے کہ وہ کوئی بھی مثبت کام نہیں کر سکتا۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کا ہر کام منفی نظر آنے لگتا ہے۔ ہم نے حد سے زیادہ محتاط آدمیوں کو منزل سے بچھڑتے دیکھا ہے۔ موتی اور جواہرات سمندر کی تہہ میں ہوتے ہیں جو شخص احتیاط کے سنگین شکنجے میں جکڑا رہے گا۔ اور سمندر میں غوطہ ہی نہیں لگائے گا وہ گوہر مقصود کیسے حاصل کرے گا۔ ممکن ہے سمندر میں کودنے سے کوئی بیماری لگ جائے یا کسی سمندری عفریب کا مقابلہ کرنا پڑے یا فرشتہ اجل ہی گھیر لے لیکن خطرات کا مقابلہ کئے بغیر تو کوئی منزل نہیں ملتی۔ خطرات سے بے نیاز لوگ ہی نشان حیدر پاتے ہیں۔ بزدل اور محتاط افراد نہیں، ویسے تو بقول ملک صاحب استد اکل اور فکر کامل کے مالک جناب ارشاد حقانی صاحب ان کے رہبر ہیں، ملک صاحب فرماتے ہیں اگر بے نظیر صاحبہ ان کی آراء پر عمل کرتیں تو یہ دن نہ دیکھتیں۔ امید کی جا سکتی ہے کہ ایسے جہاندیدہ استاد کے ہوتے ہوئے وہ کسی امتحان میں ناکام نہیں ہو سکتے لیکن کیا کریں جن ملک صاحب کو لوگ ایک ٹھنڈا جھونکا تصور کر رہے ہیں اور جن کے آنے پر لوگوں نے ایک دوسرے کو مبارک بادیں دیں ، ان کے ساتھ ہی گرم اور مسموم ہوا کے جھونکے بھی شروع ہو گئے ہیں۔ پٹرول اور آٹے کی قیمت میں اضافے سے کمزور حکومت کا خوف محسوس نہ کرنا اور خود ساختہ مہنگائی کرنا اس مہمان حکومت کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔ اور اسے بدنام کرنے کا پہلا وار ہے۔ دیکھتے ہیں کہ اس قسم کے وار کس کس طرح سے ہوتے ہیں

ہم ملک صاحب کو گزارش کرتے ہیں۔

اچھا ہے دل کے پاس رہے پاسبان عقل
لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے

ورنہ ایسا لگتا ہے کہ تین ماہ یعنی 90 دنوں کے بعد پوری قوم کی زبان پر یہ شعر ہوگا

دیکھا تو پھر وہیں تھے ملے جہاں سے ہم
کشتی کے ساتھ ساتھ کنارے چلے گئے

ہم نے حقیر سا مشورہ دے دیا ہے۔ ویسے
کیا پدی اور کیا پدی کا شوربہ
کاش یہ بات کوئی سینئر صحافی یا کالم نگار کہہ دے تا کہ ملک صاحب اس پر غور فرمانے کی زحمت تو فرمائیں۔

☆......☆......☆

Marfat.com

کہتا ہوں سچ کہ جھوٹ کی عادت نہیں مجھے!

کہتے ہیں اب عوام بڑے سمجھدار ہو گئے ہیں۔ ہم جو بھی کہیں ترجمہ آپ خود کر لیا کریں، محترمہ ملک معراج خالد تین فروری کو الیکشن کرائیں گے، اگر الیکشن نہ ہوا تو وزارت عظمیٰ کو خیر باد کہہ دیں گے۔ محترم ملک صاحب اپنے دوستوں، بہی خواہوں اور دل سے عزت کرنے والوں کے جائز کام خود کرنے یا کسی سے کرانے میں جان کی بازی لگا دیتے ہیں۔ اور کبھی کسی مجبوری کا اظہار نہیں فرماتے اور نہ ہی جائز کام کرانے میں اپنا نام استعمال کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ ملک صاحب کسی بدمعاش یا غنڈے سے خوفزدہ نہیں اور نہ ہی کسی سرمایہ دار اور جاگیردار کی پرواکرتے ہیں۔ اور نہ ہی انکے چیمبر میں ایسے افراد کا کبھی ہجوم ہوتا ہے۔

ملک صاحب نے فرمایا کہ عوام کو غصہ کیوں نہیں آتا، تو گزارش ہے کہ عوام بیچارے تو غصہ دکھا دکھا کر تھک گئے ہیں۔ عوام بیچارے تو غصے میں خودسوزی بھی کر چکے ہیں۔ بھوک ہڑتالیں اور کاروباری ہڑتالیں بھی کر چکے ہیں۔ اب آپ فرمائیں کہ عوام اپنے غصے کے اظہار کیلئے کون سے طریقے اختیار کریں۔ عوام بغیر قیادت کے بے لگام گھوڑوں کے گلے کی طرح ہوتے ہیں، اگر آپ کر سکیں تو پھر عوام کو کوئی مخلص، دیانت دار اور محبِ وطن قیادت فراہم کر دیں۔ لیکن قیادت بزدل نہ ہو۔

ملک صاحب نے فرمایا کہ اگر عوام احتساب چاہیں گے تو پھر صدر محترم کی مرضی ہے کہ نگران حکومت کو کب تک رکھتے ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ ملک صاحب عوام اور صدر محترم کے کندھوں پر رکھ کر بندوق داغنا چاہتے ہیں، نہیں یہ غلط ہے، ملک صاحب خود اتنے دلیر اور بہادر سیاست دان ہیں کہ ہر خطرے میں کودنا فخر تصور فرماتے ہیں۔

ملک صاحب نے فرمایا کہ کرپٹ لوگوں کے خلاف ثبوت نہیں مل رہے، اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ کسی دباؤ میں آ گئے ہیں یا مولوی صاحب کے منڈے منڈے والی بات ہے۔ ویسے جہاں تک ثبوتوں کا تعلق ہے، اگر کوئی مجرم نہ مانے تو عرض کروں کہ جس کا باپ معمولی دکاندار تھا اس نے خود کوئی کاروبار نہیں کیا اب اسکے پاس کروڑوں کی پراپرٹی ہے، تیس تیس لاکھ کی گاڑیاں ہیں تو کیا یہ ثبوت کم ہے، اسی طرح ہر شخص ایک کھلی کتاب ہے، ویسے کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر کے سمجھ لینا کہ بلی ہمیں نہیں دیکھ رہی تو اس بھولپن کا علاج تو لقمان کے پاس بھی نہیں۔

ملک صاحب نے جس کو بھی کوئی منصب سونپا ہے تو کسی قسم کے دباؤ کی بناء پر نہیں بلکہ قطعی طور پر اہلیت اور قابلیت کی بناء پر۔ یہاں ایک حکایت بیان کرنا بے محل نہیں ہوگا۔ ایک شیر ریچھ اور گیدڑ نے مل کر شکار

Marfat.com

کیا، شیر نے شکار کے تین ٹکڑے کئے ایک ٹکڑا الگ کیا اور کہا کہ یہ میرا حصہ ہے، دوسرا ٹکڑا الگ کیا اور کہا کہ یہ بھی میرا حصہ ہے کہ میں جنگل کا بادشاہ ہوں، پھر تیسرے ٹکڑے کی طرف دیکھ کر دھاڑا کہ اب میں دیکھتا ہوں اس ٹکڑے کو ہاتھ لگانے کی جرات کون کرتا ہے۔ عوام نکتہ چینی کرتے ہیں کہ ملک صاحب مختلف جماعتوں کے لیڈروں کو ملنے ان کے آستانوں پر کیوں گئے۔ تو میں کہتا ہوں کہ یہ ان کے اصلاحی ذہن کا نتیجہ تھا۔ آپ یقین کریں نہ کریں اب ملک میں پہلے سی بدامنی نہیں، نہ ڈاکہ نہ چوری نہ اغوا نہ قتل نہ جبر نہ تشدد، سیالکوٹ میں ایک کروڑ 37 لاکھ کا ڈاکہ ہرگز نہیں پڑا کوئی ڈاکو اتنی رقم اٹھا ہی نہیں سکتا۔ فرض کر لیجئے ڈاکو پکڑے جائیں تو انہیں رہا کرنے کیلئے یہ نکتہ کافی ہے کہ اتنی رقم کوئی ڈاکو اٹھا ہی نہیں سکتا۔ اور رہا بنک میں باپ اور بیٹے کا قتل تو نہ وہ انتظامیہ کے رشتہ دار تھے اور نہ ہی عدلیہ کے عزیز، ان کے غم میں آنسو کون بہائے گا۔ ویسے بھی اتنے قتل ہو چکے ہیں کہ ان کے غم میں رو رو کر انتظامیہ اور عدلیہ کے آنسو خشک ہو چکے ہیں۔ کوئی کہاں تک روئے لوگوں نے قتل ہونا کھیل بنا لیا ہے۔ یہ بھی کوئی کھیل ہے کہ لوگ خواہ مخواہ ہر روز بیسیوں کی تعداد میں قتل ہو جاتے ہیں۔ شکایت ہے کہ پاکستان اور بالخصوص پنجاب کی چھوٹی موٹی سڑکوں پر ٹریکٹر، ٹرالیاں کماد، بھوسہ، پرالی اور چارہ اتنی اونچائی اور چوڑائی میں لاد کر چلتے ہیں کہ موٹر گاڑیوں کے ڈرائیوروں کو سڑک نہیں دکھائی دیتیں، انہیں کراس کرنے یا اوورٹیک کرنے کے لئے راستہ نہیں ملتا۔ کوئی کاروالا چند بار ہارن بجا دے تو اس کا استقبال سرخ سرخ دیدوں کے ساتھ کیا جاتا ہے اور اسے زیر لب مغلظات بھی سنائی جاتی ہے، یہ بھی جھوٹ ہے، ٹرالیوں کے نیچے پوری سڑک دکھائی دیتی ہے، اگر کوئی آگے نکلنا چاہے یا کراس کرنا چاہیے تو اس کے لئے کچی سڑک موجود ہے، دھول ڈالنے یا کسی چھوٹے موٹے درخت کے ساتھ ٹکرا جانے کا خطرہ تو مول لینا ہی پڑتا ہے۔ آخری خطروں میں کود جانا مردوں کا ہی کام ہے۔ کیا کہا؟ کہ مال لانے کیلئے ایک مخصوص بلندی یا چوڑائی کا قانونی تعین ہے۔ اور یہ ٹریکٹر ٹرالیاں قطعاً قانون توڑ بلائیں ہیں۔ جناب والا قانون تو ہوگا لیکن آخر یہ منتھلیاں کس کام آئیں گی یا شوگر ملوں کے با اثر مالکوں اور بڑے زمینداروں کا دباؤ بھی تو کوئی معنی نہیں رکھتا ہے۔ آپ لاہور میں ملاحظہ فرمالیں کہ کس بے دردی سے ویگنیں چلائی جاتی ہیں۔ راہگیروں کو روندتے، کاروں کا آپریشن کرتے ہوئے سائیکلوں کو پامال کرتے ہوئے، آخر کیوں؟ اس لئے کہ یہ ویگنیں یا تو پولیس افسروں کی ہیں یا کچھ زور آوروں کی ہیں جو دروازوں پر آ کر فائرنگ کر جاتے ہیں اور روکنے ٹوکنے والا کوئی نہیں۔ ان کا حق ہے جس طرح چلائیں، جس رفتار سے چلائیں جس کو چاہیں کچل ڈالیں، روند ڈالیں پامال کر دیں اور کسی کے حق کو دبانے والے ہم کون ہیں۔ اب تو جو کچھ ہے عین قانون کے مطابق ہو رہا ہے۔ چپ ہو جائیے، رہے نام اللہ کا۔

☆......☆......☆

Marfat.com

اور وہ مان گئی

30 اگست 1983ء کو میری بیوی کے دل کا آپریشن لندن میں ہوا۔ میرے پاس =/5300 پاؤنڈ بچ گئے میں نے وہاں ایک بنک میں جمع کر دائیے تا کہ اگر پھر ضرورت پڑے تو پاکستان سے نہ لانے پڑیں لیکن میرے ایک دور کے رشتہ دار نے اس وعدے پر نکلوا لئے کہ ضرورت پوری ہونے کے بعد جمع کرا دیں گے، پھر آج تک ان کا کوئی خط بھی نہیں ملا اب وہ دوبارہ بیمار ہوئی تشخیص کے بعد ڈاکٹروں نے دوبارہ آپریشن تجویز کیا۔ اب میں مالی طور پر اس پوزیشن میں نہیں تھا معلوم ہوا کہ =/8000 پاؤنڈ کا خرچہ ہے اور ٹکٹوں اور ہائش وغیرہ کے خرچہ سمیت تقریبا چھ لاکھ پاکستانی روپیہ کی ضرورت ہے۔ اس وقت پاؤنڈ کی قیمت 50 روپے تھی۔ میں نے چاہا کہ یہیں سے آپریشن کرا لیں لیکن میری بیوی نے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ مر جاؤنگی لیکن یہاں سے آپریشن نہیں کراؤنگی۔ مجبوراً میں نے جو کچھ میرے پاس تھا وہ اور کچھ اپنے عزیزوں سے ادھار ودھار لیکر رقم اکٹھی کی۔ پھر اسلام آباد برٹش ایمبیسی گیا۔ ویزا آفیسر نے کچھ کاغذات لانے کے کیلئے کہا بنک رپورٹ، انکم ٹیکس سٹرفکیٹ، شناختی کارڈ اور سپانسر لیٹر، میں یہ کاغذات لے کر گیا اس سے پہلے میں دوبار انگلینڈ جا چکا ہوں اسکے علاوہ کئی دوسرے ممالک میں بھی گیا، اس لئے گمان بھی نہیں تھا کہ ویزا کا انکار ہوگا تمام کاغذات لیکر ویزا آفیسر نے کہا کہ ہم انکوائری کرائیں گے ان میں خاص طور پر ڈاکٹر احسان خان صاحب ایم ایس گلاب دیوی کا ایک سرٹیفیکیٹ تھا جس میں انہوں نے لکھا تھا کہ میں نے 1970ء میں ایک وارڈ تعمیر کرایا اس کا تمام سامان دیا، چار سو کے قریب پنکھے دیئے اور حسب طاقت آج تک اسکی کفالت کر رہا ہوں، پی ٹی والوں کی طرف سے انکم ٹیکس کی کٹوتی کا سرٹیفکیٹ بھی موجود تھا چونکہ مغربی ممالک کے لوگ انسانی خدمت کرنے کا بڑا چرچا کرتے ہیں میرے خیال میں گلاب دیوی ہسپتال کا خط کافی تھا۔ اور پھر میری اب عمر بھی ایسی نہیں کہ وہاں جا کر ادھر ادھر ہو جاؤں گا۔ میرا مسئلہ بڑا نازک تھا۔ میری چالیس سالہ رفیق بیوی کی شدید بیماری میرے سامنے تھی جو خدانخواستہ کسی وقت بھی جان لیوا ہو سکتی تھی اس لئے میں مجبور تھا ورنہ میں لندن کی گلیوں اور سڑکوں کی زیارت کا شائق نہیں اور وہاں سڑکوں پر ہوتی ہوئی فحش حرکات پر لعنت بھیجتا ہوں۔ مسلسل چھ ماہ ان کی انکوائری کے نتیجہ کا انتظار کیا۔ پھر فون پر رابطہ کیا، جواب ملا کہ ابھی انکوائری مکمل نہیں ہوئی میں نے دوبارہ درخواست دیدی۔ ایک اور ویزا آفیسر کے سامنے پیش ہوا اس نے کہا کہ تمہارا کیس ابھی انکوائری میں ہے میں نے کہا آپ تو انسانی ہمدردی کا بڑا ڈھنڈورہ پیٹتے ہیں میں نے اپنے پیسوں سے آپریشن کرانا ہے آپ پر کوئی بوجھ نہیں بلکہ آپ کو تو زرمبادلہ ملے گا۔ میں نے بنک رپورٹ انکم ٹیکس سٹرفکیٹ پی ٹی وی کا سرٹیکفکیٹ، ڈاکٹر احسان صاحب کا خط، وغیر بطور ثبوت پیش

Marfat.com

کئے اسکے ساتھ انگلینڈ سے منگوایا ہوا ڈاکٹر فورسائتھ کا تمام ریکارڈ پیش کیا۔ ڈاکٹر فورسائتھ نے میری بیوی کا پہلا آپریشن کیا تھا ویزا آفیسر نے بڑے تکبر سے کہا کہ میں کوئی دلیل نہیں سننا چاہتا۔ میں نے کہا کیا ہم سب جھوٹے ہیں، مکار ہیں دھوکے باز ہیں میرے ملک کا سینئر ڈاکٹر جھوٹا، انکم ٹیکس آفیسر جھوٹا، پی ٹی وی کے افسران دھوکے باز بنک آفیسر دغا باز کیا پاکستان سراپا جھوٹ ہے۔ اس نے کہا میں خوامخواہ کی باتیں نہیں چاہتا آپ چلے جائیں۔ جب میں نے اپنی بیوی کو بتایا تو اس نے برملا کہا کہ میاں شریف صاحب، میاں نواز شریف کے والد بیمار ہوئے تو انہیں فوراً ویزا کیسے مل جاتا ہے میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں تھا۔ بس دو گھونٹ پی کر رہ گیا۔ ملک معراج خالد نگران وزیر اعظم بن گئے۔ وہ بظاہر ہمارے بڑے ہمدرد دوست ہیں۔ میں بمعہ توفیق بٹ اسلام آباد انکی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا۔ انہوں نے ہمیں وزارت خارجہ میں یورپ ڈیسک کے دائریکٹر جنرل کے پاس بھیجا اور فون پر انہیں ہدایت دی کہ بھٹی صاحب معقل آدمی ہیں ان کو ویزا لگوادیں انہوں نے فرسٹ سیکرٹری برٹش ایمبیسی کو اپنی طرف سے فون کیا کہ انہیں ویزا دے دیں لیکن ملک صاحب کا حوالہ نہیں دیا۔ میں نے کہا کہ آپ نے وزیر اعظم کا حوالہ کیوں نہیں دیا اس نے کہا کہ ملک صاحب نے کہا تھا کہ میرا نام نہیں لینا۔ میں نے سوچا پاکستان کو اللہ کیسے کیسے وزیر اعظم عطا فرما رہا ہے۔ میں اگر ملک صاحب کا دوست نہ بھی ہوتا تو وزیر اعظم کی حیثیت سے ان کا فرض بنتا تھا کہ وہ اس مشکل میں میرے مسئلہ کا حل فرماتے کیا میں سمگلر ہوں، بلیک کرتا ہوں، چور ہوں کہ ملک صاحب نے اپنا نام چھپانے کیلئے کہا۔ میں اسکی وجہ جاننے کیلئے قارئین پر چھوڑتا ہوں۔ تو جناب برٹش ایمبیسی والوں نے پھر انکار کر دیا ہاں یہ رعایت ضرور کر دی کہ اگر آپ وہاں 14000/= پاؤنڈ جمع کرا دیں اور اس کا ثبوت ہمیں پیش کریں تو ویزا دیں گے۔ اب پاؤنڈ کی قیمت 70 روپے ہو چکی تھی اس طرح وہ رقم چھ لاکھ کی بجائے ٹکٹ وغیرہ کے ساتھ تقریباً 120000/= بن گئی۔ اب اتنی رقم کا انتظام بھی مشکل اور بیوی کی کسمپرسی بھی نا دیدنی۔ میرے پاس جو کچھ تھا وہ بیچ کر بھی یہ رقم نہیں بنتی تھی۔ سوچا گاڑی بیچ دوں پھر بھی مسئلہ حل نہیں ہوتا تھا آخر میں نے سوچا گھر بیچ دیتا ہوں جب ایک پراپرٹی ڈیلر آیا اور میں نے اس کے ساتھ گھر بیچنے کی بات کی تو اس کی خبر میری بیوی کو ہو گی اس نے مجھے پوچھا گھر کیوں بیچ رہے ہیں میں نے بتایا مجبوری ہے تمہارے آپریشن کیلئے انتظامات نہیں ہو سکے مجبوراً گھر بیچ رہا ہوں اس نے کہا گھر نہ بیچیں زندگی موت تو اللہ کے ہاتھ میں ہے اگر میں یہاں آپریشن کرا لوں تو اس کا انتظام ہے۔ میں نے کہا ہاں اس کا انتظام تو ہے۔ اس نے کہا کہ ٹھیک ہے یہیں سے آپریشن کرا لیتے ہیں اس طرح میری بیوی مان گئی اور مجھے اس بے پناہ فکر سے نجات ملی۔

اب سوال یہ ہے کہ بیرون ملک ہماری کیا عزت ہے کیا ساکھ ہے، کیا ہم واقعی آزاد ہو گئے ہیں۔ ہرگز نہیں یہ سفید چمڑی والے ہمیں آج تک اپنا غلام ہی تصور کرتے ہیں۔ بالخصوص برطانیہ کے گورے جو سلوک

Marfat.com

ہمارے لوگوں کے ساتھ کرتے ہیں یہ سلوک کس کے ساتھ کیا جاتا ہے۔افریقہ کے وحشیوں کے ساتھ بھی یہ سلوک نہیں کیا جاتا جو ناروا سلوک ہمارے ساتھ کیا جاتا ہے۔کیوں؟ کیا ہم سب چور ہیں، جھوٹے ہیں، دھوکے باز ہیں، کیا ہم اس انگریز سے زیادہ دغاباز ہیں۔، جو یہاں دکاندار بن کر آیا اور اپنی شاطرانہ چالوں ،دھوکا بازیوں اور فریب کاریوں سے ہمارے ملک پر قبضہ کر کے ہمارا بادشاہ بن بیٹھا۔حضرت قائداعظمؒ اور ان کے مخلص ساتھیوں نے اپنی محنت اور قربانیوں سے جو آزادی حاصل کی، ہمارے نالائق ،خودغرض، نام نہاد قائدین کے بے صلاحیت اور پست حرکتوں سے ہم آزاد ہو کر بھی آزادی سے محروم ہیں۔حقیقت یہ ہے کہ آزادی کا لطف تو صرف وہ جانتے ہیں جو ایکڑوں سے مربعوں ے مالک بن گئے۔اور سینکڑوں سے کروڑوں اور اربوں کے سرمایہ دار ہو گئے۔ہم تو آج تک نہیں جان سکے کہ آزادی کیا ہے۔اگر ملک میں قانون کی حکومت ہو اور بیرون ملک ہماری عزت ہو تو پھر شاید آزادی کا تصور بھی آجائے۔میری بیوی تو تمام رات شدید درد دل سے تڑپتی رہتی ہے۔میں نے سب کچھ فروخت کر کے بمشکل رقم جمع کی لیکن ہمیں ازل سے غلام سمجھنے والے ویزا نہیں دیتے اور جھڑک کر باہر نکال دیتے ہیں۔اور اپنے اس گندے اور گھاؤ نے دور کی یاد دلا دیتے ہیں جب وہ جبراً ہمارے حاکم بن گئے تھے۔کیا ہمارے ملک کے فرعون بھی کبھی یہ محسوس کریں گے اور ملک وقوم کی آبرو بنانے کیلئے کوئی کام کریں گے۔اب میری بیوی کا چند یوم میں آپریشن ہو گا دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اسے صحت عطا فرمائے لیکن ایک بات اپنے قارئین سے ضرور کہوں گا کہ سب روشنی کے دوست ہیں اندھیرے میں کوئی کام نہیں آتا۔وہ ہمیشہ سینے پر ہاتھ مار کر کہا کرتے تھے کہ بھٹی صاحب اگر جان مانگیں تو جان بھی حاضر ہے۔ان کا اب کہیں دور دور تک نشان نہیں ملتا۔کیا وہ اسی زمین پر بستے ہیں۔ہم انگریزوں کا کیا شکوہ کریں ہمارے اپنے بھی تو کالے انگریز بھی ہیں۔

جیڑے کہندے سی مراں گے نال تیرے
او چھڈ کے میدان نس گئے

☆......☆......☆

Marfat.com

25 ارب کے نئے ٹیکس

21 دسمبر 1996ء کے روزنامہ پاکستان کے صفحہ اول پر یہ خبر چھپی ہے کہ نگران حکومت نے 25 ارب کے نئے ٹیکس لگانے کا فیصلہ کر لیا۔ اسی صفحہ پر یہ خبر بھی جلی حروف میں چھپی ہے کہ پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ (ن) کے رہنماؤں نے اربوں کے قرضے واپس نہیں کئے۔ ٹیکس لگانے کی تفصیلات کچھ یوں ہیں کہ نگران حکومت نے بجٹ خسارہ کم کرنے کے لئے آئی ایم ایف کو پچیس ارب روپے سے زائد کے مزید ٹیکس عائد کرنے کی یقین دہانی کرا دی۔ مارشل لاء کے دور میں جب لوگ گرفتار کئے جاتے تھے تو انہیں صرف ایک خوف مارے جاتا تھا کہ انہیں کوڑے مارے جائیں گے اور مارشل لا حکام عوام کو اپنے غیر ملکی فاتح ہونے کا شدید احساس دلانے کے لئے اس سزا کا دبدبہ استعمال کرتے رہے ہیں۔ سول حکومت کے پاس کوڑوں کا متبادل مہنگائی ہے۔ وہ عوام کو بے زبان کرنے کے لئے مہنگائی کا کوڑا استعمال کرتے ہیں اور مہنگائی کا اصل کارن نئے ٹیکس ہوتے ہیں جب کبھی کسی اخبار میں نئے ٹیکس لگانے کی خبر چھپتی ہے تو قارئین کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا سانس نیچے رہ جاتا ہے، غور فرمائے کہ سیاسی راہنما قرضے واپس نہیں کرتے تو حکومت کو مجبوراً عوام کا خون چوسنا پڑتا ہے۔ اگر یہ قرضے واپس ہو جائیں تو ٹیکس لگانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ اگر یہ سیاستدان قرضے واپس کر دیں تو راہنما اور اگر قرضے ہڑپ کر جائیں تو راہزن، حکومت کی ایسی کمزوری اور بزدلی کا راز کیا ہے، مجھ جیسا کم فہم یہ سمجھنے سے قاصر ہے کہ حکمران ان سینکڑوں راہزنوں سے دیئے ہوئے قرضے واپس لیکر اپنی اقتصادی صورت حال کو صحیح کیوں نہیں کر لیتے اور اس کی بجائے 13 کروڑ غریبوں اور کمزوروں کی کمروں پر جبر وستم کے کوڑے برسا کر اپنا دامن کیوں داغدار کرتے ہیں۔ جب لوگوں نے حکومت کے قرضے دینے ہیں انکی جائیدادیں اور ملکیتیں ان قرضوں سے کہیں زیادہ ہیں، ان کو بیچ کر قرضے وصول کئے جا سکتے ہیں۔ جب ایک مجسٹریٹ اور جج کسی مجرم کو جرمانے کی سزا دے سکتا ہے اور جرمانہ وصول نہ ہونے کی صورت میں اس کی جائیداد کی ضبطی کا حکم دے سکتا ہے تو پھر حکمران ایسا کیوں نہیں کر سکتے۔ آخر حکومت ان کا اتنا احترام کیوں کرتی کہ چند سو لوگوں کو بچانے کے لئے مسلسل کروڑوں عوام کا بھرکس نکالتی رہتی ہے۔

اس ملک کے عوام بھی ایک معمہ ہیں جو سمجھ سے باہر ہیں۔ اخبارات پڑھتے ہیں، دکانوں، ریستورانوں اور چوراہوں میں ملکی سیاست اور سیاست دانوں پر بحث کرتے ہیں، سیاسی نشیب و فراز اور انجام پر تبصرہ کرتے ہیں۔ لیکن یہ عام فہم کی بات سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے کہ اگر یہ سیاسی ڈکیت قرضے لے کر ہضم نہ کر

Marfat.com

جاتے تو کسی بیرونی قوت اور بینک سے قرض لینے کی ضرورت ہی نہ پڑتی ۔ یہ سیاستدان اگر ایک ارب روپیہ قرض لے کر کھا جاتے ہیں تو جہاں سے حکومت قرضہ لیتی ہے وہاں اسے دو گنا بلکہ تین گنا ادا کرنا پڑتا ہے کیونکہ اس کے ساتھ سود در سود دینا پڑتا ہے اور بات تو سیدھی سادی اور صاف ہے کہ چند لوگوں کی بددیانتی کی سزا پوری قوم معاشی تباہی، بیروزگاری اور مہنگائی کا شکار ہو رہی ہے ۔ میری دانست میں اس کی ذمہ داری ان معزز پیشہ حضرات پر بھی آتی ہے جو ایک قسم کے ذرائع ابلاغ بھی ہیں اور دانشور بھی ہیں ۔ اس ضمن میں وکلاء، صحافی اور علماء آتے ہیں، اگر یہ لوگ صحیح معنوں میں قوم کے درد کو محسوس کریں اور اسے سنبھالا دینے کا مصمم ارادہ کر لیں تو ملک کی تمام جہتوں کو درست کرنا ایک معمولی مسئلہ ہے، ہمارے معزز وکلاء ملکی قانون اور شرعی قوانین جانتے ہیں، آئے دن بار کونسلوں میں سیاسی مناظرے برپا کرتے ہیں ۔ سوال یہ ہے کہ معاشی اور اقتصادی مناظرے کیوں نہیں کرتے ۔ اوپر کی سطح سے نظریں ہٹا کر نچلی سطح پر توجہ کرنے کی زحمت کیوں نہیں فرماتے ۔ صحافی بھائی یہ کیوں نہیں سوچتے کہ صحافت ایک پیشہ ہی نہیں بلکہ معزز اور مقدس فریضہ بھی ہے ۔ صرف تنخواہ وصول کرنا یا بڑے لوگوں کے انٹرویو کرنا یا مختلف تقریبوں میں خوبصورت چہروں کو رنگین کر کے چھاپنا ہی ان کے فرائض میں نہیں آتا بلکہ ان کا اصل کام عوام کی سچی نمائندگی ہے (جیسے کہ بزرگ صحافی کرتے تھے) معاشرے کی بدحالی کو واضح کرنا اور معاشی اور اقتصادی چوروں کو عوام کی عدالت میں بے نقاب کرنا بھی کے فرائض میں آتا ہے ۔ علماء حضرات کو قرآن اور حدیث کی روشنی میں تقریریں اور وعظ زیب دیتے ہیں ۔ ان کا فرض ہے کہ اللہ رسول کا پیغام حقیقی تفسیر کے ساتھ دیں ۔ صرف حلیہ سازی تو دین کی نمائندگی نہیں، اس کے ساتھ عمل بھی ضروری ہے، ظلمت کی طرف گامزن نہ ہوں وہ نور کو چھوڑ کر اندھیروں میں بھٹکنے کو کیوں ترجیح دیتے ہیں ۔ اگر آج صحافی حضرات پاکیزہ صحافت کی روشنی میں لکھنا شروع کر دیں، وکلاء مثبت انداز میں سوچنا شروع کر دیں، علماء اللہ اور رسولؐ کے حکم کے مطابق عمل شروع کر دیں، عوام ان لٹیروں اور ٹھگوں کو پہچان لیں اور ان کے آگے ناچنا اور بھنگڑے ڈالنا بند کر دیں، ان کی تقریروں پر خوشامدانہ تالیاں نہ بجائیں اور انہیں ووٹ نہ دیں تو پاکستان ایک حقیقی جنت بن جائے ۔ میری دعا ہے اللہ تعالیٰ حکمرانوں کو بزدلی کے گہرے کھڈے سے نکالے اور فرض شناسی کی توفیق عطا فرمائے اور صحافیوں، وکلاء، علماء، دانشوروں اور عوام کو اپنی اپنی ذمہ داریاں نبھانے کی سوجھ اور ہمت عطا فرمائے ۔

☆......☆......☆

Marfat.com

تماشائے اہل قلم دیکھتے ہیں!

اللہ تعالیٰ نے پارہ 29 میں قلم اور اس کے ساتھ لکھی گئی سطور کی قسم کھائی ہے، قسم کھا کر اپنے محبوب حضرت محمدؐ کی عقل و دانش، حق گوئی عظمت اور خلق عظیم کا اعلان فرمایا ہے اور فرمایا کہ یہ بڑے فضل و کرم کا صلہ ہے۔ اہل دانش غور فرمانے کی زحمت کریں تو یہ راز پالیں کہ قلم انتہائی مقدس وسیلہ اظہار اور آواز ضمیر ہے۔ اگر قلم سے حق، عقل و دانش اور خلق و اداب کی تحریر کی سرفرازی ہوتی ہے تو صاحب قلم پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہوتا ہے اور اگر قلم جھوٹ جہالت بداخلاقی اور بے ادبی کی تحریروں میں ملوث کر دیا جاتا ہے تو پھر اللہ کی لعنت کا حقدار ہو جاتا ہے۔ لیکن اس حقیقت کو وہی قلمکار سمجھ سکتا ہے جو اللہ پر دل سے ایمان رکھتا ہو اور حضورؐ کی عظمت کی معرفت رکھتا ہو اور اسے آخرت پر بھی یقین ہو۔ قلم کے ساتھ خیانت اپنی ذات اپنی قوم اور اپنے ملک کے ساتھ خیانت ہے۔ یہ مقدمہ اہل قلم لکھنے کی وجہ یہ ہے کہ اگر قلمکار تقدس کو پیش رکھ کر قوم کی صحیح معنوں میں راہنمائی کرتے تو آج یہ معصوم قوم اتنی بے بس نہ ہوتی۔ دور حاضر کو لیجئے۔ اسمبلیاں توڑی گئیں کچھ نہ لکھا کہ یہ عمل انتہائی اچھا ہے اور اس سے ملک و قوم کی بہت بہتری ہو گی لیکن کچھ نے لکھا کہ یہ جمہوریت کش عمل ہے۔ لیکن اس میں کمال یہ ہے کہ سابقہ حکومت کے مستقل ہوا خواہوں نے کہا کہ ظلم ہوا ہے زیادتی ہوئی ہے اور اس حکومت کے مخالف قلمکاروں نے اس عمل کو عدل و انصاف کا درجہ دیا۔ پھر احتساب کی بات چلی تو کچھ سیاسی گروہوں نے کہا کہ احتساب ضروری ہے۔ کسی سیاسی گروہ نے کہا کہ انتخابات ضروری ہیں۔ پھر بھی وہی قلمکاری دوہرائی گئی جو جس کا ہوا خواہ یعنی جس سے مفاد تھا اس نے اس کی حمایت میں لکھا۔ اب سکیورٹی کونسل کے نام سے ایک بورڈ آف ڈائریکٹرز قائم کیا گیا ہے، جس میں تینوں افواج کے سربراہان اور ایک ان کے چیئرمین وزیر دفاع سیکرٹری دفاع وزیر خزانہ سیکرٹری خزانہ صدر محترم اور جناب وزیر اعظم شامل ہیں۔ کچھ صحافتی قلمکار اپنے اداریوں اور کالموں میں اس کونسل کے قیام کو حد درجہ مفید اور ضروری کہتے ہیں، جن کے قائد ارشاد احمد حقانی ہیں۔ جو وزیر اعظم صاحب کے بقول ان کے استاد ہیں اور اگر محترمہ بے نظیر صاحبہ ان کی آراء پر عمل کرتیں تو انہیں یہ منحوس دن دیکھنا نہ پڑتا۔ تو میں نے اپنے کالم میں عرض کیا تھا کہ اب تو حقانی صاحب باقاعدگی سے حکومت میں شامل ہیں، لہٰذا پاکستان کو دن دونی اور رات چوگنی ترقی کرنی چاہیے۔ گزشتہ روز پی ٹی وی پر جناب ارشاد احمد حقانی صاحب بغیر سانس لئے اور ایک گھونٹ پانی پئے مسلسل تقریباً اس کونسل کی ضرورت اور افادیت پر ارشاد فرماتے رہے۔ کچھ ایسے قلمکار بھی ہیں جو کونسل کے حق میں نہیں اور اسے مارشل لاء کا پیش خیمہ کہہ رہے ہیں۔ آخر یہ اختلاف کیوں اور پھر وہی گروپ ہیں کچھ حق میں کچھ مخالف، لیکن مخالفت اور موافقت کا پس منظر وہی ہے۔ میری گزارش اتنی ہے کہ اگر یہ کونسل جرائم کو روکنے احتسابی عمل تیز کرنے اور منصفانہ انتخابات کرانے کے لئے قائم کی گئی ہے تو پھر واقعی بہت بہتر عمل ہے لیکن اگر حق گو قلموں کے سر قلم کرنے اور کسی ایک سیاسی جماعت کو

Marfat.com

تقویت دینے اور اسکی مخالف جماعتوں کو کچلنے کے لئے ترتیب دی گئی ہے تو پھر سراسر ظلم علی ظلم کے مصداق ہے۔ ویسے ہمیشہ دریا سمندر میں سماتے ہیں، سمندر دریاؤں میں نہیں سماتے۔ سورج یا تو چمکتا ہے یا نہیں چمکتا۔ یہ ناممکن ہے کہ بیک وقت سورج چمک بھی رہا ہو اور نہ بھی چمک رہا ہو۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ کوئین بیک وقت بخار اتارتی بھی ہی ہو اور بڑھا بھی رہی ہو۔ یہ مثالیں لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ چشم بینا کے سامنے یا تو کوئی چیز ہوسکتی ہے یا نہیں ہوسکتی۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ ہو بھی اور نہ بھی ہو۔ قلمکار تو سارے دانشور مانے جاتے ہیں اور بصارت رکھنے کے ساتھ ساتھ بابصیرت بھی سمجھے جاتے ہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ واضح اور سمجھ میں آجانے والی بات کو کچھ پست کہیں اور کچھ بلند، کچھ مفید سمجھیں اور کچھ غیر مفید، کچھ حق کہیں اور کچھ باطل کہیں، سوائے اس کے کہ قلم ذاتی مفادات اور نظریہ ضرورت کے شکنجے میں آجائیں اور کوئی اس اغراض اور جبر کے پنجرے میں بند کہیں کہیں سلاخوں سے سر نکال کر حق کی آواز نکالنے کی کوشش کرے اور آخر کود غرض قیادتوں کے ہاتھوں سر قلم کرالے۔ پرانے زمانے میں کسی گاؤں میں ایک بنیا کریانے کی چھوٹی سی دکان کرتا تھا۔ جاہل کسان اپنی نمود و نمائش کے لئے وقتاً فوقتاً اس سے قرضے لیتا رہتا تھا اور آخر کار قرض کے بدلے بنیا کسان کی ساری زمین لکھوالیتا۔ پھر وہ معمولی بنیا گاؤں میں شاہ جی کہلانے لگتا اور سارا گاؤں اس کا غلام ہو جاتا۔ یہ آئی ایم ایف والا یہودی بنیا بالکل اسی طرح پاکستان کے کسانوں کو قرضہ دے رہا ہے۔ کچھ لوگوں کو غربت اور مہنگائی کے تحفے دے کر ان کو موت کی لوریاں سنا رہا ہے۔ اور خدا نہ کرے کہ آخر کار اسی گاؤں والے کسان کا حال ہو جو آئی ایم ایف سے قرضے لے کر خود تو لوٹتے رہے اور مجبور عوام کو ان کے ہاتھ بیچتے رہے اور ان کے گلے گھونٹتے رہے۔ پاکستان کو اتھہ گہرائیوں میں پھینک کر چلے گئے یا نکال دیئے گئے۔ کیا کہتے ہیں میرے وطن کے دانشور، ادیب اور قلمکار اس بارے میں کیا انہی لٹیروں اور ظالموں کو پھر آجانا چاہیئے؟ ہمارے کچھ قلمکار دوست کچھ سیاسی قائدین کے کردار کو سرف سے دھو کر پیش کرنے کی کوشش میں پیش پیش نظر آتے ہیں اور دوسرے قائدین کے کردار کو بدکرداری کا لباس پہنانے میں کوشاں ہیں۔ ان کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ خوامخواہ اس درد میں گھلے جاتے ہیں۔ ہمارے ہاں ان دونوں باتوں کی ضرورت نہیں۔ یہاں تو سرمایہ اعلیٰ ترین کردار کا نام ہے اور بے سرمایہ ہونا ہی بدکرداری اور بداعمالی ہے۔ ہمارے ہاں تو جس کی حمایت کرنی ہو وہ آنکھوں کے سامنے جو چاہے کرے جتنا بدکردار ہو شراب خوری کرے جواء کھیلے ڈاکے ڈلوائے چوریاں کرائے، ایک فقرے سے اس کے سارے عیب ختم ہو جاتے ہیں کہ "یہ اس کا ذاتی کردار ہے" اب جس کا جو جی چاہے کھلے عام کرے جب تک ایسے کوتاہ اندیش موجود ہیں کوئی کام عیب نہیں۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

منحوس ترقیاں!

ڈیرہ غازی خان کے ایک حوالدار پولیس ہمارے دوست تھے، انہیں ترقی دے کر تھانیدار بنا دیا گیا۔ اس ترقی پر وہ کچھ زیادہ خوش نہیں تھے، کیونکہ انہیں ترقی بروقت نہیں ملی تھی بلکہ ریٹائرمنٹ کے قریب ملی تھی، تھانیداری کی وردی پہن کر وہ گھر گئے، بیوی نے خوش ہو کر مبارکباد پیش کی وہ چونکہ دلبرداشتہ تھے اور ان کی بیوی ان کے اس دکھ سے واقف نہ تھی، غصے میں تھانیدار نے کہا تم نے مجھے ترقی ملنے پر مبارکباد دی ہے میں بھی تجھے ترقی دیتا ہوں، اس نے کہا کہ مجھے کیا ترقی دو گے۔ تھانیدار نے کہا کہ آج تک تم میری بیوی تھی آج کے بعد میری ماں ہو۔ کچھ اسی قسم کی ترقیاں میرے ملک میں ہوئیں، چوری، ڈاکے ناجائز قبضے، ملاوٹ، دین کے خوبصورت چہرے کو مسخ کرنا، قتل عام، سیاسی قتل، سماجی قتل، جھوٹی انا کے قتل، مذہبی آڑ میں قتل، انتقامی قتل، عزتوں اور غیرتوں کا قتل، فریب، ریاکاری، منافقت، مہنگائی، یہود و نصاریٰ کی غلامی اسمبلیاں توڑنے، مارشل لاء لگانے، رشوت، تھانوں میں، کچہریوں میں، عدالتوں میں، دفتروں میں، سڑکوں پر، اسمبلیوں میں، سیکرٹریٹ میں رشوت، ایک طوفان رشوت، ملک کو ختم کرنے کی سازشوں میں ترقی اور ہم نے اس میں بہت حد تک کامیابی حاصل کی۔ آدھا ملک ختم کر دیا اور جو باقی بچا اس کو ختم کرنے کیلئے پیہم کوششیں جاری ہیں، اگر ان تمام ترقیوں پر لکھوں تو ایک دفتر بن جائے گا، آج صرف قتل و غارت پر عرض کروں گا۔ ہمارے ہاں ایک بات بنا دی گئی ہے کہ ہر قاتل غازی اور ہر مقتول شہید ہوتا ہے، چاہے قاتل انتہائی سفاک مجرم ہو اور مقتول دنیا بھر کی لعنتوں کا حقدار ہو۔ یہ غالباً 1955ء کا واقعہ ہے جب میں مستی دروازے کے اندر موتی بازار میں رہتا تھا، مکان کی پشت پر شاہی قلعہ اور قلعہ کے جنوبی طرف دکھائی کا علاقہ تھا اس وقت پیچھے کوئی آبادی نہ تھی، کھائی پر ایک بدمعاش جواء بھی کراتا تھا اور شراب بھی سرعام کشید کر کے بیچتا تھا اور باقی ناجائز فروشی بھی کرتا تھا، اس علاقے کے ایک مقتدر خاندان کے سربراہ جو بظاہر اسلام کے سرپوش بنے ہوئے تھے اس بدمعاش کی سرپرستی کرتے تھے، ایکسائز والوں نے وہاں چھاپہ مارا، اس بہادر بدمعاش اور اس کی بیوی نے اینٹوں، پتھروں، بڑھکوں اور بازاری گالیوں سے ان کا سواگت کیا۔ وہ بھاگ گئے اور تھانے چلے گئے، ان کی شکایت پر ایک تھانیدار بمعہ چند سپاہیوں کے وہاں پہنچے، اس نے ان کے ساتھ بھی وہی حسن سلوک کیا لیکن وہ پولیس والے تھے جو اس موصوف سے بڑھ کر تھے، انہوں نے جوابی کارروائی میں اس کی شراب کشید کرنے کی بھٹی تباہ کر دی اور جوابی کارروائی میں اس کی ٹانگیں توڑ دیں اور اسے گھسیٹے ہوئے تھانے لے گئے، وہ اپنے سرپرستوں کے احساس کی وجہ سے وہاں بھی ان کی مائیں بہن ایک کرتا رہا، لہٰذا پولیس والوں نے اسے ابدی نیند سلا دیا۔ ڈاکٹر خان صاحب جو غفار خان کے بھائی تھے وہ وزیراعلیٰ

Marfat.com

تھے اور پولیس کے خلاف تھے، بدمعاش صاحب تو بقول سر پرستگان شہید ہو گئے، لہٰذا سر پرستگان نے ان کی میت اٹھوائی، سوڈیڑھ سو شرفاء صورت ساتھ لئے اور ان کی شہادت کا ورد کرتے ہوئے میرے مکان کے سامنے سے گزرتے ہوئے وزیراعلیٰ کے دربار تک پہنچے۔ سنا ہے ایس پی صاحب نے غازیوں کا بھرپور ساتھ دیا اس لئے وہ بچ گئے اور مجراء کرانے والے، شراب کشید کر کے کھلم کھلا بیچنے والے شہید کی شہادت کو تسلیم نہ کیا گیا۔ بہرصورت ایسے غازیوں اور شہیدوں کا عمل آج تک جاری ہے۔ اور کوئی حکومت یا مذہبی جماعت اس امر کا قطعی فیصلہ نہیں کر سکتی کہ سفاک قاتل اور غازی میں کیا فرق ہوتا ہے اور مجرم مقتول اور شہید میں کیا فرق ہے۔

قائداعظمؒ اور ان کے ساتھیوں نے بڑی محنت لگن اور استقلال سے پاکستان کا خطہ حاصل کیا۔ پاکستان بنتے وقت بہت سے بے گناہ صرف اس لئے شہید کر دیئے گئے کہ وہ مسلمان تھے اور کئی ماؤں بہنوں اور بیٹیوں کی عزتوں کو صرف اس لئے رسوا کیا گیا کہ وہ مسلمان کی مائیں بہنیں اور بیٹیاں تھیں۔ خیال تھا کہ پاکستان بن جانے کے بعد یہ قتل و غارت رک جائے گی لیکن پاکستان کا وجود قائم ہونے کے ایک سال بعد ہی پاکستان کے بانی اور صدر (گورنر جنرل) کو بڑے سائنٹفک طریقے سے قتل کیا گیا پھر وزیراعظم پاکستان کو بھی قتل کر دیا گیا۔ اس کے بعد لٹیرے لوٹ مار میں مصروف ہو گئے اور وقتی طور پر قتل و غارت کا درجہ حرارت گر گیا اور برسراقتدار لوگوں کو معاشرے میں قتل کرانے کی ضرورت نہ رہی پھر بھی اکا دکا قتل تو ہوتا رہا یا چند نچلی سطح کے سیاستدانوں کو بڑے منطقی طرتے سے قتل کرایا گیا کہ نہ قاتل پکڑے گئے اور نہ ہی انہیں پکڑنے کی کوشش کی گئی اور پھر آہستہ آہستہ قاتل کا قافلہ ترقی کرتا ہوا منزل فنا کی طرف چل پڑا، پہلے یہ قتل عام لوگ میں تھا، پھر اس میں دین کے ٹھیکیدار بھی شامل ہو گئے، یہاں اتنی بات عرض کردوں کہ پچھلے دنوں ہم بھارت گئے وہاں کچھ دلچسپ مذاکرات ہوئے جن کا موضوع قتل و غارت ہی تھا۔ اس کی تفصیل اگلے کالموں میں عرض کروں گا۔ اب یہ عمل قتال سرکاری اداروں میں بھی داخل ہو گیا۔ سپاہی قتل، تھانیدار قتل، انسپکٹر قتل، ایس پی قتل، ڈی سی قتل، کمشنر قتل، ڈی جی قتل، سپرنٹنڈنٹ جیل قتل، یہ قتلوں کا ارتقائی عمل ہے کہ وہ نیچے سے اوپر آ رہا ہے لین ہمارے بڑوں کو فرصت نہیں کہ اس منحوس و بھیانک عمل کو روکیں۔

زمین گول ہے، کہتے ہیں اگر کوئی شخص کسی ایک مقام سے چلے اور مسلسل چلتا رہے نہ خود رکے اور نہ اسے کوئی روکے تو بالآخر اسی مقام پر پہنچ جاتا ہے جہاں سے چلا تھا۔ پاکستان بننے کے بعد قتل کا عفریت صدر پاکستان وزیراعظم کی قتل گاہ سے روانہ ہوا تھا۔ اسے موثر طریقے سے نہ روکا گیا اور اس طرح وہ آہستہ آہستہ ہائیکورٹ کے جج تک پہنچ گیا اب مقام آغاز تک پہنچنے کیلئے صرف پانچ منزلیں باقی ہیں۔ 1: چیف جسٹس ہائیکورٹ، 2: چیف جسٹس سپریم کورٹ، 3: چیئرمین سینٹ، 4: وزیراعظم پاکستان اور 5: صدر پاکستان، اس قوم کش عمل کو روکنے کیلئے ہم حضرات مقتدرین کو عرض کرتے ہیں کہ آگے دیکھنے کی بجائے

Marfat.com

پیچھے نظر ماریں، ووٹروں کی خوشنودی کی سوچ چھوڑ دیں، مکروہ گروپوں کا لحاظ چھوڑ دیں اور پاکستان کی بقاء کی طرف دھیان دیں، جہاں پولیس سپرنٹنڈنٹ، جیل سپرنٹنڈنٹ، ڈی سی کمشنر اور ہائی کورٹ کے جج محفوظ نہ ہوں، وہاں کون محفوظ ہوسکتا ہے۔ ووٹ تو تب لو گے جب رہو گے، اب تقریروں میں مصنوعی عجز و نیاز اور انگریزی اور اردو زبانوں میں ملفوف اور غلامی تقریریں کرنے سے کام نہیں چلے گا، بناوٹ، تصنع اور دکھاوے کی اداکاری کچھ نہیں دے گی اب تو حقیقت گوئی اور سچ بولنے کی ضرورت ہے، میں یہ جانتا ہوں کہ میرے پیار حکمرانوں میں برداشت کا مادہ اور اپنی اصلاح کا جذبہ قطعی نہیں ہے۔ ان کے گھر والے بھی ان کی تعریف انہی الفاظ میں کرتے ہیں کہ سرکار بہت گہرے ہیں، اپنا راز کسی پر افشاء نہیں کرتے، جانتا ہوں کہ میری ان گزارشات پر وہ کبھی خوش نہیں ہونگے، ممکن ہے کسی خفیہ اور دانشورانہ طریقے سے مجھ سے انتقام لینے کا عمل بھی فرمادیں کہ یہی ان کا سابقہ ریکارڈ ہے۔ پھر بھی میں ان سے کہے دیتا ہوں کہ جو تباہی کا طوفان ان کی طرف بڑھ رہا ہے اسے روکیں اور اس سے بچنے کی تدبیر کریں اسی میں پاکستان کی بقاء اور قوم کی فلاح ہے۔

سنو سنو کہ تمہارا بھلا اسی میں ہے
غریب قوم و وطن کی بقاء اسی میں ہے
نہ مصلحت کے بھنور میں ڈبو دو حق سچ کو
تمہاری نسل کی وضع فلاح اسی میں ہے
لحاظ نہ کرو قاتل لٹیرے ظالم کا
کہ زندہ قوموں کی اصل حیاء اسی میں ہے
اگر کرو تو عنایت کرو غریبوں پر
تمہارے حق ہماری دعا اسی میں ہے

☆......☆......☆

Marfat.com

ٹیکس۔لا

سنا ہے کہ ٹیکسلا کا نام پہلے کچھ اور تھا جو حملہ آور آتا تھا وہ وہاں کے عوام سے جزیہ مانگتا تھا کہ ٹیکس لا ورنہ جہنم جا۔ اور آہستہ آہستہ اس شہر کا نام ہی ٹیکسلا بن گیا۔ ٹیکس انگریزی کا لفظ ہے جس کے معانی ہیں، بوجھ، محصول، لگان، اسی لئے بوجھ اٹھانے والی گاڑی کو ٹیکسی کہتے ہیں، فارسی میں اس کا ترجمہ ہے خراج اور باج اور عربی میں اسے جزیہ کہتے ہیں۔ اس لئے انگریزی میں (Taxidermy) کسی کی کھال میں بھس بھر نے کو کہتے ہیں۔ یعنی کسی کو مار کر اس کی کھال میں بھس بھر کے یہ ظاہر کرنا کہ وہ زندہ ہے۔

ہندوؤں میں آواگون کا مسئلہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہر جاندار مرنے کے بعد اپنے کئے کا پھل پاتا ہے اور اسی کے مطابق اپنی شکل تبدیل کرتا ہے، یعنی اپنی جون تبدیل کر لیتا ہے۔ ہمارے ہاں جون کے لفظ کو انہیں معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے کہ اس مہینے میں ٹیکس پہ ٹیکس لگا کر عوام کی جونیں تبدیل کر دی جاتی ہیں۔ پھر ان مردوں میں بھس بھر کر کوشش کی جاتی ہے کہ دیکھنے والے انہیں زندہ تصور کریں۔

محترمہ بے نظیر صاحبہ نے فرمایا ہے کہ پاکستان کے عوام پر کم سے کم ٹیکس لگائے جائیں۔ محترمہ صاحبہ کی خدمت میں گزارش ہے کہ پہلے تو صرف جون میں لوگوں کی شکلیں تبدیل کی جاتی تھی اور اب تو ہر روز روز عید ہے، یعنی سال کے اندر تین بار تو پٹرول مہنگا کیا گیا، نہ جون کا رولا نہ مہنگائی کا گولہ، جب چاہا جون بنالیا اور اس عمل کی تعریف و توصیف میں اپنے محبان سے تالیاں بھی بجوالیں اور کالم بھی لکھوالئے۔ ہے کسی کی مجال کہ زبان کھولے یا سر اٹھا کے چلے۔

اب ذرا کم سے کم ٹیکسوں کی تعداد پڑھ لیجئے۔ انکم ٹیکس پروفیشنل ٹیکس، سیلز ٹیکس، میونسپلٹی ٹیکس، محصول چونگی ٹیکس، ضلع ٹیکس، ٹول ٹیکس، کسٹم ڈیوٹی ٹیکس، بجلی پر سرچارج ٹیکس، فیول ٹیکس یعنی ایندھن ٹیکس، ویلتھ ٹیکس، پراپرٹی ٹیکس کورٹ میں جانے کیلئے اشٹام ٹیکس، سڑک ٹیکس، گیس ٹیکس، پارٹی ٹیکس، ٹوکن ٹیکس، ایئر پورٹ ٹیکس، فون ٹیکس، علاج معالجہ ٹیکس، تعلیم ٹیکس اور جگا ٹیکس، سیلز ٹیکس، فضا ٹیکس، گھٹن ٹیکس وغیرہ وغیرہ۔

اصل میں یہ تمام ٹیکس ہماری حکومتوں کی مجبوریاں ہیں، جس پر انہیں موردالزام نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔ مثال کے طور پر ہمارے ایک چھوٹے پولیس آفیسر ہیں۔ پولیس میں بھرتی ہو گئے، پھر شادی ہو گئی۔ خرچے بڑھ گئے، بچے ہوئے خرچے اور بڑھ گئے، بیوی اور بچوں کی خواہش پر فریج آ گیا اور ٹی وی سیٹ بھی تشریف لے آیا۔ بجلی کے پنکھے اور اے سی بھی براجمان ہو گئے۔ گاڑی اور موٹر سائیکل کی ضرورت بھی پڑ گئی۔ اب یہ تمام لوازمات تنخواہ سے تو پورے ہو نہیں سکتے، مجبوراً رشوت ٹیکس لگانا پڑا، انصاف نیلام ہونے لگا، گنہگار آزاد ہو گئے، بے گناہوں پر مقدمے بن گئے۔ ظالموں کی حمایت شروع ہو گئی۔ مظلوموں اور بے گناہوں کو حوالات اور پھر جیل کی کوٹھڑیاں نصیب ہو گئیں۔ ہمیں تو سائنس نے یہی کچھ دیا ہے۔ اگر سامان تعیش یوں

Marfat.com

حملہ آور نہ ہوتے تو نہ اتنے اخراجات بڑھتے اور نہ رشوت اور بدیانتی بڑھتی اور نہ ظلم کا ڈنکا چار سو بجتا اور نہ مظلوم کی آہیں اور سسکیاں ہوا کا جگر چیرتی رتیں۔ بہرصورت یہ طے ہے کہ جب ناجائز اخراجات بڑھتے ہیں تو وہ کمزوروں، بے بسوں اور مجبوروں کا رس نچوڑ کر پورے کئے جاتے ہیں۔ ہمارے ہاں مہربان و شفیق حکمران ائیر کنڈیشنڈ کمروں میں بیٹھ کر عوام کے موت پر مہریں لگا دیتے ہیں۔ غور فرمائے کہ 1947ء سے لیکر آج تک ہر دن پہلے دن سے مہنگا ہے، اس کے دو بڑے اسباب ہیں۔ آبادی کا بڑھ جانا اور معصوم حکمرانوں کا اعتدال سے آگے نکل جانا۔

ہمارے پڑوس میں بھارت ہے، وہ ہندو ہیں، بت پرست ہیں کافر ہیں، مشرک ہیں، ناپاک ہیں اسلام دشمن ہیں، سب ٹھیک ہے، مگر یہ تو فرمائیے کہ وہاں کتنی کاریں درآمد کی جاتی ہیں، وزراء کتنی قیمتی کاروں پر سفر فرماتے ہیں اور کتنے دیدہ زیب لباس زیب تن کرتے ہیں۔ میں 1980ء میں وہاں گیا، مجھے ان کی اپنی بنائی ہوئی کاریں نظر آئیں (ایمبیسڈر اور فیسٹٹ) اور وہ بھی ہمارے ملک کی نسبت بہت ہی کم۔ میں سوچتا تھا کہ یہ کتنی گھٹیا اور کنجوس قوم ہے کہ اچھی اور آرام دہ گاڑیاں بھی نہیں منگوا سکتی، دیکھئے نا قیمتی گاڑیاں اور مشیروں اور وزیروں کے بیرونی ممالک کے سفروں پر سرکاری اخراجات اور اسلام پسند حکومتوں کا کمال ہے کہ ہر سال نادار وزیروں اور سرکاری افسروں کو اپنے خرچے پر حج کراتی ہیں۔ سبحان اللہ اندھا ونڈے ریوڑیاں مڑ مڑ اپنے گھر،، ایک عام شہری ان اخراجات کا اندازہ بھی نہیں لگا سکتا یہ لاکھوں سے کروڑوں، کروڑوں سے اربوں اور اربوں سے کھربوں تک چلے جاتے ہیں۔ آخر یہ اخراجات تو پورے کرنے ہیں۔ پھر اخراجات کو پورا کرنے کے نسخے تیار کئے جاتے ہیں۔ اس طرح ایک ٹیکس سے دو ٹیکس اور دو سے تین اور پھر لاتعداد ٹیکس اور پھر ٹیکسوں کی بھرمار ہو جاتی ہے۔

پٹرول پمپوں والے اپنی غربت کا اعلان کر کے حکومت سے پٹرول مہنگا کرنے کی درخواست کرتے ہیں۔ حکومت کے وعدے پر پڑول پمپوں کی ٹینکیاں یکدم خشک ہو جاتی ہیں۔ ایسے ہی ایک وقت میں ما بے دولت گڑھا مور سے خانیوال تشریف لا رہے تھے کہ پٹرول بھی نہ ملا، ہم ایک ٹریکٹر والے کی مہربانی سے گاڑی ٹریکٹر کے پیچھے باندھ کر سولہ میل تک آئے اور میں بمشکل شالمیار میں سوار ہوا۔ تین دن کے بعد جب پٹرول کی قیمتوں کے بڑھ جانے کا اعلان ہوا تو عام پمپوں کی ٹینکیاں بھی پڑول سے بھر گئیں، جیسے کہ ہر ٹینکی سے خود بخود پٹرول نکل آیا ہو۔ آپ خود اندازہ فرمائیں کہ یہ ناجائز منافع کن کن شرفاء میں تقسیم ہوا۔ اب تو آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ لوٹ مار کی دوڑ میں ٹیکس لگانے کس قدر جائز ہیں۔ میں چند دن پہلے اپنی گاڑی کا ٹوکن ٹیکس ادا کرنے ڈاک خانے گیا، میری گاڑی کا ٹوکن ٹیکس سات سو روپے سالانہ ہے، مگر ڈاک بابو نے کہا کہ اٹھارہ سو نوئے روپے دیجئے، حیرت سے میرے طوطے اڑ گئے اور میں پسینے میں نہا گیا۔ محترم میرے پاس تو آٹھ سو روپے کے لگ بھگ تھے میں نے مکمل انکسار سے پوچھا کہ جناب یہ سات سو

Marfat.com

سے 1890 کیسے ہو گئے، جواب ملا سات سو ٹوکن ٹیکس، سات سو پچاس روپے انکم ٹیکس، دو سو روپے پروفیشنل اور 240 روپے تاخیر ٹیکس، میں نے عرض کیا کہ حضور ہم انکم ٹیکس تو الگ ادا کرتے ہیں تو اس نے کہا کہ یہ اوپر والوں کی مرضی ہے میں نے التجا کی کہ یہ پروفیشنل ٹیکس کیا ہے۔ انہوں نے کہا یہ حکم حاکم مرگ مفاجات سمجھ کر دے دیجئے۔

میں نے گھر سے مزید رقم منگوائی ٹوکن ادا کیا، اللہ جانے کہ دم میں دم آیا یا دم نکل گیا اور کچھ غنڈا ٹیکس کے بارے میں بھی سن لیجئے آپ ہر روز اخبارات میں پڑھتے ہیں کہ کئی لوگ غنڈہ ٹیکس نہ دینے کی پاداش میں قتل کر دیئے جاتے ہیں اور قاتل ہمیشہ نامعلوم ہوتے ہیں۔ کچھ نیم سرکاری اداروں کی طرف سے غنڈہ ٹیکس لگایا جاتا ہے۔ وہ یوں کہ ڈسٹرکٹ کونسل کے چیئرمین یا ایڈمنسٹریٹر کے عزیز واقرباء تو ہوتے ہی ہیں۔ اب ان میں سے کسی نے شکوہ کیا کہ آپ کے دور اقتدار میں ہمیں کچھ نہیں ملا، ہم محروم عطا ہیں۔ انہوں نے فوراً ضلع کا نقشہ منگویا اور جو سڑک بغیر ناکے اور ٹیکس کے نظر آئی، وہ اس محروم عزیز کو الاٹ کر دی انہوں نے ناکہ لگا دیا، پرچیاں چھپوالیں بس ختم اب آنے جانے والوں سے تڑی کے ساتھ سڑک ٹیکس وصول کرنے لگے اور وہ سڑک اتنی ٹوٹی پھوٹی اور بھرپور از کھنڈرات اور ٹبہ ہائے جات ہوتی ہے کہ واپسی پر اگر آپ خیرت سے پہنچ بھی گئے تو گاڑی کی مرمت پر کیا خرچ آئیگا۔ اس کا اندازہ صرف مستری صاحب ہی کر سکتے ہیں۔

جناب ہیڈ پلہ جو وہاڑی سے حاصل پور کے راستے میں ہے، اس پر کوئی ٹال مٹول ٹیکس نہیں تھا لیکن اب وہاں بھی کچھ محروم عزیزوں کو جونکیں بنا کر بٹھا دیا گیا ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ جب ہم وہاں پر یہ جبریہ ٹول ٹیکس ادا کر کے آگے بڑھے تو چند گزوں کے فاصلے پر پھر ناکہ تھا، پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ جواب ملا کہ روڈ ٹیکس، ہم نے کہا ہم نہیں دیتے، انہوں نے فرمایا پھر گاڑی کی خیر مناؤ۔ ہم نے لرزتے ہاتھوں سے ان کو بھی ٹیکس ادا کر دیا اور یہی کچھ واپسی پر ہوا۔ یہ تو صرف ٹول ٹیکس اور ٹوکن ٹیکس کی دلا دتوں اور پھر عوام پر نوازشوں کی داستانیں ہیں۔ اللہ خیر کرے تو آئندہ بھی باقی ٹیکسوں کی حیات ناروا کی داستانیں پیش کروں گا۔

☆......☆......☆

Marfat.com

حکومت کے اندر حکومتیں!

تلوار اور قلم کا چولی دامن کا ساتھ ہے اگر قلم اور تلوار مل کر کام کریں تو کامیابی و کامرانی قدم چومتی ہے جب تلوار لا پروا اور بے نیاز ہو جائے تو قلم بے کار اور قلم بے راہ ہو جائے تو تلوار صرف جلاد کے ہاتھ کا ظلم بن جاتی ہے۔ حکومتوں کے وقار کو قائم رکھنے کیلئے قلم رہبر ہوتا ہے اور تلوار راہرو لیکن ہماری بدنصیبی ہے کہ پچاس برس میں قلم اور تلوار ایک ساتھ نہیں چل سکے قلم دانشور کا زیور اور تلوار اس زیور کی صیقل ہوتی ہے یعنی ملک کے اندر جتنی خرابیاں ہوتی ہیں قلم ان کی نشاندہی کرتا ہے اور یہ فرض ہمارے بیشتر قلمکار پر ہزار حسن وخوبی ادا کرتے رہے ہیں حکمرانوں کے پاس قانون پر عمل کرانے کیلئے تعزیر کی تلوار ہوتی ہے اور یہ بات میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ قلمکار تو وقت کے ساتھ ساتھ معاشرتی برائیوں اور خامیوں کو قلم زد کرتے رہے لیکن بہت کم حکمرانوں نے ان برائیوں کا قلع قمع کرنے کے لئے پوری دیانت داری سے قانون کا تحفظ کیا اور یوں وہ تلوار جو اقتدار کی صورت میں ان کے ہاتھ آئی اس کو انصاف نہ ملا اس طرح لکھنے والے یا تو حکمرانوں سے مایوس ہوتے جارہے ہیں یا پھر ان میں سے بیشتر اسی رخ پر چل پڑے ہیں جس رخ پر صاحبان اقتدار رواں دواں ہیں وہ تلوار جو برائیوں کا سر قلم کرنے کیلئے ہوتی ہے وہ صرف ان کے ذاتی مخالفین کے راستے روکنے پر مامور رہی نتیجہ یہ ہے کہ میرا پاک وطن ترقی کرنے کی بجائے روز بروز روبہ زوال رہا۔ ہمارے ہاں اونچی عمارتیں چند سڑکیں بن جانے اور اسی قسم کی ظاہری اور نمائشی ٹیپ ٹاپ کو ترقی کہا جاتا ہے ہرگز نہیں! اصل ترقی تو قانون کی بالادستی اور عوام کو امن وسکون میسر آنے کا نام ہے تخریب کار اور شر پسند کوئی بھی ہو وہ کسی بھی قوم اور ملک کیلئے مفید ہوتا ہے اور نہ ہی قابل فخر۔ میں نے بہت پہلے ریاست کے اندر ریاست کے عنوان سے اپنے کالم میں عرض کیا تھا کہ جو مذہبی یا سیاسی تنظیمیں اپنی الگ عسکری تنظیمیں بناتی ہیں وہ ملک وقوم کی حفاظت کیلئے نہیں ہوتیں بلکہ اپنی مخالف جماعتوں کو زک اور نقصان پہنچانے کیلئے ہوتی ہیں یا حکمرانوں کو اپنی قوت دکھا کر اور خوف زدہ کر کے ناجائز مراعات حاصل کرنے کیلئے بنائی جاتی ہیں یہ دونوں اسباب قابل تعریف نہیں حکمران اپنی مصلحتوں اور کمزوریوں کو بھول کر فرض ادا کرتے تو کئی سر برآوردہ شخصیتیں اور بے گناقتل نہ ہوتے ہمارے ہاں کئی فرقوں میں سپاہ کے نام پر ذیلی فوجی تنظیمیں بنائی گئیں کوئی مملکت جہاں قانون کا مکمل احترام ہو وہاں ایسی کسی تنظیم کی اجازت نہیں دی جاتی ایسی تنظیم بنانا دراصل اس بات کا اعلان ہوتا ہے کہ حکومت کمزور ہے اور بے بسوں کو تحفظ دینے سے قاصر ہے مجبوراً تنظیموں اور جماعتوں نے اپنے تحفظ کیلئے ذاتی اور نجی سپاہ بنانی شروع کر دی ہے حکمرانوں کا ان نیم فوجی تنظیموں کے قیام پر خاموش رہنا اس امر کا اعتراف ہوتا ہے کہ وہ ملک میں قیام امن اور کمزوروں کو تحفظ دینے میں ناکام ہیں میں نے کئی ممالک دیکھے ہیں کسی ملک میں کسی سیاسی یا مذہبی جماعت کو ذاتی فوج

Marfat.com

بنانے کی اجازت نہیں۔ بھارت میں بال ٹھاکرے نے شیو سینا بنائی تو اس نے سوائے تخریب کاری کے کوئی تعمیری کام نہیں کیا کئی سیاست دانوں نے اسکی کھلم کھلا مخالفت کی اور اب الیکشن میں وہاں کے عوام نے شیو سینا اور اس کی مذموم حرکتوں اور پالیسیوں کو رد کر دیا اور حکومت نے اسے سزا سنادی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ مغلوں نے انگریزوں کو ذاتی سپاہ رکھنے کی اجازت دیکر پورا ہندوستان انگریزوں کی گود میں ڈال دیا اور بالآخر بیچارے ہندوستانی انگریزوں کے غلام ہو کر رہ گئے یہ تمام حقائق جانتے ہوئے بھی یہاں ایسی ان گنت نجی سپاہ اور نیم فوجی تنظیمیں قائم ہو چکی ہیں اور بہت سے معصوم ان کی گولیوں کا شکار بن چکے ہیں۔ اگر ہمارے حکمران اسی طرح آنکھیں بند کئے رہے تو نہ جانے کتنی اور جانیں اس لاقانونیت کی بھینٹ چڑھ جائیں گی اب سپاہ صحابہ اور سپاہ محمد کے ساتھ سپاہ مسیح بھی بن گئی ہے یعنی پاکستان کے عیسائی بھائیوں نے کھلم کھلا اعلان کر دیا ہے کہ حکومت پاکستان ان کو تحفظ نہیں دے سکی لہٰذا انہوں نے اپنے تحفظ کیلئے ذاتی سپاہ بنا لی ہے سپاہ صحابہ، سپاہ محمد کے ساتھ نبرد آزما ہے اور سپاہ محمد سپاہ صحابہ کے ساتھ جنگ آزما ہے ویسے ہی یہ بات شرمناک ہے کہ مسلمان مسلمانوں کے قتل کو جائز اور قابل فخر تصور کرنے لگیں اس سے تو یوں لگتا ہے جیسے نعوذ باللہ حضور اور صحابہ کرام ایک دوسرے کے ساتھ جنگ کرتے رہے اگر انہوں نے یہ ظلم جبر اور قتل و غارت کا مذموم عمل جاری رکھنا ہے تو محمدؐ اور صحابہؓ کے مقدس ناموں کو کیوں استعمال کرتے ہیں اور نام رکھے جاتے ہیں مذہبی ٹھیکیدار اگر ان پاک اسماء کے تقدس کو نہیں جانتے تو کم از کم حکمران تو اپنا فرض نبھانے کی جرات فرمائیں ان سپاہ کی پیروی میں سپاہ مسیح کے قیام کا مطلب ہے کہ وہ ان مسلمانوں سے نبرد آزما ہوگی جان کے مشن کو نقصان پہنچائیں گے لیکن بلاشبہ اس کی زد میں کئی بے گناہ بھی آئیں گے ملکی سالمیت کو کتنا نقصان پہنچے گا اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے میں نہیں کہہ سکتا کہ شانتی نگر کے پس پردہ کون سے عوامل اور خفیہ ہاتھ ہیں جو ہمارے ملک کے امن وسکون کو تہہ وبالا کرنے کیلئے دن رات سازشوں میں مصروف ہیں یہ کام حکومت کا ہے کہ وہ اس کی تحقیق دیانتدار افسروں سے کرائے اور جو بھی مجرم ہو ان کو بلا لحاظ تخصیص قرار واقعی سزا دے ملک وقوم کی سلامتی کو ذاتی مصلحتوں کے داؤ پر نہ لگائے وہ لوگ جو ملک میں فساد پھیلائیں گے بے گناہوں کو قتل کریں۔ قتل کی شہ اور ترغیب دیں وہ مقدس اور محترم نہیں ہوتے ان کا احترام تقدس اور لحاظ، قلم کو پامال اور تلوار کو محض جبر کیلئے استعمال کرنے کے مترادف ہے میں نے قلم کا فرض ادا کر دیا اب حکمران اپنا فرض ادا کریں اور ملک اور معصوم عوام کو فسادات اور تخریب کاریوں کے جہنم سے بچائیں۔ آخر میں چودھری محمد امین انسپکٹر جنرل پولیس سے درخواست ہے کہ ان کے ارشاد کی تعمیل میں اور ملکی سالمیت کیلئے میں نے کالم لکھ دیا ہے اور قرآن وسنت کی روشنی میں فسادیوں کی حقیقت عوام کے سامنے پیش کرتا رہوں گا اس کے بعد قانون کی تلوار کو حرکت میں لانا آپ کا اور دیگر ذمہ دار حضرات کا فرض ہے۔

☆......☆......☆

Marfat.com

رستم پاکستان

رستم ایران کا طاقتور پہلوان تھا۔ اسی کی نسبت سے یہ لقب یا خطاب ملتا ہے، جو کسی ملک کا سب سے زیادہ طاقتور پہلوان ہوتا ہے، اسے وہاں کا رستم کہتے ہیں۔ رستموں کی بہت سی قسمیں ہیں مگر ہمارے ہاں دو بڑی قسمیں ہیں۔ اکھاڑے کا رستم یا سیاسی میدان کا رستم۔ ان دونوں میں بھی اب سیاسی رستم کو زیادہ اہمیت ہے۔ پاکستان میں اس وقت دو بڑی سیاسی جماعتیں ہیں۔ مسلم لیگ اور پی پی پی اور ان دونوں پارٹیوں کے پہلوان ایک دوسرے کے ساتھ پنجہ آزمائی میں مصروف ہیں اور چاہتے ہیں کہ دوسرے کو چت گرا کر رستم پاکستان کا خطاب حاصل کریں۔ جب پی پی پی برسراقتدار آتی ہے تو مسلم لیگ کے کارپردازان الیکشن کے فوراً بعد تمام پرپرزوں کے ساتھ منفی زور آزمائی شروع کر دیتے ہیں کہ کسی طرح پی پی پی کو چاروں شانے چت گرا کر ہم رستم بن جائیں اور اگر مسلم لیگ برسراقتدار آجائے تو پی پی پی کے رہنمایان اسی شدومد سے اپنا منفی کردار شروع کر دیتے ہیں اور مسلم لیگ کی حکومت ختم کرنے کی کوششوں میں لگ جاتے ہیں۔

ملک میں کیا ہو رہا ہے، ہر روز کتنے ڈاکے پڑتے ہیں، کتنی چوریاں ہوتی ہیں۔ کتنے بیگنہ قتل ہو جاتے ہیں۔ کتنی عورتوں اور معصوم بچیوں کو ظلم اور زیادتی کے بعد قتل کیا جاتا ہے۔ کتنی معصوم بچیوں کی عزت پامال کی جارہی ہے۔ کتنے کمزور اور قانون کی بالادستی سے محروم پاکستانیوں کی زمینوں مکانوں پر قبضہ گروپ ناجائز قبضے کر رہے ہیں، کتنے لگ دہشت گردی تخریب کاری اور شرپسندی کا شکار ہو رہے ہیں۔ اب تو ہتھوڑا گروپ نے پھر سے اپنا کام شروع کر دیا ہے۔ کس طرح فحاشی لغویات اور گندگی کو فروغ دیا جارہا ہے۔ ثقافتی ادارے ادب و ثقافت کی ترویج میں کیا کردار ادا کر رہے ہیں مذہبی راہنما اپنے مخاصمانہ ذاتی اغراض و مقاصد کے حصول کیلئے کس طرح مذہب و دین کو مسخ کر کے پیش کر رہے ہیں اور اس قسم کی ہزاروں قباحتیں کس طرح پروان چڑھ رہی ہیں۔ ایسا سوچنے کی کسی کو فرصت نہیں۔ اس کی کسی کو فکر نہیں۔ ایک پارٹی گرانے میں مصروف ہے اور دوسری پارٹی اس سے بچ کر سنبھلنے میں تمام تر قوت صرف کر رہی ہے۔ مسلم لیگ پی پی پی کے خلاف ریفرنس دائر کر رہی ہے اور پی پی پی مسلم لیگ کے خلاف ریفرنس بھیج رہی ہے۔ ن صاحب کی پارٹی (ب) صاحبہ کے چیلے ان صاحب کی جماعت کو ٹھگ اور غدار کا طعنہ دے رہے ہیں۔ میں کسی پر تبصرہ نہیں کروں گا۔ کھلی آنکھوں والے سب کچھ دیکھ رہے ہیں اور جانتے ہیں کہ ملک و قوم کے لئے کس نے کیا کیا ہے۔ وہ خلیفے بھی واضح نظر آرہے ہیں۔ جو اکھاڑے کے باہر بیٹھے ان پہلوانوں کو داؤ پیچ سکھا رہے ہیں۔ ویسے ان پہلوانوں کی خدمات کا اندازہ لگانا کوئی مشکل بھی نہیں، معیشت کے ترازو کے ایک پلڑے میں ان کی جائیدادوں اور ملکیت کو رکھ دیا جائے اور دوسرے پلڑے میں مسکینوں کی بھوک ننگ

Marfat.com

بس مہنگائی اور بے روزگاری کو رکھ دیا جائے تو خدمت کا نتیجہ فوراً سامنے آجاتا ہے۔

ان جماعتوں کے شاہی منگتے بھی عجیب مخلوق ہیں۔ وہ ہر ماسٹر وائس کی پوری پوری تصویر اور نمونہ پیش کرتے ہیں۔ یہاں ایک خوبصورت مثال پیش کرتا ہوں۔ انور کمال پاشا مرحوم کے عروج کا زمانہ تھا۔ ان کی فلمیں غلام قاتل، گمنام وغیرہ باکس آفس پر سپر ہٹ گئی تھیں۔ نشاط سینما میں ان کی ایک فلم ریلیز ہوئی جو اتفاق سے اچھی نہ گئی ہماری موجودگی میں ایک تیسرے درجے کے ایکٹر نے پاشا صاحب کو مبارک باد پیش کی ایک روپے کا ہار ان کے گلے میں ڈالا اور سیلوٹ کیا۔ پاشا صاحب نے انعام کے طور پر اسے سو روپے کا نوٹ عطا فرمایا۔ رائل پارک میں آکر ہم نے اسے کہا یار فلم تو فلاپ ہوگئی تو نے مبارک باد کس بات پر دی۔ اس نے کہا ہمیں فلم سے کیا مطلب فلم جائے جہنم میں فلاپ ہوئی ہے تو پاشا کی ہمیں اس ڈھٹائی کی مبارک باد ایک روپے کے ہار کی بدولت سو روپیہ بھی مل گیا اور اگلی فلم میں کام بھی مل گیا میں قائد اور قائدہ کو مشورہ دیتا ہوں کہ ایسے تیسرے درجے کے ایکٹروں کی مبارکبادیوں، ہاروں اور سپوتوں سے محتاط ہو جائیں ایک اور مثال پیش کردوں۔

نہال سنگھ اور کرتار سنگھ دو دوست تھے۔ نہال سنگھ کرتار کے ہاں مہمان تھا۔ دونوں خوش اخلاق اور مہمان نواز تھے جب نہال گھر جانے لگا تو کرتار ازراہ اخلاق اسے گھر تک چھوڑنے چل پڑا جب کرتار واپس چلا تو نہال اسے گھر تک چھوڑنے چل پڑا۔ پوری رات دونوں ایک دوسرے کو گھر تک چھوڑنے کا عمل فرماتے رہے۔ جب نیند نے زور ڈالا تو آدھے راستے پر دونوں ہی سو گئے۔ دونوں کے گھر خالی دیکھ کر دشمنوں نے ان کے گھروں پر قبضہ کرلیا اور تمام مال و دولت لوٹ لیا۔ جب سردار صاحبان نیند سے بیدار ہوئے تو ان کے پاس صرف ہاتھ ملنے اور آنسو بہانے کے کوئی چارہ نہ تھا۔ میرا کام ان کہ بروقت خواب خوگوش سے جگانا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ خواب خرگوش سب کو لے ڈوبے (خدانہ کرے)

☆.....☆.....☆

Marfat.com

آواز دے کہاں ہے

پی ٹی وی پر موسیقی کا ایک نیا پروگرام شروع کرنے کا اعلان ہوا ہے۔ آواز دے کہاں ہے۔ اس عنوان کو پڑھ کر پروگرام شروع کرنے والوں کی فہم وفراست کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ یہ مادام نور جہاں کا مشہور گانا ہے اور مادام الحمدللہ زندہ وسلامت ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں مکمل صحت وسلامتی عطا فرمائے وہ پاکستان کا عظیم سرمایہ ہیں۔ چونکہ یہ پروگرام مرحوم گائیکوں اور گائیکاروں کی زندگی اور فن پر پیش کیا جاتا ہے۔ اس لئے مرحومین میں سے کسی کے مشہور گانے کے نام پر پروگرام پیش کیا جاسکتا تھا۔ مثلاً امانت علی خاں مرحوم کا مشہور گانا، انشاء جی اٹھو اب کوچ کرو۔

جب بھی کسی پر گرام کا نام بلاسوچے سمجھے رکھا گیا وہ پروگرام ناکام ہوگیا۔ میں بزرگان دین کی حیات طیبہ پر مبنی اجالا کے نام سے پروگرام پیش کرتا تھا۔ جو پڑھے لکھے صاف ستھرے اذہان رکھنے والے پاکستانیوں میں بڑا مقبول تھا۔ نام نہاد دانشوروں نے اس کا نام تبدیل کر کے تجلیوں کے مراکز رکھ دیا اور اسے سیاسی یا سفارشی دباؤ پر مختلف افراد میں تقسیم کر دیا یہاں میں یہ عرض کرنے کی جسارت کروں گا کہ ہر شخص میں یہ استعداد نہیں ہوتی کہ وہ ہر کام کر سکے۔ چاہے وہ کتنی ہی یونیورسٹیوں سے اسناد حاصل کرلے وارث شاہ، بلھے شاہ، میاں محمد صاحب، حافظ شیرازی، حاجی مولانا روم وغیرہ نے کسی پنجاب یونیورسٹی سے نہ تو ایم اے کیا تھا اور نہ ہی پی ایچ ڈی کی تھی لیکن آج تک ان کا بدل پیدا نہیں ہوسکا۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی پر خاص عنایت ہوتی ہے اور بے عرفان آدمی اپنی لاعلمی پر فخر کرتے رہے بعض عمل ایسے کرتا ہے کہ نتیجہ بندر بانٹ کی طرح صفر ہوتا ہے۔ اور ایسا ہی ہوا کہ وہ پروگرام ناکام ہوگیا اور بند کر دیا گیا۔ کسی کتاب یا ٹیوی پروگرام کا نام رکھتے ہوئے بڑے سوچ بچار کی ضرورت ہوتی ہے۔ مگر پی ٹی وی افسران مجاز کی فلکیاتی اور الہاماتی سوچ کے کرشمے ہیں۔ جو پی ٹی وی کو دن بدن نیچے ہی نیچے لا رہے ہیں۔ کچھ عرصے پہلے کومل نام سے موسیقی کا ایک پروگرام شروع ہوا۔ اس کے تحریر کرنے والے کون صاحب تھے یہ تو معلوم نہیں البتہ کوئی خاتون گانے سے پہلے تبصرہ فرماتیں جب خنک ہوائیں چلتی ہیں، جھرنوں سے پانی ٹپکتا ہے، سوندھی سوندھی خوشبو اٹھتی ہے اور رات کو رات کی رانی جوبن پر ہوتی ہے۔ اس کے بعد ایک گانا آجاتا۔ معلوم نہیں اس تبصرے کا کومل کے ساتھ کیا تعلق تھا۔ پوری سہ ماہی گزر گئی اور دیکھنے سننے والوں میں سے کوئی نہ سمجھ سکا کہ پروگرام کی نوعیت کیا تھی۔

جن مرحوم فن کاروں پر پروگرام پیش کیا جارہا ہے۔ ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ ملکہ موسیقی روشن آرا بیگم ،امانت علی خان، زاہدہ پروین، طفیل نیازی، چھوٹے غلام علی خاں، شریف خاں پونچھ والے، رنگی خان،

Marfat.com

استاد شوکت حسین، شیر حسین، مسعود رانا، سلیم رضا، احمد رشدی، چمن خان وغیرہ، اس موسیقی کے کئی درخشاں سورج اور بھی ہیں۔ بڑے غلام علی خان، عاشق علی خان، امیر علی خان، برکت علی خان، نیاز حسین شامی، بھائی لال وغیرہ۔ اتنے باکمال فن کاروں کی زندگی الور فن پر تبصرہ کرنے کے لئے ایک فلمی خوبصورت ہیرو منتخب کئے گئے۔ چلو اتنا تو ہوا کہ ارباب ٹی وی نے یہ تو تسلیم کیا کہ ان کے بے جان پر گراموں کو جاندار بنانے کے لئے فلمی ہیرو یا ہیروئین کے سہارے کی اشد ضرورت ہے۔ چاہے وہ اسے فن کے مشقال وذرہ کی پہچان بھی نہ رکھتے ہوں اور پھر اور نام بھی مجوزہ ہیں جو کبھی بڑے سرکاری آفیسر رہے ہیں۔ ممکن ہے انہوں نے محکمے میں ملازمت کے دوران وہاں کے استادوں سے کچھ کے نام اور کچھ تالوں کے نام یاد کر لئے ہوں لیکن یہ بھی دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ ان راگوں کی عملا پہچان نہیں کر سکتے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے اشفاق احمد صاحب یا احمد ندیم قاسمی جیسی شخصیات پر کوئی پروگرام ہو اور تبصرے کے لئے مہدی حسن یا غلام علی کو بلا لیا جائے یا موٹر کے میکینزم پر کچھ کہنا ہو اور کسی ڈاکٹر کو زحمت دی جائے یا صحت کے بارے میں پرگرام کرنا ہو تو کسی بڑے انجینئر کو بلا لیا جائے۔ یہاں مجھے ایک واقعہ یاد آ گیا۔ ڈاکٹر سردار محمد میرے بڑے مخلص اور پیارے دوست ہیں ضیاء دور میں وہ وزیر بنا دیئے گئے اور انہیں ٹرانسپورٹ کا محکمہ عطا کیا گیا۔ میں مبارک دینے کے لئے گیا تو انہوں نے مبارک باد قبول فرماتے ہوئے کہا کہ بھٹی بھائی عجیب طرفہ تماشا ہے کہ میں ڈاکٹر ہوں ایم بی بی ایس ڈاکٹر مجھے ہیلتھ کا محکمہ دینا چاہئے تھا جس میدان کا میں کھلاڑی ہوں میں نہ تو بس کی بیماری کی تشخیص کر سکتا ہوں اور نہ اس کا علاج تجویز کر سکتا ہوں۔ مگر وزارت میں جو دلکشی تھی اس نے ڈاکٹر صاحب کو وزارت چھوڑنے بھی نہ دی۔ ہمارے ہاں ایسے حضرات ہیں کہ جو فیلڈ ان کی نہیں ہوتی اگر انہیں اس کے لئے ٹی وی سے دعوت ملے تو وہ کبھی بھی فراخدالی سے یہ نہیں کہتے کہ جناب یہ میرا شعبہ نہیں کسی جاننے والے کو زحمت دیں۔ ٹی وی کی سکرین پر نمودار ہونا بھی تو ایک حسن وقت ہے۔ ایسے بھلا کون چھوڑتا ہے۔ بدقسمتی یہ ہے کہ بنیادی طور پر جو حضرات ٹی وی پر کوئی پرگرام شروع کرتے ہیں وہ خود اس کی نوعیت سے واقف نہیں ہوتے۔ کسی پرگرام کو خوبصورت بنانے کے لئے ایسے لوگوں کی ذمہ داری دینی چاہئے جو اس کی گہرائی کو کسی حد تک جانتے ہوں اور پھر ان میں تحقیق کا مادہ اور صلاحیت بھی ہو لیکن چونکہ ٹی وی والوں کو پوچھنے والا کوئی نہیں اور پوچھے گا کون؟ جسے کچھ ہوش ہو گا۔ پھر پی ٹی وی تو ادبی اور فنی لحاظ سے کمزور ادارہ بنتا جا رہا ہے۔ جی ایم صاحب سے اگر کہا جائے کہ فلاں پرگرام کو لاکھوں افراد پسند کرتے ہیں تو وہ بیچارے بسی کے عالم میں فرماتے ہیں کہ میرے لئے تو میرے افسروں کا حکم لاکھوں افراد سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ ان کی سعادت مندی قابل داد ہے لیکن تنخواہ دار افسران اتنے بے حس بھی نہیں ہونے چاہیں کہ وہ صرف اپنی تنخواہ اور ٹی اے ڈی اے کا خیال فرماتے رہیں۔

☆......☆......☆

Marfat.com

تاریخ......دودھاری تلوار

تاریخ ایسی دودھاری تلوار ہے جس کی کاٹ سے آج تک کوئی نہیں بچ سکا۔ دوہزار سال پہلے کی تاریخ ہو یا دوسو سال پہلے کی ہو یا موجودہ دور کی ہو۔ اس کے اثرات اور نتائج ایک جیسے ہوتے ہیں۔ انسان نے انداز بودوباش میں کافی تبدیلی اور ترقی کی ہے لیکن اس کی فطرت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ مغل شہنشاہ اکبر اعظم نے خان زمان کو عادل شاہ کی سرکوبی کے لئے بنگال بھیجا خان زمان کامیاب ہوا لیکن وہاں اس نے خود اکبر کے خلاف بغاوت کردی۔ مالوہ کی تسخیر کے بعد ادھم خان نے بغاوت کردی جہانگیر نے اپنے باپ اکبر کے خلاف بغاوت کی پھر جب جہانگیر بادشاہ بنا تو اس کے بیٹے خسرو نے اس کے خلاف بغاویت کردی۔ جہانگیر کی محبوب بیوی نورجہاں اپنے داماد شہریار (جہانگیر کا بیٹا) کو حکومت دلانا چاہتی تھی، اس لئے شاہجہان نے ان کے خلاف بغاوت کی۔ شہجہان کے چاروں بیٹے داراشکوہ، شاہ شجاع اورنگزیب اور مراد سلطنت حاصل کرنے کے لئے آپس میں لڑتے رہے۔ اور اورنگزیب نے جہاں بھائیوں کو قتل کیا وہاں باپ کو بھی قلعے میں قید کردیا۔ ان تمام سازشوں، رقابتوں اور باہمی جنگوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ مغلیہ سلطنت کو زوال آیا اور آج اگر کسی طالب علم سے پوچھا جائے کہ اورنگزیب کے بعد کون کون بادشاہ تھے تو وہ بتانے سے قاصر ہے۔ پاکستان کے پچاس سالہ دور آزادی مین تین شخصیتیں ایسی آئیں جن پر عوام نے بھرپور اعتماد کیا۔ قائداعظمؒ جن پر پورے برصغیر کے مسلمانوں نے آنکھیں بند کر کے بھروسہ کیا پھر ذوالفقار علی بھٹو پر مغربی پاکستان کے عوام نے بند آنکھوں کے ساتھ اعتماد کیا۔ اور اب میاں نواز شریف ہیں جن سے لوگوں نے دلی خلوص اور محبت کا ثبوت اسی انداز میں یا اس سے بھی بڑھ کر پیش کیا۔ قائداعظم کا بیٹا کوئی نہ تھا۔ ایک بیٹی تھی جو شادی کر کے بھارت میں مقیم ہوگئی۔ ان کے شوہر کاروباری آدمی تھے، اس لئے ان کی اولاد میں کوئی اقتدار کے حصول کیلئے کوئی رسہ کشی نہ ہوئی۔ بھٹو صاحب نے اقتدار حاصل کرلیا (تفصیل اگلے کالم میں) انکے ساتھیوں کی قباحتیں اور اقتدار کی جنگ انہیں تختہ دار پر لے گئی۔ جنرل ضیاءالحق کے مارشل لاء کے ختم ہونے کے بعد وہ اقتدار ان کی بیٹی کو مل گیا۔ بھٹو صاحب کے دونوں بیٹے ملک بدر تھے، جو کبھی شام کبھی افغانستان کبھی لیبیا اور کبھی فرانس میں مقیم رہے۔ شاہ نواز بھٹو کو فرانس میں قتل کردیا گیا، جس کا آج تک سراغ نہ مل سکا۔ دوسرے بیٹے مرتضیٰ بھٹو کو پاکستان آنے کی اجازت مل گئی۔ بھٹو خاندان یہ سمجھ رہا تھا کہ پاکستان پر حکومت ان کا خاندانی ورثہ ہے۔ میر مرتضیٰ کے خیال میں بیٹی باپ کی وراثت کی حقدار نہیں ہوتی اس لئے حکومت انہیں ملنی چاہیئے تھے۔ ادھر آصف زرداری یہ سمجھ رہے تھے کہ بےنظیر صاحبہ کا شوہر بن جانے سے حکومت پاکستان زرداری خاندان میں منتقل ہوچکی ہے جواب اس خاندان میں رہنی چاہئے یہ

Marfat.com

جنگ آصف زرداری اور مرتضیٰ بھٹو میں جاری ہوگئی۔ محترمہ کی پوزیشن بڑی عجیب ہوگئی۔ آخر مرتضیٰ بھٹو کراچی میں قتل ہو گئے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ قتل کا اصل مجرم کون ہے لیکن یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ یہ قتل حصول اقتدار کے نامراد لالچ میں کرایا گیا۔ اقتدار و حکومت کو حاصل کرنے کا لالچ ایک ایسی وبأ ہے اور بے رحم تلوار ہے جو کسی بھی رشتے اور تعلق کو معاف نہیں کرتی۔ اب عوام نے اسی محبت اور خلوص سے میاں نواز شریف پر اعماد کیا ہے۔ پاکستان کا وزیر اعظم بننا ان کا حق ہے۔ صوبوں میں وزارت اعلیٰ پر قابض ہونے کے لئے جنگ جاری ہے۔ اس جنگ کی نہایت دانش اور خوش اسلوبی سے ختم کرنا چاہیے۔ پاکستان اور عوام پہلے ہی کافی اذیتوں کا شکار ہو چکے ہیں۔ وفاق میں جو ہو سو ہو لیکن صوبوں اور بالخصوص پنجاب میں بڑی سوچ سمجھ سے فیصلہ کرنا ہوگا۔ جہاں اقتدار آتا ہے وہاں دوستوں کی محبتیں اور چاہتیں بھی آتی ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ نفرتیں اور حسد بھی آتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا ہجوم ہو جاتا ہے جو صرف ایک فقرہ جانتے ہیں کہ اس منصب کے لئے آپ سے بہتر کوئی نہیں۔ عوام کو ملک میں معاشی حالات کی بہتری بے روزگاری کا خاتمہ اور مہنگائی سے چھٹکارا چاہیے۔ ان کو اس سے کوئی غرض نہیں۔ عوام کو ملک میں معاشی حالات کی بہتری بے روزگاری کا خاتمہ اور مہنگائی سے چھٹکارا چاہیے۔ ان کو اس ے کوئی غرض نہیں ہوتی کہ حکمران کون ہے۔ پنجابی کا ایک محاورہ ہے کہ۔ (چم پسند نہیں ہوندا کم پسند ہوندااے) یعنی جسم سے پیار نہیں ہوتا انسان کی خوبیوں اور خصلتوں سے پیار ہوتا ہے، مسلم لیگ (ن) کے جیتنے کے فوراً بعد روپے کی قیمت بڑھ گئی اور امید ہے کہ میاں نواز شریف کے دور حکومت میں روپے کی قیمت اور بڑھے گی اور عوام کے معاشی حالات بہتر ہونگے اور پھر بار بار حکومتوں کی ٹوٹ پھوٹ بھی کسی ملک کے لئے سود مند نہیں ہوتی۔ اس لئے میاں نواز شریف صاحب کو اس قسم کے تمام فیصلے سوچ سمجھ اور دانش کے ساتھ کرنے ہونگے۔ ہمارا پر خلوص اور دیانتدارانہ مشورہ میاں نواز شریف صاحب کو یہی ہے کہ صوبہ پنجاب میں وزارت اعلیٰ بناتے وقت بہت سوچ بچار سے کام لیں ذراسی غلطی بہت زیادہ نقصان دہ ثابت ہوسکتی ہے۔ لیکن تاریخ کا فیصلہ ہے کہ اقتدار کی ہوس ایک ایسی بلا ہے جو تمام وفاداریاں کھا جاتی ہے۔ خدانہ کرے کہ کبھی بھی احساس محرومی پیدا ہو اور وہ احساس بغاوت کا احساس بنے۔ اس سے صرف مسلم لیگ (ن) کو ہی نہیں بلکہ اس مظلوم ملک کو جو پہلے ہی حکمرانوں کی پر ہوس یلغاروں سے چور چور ہو چکا ہے مزید نقصان پہنچنے کا احتمال ہو سکتا ہے۔

☆......☆......☆

Marfat.com

بجٹ یا بھج ٹٹ

جب کسی شخص کو بخار آنے والا ہوتو کچھ عرصہ پہلے اسکا بدن ٹوٹنے لگتا ہے اور یہ سمجھ لیا جاتا ہ اسکو ملیریا ہونے والے ہے اور پھر اسے کسی چھوٹی سی مچھریا کا زہر دبوچ لیتا ہے۔ بجٹ آنے سے پہلے پاکستان کے عوام کا جسم بھجنے ٹٹنے لگتا ہے اور بجٹ کا ملیریا آنے سے پہلے ان کے اجسام بجٹ کی سردروی سے اتنا کانپنے لگتے ہیں کہ حکمرانوں کے بیانات کے کتنے ہی لحاف انہیں لوڑھا دیئے جائیں انکی کپکپی نہیں جاتی اور ایک موہوم سا خوف ابھرنے لگتا ہے کہ اللہ جانے اس بجٹی ملیریا سے جانبر ہو بھی سکیں گے یا نہیں۔ حکمران پہلے ہی اعلان محبت شروع کر دیتے ہیں کہ اس دفعہ بجٹ ہوگا اور صرف غریب عوام اس کو برداشت کرنے کے لئے تیار ہو جائیں اعلان بجٹ سے چند دن پہلے محب وطن، قوم کا درد رکھنے والے سوداگران مال ذخیرہ کرنا شروع کر دیتے ہیں پٹرول پمپوں والے پٹرول بیچنا بند کر دیتے ہیں تا کہ حالات میں حرام بھی ملا لیں۔

مسلمانوں میں یہی ایک خامی ہے کہ وہ حساب دان نہیں مثال کے طور پر ایک ٹینکی میں 4 ہزار لیٹر پٹرول موجود ہے اور پمپ مالک دو دن اسکو روکے رکھتا ہے۔ تیسرے دن پٹرول 50 پیسے مہنگا ہو گیا مالک کو 50 پیسے ملنے تھے لیکن اب اسے ایک روپے فی لیٹر کے حساب سے 4 ہزار روپے بچ گئے اگر وہ پٹرول نہ روکتا تو اسے + ہزار بچتا جو سارے کا سارا رزق حلال ہوتا مگر ہم کون ہوتے ہیں کسی کو رزق حلال کا درس دینے والے اور ہاں حکومت کمال فراست سے اعلان فرماتی ہے کہ ہم نے پٹرول مہنگا کر کے غریبوں پر بوجھ نہیں پڑنے دیا کیونکہ پٹرول تو امیر لوگ کاروں میں استعمال کرتے ہیں۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ عوام میں اتنی عقل کہاں ہے جو انکی سیاست کو سمجھ سکے۔ میرے پیارے حکمرانو! عوام بے وقوف نہیں بلکہ بے بس ہیں سمجھتے بوجھتے چپ ہیں کہ ان کے گلوں میں آوازیں پھنس چکی ہیں۔ رکشوں، ٹیکسوں، بسوں، ویگنوں اور کوسٹروں میں پٹرول ہی پڑتا ہے انکے کرائے بڑھ جاتے ہیں اور ان میں سفر غریب ہی کرتے ہیں۔ ایک دفعہ ایک وزیر صاحب کے ہاں زراعت کے ممبران کی میٹنگ ہو رہی تھی ایک ٹی پجارو پر تشریف لانے والے زمیندار گندم کی کم قیمت کا رونا رو رہے تھے۔ دلیل یہ دے رہے تھے کہ ہم کپاس چننے والوں اور گندم کاٹنے والوں کو نقد رقم نہیں دیتے بلکہ جنس کی صورت میں مزدوری دیتے ہیں۔ قیمت بڑھے گی تو مزدور خوشحال ہو جائے گا۔ میں نے انہیں حساب کر کے بتایا کہ آپ کی 100 مربع زمین سے آپ کو بچانوے لاکھ روپے ملے گا اور مزدوروں کے حصہ میں ایک ایک ہزار روپیہ آئے گا۔ آپ اپنی خوشحالی کی بات کیوں نہیں کرتے اس پر وہ خاموش ہو گئے مجھے پھر زراعت کمیٹی سے نکال دیا گیا۔ چلو اچھا ہوا تم بھول گئے۔ تو

Marfat.com

جناب جب ہمارے وزراء باتدبیر ایئر کنڈیشنڈ کمروں میں بیٹھ کر بجٹ تیار فرماتے ہیں اور اسی طرح غریبوں کی وکالت کرتے ہوئے بجٹ پیش کر دیتے ہیں اور ایسے ہی بجھ ٹٹ کا نتیجہ آئے روز اخبارات میں پڑھتے ہیں کہ کسی آدمی نے اپنے بچے کو تہہ تیغ کر دیا اور کسی عورت نے اپنے جگر گوشوں کو ساتھ باندھ کر خود کشی کر لی۔

میری حقیر ارائے میں حکمران بجٹ بناتے وقت اپنے اردگرد کے اخراجات کا جائزہ بھی لیں اور اپنی فہم و فراست سے اس میں کمی کرنے کی کوشش فرمائیں تو شاید عوام اتنے مایوس نہ ہوں۔ ایک محاورہ ملاحظہ فرمائیں۔ مالکوں کے نوکر، نوکروں کے چاکر اور چاکروں کے چوسدان وفاقی وزراء، وزرائے مملکت، فوج مشیران، پارلیمانی سیکرٹریز اور مختلف محکموں کے کمیشن قائم کر کے انکے چیئر مین پھران کو دیئے گئے وزرا کے برابر معیاران کے لئے سیکرٹری، پی اے، گاڑیاں، دفاتر کے اخراجات، رہائشوں کے اخراجات، بیرون ممالک دوروں کے بے پناہ اخراجات انکو اگر جمع کریں تو شاید اربوں تک جا پہنچے۔ میرے خیال میں اگر صحیح اور جائز ضرورت کے لوگوں کو رکھ کر باقی فوج ظفر موج کو خود محنت کر کے کمانے کے لئے آزاد فرما دیں تو پھر بجٹ بنے گا بجھ ٹٹ نہیں بنے گا، جہاں تک مجھے یاد ہے کہ پہلے دور کے بڑے سیاستدان اور نمبر 2 کے سیاستدان یہ کوشش کرتے تھے کہ عوام کے ساتھ وہ سلوک کیا جائے کہ جس سے انکی سیاسی ساکھ بڑھے اور عوام ان سے دلی طور پر محبت کریں ان کا مستقبل سماجی اور سیاسی لحاظ سے درخشاں ہو لیکن آج یوں محسوس ہوتا ہے کہ نمبر 2 سیاستدان اس یقین کے ساتھ آتے ہیں کہ شاید دوبارہ انہیں یہ چانس نہ ملے۔ لہٰذا وہ نمبر 1 سیاستدانوں کو کانوں کان خبر نہیں ہونے دیتے اور اپنے پورے اقرباء کو ساتھ ملا کر اپنے ہاتھوں سے سمیٹتے ہیں کہ عوام دانے دانے کو ترسنے لگتے ہیں۔

میرے پیارے حکمران اگر ملک کے حالات پر غور فرمائیں گے اور ان حالات کے یوں تیزی سے بگڑنے کا تجزیہ کریں گے تو میری اس نہایت ہی عاقلانہ بالغانہ اور راست گوئی کو نہ صرف تسلیم فرمائیں گے بلکہ غور بھی فرمائیں گے کہ جنہوں نے کبھی بھی ایسی ہی سیاست سے کام لیا وہ کبھی بھی کامیاب نہیں رہے یہ تجربے ناکام اور فیل ہو چکے ہیں ان چند سیاہ چہروں پر گلال مل کر سرخ کرنے کی بجائے غریبوں، مجبوروں اور بے بسوں کے چہروں کو مردنی اور زردی کی بجائے زندگی اور سرخ روئی عطا کیجئے تا کہ اگر آپ کی حکومت نہ بھی رہے تو لوگ آپ کی عزت کے دلوں میں لئے رہیں آپ کے احسانات اور نیکیوں کے گن گائیں تا کہ آپ دوبارہ بھی آسکیں اور عوام بجھ ٹٹ کی دباء سے محفوظ ہو کر آسائشی بجٹ کا منہ دیکھ سکیں۔

☆......☆......☆

Marfat.com

احتساب بے رحم نہیں ہوتا!

احتساب بے رحم نہیں ہوتا بلکہ عدل وانصاف کے منبع ہوتا ہے۔ احتساب کے معنی ہیں جانچ پڑتال اور کسی کا احتساب تو حکم پروردگار پر عمل ہے، اس لئے احتساب ہوگا تو عدل وانصاف ہوگا، اگر احتساب نہ ہوا اور عدل نہ کیا جائے تو یہ بے رحمی بھی ہے اور ظلم بھی۔ سورہ بقرہ میں ارشاد ہے اللہ تعلاٰی جلد حساب لینے والا ہے اور سورۃ بقرہ میں ارشاد ہے اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے اور سورۃ طلاق کی آیت نمبر 8 میں فرمایا۔ وہ بستیاں جو اللہ تعالیٰ اور اسکے مرسلین کے احکام کی سرتابیاں کرتی تھی۔ ہم نے ان کا احتساب کیا انہیں پکڑا سخت حساب میں اور انہیں سخت سزائیں دیں، اب فرمایئے کہ جو عمل اللہ تعالیٰ فرمائے کیا وہ بے رحمی کے مزرے میں آتا یہ بلکہ اس پر عمل نہ کرنے والا بے رحمی کے زمرے میں آتا ہے بلکہ اس پر عمل نہ کرنے والا بے رحم ظالم اور خدا تعالیٰ کا مجرم ہوگا۔ الیکشن کرانے اور ایک مخصوص مدت میں کرانے کا کوئی حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں آیا بلکہ جلدی احتساب کا حکم ہے۔ احتساب یعنی جرائم کی جانچ پڑتال موقع پرستوں اور ہوس پرستوں کے مال کا حساب کتاب کہ جو مال ودولت انہوں نے اکٹھا کیا، وہ کس طریقے سے آیا۔ پھر اسکے بعد ہی عدل کا ترزو پکڑا جاسکتا ہے۔ اگر احتساب نہین ہوگا تو عدل کیسے ہوگا اور یوں احتساب اور عل سے روگردانی اور انحراف کرنے والا کوئی بھی ہو بے رحم ظالم اور بزدل ہوگا۔ انتخاب کا مطلب ہے وہ حکومت قائم کرنا جو عوام کی خوشی اور مکمل رضا سے معرض وجود میں آئے اور اگر عوام کی خواہش ہو کہ پہلے احتساب ضروری ہے پھر احتساب نہ صرف ضروری ہو جاتا ہے بلکہ قانون قدرت، قانون فطرت اور قانون انسانیت میں بھی واجب ہو جاتا ہے کہ پہلے احتساب ہو پھر انتخاب ہو۔ صدر محترم، جناب وزیراعظم اور چیف آف شاف جناب جہانگیر کرامت کی خدمت میں عرض ہے کہ احتساب کے بغیر انتخاب بالکل بے معنی ہیں اسکے شکنجے میں کوئی بھی آئے اس پر پاکستان کی بقا کو قربان نہیں کیا جاسکتا۔ میاں نواز شریف ہوں، محرمہ بینظیر بھٹو ہوں، عمران خان ہوں، آصف زرداری ہوں، یا کسے باشد ہو، اس کا لحاظ کرنا پوری قوم پر ظلم کے مصداق ہے ی بھی بجا ہے کہ صدر محترم کی انا کی تسکین ہونی چاہئے۔ انہوں نے آئین پاکستان کے تحت فرمایا کہ الیکشن نوئے دن میں ہونگے۔ صدر محترم خوف زدہ ہیں کہ کہیں وہ ضیاءالحق کے زمرے میں نہ آ جائیں جس نے نوئے دن کا کہہ کر گیارہ سال گزار دئے۔ میری محترمہ صدر صاحب سے گزارش ہے کہ وہ صرف اپنی زبان کی پاسداری اور انا کی خاطر بضد ہیں کہ انتخابات ہر حال میں ضروری ہیں، مجھے کہنے کی اجازت دیں کہ محض اپنی انا کی تسکین پر پوری قوم کی خواہشات اور آراء کو قربان کر دینا کسی پہلو بھی اچھا عمل نہیں گردانا جائے گا بلکہ انسان بڑائی اور منصب اعلیٰ کا تقدس یہ ہے ک اپنی انا کو قوم کے جذبات و

Marfat.com

خواہشات اور مفاد پر قربان کر دیا جائے یہ بھی ٹھیک ہے کہ صدر محترم نے فرمایا تھا کہ الیکشن 90 دنوں میں ہونگے لیکن اس کے ساتھ ہی احتساب کا بھی فرمایا تھا۔ اس طرح اگر الیکشن بغیر احتساب کے ہوتے ہیں۔ تو میرے ناقص خیال میں صدر صاحب کی انا کی تسکین تو پھر بھی نہیں ہوتی میں مانتا ہوں کہ آئین پاکستان بڑا محترم ہے اور اس کا احترام بڑا ہی ضروری ہے لیکن انسانوں کے بنائے ہوئے کسی قانون کو قرآن کریم کے احکامات پر ترجیح نہیں دی جاسکتی۔ قرآن پاک میں کہیں نہیں ہے کہ انتخاب جلد از جلد کراؤ بلکہ یہ فرمایا کہ احتساب جلد از جلد ہونا چاہئے۔ کیونکہ احتساب کے بغیر عدل و انصاف ناممکن ہے اور عدل و انصاف کے بغیر انتخاب ظلم اور جبر تو ہو سکتے ہیں، صلہ رحمی اور احسان مطلق نہیں مانے جاسکتے، سورہ نساء آیت نمبر 8 میں اللہ تمیں حکم دیتا ہے کہ جن کی امانتیں ہیں ان کی امانیں بعینہ واپس کرو اور اگر تمہیں لوگوں میں حکومت کرنے کا موقع عطا فرمایا جائے تو فیصلے مکمل عدل کے ساتھ کرو۔ یہ تمارے رب کی بہترین نصیحت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ دیکھتا بھی ہے اود سنتا بھی ہے۔ یہ قرآن ہے، حکم الٰہی ہے۔ اب فرمائیں کہ پہلے احتساب اور عل ضروری ہے یا انتخاب۔ یہ ظالم فاسق و فاجر جو قوم کا مال لوٹتے رہے ہیں کیا وہ قوم کی امانت نہیں تھا۔ ان امانتوں کو غصب کرنے والوں کا لحاظ یا چشم پوشی تو کوئی عدل و انصاف نہیں، صدر محترم، جناب وزیر اعظم اور جناب جہانگیر کرامت چیف آف دی سٹاف کا اولین فرض ہے کہ پہلے وہ امانتیں واپس لیں پھر ان غاصبوں کو قرار واقعی سزا دیں تا کہ دوسروں کو عبرت ہو۔ پھر ان کو ہمیشہ کیلئے نا اہل قرار دے کر الیکشن کے میدان سے خارج کر دیں۔ پھر انتخاب کرائیں۔ یہی احتساب ہے یہی عدل ہے یہی انصاف ہے اور یہی پاکستانی قوم پر احسان عظیم ہوگا بلکہ یہی اتباع خدا و سولؐ ہے۔

یعنی جسے ایک بار آزماؤ، دوبارہ نہ آزماؤ میں آخر میں بالخصوص جناب جہانگیر کرامت صاحب سے گزارش کروں گا کہ اگر آ

☆☆☆☆☆

Marfat.com

اندھا سفر اندھی گاڑھی

ٹرن ٹرن ہیلو۔ السلام علیکم: فاروق بول رہا ہوں وعلیکم السلام: فرمایئے دفتر آ جایئے گا۔
فاروق صاحب خود کبھی نہیں آتے ہمیشہ بلاتے ہیں تو مصروف ہوتے ہیں یا پھر ان میں احساس انا ضرورت سے زیادہ ہے میں ان کے دفتر پہنچ گیا انہوں نے کہا کے بھٹی صاحب اقبال ڈھلو کے انڈیا آنے کی دعوت دی ہے
وہ چندی گڑھ میں ریکارڈنگ کریں گے اور دہلی ممبئی اور اجمیر شریف کی سیر کرائیں گے میں اب گانے سے گریز کرتا ہوں لیکن جب میری عمر کے شخص کی بیوی فوت ہو جائے اور بھائی اور بیٹے حال تک پوچھنے سے عاری ہوں
تو پھر آدمی فرار کی راہ تلاش کرتا ہے اور ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کے مصداق جہاں بھی پناہ ملے چل پڑتا ہے میں نے کہا پھر چلیں گے انہوں نے کہا پھر پاسپورٹ لے لیجئے اور اسلام آباد سے ویزہ لگوا لائیں۔ اقبال ڈھلوں نے پاکستانی سفارت کاروں کو ہماری شرافت اور بے ضرری کی ضمانت دی اور کہا کے آپ وہاں اودیش بہاری ویزہ افسر کو مل لیں۔ اقبال ڈھلوں انہیں آپ کا نام لکھوا دیا ہے میں دس پاسپورٹ لے کر 5 دسمبر کو اسلام آباد چلا گیا اور چھ کی صبح کو انڈین ایمبیسی جا کر کارڈ دیا کے بہاری کو پہنچا دیں ایک گھنٹہ میرے کارڈ کے درشن کرنے کے بعد متعلقہ کلرک نے کارڈ واپس کرتے ہوا کہا بہاری کل ملیں گے میں دوسرے دن پھر حاضر ہو گیا لیکن میرا کارڈ اسی پیغام کے ساتھ صیح سلامت واپس آ گیا کل آئیں۔
تیسرے دن کارڈ بھیجا تو بہاری صاحب نے اندر بلا لیا وہاں تیس پینتیس سائل اور بھی تھے
ایک صاحب آئے اور میرے پاسپورٹ فارم دیکھے اور فرمایا ان پر مکمل ایڈریس لکھ کر لائیں
میں واپس آ گیا فاروق صاحب سے بات کی انہوں نے کہا کے لاہور آ جائے فاروق صاحب نے فون پر اقبال ڈھلوں فون پر چاروں ایڈریس لئے اور واپس اسلام آباد جانے کا مشورہ دیا میں اسلام آباد چلا گیا اور پوری رات پچاس فارموں پر ایڈریس لکھتے رات گزر گئی صبح سفارت خانے گیا اور بہاری صاحب نے پاسپورٹ جمع کروانے کے لئے کہا اور فرمایا کل ساڑھے چار بجے تک ویزے مل جائیں گے میں نے پاسپورٹوں کی رسید اپنے بھانجے کو دی تا کہ وہ پاسپورٹ وصول کر کے لاہور پہنچا دے گیارہ دسمبر کو ہم فاروق صاحب کی قیادت میں بھارت یاترا کے لئے روانہ ہو گے۔ ہمارے قافلہ میں میرے اور فاروق صاحب کے علاوہ ندیم اصغر سید، یاسین ملک، چودھری اکرم علی، شازیہ منظور، شازیہ کی والدہ، پرویز علی مہدی، پرویز مہدی، اور طاہر حسین شامل تھے ہم واہگہ سٹیشن سے گاڑھی میں سوار ہوئے اور چار بجے اٹاری پہنچ گئے

Marfat.com

ہرنیک سنگھ اور اقبال ڈھلوں ہمیں وصول کرنے کے لئے موجود تھے اٹاری ہم چندی گڑھ پہنچے وہاں انہوں نے ہمیں نہایت ٹھنڈے ٹھار ہوٹل میں ٹھہرایا۔

سونا کیا تھا بس ٹھٹھرتے۔ اور کانپتے ہوئے وقت پاس کیا دوسرے دن ہم جس ہوٹل میں منتقل ہو گئے جو قدرے بہتر تھا ہرنیک سنگھ جی میرا اور میرے دوست کرم علی کا سامان اُٹھا کر گھر لئے گئے ہرنیک سنگھ کل منسٹر تھے اور آج سابقہ ہو گئے۔ وہ تین کمروں کے فلیٹ میں رہائش پذیر ہیں اور ان کے گھر میں ڈرائیور کے سوا کوئی ملازم نہیں اور ڈرائیور بھی ان کا بھانجا ہے گھر کا تمام کام ان کی بیوی کرتی ہے گھر کی صفائی' ناشتہ' کھانا' کپڑے دھونا سب ان کے ذمہ ہیں انہوں نے ہماری خدمت اس خلوص کے ساتھ کی شاید ہماری سگی بہن بھی ہوتی تو وہ نہ کر پاتی دوسرے دن اقبال ڈھلوں نے کہا کہ انہیں کسی ضروری کام سے لندن جانا پڑ گیا ہے اور وہ وہاں سے وہ دن تک واپس آ جائیں گے ان کے انتظار میں دو ہفتے گزر گئے نہ انہوں نے کوئی خبر بھیجی اور نہ ہی واپس تشریف لائے یاسین ملک صاحب اور اصغر ندیم سید صاحب اپنے خرچ پر سیر وتفریح کے لیے بمبئی چلے گئے تھے وہ ابھی اکیس تاریخ کو واپس آ گئے ایک دن میں پنجاب بکس نٹر میں کچھ کتابیں دیکھنے کے لیے گیا یہ بہت بڑی کتابوں کی دکان ہے میں نے مولانا ابوالکلام آزاد کی ترجمان القرآن کی چار جلدی نکالیں خطبات ابوالکلام ازاد' مہاتما بدھ کے پچیس سو سال یگوگا کی دو کتابیں اور پامسٹری کی کتاب نکالی کتاب سنٹر کے روح رواں ڈاکٹر پال صاحب سے جب قیمت پوچھی تو انہوں نے کہا یہ آپ کے لیے فری ہیں آپ پاکستان سے آئے ہیں اور آپ کے ذوق کو دیکھ کر مجھے انتہائی خوشی ہوئی ہے کیونکہ ہمارے ہاں تو لوگ سیکس کی کتابیں تلاش کرتے ہیں میں نے ان کا شکریہ ادا کیا اور اس کے بعد ہرنیک سنگھ جی کے ساتھ ساتھ پال صاحب بھی میری ڈھارس بن گئے سچ تو یہ ہے کہ اگر یہ دونوں شخص نہ ہوتے تو میرا اتنے دن گزارنا بہت مشکل ہوتا کیونکہ ڈھلوں صاحب تو ہمیں چاروں شانے چت گرا کر چلے گئے تھے۔

مشہور گائکہ سرنید کور کی بیٹی ڈولی نے ہرنیک سنگھ کو فون کیا کہ میں نے روٹری کلب میں ایک پروگرام کا انتظام کیا ہے ہمارے چہروں پر سرخی دوڑ گئی کہ یوں تعارف بھی ہو جائے گا اور کچھ زادِ راہ بھی مل جائے گا لیکن عین وقت پر پتہ چلا کہ پروگرام منسوخ ہو گیا ہے پھر ایک خبر آئی کہ ہنس راج ہنس نے جالندھر میں ایک پروگرام کا بندوبست کیا ہے خوشی ہوئی کہ وہاں سے پروگرام کر کے پچیس کو پاکستان چلے جائیں گے چوبیس کی رات کو شو پر گئے علی پرویز مہندی' پرویز مہدی' شازیہ منظور اور میں نے اسٹیج پر گانے سنائے سب ہی اچھا گائے لوگ سکون سے سنتے رہے میرے گانے پر کچھ لوگ ناچنے لگے مگر ایس ایس پی صاحب نے اپنے جابرانہ اور قہردانہ انداز میں ڈانٹ کر انہیں بٹھا دیا لاہور کے زندہ دلوں کو یاد ہوگا کہ پچھلے دنوں الحمرا کمپلیکس میں جب ہنس راج گانے کے لیے آیا اور اس نے تیرا لال گرارا گایا تو پروفیسر غلام رسول آزاد صاحب نے نوجوانوں سے کہا کہ ہنس راج کے ساتھ مل کر چلیں اور خوب ناچیں چنانچہ پاکستان کے معززین کی پڑھی

Marfat.com

لکھی بیٹاں اور بیٹے کھل کھلا کر ناچ رہے تھے اور ہنس راج ساتھ ساتھ گا رہے تھے کہ انہاں نوں روکو نہ انہاں نوں نجن دیوو اور پاکستان کے بڑے اخباروں نے اس بے ہنگم ناچنے ناپنے کو ہی ہنس راج کی کامیابی قرار دیا حیرت کی بات یہ ہے کہ جہاں ناچنا معیوب نہیں سمجھا جاتا وہاں تو ایس ایس پی صاحب روکتے ہیں اور جہاں پر اسلامی جماعتوں کے سربراہان گنے نہیں جاسکتے وہاں پر لڑکے لڑکیاں ناچ کر وہ مظاہرہ کرتے ہیں کہ لامان حفیظ۔

جالندھر کے شو میں ٹکٹ نہیں تھا اس لیے کسی کو کچھ نہ ملا جب ہنس راج نے پاکستانی فنکاروں کی کسمپرسی دیکھی تو ترس کھا کر کچھ زادراہ دے دیا پرویز انکا بیٹا اور طاہر وہیں رہ گئے ان کا پروگرام دلی اور بمبئی جانے کا تھا اور باقی بے یارومددگار اٹاری روانہ ہو گئے اٹاری کے سٹیشن پر میں پاسپورٹ درج کرانے گیا تو سردار جی نے کہا کہ وقت نکل گیا ہے اب تین دن کے بعد آیئے۔

میں نے سردی کا واسطہ دیا اپنا نام بھی بتایا تو انسپکٹر صاحب نے رحم کھاتے ہوئے پاسپورٹ درج کرنے کا حکم دیا البتہ کسٹم والوں نے بغیر کسی حیل وحجت کے ہمیں سامان لے کر گزرنے کی پرچی بنا دی گاڑی انڈیا والے پلیٹ فارم پر کھڑی تھی اور ہم آنے والے پلیٹ فارم پر کھڑے تھے جہاں ہمارے علاوہ تقریبا اڑھائی ہزار مسافر دس ہزار مسافروں کا سامان لیے بیٹھے تھے دو گھنٹے انتظار کرنے کے بعد گاڑی پلیٹ فارم آئی قیامت کا منظر تھا نفسا نفسی کا عالم تھا ہم نے بڑی مشکل سے اپنا سامان گاڑی میں پہنچایا اور دو حصوں میں تقسیم ہو کر دو ڈبوں میں کھڑے ہو گئے اس لیے کہ تمام غسل خانے بھی مسافروں کے سامان سے اٹے پڑے تھے سات بجے گاڑی چل رکی پھر چلی پھر رکی پھر چلی اور پاکستان کے گیٹ پر آ کر رک گئی ایک گھنٹہ گزر گیا دو گھنٹے گزر گئے گاڑی میں روشنی نہیں تھی سردی بے انتہا تھی عورتیں گھبرا کر پوچھتی تھیں کہ کیا ہوا کون بتاتا ہماری پرواز وہاں تک نہیں تھی جہاں سے پوچھا جائے بچے چیخ و پکار کر رہے تھے آخر خدا خدا کر کے گاڑی پہنچی اور ساڑھے نو بجے واہگہ سٹیشن پر پہنچی ہم وہاں سے فارغ ہو کر دس بجے روانہ ہوئے اور گیارہ بجے گھر پہنچے میرے گھر کے بچے میرے اٹیچی کیس کی طرف دیکھ رہے تھے کہ اس میں سے تحفے نکلیں گے مگر اس میں سے تو وہی پرانے کپڑے نکلے جو میں یہاں سے ساتھ لے کر گیا تھا کاش ہمیں بھی وہ گانا یاد ہوتا یا ہم بھی اس جیسا گانا گا سکتے جو دلیر مہدی کا کامیاب ترین گانا ہے۔

جس گانے کی بدولت عمران خان نے دو کروڑ اکٹھا کر لیا ہم بھی وہاں یہ خوبصورت گانا سنا کر دو کروڑ اکٹھا کرتے اور یہ بیان دیکر آتے کہ ہم سب سے مہنگے فنکار ہیں یوں ہمارا یہ اندھا سفر اختتام پذیر ہوا اور اندھی گاڑی سے نجات ملی۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

کون تھا۔۔۔سلطان راہی

بہت سے فنکار ہماری آنکھوں کے سامنے اس جہاں سے چلے گئے ایکٹر' ڈائریکٹر' شاعر' ادیب' اور موسیقار' بلاشک مختلف طبقات کے افراد نے ان کے یوں چلے جانے کا صدمہ محسوس بھی کیا اور اس کا اظہار بھی کیا ان کے جنازوں پر ہجوم بھی تھا اخبارات میں ان کا تذکرہ بھی تھا لیکن جو اجتماع راہی کے جنازہ پر تھا'' جتنا وسیع'' تذکرہ سلطان کی موت کا اخبارات میں تھا اور جتنے لوگ اس کے آخری سفر پر اشکبار تھے پہلے نہ کبھی دیکھنے میں آئے نہ سننے میں سوچنا پڑتا ہے کہ کون تھا یہ سلطان راہی ادارہ ہم سخن ساتھی نے چھ سال کے قلیل عرصے میں ایسی 186 تقریبات منعقد کی ہیں فن کاروں' کھلاڑیوں' ادیبوں' شاعروں اور مختلف محترم شخصیات کی یاد میں انکی پذیرائی میں کی گئیں حال ہی میں اس ادارے نے سلطان راہی مرحوم کی یاد میں ایک تعزیتی اجلاس کیا جس میں تمام مکاتب فکر کے لوگ موجود تھے صدارت جناب حنیف رامے سپیکر پنجاب اسمبلی نے کی الحمراء کا حال نمبر تین بھرا پڑا تھا کہ تل رکھنے کی جگہ نہیں تھی بہت سے لوگوں نے سلطان راہی کے متعلق اظہار خیال کیا ڈاکٹر اجمل نیازی نے نظامت کے فرائض ادا کیے جناب محمد علی نے کہا کہ راہی ایسے جہاز پر اڑ رہا تھا جو بلندیوں پر محو پرواز تھا فطرتاً ہر بلند کو کبھی نہ کبھی پست ہونا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا تھا کہ سلطان راہی پستیوں میں اس لیے اس نے اسے بلندیوں پر ہی اپنے پاس بلا لیا قاری محمد اشرف شاکر صاحب نے خوبصورت آواز میں تلاوت کلام پاک کی توفیق بٹ نے کہا سلطان راہی تو ایک پھول تھا جو صرف خوشبو دیتا ہے وہ تو ایک روشن دیا تھا اسے کس ظالم نے بجھا دیا کیا حکمران ایسے ظالموں کے پنجے مروڑنے سے قاصر ہیں اور بھٹی نے حیدر سلطان ابن سلطان راہی کو اپنی فلم میں ہیرو لینے کا اعلان کیا صلاح الدین میر نے کہا کہ میرا تعارف سلطان راہی کے ساتھ ہوا یہ سلطان راہی کی بے پایاں محبت وخلوص کا نتیجہ تھا کہ تعارف دوستی اور دوستی رشتہ داری میں بدل گئی میں نے اپنی بیٹی کی شادی ان کے بیٹے کے ساتھ کر دی امان اللہ نے کہا کہ سلطان راہی بابائے اداکاری بن چکا تھا اب شاید کبھی کوئی ایسا نہ آئے سہیل احمد نے کہا کہ سلطان راہی نے تو کہا تھا کہ مولے نوں مولا نہ مارے تے مولا مر نہیں سکدا' یقین نہیں آتا کہ اتنے وصف دے کر مولا مولے کو کیوں مارے گا وہ مرا نہیں وہ تو اپنے مولا کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہے یوسف صاحب نے کہا کہ سلطان راہی ہمت کا راہی' عزم کا راہی تھا وہ سراپا راہی تھا۔ آخر میں اس نے عدم کی راہ میں قدم رکھا یہ اس کی سوچ کا آخری قدم تھا کہ وہ راہی ملک عدم ہو گیا عرفان کھوسٹ نے کہا مجھے تو لگتا ہے راہی یہاں کہیں بیٹھا ہے وہ مر سکتا نہیں وارث شاہ نے کہا تھا کہ'' وارث شاہ اور سدا ای رہن جیندے جنہاں کیتیاں نیک کمایاں نی'' وہ امر ہو گیا ہے' کوئی اسے موت کا نام نہیں دے سکتا ناصر ادیب نے کہا کہ راہی میرے قلم کی قوت تھا میں جب اسے دیکھ کر لکھتا تھا میں نہیں لکھ رہا بلکہ میرا قلم خود بخود موتی اگل رہا ہے

Marfat.com

جو سلطان راہی کے ذہن سے نکل کر ہر سو چمک رہے ہیں شوکت علی نے کہا کہ سلطان راہی میرا دوست تھا نہیں وہ تو ہر ایک کا دوست تھا صرف دوست دشمن کا لفظ تو اس کے نام کے ساتھ آتا ہی نہیں پرویز مہندی نے کہا سلطان راہی ہماری محفلوں کا سنگار تھا اب ایسی بذلہ سنجی سے آراستہ محفل شاید ہی دیکھنے کو ملے عارف لوہار نے کہا میرے باپ کے مرنے کے بعد سب سے پہلے جس شخص نے میرے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھا وہ سلطان راہی تھا جاوید شیخ نے کہا کہ وہ فلمی گلستان کا ایک حسین اور دلکش پھول تھا جو ظالموں نے نوچ لیا او راس گلشن کی دلکشی ماند پڑ گئی سلطان راہی کا صاحبزادہ حیدر سلطان مائیک پر آیا دل تو پہلے ہی رو رہا تھا اب آنکھوں پر بھی بس نہ رہا زبان تو نہ بول سکی مگر آنکھوں نے ایک بیٹے کے جذبات کا اظہار کر دیا چوہدری عاشق نے کہا سلطان راہی کمال کا سلطان تھا دنیا کی تمام سہولتیں اور بڑا نام پانے کے باوجود اس نے اپنے سر پر عجز و انکساری کا تاج سجائے رکھا جس نے اسے امر کر دیا جناب سید مزمل حسین شاہ صاحب نے کہا کہ سلطان راہی اپنے کردار' اللہ تعالیٰ سے محبت اور حضور پاک ﷺ سے عقیدت کی بنا پر مجھے اتنا پیارا تھا کہ مجھے کوئی عالم دین بھی اتنا پیارا نہیں تھا میاں فرزند نے کہا کہ سلطان راہی کے جس پہلو پر نظر ڈالیں وہ باوصف نظر آتا ہے اس کی زبان پر ہر وقت اللہ اکبر ہوتا تھا پھر اللہ خیر کرے کا ورد ہوتا تھا' نشو بیگم نے کہا وہ ہمارے پرانے ساتھی تھے ہر فن کار سے محبت کرتے تھے کبھی کسی سے حسد نہیں کرتے تھے بلکہ اپنے ساتھ کام کرنے والوں کو خود سکھاتے تھے صاحبہ نے کہا کہ وہ بڑ کا درخت تھے کہ لوگ اس کی چھاؤں میں بیٹھتے بھی تھے اور جاتے ہوئے اسکی شاخ کاٹ لیتے تھے لیکن وہ اف تک نہیں کرتا تھا میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ ملک میں فرمایا ہے کہ میں نے زندگی اور موت اس لیے بنائی ہے تا کہ تمہارے اعمال کا پتہ چل جائے ان کے مخلصین کا ایک ہجوم بارگاہ ایزدی میں ان کی بخشش کی درخواست لیکر حاضر ہوتا ہے اور برے اعمال کرنے والے کرسی کی خاطر اپنے مرشدوں تک کا ساتھ چھوڑ جانے والے لیڈرے جب مرتے ہیں تو ان کے ساتھ وہ خوشامدی بھی نہیں ہوتے جو زندگی بھر ان کے تلوے چاٹتے رہتے ہیں۔ سلطان راہی کا جنازہ اس کے کردار کا ایک بین عکس تھا جناب حنیف رامے نے صدارتی تقریر میں کہا میری نظر میں سلطان راہی کی مسلسل پچیس سال کی کامیابی کا راز یہ تھا کہ وہ ایسے کردار کرتا تھا جو جاگیردار' سرمایہ دار اور مترفین کے ظلم کے خلاف جہاد کی حیثیت رکھتے ہیں لگتا تھا کہ وہ ایکٹنگ نہیں کر رہا بلکہ حقیقی معنوں میں ظالموں' جابروں' لیٹروں اور طاغوتی قوتوں کے خلاف نبرد آزما ہو فلم دیکھنے والا ہر مجبور بے بس یہ تصور کر لیتا تھا کہ سلطان راہی اسی کی خاطر جنگ کر رہا ہے اور جب فلم میں آخر کار وہ جبر و استبداد پر فتح حاصل کر لیتا تھا تو پسے ہوئے طبقے کے لوگ سمجھتے تھے کہ انہوں نے خود اس جبری نظام کو تہس نہس کر دیا ہے یوں وہ نچلے طبقے کا مستقل نمائندہ بن گیا تھا انہوں نے سلطان راہی کے کرداروں نے تھیورمیکلی نہیں بلکہ پریکٹیکلی اور عملی طور پر بتایا کہ جابروں غاصبوں اور معاشرے کے ناسوروں پر فتح حاصل کرنی ہے تو صرف اپدیشوں وعظوں اور

Marfat.com

تقریروں سے نہیں ہوگی بلکہ عمل سے قربانی اور اپنا خون بہا کر اپنی منزل پائی جاتی ہے انہوں نے کہا ظالم کسی مظلوم کو مارنے کے بعد یہ سمجھ لیتا ہے کہ اس نے کمزور کو ختم کر دیا ہے یہی اسکی بھول ہے کربلا میں یزیدیوں نے رسول ﷺ کے نواسے اور ان کے حق پرست ساتھیوں کی بظاہر جانیں لینے کے بعد یہی سمجھ لیا تھا لیکن حقیقت میں کون زندہ رہا اور کون ختم ہوا اس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ کربلا کے 72 شہداء کے مزارات کی زیارت کے لیے ہزاروں لاکھوں عقیدت مند حاضری دیتے ہیں ان کے مزارات کو چومتے ہیں انکی مٹی آنکھوں پر لگاتے ہیں لیکن کوئی بتائے کہ ظالموں کی قبریں کہاں ہیں کہاں ہیں ابن زیاد' شمیر' عمر سعد اور یزید جو بظاہر فتح بن گئے تھے جبکہ آج مظلوم حسین کی فتح کے ڈنکے تو پوری دنیا میں بج رہے ہیں لیکن ہر طرف یزید کی شکست کا اعلان ہو رہا ہے۔ ہمیں آج کی کربلا میں وہی کردار ادا کرنا ہوگا جو کربلا میں چند صالحین نے کیا' ہمیں ان دولت پرستوں' ہوس کے بتوں اور انکے ابن الوقت غلاموں کے خلاف عملی طور پر صف آرا ہونا پڑے گا تب ہی ہم ان لوٹ مچانے والوں اور چند دن حکومت میں رہنے کے بعد کروڑوں کے مالک بننے والوں' بڑے بڑے پلازے تعمیر کرنے والوں کو آئینہ دکھا کر ان کے اصلی چہرے دکھا سکتے ہیں اور ان کے غلام اور ان کی لوٹ مار کا جھوٹا کھانے والے' جو ان کی تعریفوں کے پل باندھتے ہیں وہ بھی جان جائیں گے کہ اس دنیا میں تو جھوٹ بول کر وہ بیچارے عوام کو شاید گمراہ کر لیں گے لیکن اگلے جہاں میں تو زبان ہاتھ پاؤں اور جسم کا ایک ایک حصہ سچ اگلے گا اور وہاں کوئی چھڑوانے والا نہیں ہوگا ایسے غلیظ معاشرے اور ان عاقبت نا اندیشوں کا مقابلہ کرنے کے لیے لٹے ہوئے غریبوں اور بے کسوں کو اجتماعی قوت کے ساتھ میدان عمل میں آنا ہوگا تا کہ ان سیاہ باطن چہروں سے نقاب نوچ کر ان کی اصلی صورتیں عوام دیکھ سکیں انہوں نے کہا ہر کار خیر انبیاء علیم السلام کی سنت ہے جو بھی کار خیر کرتا ہے وہ کسی بھی طبقے سے تعلق رکھتا ہو وہ انبیاء کی سنت ادا کرتا ہے سلطان راہی کے جنازے میں اور عام طور پر بھی عوام نے سلطان راہی کی ایکٹنگ کی تعریف نہیں کی بلکہ یہی کہتے رہے کہ وہ نیک آدمی تھا اچھا انسان تھا مساجد تعمیر کراتا تھا میلاد کی محافل منعقد کراتا تھا غریبوں اور بیواؤں کی امداد کرتا تھا بیشک وہ ایک اداکار تھا اداکاری اپنی جگہ لیکن اس کے یہ تمام نیک اعمال سنت انبیاء تھے وہ فلموں میں جاگیرداروں سرمایہ دار لیٹروں اور غاصبوں کے خلاف لڑتا تھا اور عمل زندگی میں دکھی انسانوں کے دکھوں کے خلاف جنگ کرتا تھا وہ غریبوں کے دلوں کی دھڑکن تھا یہی وجہ ہے کہ سلطان راہی کو غریب پسند کرتے تھے غریبوں کے دل جیتو ان کے دکھوں میں شریک بنو یہی اصل جہاد ہے اسی میں پاکستان کی بقاء ہے اور اسی میں قوم کا روشن مستقبل مضمر و نہاں ہے سوال یہ ہے کہ کون تھا یہ سلطان راہی کیسا تھا یہ سلطان راہی' کہ فلمی صنعت کے بدنام اور گدلے پانی میں رہ کر اپنے دامن کو ایسا پر تو دے گیا کہ آج ہر کس و ناکس اس کی تعریف کر رہا تھا کل کی خبر خدا جانے۔

☆☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

مہدی حسن بمقابلہ عطاء اللہ عیسیٰ خیلوی

مہدی حسن بلاشبہ ایک بڑے گلوکار ہیں انہوں نے گایا بھی اچھا اور نام بھی بڑا پایا مجھے جس ملک میں بھی جانے کا اتفاق ہوا وہاں ان کا تذکرہ ضرور سنا یعنی جہاں بھی گئے داستان چھوڑ آئے ان کے فن میں تو کلام نہیں لیکن بعض اوقات وہ عجیب وغریب بیان داغ دیتے ہیں مثلاً انہوں نے یہ کہا کہ میرے پاس راگوں کی کچھ ایسی بندشیں ہیں جو پوری دنیا میں اور کسی کے پاس نہیں میں تو اپنے آپ کو ایک معمولی گلوکار بھی نہیں سمجھتا اور کلاسیکل سے اتنا آشنا نہیں لہذا مہدی صاحب کی کسی اونچی اور مشکل بندش کا تجزیہ میرے بس کا روگ نہیں اس کا جواب شام چوراسی والے گھرانے کے سلامت علی خان پٹیالہ والے گھرانے کے فتح علی خان، بڑے غلام علی خان کے ورثاء یا پیارے خان کے ورثاء ہی دے سکتے ہیں دوسری بات مہدی حسن نے کہی کہ بعض جاہل ملاں گانے کو حرام کہتے ہیں حالانکہ سرتو قدرت کا خاص عطیہ ہے ان کی بچت ہوگئی کہ دورحاضر کے ملاں دھن سمیٹنے کی دھن میں اس قدر غرق ہیں کہ انہیں کچھ خبر نہیں کہ ملک میں کیا ہورہا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی ذمہ داریاں کیا ہیں ورنہ مہدی صاحب پر فتووں کے اتنے گولے برستے کہ چھٹی کا دور یاد آجاتا یہ عجیب دور ہے جو صرف مصیبت میں ہی یاد آتا ہے۔

عطاء اللہ عیسیٰ خیلوی نے بھی کچھ ایسا ہی بیان دیا ہے الفاظ الگ الگ ہیں وگرنہ ایک ہی درد اور کسک ہے جو دونوں کے جگر کو کھائے جارہی ہے عطاء اللہ نے کہا ہے کہ پاکستان میں لوگ گانے والے کو میراثی کہتے ہیں اور یہاں موسیقی کو معیوب سمجھا جاتا ہے اور فنکار کے مقابلے میں کھلاڑیوں کو بہت بلند مقام دیا جاتا ہے انہوں نے بڑے پتے کی بات کہی ہے اور یہ حقیقت تو ہمارے مشاہدے میں بھی آچکی ہے میرے اس عظیم جمہوریہ پاکستان اسلام کو انصاف وعدل میں تین فنکاروں نے صوبائی اسمبلیوں کے الیکشن لڑے، کمال صاحب، قوی صاحب کی فنی خدمات کا تو معترف ہوں لیکن مجھے ان کی سماجی خدمات کا کوئی علم نہیں ہاں اتنا ضرور ہے کہ جب بھی ہم نے قوی صاحب کو کسی مجبور اور ضرورت مند شخص کی مدد کے لیے آواز دی وہ فوراً آگئے۔

اپنی تعریف یا خدمات کا ذکر کرنا کوئی اچھی بات تو نہیں لیکن یہاں ضروری سمجھتا ہوں کہ کچھ عرض کروں تاکہ لاعلمی یا نفسیاتی عرض کی غنودگی میں ڈوبے ہوئے عوام کی کچھ آنکھیں کھول سکوں جہاں تک میری سماجی خدمات کا تعلق ہے میں دعوے کے ساتھ عرض کرسکتا ہوں کہ پاکستان میں شاید ہی کوئی ایسا ہو جس نے مجھ سے زیادہ خدمات کی ہوں قارئین کرام میری پوری زندگی ضرورت مندوں اور بیماریوں کی خدمت میں گزر گئی ہے ہے 1965 کی جنگ سے لیکر آج تک میں نے جو کچھ کمایا ملک اور قوم کی بقاء کے لیے خرچ کردیا

Marfat.com

اور اپنے پاس صرف گزارے کے لیے رکھا دونوں بڑی جنگوں اور سیلابوں میں لاکھوں روپیہ فنڈ دیا اللہ کے فضل و کرم کے ساتھ پوری زندگی میں ایک ٹیڈی پیسے کی بددیانتی کی ہو یا کسی کو دھوکہ دینے کے لیے کبھی جھوٹ بولا ہو یہ جانتا ہوں کہ کچھ ناکارہ اور حاسد لوگ جن کی فطرت میں تنقید و تنقیص ہے وہ کچھ نہ کچھ اگلیں گے ضرور لیکن سوئے ہوئے عوام اور حکمرانوں کو جگانے کے لیے پانی کے چھینٹے ضروری ہوتے ہیں اور جس دکھ اور درد کا اظہار مہدی صاحب اور عطاء اللہ نے کیا ہے وہ پاکستان کے تمام فنکاروں کا متفقہ درد ہے۔

فنکاروں کا ایک باڑا ہے یہ محض حاسدوں اور متعصب افراد کی خود پرستی اور حقائق سے اغماض کا نتیجہ ہے کہ وہ فنکار جنہوں نے کبھی کسی کو دکھ نہیں دیا ستایا نہیں بلکہ اس دکھوں بھرے دور میں چند لمحے خوشیاں ضرور دیں لیکن لوٹ مار کرنے والوں اور ظلم و جبر سے دولت سمیٹنے والوں نے اپنی غلط اور ناجائز حرکتوں پر پردہ ڈالنے کے لیے فن کو حرام اور فنکاروں کو پست اور گھٹیا کہہ دیا۔

فنکار کسے کہتے ہیں' جو حساس ہو' دوسروں کے دکھ کو اپنا دکھ سمجھے خوددار ہو (خوشامدی نہ ہو) متکبر نہ ہو اپنے بے بنیاد فن کو بلند ثابت کرنے کے لیے ریاکاری سے دوسروں کے فن کی نندیا نہ کرے' بزرگوں کا احترام کرے اور چھوٹوں پر دست شفقت رکھے حق گو ہو نہ جھوٹ بولے اور نہ جھوٹوں کے قصیدے پڑھے ۔معاف کیجئے گا ہم کسی خود پرست اور خود پسند کو فنکار نہیں سمجھتے اور نہ ہی ان گلوکاروں کو جن کی موسیقی کا کوئی سر پیر نہیں الٹے سیدھے بال' بے مطلب شاعری اور غیر اخلاقی حرکتیں' یہ فن نہیں ایک شور ہے ایک ہنگامہ ہے جس نے پوری قوم اور نئی نسل کو بے راہ کرنا شروع کر دیا ہے اور عاقبت نااندیش اور قومی جذبے سے بے حس لوگ ان کی بھرپور سرپرستی فرما رہے ہیں خدا محفوظ رکھے ہر بلا ہے۔

تو جناب ہم تینوں قوی صاحب کمال صاحب اور بندہ ناجائز الیکشن ہار گئے میرے دونوں دوست کیوں اور کیسے ہارے' یہ تو مجھے علم نہیں لیکن میں اپنے بارے میں برملا کہہ سکتا ہوں کہ سیاسی جماعتوں سے لے کر اس وقت کے حاکموں تک' سب نے میرے ساتھ مکمل ریاکاری اور بددیانتی برتی' راتوں رات تیرہ پولنگ سٹیشن بدل دیئے' جن کی مجھے خبر تک نہ تھی' لہذا ان تیرہ پولنگ سٹیشنوں سے میں ایک ووٹ بھی نہ لے سکا دونوں کی تنگی کے وقت میں نے ایک پولنگ سٹیشن پر میز کے نیچے سے گچھم گچھا ہوئے اپنے پینتیس (35) ووٹ نکالے تو متعلقہ افسر نے کہا کہ اللہ جانے کیسے گر گئے تو جناب یہ ایک پولنگ سٹیشن کی بات ہے جبکہ کل 106 پولنگ سٹیشن تھے مجھے ناکام کرانے کے لیے کیا کیا داؤ پیچ اور حربے استعمال کیے گئے لیکن کوئی داد فریاد نہ سنی گئی۔

اب ذرا کھلاڑیوں کے بارے میں ملاحظہ فرمائے کہ ایک کھلاڑی صوبائی اسمبلی کا الیکشن لڑنے ان کا نشان لکڑی کا وہ ٹیڑھا ڈنڈا تھا جو جدید اسلحہ کے تعارف اور اسکے عام ہونے سے پہلے کھیل کے ساتھ ساتھ

Marfat.com

مخالفوں کی ٹانگیں توڑنے اور سر پھوڑنے کے لیے خطرناک اور موثر اسلحہ سمجھا جاتا تھا موصوف یقیناً اپنے کھیل میں اعلیٰ تھے لیکن ہم نے یہ کہیں سے نہیں سنا کہ انہوں نے کوئی سماجی یا عوامی خدمات بھی سرانجام دی ہوں لیکن محترم قارئین وہ الیکشن بھی جیت گئے اور وزیر بھی بن گئے دوسرے ایک عظیم کھلاڑی ہیں انہوں نے عوام سے اپنی والدہ کے نام پر ہسپتال بنانے کے لیے چندہ مانگا پریس نے ان کا بھرپور ساتھ دیا کیوں؟ اس کا جواب تو وہی دے سکتے ہیں پریس نے ایسے دانشمندانہ اور سیاست سے بھرپور انداز میں ان کی پبلسٹی کی کہ مختلف شہروں کے عوام میں ذہنی مقابلہ شروع کرا دیا گوجرانوالہ نے اتنے لاکھ دیئے اب دیکھتے ہیں سیالکوٹ والے کیا کرتے ہیں، فیصل آباد والے بازی لے گئے وغیرہ وغیرہ۔ عوام نے ان کو اتنا کچھ دیا کہ انہوں نے اپنی والدہ مرحومہ کے نام پر ہسپتال بھی بنا لیا اور شاید بقول سرفراز نواز صاحب کچھ بچ بھی گئے اور وزیراعظم بننے کے نعرے بھی لگ گئے۔

جبکہ میں نے اپنی گرہ سے گلاب دیوی ہسپتال میں اپنی والدہ کے نام پر ایک مکمل وارڈ تعمیر کروایا جس میں کوئی چندہ شامل نہیں اس ہسپتال میں قریباً چار سو چھت کے پنکھے مہیا کیے اور آج تک حتی المقدور اس وارڈ کی خدمت کر رہا ہوں ہزاروں غریب اور مجبور بیماریوں کو داخل کرایا اور ان کے اخراجات بھی ادا کیے لیکن محض ایک فنکار ہونے کی سزا یہاں کے باشعور اور بلند ہمت عوام نے مجھے یہ دی کہ الیکشن میں غریبوں نے مجھے جی بھر کر لوٹا اور اوپر کے لوگوں نے تمام حربوں سے ناکام کیا یعنی مرے تھے جن کے لیے وہ رہے وضو کرتے۔

یہاں حکمرانوں نے فنکاروں کی عزت افزائی فرماتے ہوئے پرائیڈ آف پرفارمنس اور صدارتی ایوارڈ بھی دیئے یقیناً ان میں سے کچھ ان اعزازات کے اہل اور حقدار ہونگے لیکن اکثر تو ایسے تھے جو ایوارڈ ملنے کے بعد شرم سے منہ چھپاتے پھرتے تھے یہ کیسے ایوارڈ ہیں میری تمام فنی خدمات اور سماجی خدمات پر مجھے تو کسی حاکم نے ایک کاغذ کا پرزہ بھی عطا نہیں کیا بلکہ ہماری صحافت کی عظمت کا اندازہ لگایئے کہ پوری زندگی میں پہلی بار سندھ حکومت نے دوسرے فنکاروں کے ہمراہ میرے قومی ترانوں کے اعتراف کے طور پر مجھے بھی گولڈ میڈل دیا گولڈ میڈل حاصل کرتے وقت اور اللہ اکبر کا ترانہ سناتے وقت عوام نے بے حد حوصلہ افزائی کی اور یہ منظر ٹی وی پر پورے ملک کے عوام نے دیکھا سوائے روزنامہ جنگ اور اخبار جہاں کے نمائندوں کے کہ انہوں نے گولڈ میڈل کی تفصیلات چھاپیں تمام فنکاروں کی تصاویر اور نام چھاپے لیکن میری تصویر نام تک نہیں تھا اس کے بارے میں قارئین کا کیا خیال ہے۔

میں مہدی صاحب اور عطاء اللہ سے عرض کروں گا کہ بھائیو! لاہور کے ایک بہت معتبر عالم جو پیپلز پارٹی کو ووٹ دینے والے کو جہنمی ہونے کا فتویٰ صادر فرماتے تھے اور عورت کی حکمرانی کو شرعاً حرام اور ناجائز کہتے تھے اور محترمہ وزیراعظم صاحب کو مشرک اور کافر فرماتے تھے میں نے اپنی ان گنہگار آنکھوں کے ساتھ انہیں

Marfat.com

پیپلز پارٹی کے ایک بڑے وزیر کے کمرہ اقدس میں دیکھا جہاں وہ انکی حکومت اور کارناموں کے قصیدے پڑھ رہے تھے اور موصوف وزیر صاحب انکے فرمائے ہوئے کاموں کے بارے میں متعلقہ افسران کو فون کر کے فرمارہے تھے کہ مولانا کا ہر کام ہر قیمت پر کریں نہ ان کا کوئی اصول نہ وزیر صاحب کا کہ اپنی پارٹی اور قائد کے بارے میں اس قسم کے فتوے ٹھوکنے والے کی یوں پذیرائی فرمارہے ہیں لیکن وہ پھر بھی مولانا کے مولانا عالم فاضل اور قبلہ و کعبہ اور وزیر موصوف کو پھر بھی لوگ کندھوں پر اٹھا کر زندہ باد کے فلک شگاف نعرے لگا رہے ہیں۔

ہم کہہ بھی کیا سکتے ہیں پیدا ہونا تو کسی کے بس میں نہیں میں نے مہدی صاحب نے عطاء اللہ نے اپنی مرضی سے نہ تو ایسے گلے لگوائے اور نہ ہی یہاں پیدا ہوئے یہ تو خالق جانے کہ ہمیں کس جرم کی سزا ملی یہ قدرت کی ستم ظریفی کہیئے کہ اس نے ہمیں ایسا فن عطا کیا جو ہمارے علم و فضل، ہماری دانش، ہماری سیاسی سوجھ بوجھ اور تمام سماجی اور علمی خدمات کو نگل گیا یہاں ملاؤں کی حکومت ہے کھلاڑیوں کا مقام ہے جو لکڑی کے ڈنڈوں سے معصوم بال کی پٹائی کرتے رہتے ہیں جو عوام کی کوئی خدمت نہ بھی کریں اور انکی کیسی ہی تعلیم ہو انگریزی کا ایک فقرہ نہ لکھ سکیں لیکن بینکوں، ریلوے، پی آئی اے میں ان کے لیے اعلیٰ ملازمتیں ہیں نہ مولانا بننا ہمارے بس ہے نہ کھلاڑی بننا ہماری قدرت میں ہے عطاء اللہ میں ایک بہت بڑی خوبی ہے کہ اتنا مقبول ہونے کے باوجود انہوں نے ہمیشہ اپنے گانے کی نفی کی ہے اور اپنی کامیابی کو اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور بزرگوں کی دعاؤں کا ثمر کہا ہے لیکن اس کے باوجود ''گھٹ کے مر جاؤں یہ مرضی میرے صیاد کی ہے''۔

ایک واقعہ پر بات ختم کرتا ہوں فلم تانسین میں سہگل تان سین اور خورشید تانی کا کردار ادا کر رہی تھیں تانی نے گایا تو نفیس مزاج پرندے اور چوپائے اسکی طرف سمٹ آئے پھر ایک ہاتھی پاگل ہو گیا تان سین سامنے آ کر گانے لگا ہاتھی رام ہو گیا اور بیٹھ گیا تان سین نے فخریہ تانی کی طرف دیکھا تو تانی نے فوراً کہا کہ ہاں ایک موٹے دماغ کا جانور آپ کے فن سے مسحور ہو گیا تو میاں محمد صاحب کے اس شعر پر کالم تمام کرتا ہوں۔

بس اُساڈا وس نہ کوئی، کیہ تساڈا کھونا
ماڑے دا کیہ زور محمد نس جانا یا رونا

☆☆☆☆☆

Marfat.com

آئی جی پولیس کی نیک خواہش!

میں نے بابا جی پولیس والے کوایس پی دیکھا ڈی آئی جی دیکھا سوچا کہ چلوانہیں آئی جی کرسی پر دیکھیں بھلا کیسے لگتے ہیں پیشتر ازیں چند آئی جی حضرات کی زیارت کا شرف حاصل ہوا لیکن ان کی بے نیازیاں اور انداز مخاطب دیکھ کر دوبارہ زیارت کی نہ ہی خواہش ہوئی اور نہ ہی جرات سوچا چلو آخری تجربہ ہی سہی لہذا دھڑکتے دل کے ساتھ آئی جی صاحب کے کمرے میں داخل ہوا مگر یہ روایتی آئی جی تو نہ تھے یہ تو وہی پہلے والے چوہدری محمد امین تھے مجھے دیکھ کر اٹھے گلے لگایا اور چائے کا حکم دیکر کرسی پر بیٹھ گئے بابا جی نے کہا پچھلے دنوں آپ بھارت گئے تھے اخبار میں پڑھا تھا کہ نصیب دشمناں وہاں آپ کی طبیعت کچھ خراب ہوگئی تھی جی ہاں اب اللہ کے فضل وکرم سے ٹھیک ہوں باتوں باتوں میں میں نے وہاں کی ایک میٹنگ کا حال سنایا۔ یہ میٹنگ بڑے گوردوارے میں ہوئی جس میں ڈیڑھ سو کے لگ بھگ افراد تھے کچھ ہمارے وفد کے اور کچھ سکھ صاحبان گوردوارے کے بڑے سردار جی نے استقبالیہ تقریر میں ہمیں خوش آمدید کہا پھر گورو گرنتھ صاحب کی چند گربانیوں کی تفصیل بتائی گورو صاحبان کے کردار پر روشنی ڈالی اور بڑے اچھے اور خوبصورت الفاظ میں اپنے مذہب کی تعریف وتوصیف کی ان کے بعد مجھے استقبالیہ کے جواب کے لیے کہا گیا اس دن گورونانک جی کا جنم دن تھا اور حسن اتفاق سمجھئے کہ اسی دن حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا یوم ولادت تھا میں نے آغاز یوں کیا کہ آج کا دن کتنا سعد اور خوش بختی کا ہے کہ آپ کے گورو جی کا جنم دن بھی ہے اور آج ہمارے گورو جی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا یوم ولادت بھی ہے اس پر ہم نے ایک دوسرے کو مبارکباد پیش کی اس کے بعد میں نے عرض کیا کہ جو کچھ سردار جی نے گورو گرنتھ صاحب اور گورو صاحبان کے بارے میں فرمایا وہ بالکل ٹھیک ہے لیکن ایک بات میں بڑی تحقیق کے بعد کہنے کی اجازت چاہوں گا کہ گورو گرنتھ صاحب کا بہت سا حصہ قرآن پاک کی آیات کا ترجمہ ہے اور گرنتھ صاحب میں اٹھارہ اشلوک حضرت بابا فرید گنج شکر کے ہیں گورو گرنتھ صاحب کا آغاز ان الفاظ کے ساتھ ہوتا ہے' ایک اونکار۔۔ اللہ ایک ہے۔ اور قرآن پاک میں ہے قل ھو اللہ احد۔۔ کہو اللہ ایک ہے۔ گرنتھ میں ہے کچھ بیوقوف بت پوجتے ہیں ۔۔۔ اور قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ شراب' جواء' پانسہ اور بت سازی شیطان کے اعمال میں سے رجس اعمال ہیں (سورہ مائدہ آیت 90) آپ بابا فرید گنج شکر کو ماتھا ٹیکتے ہیں اور حضرت محمد ﷺ کے غلاموں میں سے ایک غلام ہیں اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گورو صاحبان اور بالخصوص گورونانک جی حضرت محمد ﷺ کے فرمودات' قرآن پاک کی تعلیم اور اسلامی نظریات سے بہت متاثر تھے میں نے جہاں تک پڑھا ہے کہ وہ مسجد میں جا کر نماز بھی پڑھتے تھے بیت اللہ کی زیارت کو بھی گئے اور حضور ﷺ کے روضہ اقدس پر بھی حاضری دی معلوم ہوا ہے کہ تمام مذاہب کے قائدین نے توحید کا درس دیا اور ایک ہی پیغام دیا نیکیوں کا حکم دیا اور برائیوں سے اجتناب' آخر میں یہ عرض کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اگر گورونانک جی پہلے تشریف

Marfat.com

لاتے اور حضورﷺ بعد میں تشریف لاتے تو میں بڑی فراخدلی سے تسلیم کر لیتا کہ حضور پاکﷺ گورو جی کی تعلیم اور گرنتھ صاحب سے متاثر تھے لیکن چونکہ ہمارے آقا و رہبر بہت پہلے تشریف لائے اور گورو جی کی تشریف آوری بہت بعد میں ہوئی اس لیے آپ اسی فراخدلی سے تسلیم فرمائیں کہ گورو صاحبان او ربالخصوص نانک جی حضورﷺ کی تعلیم اور قرآن پاک کے ارشادات سے متاثر تھے اور اس کے باوجود کہ وہ ایک ہندو کالورام کھتری جی کے گھر پیدا ہوئے ان کے سارے پیغامات اور رہن سہن میں اسلام کا رنگ اچھا خاصا چھلکتا ہے اور گرنتھ صاحب سے بھی توحید کا پیغام ملتا ہے اور ان تمام برائیوں سے روکا گیا ہے جن سے قرآن پاک نے بھی روکا ہے سردار جی کھڑے ہوئے انہوں نے فرمایا بھٹی صاحب ہم آپ کی ساری باتوں کو تسلیم کرتے ہیں جتنے بھی مذہبی رہنما تشریف لائے انہوں نے معاشرے کو برائیوں سے پاک کرنے کی کوشش کی اور نیک اعمال کرنے کا حکم دیا اگر آپ برا نہ مانیں تو ایک سوال کروں میں نے کہا فرمایئے انہوں نے کہا ہمارے مذہب میں بھی کافی فرقے ہیں نرنکاری' نہنگ اور کئی دوسرے لیکن آج تک کسی سکھ نے فرقے کی بنیاد پر کسی دوسرے سکھ کو قتل نہیں کیا اور آپ کے ہاں تو آج کل کوئی دن خالی نہیں جاتا جب ایک فرقے کے مسلمان دوسرے فرقے کے مسلمانوں کو قتل نہ کریں مساجد میں امام باڑوں میں گھروں میں گھس کر اور سرراہ' اب آپ فرمایئے کہ آپ ہم سے کس پہلو میں بہتر ہیں میں نے جواباً عرض کیا کہ جناب آپ چند مکروہ اور گندے انسانوں کی وجہ سے پوری قوم کو تو برا نہیں کہہ سکتے میں اس کی وجہ عرض کرتا ہوں پوری دنیا میں سکھوں کی تعداد دو کروڑ کے لگ بھگ ہے اور آپ کی کسی ملک یا ریاست پر باقاعدہ حکومت نہیں نہ تو کوئی سکھ کسی ریاست کا راجہ یا ملک کا بادشاہ ہے اور نہ ہی کسی ملک کا قانون ہے کو وہاں کا سربراہ صرف سکھ ہوگا مسلمانوں کی آبادی دنیا میں اس وقت ڈیڑھ ارب کے قریب ہے اور تقریباً ساٹھ ملکوں میں مسلمانوں کی باقاعدہ حکومت ہے یہودی نصاریٰ 1400 سال سے کسی نہ کسی انداز میں ہمارے ساتھ برسر پیکار ہیں وہ کسی قیمت پر بھی یہ نہیں چاہتے کہ مسلمان دنیا میں مضبوط ہوں لہٰذا وہ اپنے تمام وسائل اور دولت ہمارے ہاں کے جاہل ملاؤں اور غلیظ لوگوں کو خریدنے پر صرف کرتے ہیں اور یوں ہم میں فرقہ واریت کا زہر پھیلا کر فساد کرواتے ہیں اور مسلمانوں کے ہاتھوں مسلمانوں کو قتل کرواتے ہیں اس کے علاوہ وہ مسلمان ملکوں کو ایک دوسرے کے ساتھ لڑاتے رہتے ہیں اس طرح وہ مسلمان کے پاس اسلحے کے انبار بیچتے ہیں اور مسلمان اس اسلحے کی آگ سے اپنے ہی بھائیوں کو جلاتے رہتے ہیں یوں ہماری دولت بھی دشمنوں کے قبضے میں چلے جاتی اور ہم کمزور بھی ہوتے رہتے ہیں اور نفرتوں کا لاوہ بڑھتا چلا جاتا ہے ہماری بدقسمتی ہے کہ مسلمانوں میں کچھ ایسے گھٹیا اور تیسرے درجے کے لوگ ملاؤں کی صورتوں میں گھس گئے ہیں جو قطعاً روح اسلام سے واقف نہیں اور ایسے سیاستدان ہیں جو سیاست کے معنی تک نہیں جانتے اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت فرمائے (آمین)۔☆☆☆☆☆

Marfat.com

ایک چراغ اور بجھ گیا

میں لاہور سے تقریباً پانچ سو کلومیٹر دور تھا میں نے اخبار میں پڑھا کہ علم و ادب کی روشنی بکھیرنے والا ایک اور سورج غروب ہو گیا ہے مسرور انور تھا نام اس مرنے والے دوسرے دن توفیق بٹ کا فون آ گیا کہ ہم نے مرحوم کا تعزیتی ریفرنس سات اپریل کو رکھا ہے جس میں آپ کی شمولیت ضروری ہے مسرور انور ایک اچھے شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے انسان بھی تھے انکے چہرے پر ہر وقت مسکراہٹوں کے پھول کھلے رہتے تھے انکے اس یادگاری اجتماع میں نہ آنا میرے خیال میں ایک جرم تھا میں چھ تاریخ کو رات کی نشست سے فارغ ہو کر دو بجے رات کو لاہور کے لیے روانہ ہوا اور ڈیڑھ بجے دوپہر لاہور پہنچ گیا غسل کیا کپڑے تبدیل کیے اور اسی طرح جاگتے جاگتے ساڑھے تین بجے الحمراء پہنچ گیا توفیق بٹ مہمانوں کا استقبال کر رہے تھے چار بجے ہال نمبر تین بھر گیا ڈاکٹر اجمل نیازی نے سٹیج سیکرٹری کے فرائض سرانجام دینے شروع کیے اس ریفرنس کی کارروائی کا آغاز ہوا تلاوت کلام پاک کی سعادت مجھے نصیب ہوئی صدارت کے فرائض جاوید احمد قریشی سابقہ چیف سیکرٹری پنجاب نے ادا کیے اور انکے ساتھ سٹیج پر نشو بیگم، محمد علی، مصطفیٰ قریشی، مہدی حسن، طارق عزیز، بندہ ناچیز، مرحوم کے صاحبزادے اور توفیق بٹ سٹیج پر موجود تھے انکے علاوہ جو ذی وقار شخصیات تشریف فرما تھیں ان میں شوکت علی، پرویز مہدی، ثریا خانم، تصور خانم، حامد علی خان، رفیق وڑائچ، منصور سعید، فدا محمد کاردار، عندلیب، قندیل، عجب گل، روبینہ قریشی، ناصر نقوی، ڈاکٹر غزالہ خاکوانی، ڈاکٹر آغا یامین، اختر ہاشمی، علی سفیان آفاقی، اے نیئر، رجب علی، انور رفیع، حسین شاہ اور بیگم دلدار پرویز بھٹی (مرحوم) موجود تھے تقاریر شروع ہوئیں تمام مقررین نے اپنے اپنے علم اور مرحوم کے ساتھ تعلقات کی بناء پر مرحوم کو خراج تحسین پیش کیا بلاشبہ مسرور انور ایک عظیم انسان تھے انہوں نے زیادہ تر شاعری فلموں کے لیے کی لیکن ان کا کوئی گانا غیر معیاری تصور نہیں کیا جاتا اکیلے نہ جانا ہمیں چھوڑ کر، اپنی جاں نذر کروں اپنی وفا پیش کروں، انہیں پاکستان سے اتنی محبت تھا کہ جب انہوں نے اس کے لیے ایک دعائیہ ترانہ لکھا ''سوہنی دھرتی اللہ رکھے قدم قدم آباد'' تو وہ ترانہ امر ہو گیا ثریا خانم اور تصور خانم نے آنسوؤں سے لبریز آنکھوں اور گھمبیر آواز میں مرحوم کو خراج تحسین پیش کیا اور حکومت سے درخواست کی کہ انکے پسماندگان کو کفالت کے لیے انتظام کرے اور مرحوم کو تمغہ حسن کارکردگی دیا جائے ڈاکٹر اجمل نیازی نے ہر مقرر کو دعوت دینے سے پہلے نئے الفاظ و انداز کے ساتھ مرحوم کے تمام ذاتی اور صفاتی پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔ توفیق بٹ ادارہ ہم سخن کے جذباتی سربراہ ہیں وہ مختلف لوگوں کی پذیرائی اور عزت افزائی کے لیے دوسو دس پروگرام کر چکے ہیں۔ ہمارے ہاں کچھ ایسے ادیب اور شاعر بھی ہیں جو خود تو کسی لیے کچھ نہیں کرتے لیکن انکا ادب تنقید و تنقیص پر عمل پیرا رہتا ہے یہ بے چارا بھی اکثر ایسے ادیبوں کا ہدف بنا رہتا ہے لیکن ہے دھن کا پکا باز پھر بھی نہیں آتا ہاں کبھی کبھی یہ کہتا ہے کہ ''چلتا ہوں تھوڑی دور ہر ایک راہ رو کے ساتھ

Marfat.com

پہچانتا نہیں ہوں ابھی راہبر کو میں'' لیکن ان ناقدین کے ساتھ ساتھ جناب سجاد بھٹہ جیسے لوگ بھی موجود ہیں جنہوں نے نہ صرف زبانی ہمدردی دکھائی بلکہ ہمیشہ فنکاروں کی عزت اور فن کی افزائی اور حوصلہ افزائی کے لیے بھر پور کوششیں بھی کیں اور انکی مدد کے لیے تمام وسائل بروے کار لائے توفیق بٹ اپنی تقریر میں انتہائی جذباتی ہو گئے معلوم ہوتا تھا کہ انکا بلڈ پریشر ایک ہزار ڈگری تک چلا گیا ہے انہوں نے آنیوالے مہمانوں کا شکریہ ادا کیا اور وعدہ کر کے نہ آنے والوں پر خوب برسے انہوں نے کہا جس شخصیت کے ''مرن سوگ'' کے لیے ہم اکٹھے ہوئے ہیں ان کی برادری کے وہ افراد جو انکے ساتھ تعلقات اور دوستی کو اپنا اثاثہ کہتے تھے وہ وعدہ کرنے کے باوجود نہیں آئے کیا ان کی دوستیاں صرف زندگی تک ہوتی ہیں سید نور' جاوید فاضل' غلام محی الدین' دیبا' نصرت فتح علی خان' وجاہت عطرے' عثمان پیرزادہ' ایم اشرف' خلیل احمد اور ان کے علاوہ بہت سے ایسے اور لوگ بھی نہیں آئے توفیق بٹ نے کہا کہ اب آئندہ میں ایسے لوگوں کو کچھ نقد پیش کر کے یا چیک پیش کر کے دعوت دونگا کہ انکا آنا یقینی ہو جائے میں توفیق بٹ کے جذبات کو ٹھنڈا کرنے کے لیے عرض کرونگا کہ بھائی اس زمانے میں تو لوگ زندہ لوگوں کے دکھ کا احساس نہیں کرتے بلکہ انکے دکھوں میں اضافہ کر کے خوشی محسوس کرتے ہیں مرجانے والوں کے لیے کون آتا ہے جو وعدہ کر کے نہیں آتے وہ احساس کے بھنور میں غرق ہو چکے ہیں کہیں احساس برتری ہے اور کہیں احساس کمتری ہے معاف کر دو ان لوگوں کو کہ احساس کے مارے ہیں یہ لوگ انہیں کچھ نہ کہو طارق عزیز نے بڑے غصے بھرے تلاطم خیز انداز سے کہا کہ یہاں ہر سو قتل' جرم' ڈاکہ اور جبر ہے' کیا پاکستان کی دھرتی واقعی سوہنی دھرتی ہے' انہوں نے سامعین سے پوچھا ایسا کیوں ہے' یہ بے قیمت سیاست کہاں سے آ گئی' یہ مناظر فرعونیت کیوں چھا گئے' توفیق بٹ نے تو میرا نام لے کر کہا کہ بتایئے انسان بے حس پتھر کیوں بن گیا لوگوں میں احساس سود وزیاں اتنا شدید ہو گیا ہے کہ اب ہر شخص سود کا تو سوچتا ہے زیاں کی قربانی کوئی نہیں دیتا تو طارق عزیز اور توفیق بٹ سن لیجئے کہ ایسا کیوں ہے ہم نے دین کو پیچھے کر دیا اور سیاست کو آگے لے آئے ہیں دین ہمہ وقت عمل ہے اسے جز وقتی بنا دیا گیا اور جز وقتی سیاست کو ہر ماحول پر محیط و مسلط کر دیا سنو جسموں کی افزائش و نمائش کے لیے سیاست استعمال کی جا رہی ہے اور روح کی زندگی اور سلامتی کے ذمہ دار دین کو پردہ پوش کر دیا گیا ہے بیشک جسم زندہ ہے لیکن روحوں کو قتل کر دیا گیا ہے روح جسم کے بے لگام گھوڑے کو صراط مستقیم پر رکھنے کی مہمیز ہے جب لگام اور مہمیز کا قطع قمع کر دیا جائے تو پھر یہ بدطینت پوری طرح شیطان کے اشاروں پر ناچنے لگتا ہے میرا اور طارق عزیز کا پروگرام بند کر دیئے گئے اس لیے کہ یہ فحاشی کے پرچار نہیں کرتے تھے ہر شریف آدمی اپنی بہو بیٹیوں کے ساتھ بیٹھ کر انہیں دیکھتا تھا میرے پروگرام میں بزرگان دین کی زندگیاں اور اعلیٰ صوفیانہ شاعری سے درس ملتا تھا جب تک حق و باطل کا تجزیہ کر کے اور پہچان کر کے صحیح لوگوں کو دین کے نام پر آگے نہیں لایا جائے گا ادب مذہب سیاست کو ذبح کیا جاتا رہے گا۔ ☆☆☆

Marfat.com

قانون کہاں ہے؟

ہے کسی کے پاس ایسی دوربین جس سے ماضی بعید میں کھو گئے اس مقدس لفظ اور اس کی حقیقت کو دیکھا جا سکے کوئی ایسا سائنس دان جو ایسی خوردبین ایجاد کرے کہ حشرات الارض کی طرح موجودہ دور کے دہشت ناک انسان سے خوف زدہ ہو کر زمین کی تہہ میں چھپے ہوئے اس توازن قائم رکھنے والے خزانے اور پیمانے کا کھوج لگا کر اسے دوبارہ پستیوں میں لایا جا سکے۔

قانون کا لفظ کیا ہے فارسی میں اسے ایقان سے لایا گیا یعنی ایسی دلیل جس میں شک کی مثقال برابر گنجائش نہ ہو اور وہ پیمانہ جو ماپنے میں اعشاریہ 99 بھی بددیانتی نہ کرے عربی میں اس کا مادہ یقین ہے اور جب یقین حق کی حدود کو چھو لے تو اس کو حق الیقین کہتے ہیں وہ کلیہ جسے قانون ساز حدود میں قانون ساز ممبران کثرت رائے میں حق الیقین کی حد تک درست سمت اور صحیح تسلیم کر لیں اور اس حق الیقین قاعدے کی روشنی میں عدل کر کے عوام اور معاشرے کی حفاظت کا فرض پورا کیا جاتا ہے قانون ساز کا اختیار و حق اسے ہونا چاہیے جو لفظ قانون کے معنی و مطالب سے واقف ہو جو اچھائی اور برائی نیکی اور بدی ظلم اور عدل میں فرق کرنے کا شعور رکھتا ہو چنانچہ اس کا تعلیم یافتہ ہونا ضروری ہے چونکہ علم ہی وہ بصیرت عطا کرتا ہے جس سے کسی الجھے ہوئے مسئلے کی تہہ تک پہنچنے کا ادراک ملتا ہے۔

انگریز نے جب یہاں جمہوریت کی بنیاد رکھی اور یہاں کے عوام کو اپنے مکروفریب کے ذریعے حاکمیت کے جال میں پھانسنے کا منصوبہ بنایا تو اسمبلیوں کے الیکشنوں میں حصہ لینے کے لیے جو کاغذات نامزدگی کے فارم بنائے ان میں تعلیم کا خانہ ہی نہ رکھا یعنی جو قانون ساز اسمبلی کا رکن بننا چاہیے اسے کسی تعلیم کی ضرورت نہیں انگریز کا مقصد تو صرف اتنا تھا کہ اسمبلی کے منتخب ممبران اس کے حکم اور اس کی آواز پر ہاتھ کھڑے کر دیں اور بس، وہ تو یہاں فاتح بن کر آیا تھا اور مطلق العنان حاکم بن کر رہنا چاہیے تھا اس کے اپنے ملک میں بادشاہت تھی اور یہاں وائسرائے کی حیثیت نائب بادشاہ کی تھی اس نے اپنے بہی خواہوں کو خود ہی مربعے عطا کیے گھوڑی پال، نمبرداری اور مختلف خدمات کے صلے میں سینکڑوں مربعے زمینیں دیں اور پھر درجہ بدرجہ نمبردار، سفید پوش اور ذیلدار بنائے اس طرح ہماری ہی زمینیں ہمارے ہی لوگوں کو عطا کر کے اپنا غلام بنایا او رعوام کو ان کا غلام اور رعایا بنا دیا۔

آج بھی پرانے زمیندار اپنے مزارعوں اور گاؤں کے دوسرے افراد کو اپنی رعایا کہتے ہیں گویا انہوں نے غلامی کی کڑیاں درجات میں تقسیم کر کے ایک مستقل اور مضبوط زنجیر یہاں کے عوام کو پہنا دی اللہ جانے ہم کس خمیر سے بنے ہیں کہ ہمیشہ غلامی کا طوق گلے میں ڈال کر اس پر فخر بھی کرتے ہیں اور اس کی تشہیر بھی کرتے ہیں ہم ان کے دیئے ہوئے غلامی کے واضح نشان نواب صاحب، خان بہادر، سر وغیرہ کو نہ صرف

Marfat.com

گلے میں لٹکائے پھرتے تھے بلکہ اپنے ناموں کی تختیوں کے ساتھ وہ القابات لکھ کر فخر و مباہات کے طور اپنے گھروں کے دروازوں پر لٹکاتے تھے بلکہ انگریزوں کے چلے جانے کے باوجود اب نواب تو نہیں نواب زادے کہلانے پر ہی مفتخر ہیں حالانکہ یہ انگریزوں کی دی ہوئی غلامی کے کھنڈر اور پہچانیں ہیں انگریز کسی ہندوستانی کو جو بھی عطا کرتے تھے کسی قومی اور ملکی خدمت کی بنا پر نہیں بلکہ ان کی ذاتی خدمات کے صلے میں دیتے تھے زندہ اور حساس قومیں ہمیشہ ایسی مطعون و ملعون عطاؤں پر پردہ ڈالتی ہیں لیکن ہم میں ایسا جذبہ اور احساس کہاں کہ ہم اس راز کو سمجھ سکیں۔

خیر تو انگریزی کا کارنامہ تھا آدھی صدی ہونے کو آئی ہے ہم آزادی کا گمان لیے پھرتے ہیں لیکن ہمارے طور طریقوں میں بال برابر فرق نہیں آیا آج بھی چٹان پڑھ قانون ساز اسمبلی کا ممبر بن سکتا ہے جس کا کام اسمبلیوں کے قانون سازی کے اجلاسوں میں جمائیاں لینا۔ اونگھنا اور اپنے لیڈر کے اشاروں پر اٹھک بیٹھک کرنا ہے اور انجام کار ملک کی دولت سمیٹ کر زیادہ سے زیادہ باہر کے ملکوں کے بینکوں میں جمع کروانا اور کچھ کچھ گھروں اور بینکوں میں ڈھیر کرنا ہے جو لوگ لفظ قانون کے معنی ہی نہیں جانتے وہ قانون سازی کیا خاک کریں گے جو خود حق و باطل اور سچ جھوٹ کا فرق نہ جانے وہ بھلا سچ کی تعریف کیا کرے گا اور جھوٹ کی مذمت کیا کرے گا۔

عوام کے گلے بھوک کی بے رحم انگلیوں سے دبا دیئے گئے ہیں انہیں پولیس مقابلوں کے بہانے دینے کی دہشت سے لرزا دیا گیا ہے اور ڈرانے کے لیے ایسے نامعلوم احساسات دیئے گئے ہیں جیسے مارشل لاء میں کوڑوں کا خوف ہر شہری کے ذہن پر چھاپ دیا تا راتوں رات چپکے سے گھروں سے اٹھا کر غائب کر دینے کے خوف سے ان کے ناطقے بند کر دیئے گئے ہیں یہی وجہ ہے کہ قانون پامال ہو رہا ہے اور عدل کو قتل کیا جا رہا ہے سچائی کا سورج غروب ہو رہا ہے کذب و افتراء کے بادل پورے آسمان پر چھا رہے ہیں ویسے تو محاورہ ہے کہ اندھے کے سامنے رونا آنکھوں کا ضیاع ہوتا ہے کشمیر کی بہت بڑی کنیز خدا (خدا) للہ عارفہ کہتی ہیں کہ میں انگلی کے ایک اشارے سے کالے بادل ہٹا سکتی ہوں ایک تالی سے سمندر خالی کر سکتی ہوں کوڑھیوں کو شفا عطا کر سکتی ہوں لیکن کسی نادان شخص کو اپنے پند و نصائح سے راہ راست پر نہیں لا سکتی اور شاعر مشرق علامہ اقبال نے فرمایا۔

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر
مرد ناداں پر کلام نرم و نازک بے اثر

یہ سب کچھ پڑھنے اور بہت حد تک سمجھنے کے باوجود میں ایسے گمراہوں کو راہ راست پر لانے کی کوشش میں مصروف ہوں جو نہ صرف نادان ہیں بلکہ بے پناہ لالچی ہیں اور ان کی منزل صرف بے وفا دولت سمیٹنا ہے کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ لاہور میں کوئی رکشہ اور ٹیکسی والا میٹر چلانے کی زحمت نہیں فرماتا اور ویگنیں روشن دن

Marfat.com

میں روندا روندی کا کھیل کھیلتی پھرتی ہیں کتنی معصوم بچیاں لاقانونیت اور بے عدلی کی قربان گاہ پر ذبح کر دی گئیں اگر کبھی قارئین نے پانی میں مگرمچھ کو شکار پر جھپٹتے دیکھا ہو اور اس کے بڑے بڑے دانتوں کے ساتھ کھلے ہوئے منہ میں بے بس شکار کے تڑپنے کا منظر آپ کی نظروں میں ہو تو سمجھ لیجئے کہ پاکستانی حکومت کے سیاہ سمندر میں مہنگائی کا مگرمچھ مجبور و بے بس عوام کو اپنے جبڑوں میں جکڑ چکا ہے اور چند لمحوں میں نگل جائے گا کہاں دن رات انسانوں کی ہمدردی کا ڈھنڈورا پیٹنے والے اور دوسروں کے دکھ میں رونے والے لیڈر اور ادیب کیا ہو گئے ہیں یا سرے سے مر ہی گئے ہیں کہ ان کی سانسوں تک کی آواز نہیں آتی۔

میں تاریخ کا طالب علم ہوں میرے سامنے ٹیکسلا' موہنجوڈارو' ہڑپہ' قصور' شورکوٹ' سمون شریف اور بابل جیسے زمین بوس اور زمین دوز شہر ہیں جہاں میں نے انسانوں کے ڈھانچے دیکھے جو سو رہے تھے کہ اچانک عذاب آیا اور وہ جہاں جہاں تھے وہیں راہی ملک عدم ہو گئے اور بستیاں تہہ و بالا ہو گئیں ان کے حالات ہمارے آج کے حالات سے مختلف نہیں تھے قانون کی پامالی اور انصاف کا قتل ہو رہا تھا بے حیائی فیشن بن چکی تھی حکمرانوں کی سوچ محض اپنی ذات تک تھی وہ عیش و عشرت میں مدہوش تھے ان کے مخصوص غلام عوام پر جبر و تشدد کر کے لوٹ مار کر رہے تھے جب اللہ کی مظلوم مخلوق ظلم کے خلاف آواز اٹھانے کے قابل نہ رہے تو پھر وہ قادر و قہار خود سزا دیتا ہے اور اس کی سزا کوئی روک نہیں سکتا۔

آج دیکھتے ہیں کہ حکمرانوں کو قطعی احساس نہیں کہ ایک عام مزدور کی روزانہ آمدنی کیا ہے وہ اس گردن توڑ مہنگائی میں کتنے لمحے زندہ رہ سکتا ہے بے حیائی عروج پر ہے اور ٹی وی پر حکومت اس کی سرپرستی کر رہی ہے ادب ثقافت کا وہ ٹھیکیدار جو خود ادب اور ثقافت کے معنی تک نہیں جانتا لاہور میں لڑکیاں نچوانے کا اعلان کرتا ہے اور کوئی مولوی یا سیاست دن سرکتا تک نہیں جیسے سب فوت ہو چکے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون' یہ سب کیا ہے؟ یہ کس کی سازش ہے' یہ کون ہے جو اسلامی جمہوریہ پاکستان میں اخلاقی سماجی اور مذہبی اقدار کو قتل کرا رہا ہے شاہ ایران بھی اسی ڈگر پر چل نکلا تھا اس کا انجام یاد کرو کل کی رات ہے اس پر خدا کی زمین تنگ کر دی گئی۔ آخر میں مقتدر اور با اختیار عقل کے اندھوں اور دور رس نگاہوں سے محروم طبقے کو کہتا ہوں اللہ تعالیٰ سے جنگ نہ کرو اس کے بندوں کیساتھ ظلم نہ کرو کیا کرو گے ان اربوں ڈالروں کا جو اپنے ملک اپنی دھرتی اور اپنے عوام کو لوٹ کر بیرونی ممالک میں جمع کرائے ہیں اور کرا رہے ہیں تمہاری موت کے بعد جو جرائم بھی اس ناجائز سمیٹی ہوئی دولت کے ساتھ کیے جائیں گے ان کی سزا تمہیں بھی ملے گی کتنے احمق ہو کتنے بے قوف ہو کہ عیش کوئی اور کرے گا اور ڈنڈے تم کھاؤ گے اللہ کے ساتھ جنگ کرنے والوں کے نام و نشان مٹ جاتے ہیں کوئی یاد بھی نہیں کرتا بابل' ہڑپہ' ٹیکسلا' جیسے تباہ برباد شہروں کا انجام دیکھو اللہ کی مخلوق کے ساتھ محبت کرو۔

☆☆☆☆

Marfat.com

اور انصاف رو پڑا

اسلامی جمہوریہ پاکستان میں جب بے بس ومجبور عوام ہر طرف سے مایوس ہو جاتے ہیں تو ہائیکورٹ کا دروازہ کھٹکھاتے ہیں تا کہ انصاف ملے عدل ملے لیکن یہاں تو پانسہ ہی پلٹ گیا جب سابق چیف جسٹس جناب محمود احمد خود فریادی بن گئے یہ تو سمجھ نہیں آتی کہ وہ اپنے خالق حقیقی کی عدالت میں فریاد کر رہے ہیں یا کچلے ہوئے عوام کے سامنے درد کالا وا اگل رہے ہیں بہر صورت یہ طے ہے کہ لاقانونیت اور قتل عدل اس انتہا کو پہنچ چکے ہیں کہ عدل کرنے والوں کی اپنی چیخیں نکل گئی ہیں عوام عدل کی بھیک ہائیکورٹ سے مانگ رہے ہیں اور ہائیکورٹ کے ارباب اختیار اپنی بے بسی کا رونا رو رہے ہیں۔

ڈرتا ہوں کہ میرے منہ سے نکلا ہوا کوئی لفظ گستاخی نہ تصور کرلیا جائے پھونک پھونک کر قدم رکھوں گا کہ گیلی مٹی پر سے پھسل نہ جاؤں قرآن پاک میں عدل کا لفظ قریباً 22 بار آیا ہے کہیں معتبر کہیں بدلہ کہیں برابر اور کہیں انصاف کے معنی ہیں، سورۃ انساء آیت نمبر 4 میں ارشاد ہوتا ہے ''جب بھی کوئی فیصلہ کرو عدل کے ساتھ کرو''۔ سورہ النمل آیت نمبر 90 اللہ عدل وانصاف کا حکم دیتا ہے عدل ہی پر نیکی کی بنیاد ہے' سورہ المائدہ آیت 8 '' عدل کرو کہ یہ تقویٰ کے بہت قریب ہے اور اللہ سے ڈرو' سورۃ الانعام آیت نمبر 153 اور جب بات کرو عدل کے ساتھ کرو چاہے تمہارے کسی قریبی کے خلاف ہی کیوں نہ ہو گویا عدل ہے تو نیکی ہے تقویٰ ہے اللہ تعالیٰ کا خوف ہے ورنہ معاشرہ شیطان کی عملداری بن جاتا ہے۔

کسی زمانے میں مجسٹریٹ حضرات عام بازاروں میں نظر نہیں آتے تھے وہ عوام سے الگ تھلگ رہتے تھے گھر سے عدالت اور عدالت سے گھر تفریح اور کھیل کے لیے آفیسرز کلب چلے جاتے تھے اور ڈپٹی کمشنر تو آسمان میں تارے کی مانند ہوتا تھا جو دیکھا تو جا سکتا تھا لیکن اس سے براہ راست رابطہ ناممکن ہوتا تھا سیشن جج کی کورٹ کے سامنے بلاوجہ کھڑے ہونا یا شور مچانا جرم سمجھا جاتا تھا اور ہائیکورٹ میں تو پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا تھا اس زمانے میں انصاف عام تھا اور بد یانتی اور ناانصافی کم کم تھی راشی کو ذلیل اور کمینہ سمجھا جاتا تھا اور سفارش کرنے کی کوئی جرات نہیں کرتا تھا اور اب حالت یہ ہے کہ ہمارے عزت مآب جج صاحب عدل کی موت پر اس طرح پھٹ پڑے ہیں جیسے کوئی باپ بیٹے کی موت پر ماتم کرتا ہے کاش جج صاحب کچھ عرصہ پہلے اس گندگی کا راز پیش دیتے جج صاحب نے فرمایا ہے کہ پولیس' انتظامیہ اور سیاستدان عدالتی فیصلوں پر عمل نہیں ہونے دیتے عدالت کا قانون غیر موثر ہو گیا ہے ہائیکورٹ میں سب سے زیادہ مقدمے پولیس کے خلاف دائر ہوتے ہیں جہاں نواز شریف اور ریاض فتیانہ کو بار بار ہائیکورٹ میں پیش ہونے کے نوٹس دیئے گئے لیکن وہ نہیں آئے گویا انہوں نے اس عدالت عالیہ کو کوئی اہمیت ہی نہیں ہائیکورٹ کے حکم کے

Marfat.com

خلاف عورتوں کو تھانوں میں رکھا جاتا ہے ٹریفک پولیس والے لفٹروں پر گاڑیاں اٹھا کر لے جاتے ہیں عدالتوں کا تقدس ختم ہو گیا ہے اگر حکمران اور حزب مخالف عدالتوں کے تقدس کو مسل کر رکھ دیں تو بیوروکریسی بھی وہی کچھ کرتی ہے سڑکیں بہت خراب ہیں ہائیکورٹ کے حکم کے باوجود ان کو ٹھیک نہیں کیا گیا عدلیہ او ر انتظامیہ کو علیحدہ کر دیا گیا لیکن کسی نے اس پر عمل نہیں کیا مختصر یہ کہ جو حکم بھی ہائیکورٹ یا سپریم کورٹ نے دیا نہ ہی بیوروکریسی نے اس کو مانا اور نہ ہی سیاستدانوں نے اس کی پروا کی۔

جج صاحب بُرا نہ مانیں تو عرض کروں کہ جیسے جیسے ہم دین سے دور ہوتے جا رہے ہیں بد یانتی لاقانونیت بے ادبی فحاشی، غنڈہ گردی اور تمام قسم کی برائیاں بڑھتی جا رہی ہیں ہمارے سیاستدان لیٹرے اور ڈاکو بنتے جا رہے ہیں جو صرف اور صرف دولت اکٹھی کرنا جانتے ہیں اسی مقصد کے لیے الیکشن لڑتے ہیں اور پھر وزارت حاصل کرنے کے لیے کیا کچھ نہیں کر گزرتے پولیس کو سراسر اپنے ناجائز مقاصد کے لیے استعمال کرتے ہیں معصوم بچیوں کے ساتھ ظلم کرنے والے شیطانوں کو چھڑواتے ہیں اور بے گناہ مخالفوں پر قتل تک کے جھوٹے مقدمے بنوا دیتے ہیں جو بھی ان کے ناجائز کاموں کی تکمیل میں رکاوٹ بنے اسے قتل کرا دیتے ہیں نہ ان کا کوئی اللہ، نہ رسول، نہ قرآن نہ دین اور نہ ہی عاقبت کی خیال جب پولیس والے ایسے خبیث سیاستدانوں کے آلہ کار بن کر اپنی دنیا و آخرت داؤ پر لگا دیتے ہیں اور وہ گھناونے ظلم کرتے ہیں کہ فرشتوں کی آنکھیں بھی غمناک ہو جاتی ہیں تو پھر وہ اپنی ذات کے لیے کیوں نہ سب کچھ کر گزریں وہ جانتے ہیں کہ جن کی خاطر وہ انسانیت کو روندرہے ہیں اپنے خالق کے احکام کی نفی کر رہے ہیں اور اس طرح عوام میں ظلم وستم کا نشان بن گئے ہیں اگر وہ ہائیکورٹ یا سپریم کورٹ کی پرواہ نہیں کریں گے تو وہ سیاستدان ان کے محافظ ہوں گے اور کوئی بھی ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا کیونکہ آج کل کے انسان کی نظر صرف زندگی پر ہے وہ موت کو بھلائے بیٹھا ہے۔

جناب جج صاحب اب تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عوام کا تعلق کسی مفتوح ملک کیساتھ ہے اور پولیس بیوروکریسی اور سیاست دانوں نے اس ملک کو فتح کیا ہے اور غلاموں سے جبرا مشقت لی جا رہی ہے اور وہ ان کی معصوم عورتوں کو لونڈیاں اور کنیزیں سمجھ کر ان سے کھیل رہے ہیں میں حکمرانوں سے کہتا ہوں اگر ان میں کوئی اپنی ذات کے ساتھ مخلص ہے (کیونکہ آخر کار اسے بھی کیے کی سزا ضرور ملے گی) اور جج صاحبان سے گزارش ہے کہ ان میں احساس آزادی ہے اور اگر وہ پاکستان میں بہترین عدلیہ کا نمونہ پیش کرنا چاہتے ہیں، حق و انصاف کا بول بالا کرنا چاہتے ہیں قانون کی بالادستی چاہتے ہیں تو پہلے تو ہر قیمت اور ہر شرط پر منصب حاصل کرنے کا خیال دل سے نکالیں اور دوسرے اسلامی مشاہیر اور بزرگان دین کے انصاف اور عدل پر مبنی واقعات کا مطالعہ فرمائیں ایک جنگ کے دوران حضرت علیؓ خلیفہ وقت تھے لیکن انہوں نے خود اس یہودی سے کوئی باز پرس نہیں کی بلکہ قاضی وقت قاضی شریح کی عدالت میں درخواست دے دی قاضی نے فریقین کو

Marfat.com

عدالت میں بلا لیا اور یہودی اور خلیفہ وقت برابری کی سطح پر عدالت میں پیش ہوئے حضرت علیؓ نے اپنی ملکیت کے ثبوت میں اپنے دونوں بیٹے گواہ کے طور پر پیش کیے اور کوئی تحریر نہ پیش کر سکے یہودی نے اپنی ملکیت کے ثبوت میں کہا کہ کیا یہ ثبوت کم ہے کہ زرہ میرے پاس ہے قاضی نے یہودی کے حق میں فیصلہ دے دیا اور حضرت علیؓ کا فیصلہ بغیر کسی عذر کے قبول کر لیا نتیجہ یہ نکلا کہ عدالت سے باہر آتے ہی یہودی حضرت علیؓ کے قدموں میں گر گیا اور یہ کہہ کر مسلمان ہو گیا کہ اسلام واقعی ایک سچا دین ہے جس کا خلیفہ اتنا بردبار ہے اور قانون وعدل کا احترام کرنے والا ہے۔ حضرت عمرؓ نے اپنے بیٹے کو مجرم دیکھا تو اپنے لخت جگر کا لحاظ نہیں کیا بلکہ اسے کوڑوں کی سزا دی جس سے اس کی موت بھی واقع ہو گئی لیکن سزائیں تخفیف نہیں ہوئی یہ اور اس طرح کے سینکڑوں واقعات اسلام میں موجود ہیں۔ جج صاحب نے فرمایا کہ عدالت کا تقدس ختم ہو گیا حضور میں نے اپنی ان گنہگار آنکھوں کے ساتھ چند خواتین اور مردوں کو ہائیکورٹ کے احاطے میں نہ صرف حکومت بلکہ عدلیہ کے خلاف نعرہ زن دیکھا بلکہ یہ ہر روز یہی عمل دوہرایا جا رہا ہے ادھر جج صاحبان عدالت کے وقت پر ہائیکورٹ پہنچتے ہیں ادھر یہ قافلے ہر روز اپنی ڈیوٹی دینے کے لیے رواں دواں ہوتے ہیں اور کیا کچھ کہہ جاتے ہیں اس کی خلق اجازت نہیں دیتا نہ ہی ضرورت ہے کیونکہ جج صاحبان اپنے کانوں سے سنتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ وہ روزانہ احاطہ عدالت میں داخل کیسے ہو جاتے ہیں اور عدلیہ کیوں خاموش ہے کیا عدلیہ کو کوئی کمزوری خاموش رکھے ہوئے ہے یا انہیں اپنی اہلیت پر یقین نہیں۔ حضور انتہائی متوازن فیصلے کو عدل کہا جاتا ہے اور کمرہ عدل کو عدالت کہا جاتا ہے عدل نہ تو عادل نہیں اور جس کمرے میں عدل نہ ہو اسے عدالت بھی نہیں کہا جا سکتا۔ میرا فلم سازی کا دور عروج پر تھا تو مجھے میرے دوست اور بھائی ہر سال کہتے تھے کہ میں فلم پروڈیوسرز ایسوسی ایشن کا صدر بنوں اور میں انکار کر دیتا تھا آخر میرے عزیزوں نے میرے انکار کی وجہ پوچھی تو میں نے کہا کہ صدر کے پاس کون سے اختیار ہوتے ہیں نہ تو وہ فلم انڈسٹری کے کسی شخص یا پروڈیوسر کو کسی جرم کی سزا دے سکتا ہے اور نہ کسی اچھے کام پر کوئی جزا دے سکتا ہے تو صرف بورڈ پر صدور کی فہرست میں اپنا نام لکھوانے کے لیے میں صدارت کی فہرست میں اپنا نام لکھوانے کے لیے میں صدارت کی کرسی پر اپنا قیمتی وقت ضائع نہیں کر سکتا اور نہ ہی مجھے کوئی احساس کمتری یا برتری ہے کہ میں اس کرسی پر بیٹھ کر اپنے حساس کے ہمزاد کو مطمئن کر لوں تو جناب جج صاحب اگر عدالت عالیہ کا حکم پولیس، انتظامیہ یا سیاستدان نہیں مانتے تو پھر میرے اوپر واقعہ کو مشعل راہ بنائیے یا پھر وہ جج بن جائیے جو کبھی پہلے ہوتے تھے اور یہی کار خیر ہے اور یہی بات قوم کے مستقبل کو سنوار سکتی ہے۔ عدل و انصاف زندہ باد۔۔۔ قانون کی بالادستی زندہ باد

عزت وذلت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔۔۔ کسی انسان کے ہاتھ میں نہیں۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

مجاہد اول سردار محمد عبدالقیوم خان

سردار صاحب میرے محسن ہیں میری انکی پہلی ملاقات کھڑی شریف میں حضرت میاں محمد بخش' مصنف سیف الملوک کے مزار پر ہوئی ہم وہاں ٹی وی پروگرام اجالا کی ریکارڈنگ کے سلسلے میں گئے ہوئے تھے میں نے ان سے اس سلسلہ میں انٹرویو کیا میرا پہلا سوال تھا کہ سردار صاحب آپ وزارت عظمیٰ کے عہدہ جلیلہ پر فائز ہیں اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں آپ کو اس مٹی کے مزار اور صاحب مزار میں کیا خوبی نظر آتی ہے کہ اپ یہاں نہایت ادب سے دوزانو بیٹھے ہیں انہوں نے فوراً جواب دیا کہ بھٹی صاحب پروانہ جب شمع پر آتا ہے تو وہ شمع کی کونسی صفات کا تجزیہ کر کے آتا ہے وہ تو بس ایک روحانی کشش ہوتی ہے جو اسے کشاں کشاں وہاں لے جاتی ہے پروانہ شمع کے کسی ظاہری کارنامے سے متاثر ہو کر نہیں آتا میں ان کے اس فوری صحیح اور جامع جواب سے متعجب و دنگ رہ گیا اور اس میں لطیف ترین نکتہ یہ تھا کہ پروانہ شمع پر کچھ مانگنے نہیں آتا بلکہ وہ تو عشق و محبت میں اس قدر سرمست ہو جاتا ہے کہ جان کی بقاء کے احساس سے بے نیاز ہو کر اس کا طواف شروع کر دیتا ہے یوں میری اور سردار صاحب کی ملاقاتیں جاری ہو گئیں کمال کی بات یہ ہے کہ میرے ساتھ وہ سیاست کے موضوع پر بہت کم بات کرتے ہیں بلکہ جتنی دیر میں انکی مصاحبت میں رہوں موضوع سخن تصوف' روحانیت' قرآن پاک' بزرگان دین کی حیات مبارکہ اور احیائے دین ہوتا ہے اور میں اس تمام گفتگو سے روحانی فیض حاصل کرتا ہوں گو میں ان کا ویسے بھی احسان مند ہوں لیکن اس نجات زدہ دور میں کسی کا تزکیہ نفس کرنا احسن ترین عمل ہے۔

جب کبھی سردار صاحب کے پاس سیاست اندیش' صحافی اور ادیب دانشور حضرات تشریف فرما ہوں تو سردار صاحب کا موضوع سخن اور انداز مختلف ہوتا ہے یعنی موجودہ سیاست' معاشی حالات' مختلف ادوار میں سیاست دانوں کے سیاسی کارناموں اور ہتھکنڈوں کے کیا اثرات ہیں اور ملک و قوم کا مستقبل کیا ہوگا ان حضرات کے ساتھ وہ کبھی تصوف دین یا قرآن و حدیث کے موضوعات پر بات نہیں کرتے۔

سردار صاحب نے زندگی گزارنے کے جتنے راستے اور قواعد اختیار کیے ان کے لیے انہوں نے قرآن پاک کی آیات مقدسہ یا حضور ﷺ کی احادیث کو اپنا راہنما اور رہبر بنایا سیاست کی راہ پر چلنے کے لیے انہوں نے سورہ شوریٰ کی آیت نمبر 43 کو مشعل راہ بنایا۔ ترجمہ' جس نے صبر کیا اور معاف کر دیا بیشک یہ بڑی ہمت کا کام ہے یعنی کسی کو قتل کرنا' انتقام لینا' سیاسی زندگی یا سماجی زندگی میں تشدد سے کام لینا کم ہمتی او ربزدلی کی دلیل ہے اور تاریخ شاہد ہے کہ اس دنیا میں حقیقت میں جتنے بڑے لوگ گزرے ہیں ان کی حیات بسری کا یہی احسن طریقہ ہے۔

Marfat.com

سردار صاحب جب کبھی لاہور تشریف لاتے تو ادیبوں صحافیوں اور دانشوروں کو دعوت دیتے ہیں اور ہمیشہ مجھ پر بھی شفقت فرماتے ہیں حسب سابق پندرہ رمضان المبارک میں انہوں نے چند دوستوں کو آواری میں افطاری پر مدعو کیا جن میں راقم بھی شامل تھا میں دو سال سے روزہ نہیں رکھتا مجھے معدے کا عارضہ ہے اچانک معدے میں درد اٹھتا ہے اور جب تک دو تین بار دوا نہ کھاؤں درد جان نہیں چھوڑتا' دو تین بار اس لیے کہ نمبر ایک دوا ت ونا ممکنات میں سے ہوگئی' نمبر دو اور تین دوائیں اس صاف اور شفاف مملکت اسلامیہ کا طرہ امتیاز بن گئی ہے۔

لہذا جب درد اٹھتا ہے تو میں فوراً دو دفعہ دوا کھالیتا ہوں لیکن اگر اس پر بھی افاقہ نہ تو پھر اس دوا کو نمبر تین سمجھ کر تیسری بار زہر پھانک لیتا ہوں یوں میں صرف شامل افطل ہوتا ہوں۔

افطاری کا انتظام آواری کے لان میں کیا گیا ہے وہاں کچھ سخنور ادیب اور دانشور موجود تھے افطاری او رکھانے سے فارغ ہوئے تو تمام دوست سردار صاحب کے کمرے کی طرف سے روانہ ہوئے آواری کے لاؤنج میں ایک ادیب ایس پی بمعہ چند دیگر دوستوں کے تشریف فرما تھے تین چار بار میری انکے ساتھ صاحب سلامت ہو چکی تھی بارتی دوست انہیں دیکھ کر رکے تو میں بھی رک گیا جناب امجد اسلام امجد نے ایک مشہور کالم نگار کا ان کے ساتھ تعارف کرایا ایس پی کہنے لگے ان سے کون واقف نہیں یہ تو ننگی تلواریں ہیں اور انکی بے لباس تلوار کا تذکرہ انہوں نے کئی بار دہرایا میں سوچ رہا تھا کہ ایس پی صاحب موصوف کالم نگار کو داد عطا فرما رہے ہیں یا ان کے دل کے کسی کونے کھدرے میں انکے لیے کوئی عداوت چھپی ہے جو وہ انہیں یوں ہوا کے گھوڑے پر سوار کر کے کسی ان دیکھی منزل کی طرف دھکیل رہے ہیں کیونکہ ہوا کا گھوڑا تو ہمیشہ بے لگام ہوتا ہے میں نے کئی بار اپنے پنجوں کے بل کھڑے ہو کر انہیں اپنی صورت دکھانے کی کوشش کی تا کہ وہ مجھے پہچان لیں لیکن ایس پی صاحب کی چشمہ پوش نظروں نے ہر بار مجھے پہچاننے سے انکار کر دیا میں نے سوچا ممکن ہے میری صورت بدل گئی ہو یا پھر انکی نگاہیں تغیر پذیر ہو گئی ہوں لیکن صورتیں تو اتنی تیزی سے نہیں بدلتیں نظریں بدلتے دیر نہیں لگتی۔

ہم سردار صاحب کے کمرے میں پہنچے' وہی سیاست کے اتار چڑھاؤ حالات کے نشیب و فراز' سیاست دانوں کے داؤ پیچ اور ملک وقوم کی بے بسی و مظلومیت پر باتیں ہونے لگیں ہمارے ہاں دانشوری کا معیار یہ بن گیا ہے کہ دوسرے کو بات نہ کرنے دینا یا ایسی گہری وثقیل گفتگو کرنا جو نہ دوسروں کو سمجھ آئے اور نہ ہی اسے کوئی ہضم کر سکے میں چپ تھا کیونکہ میں نے کبھی سردار صاحب کی موجودگی میں سیاست پر گفتگو نہیں کی میں سو فیصد معترف ہوں کہ سیاست کی جتنی سوجھ بوجھ سردار صاحب کو ہے وہ اس دور میں شاید ہی کسی دوسرے کو ہو وہ سیاست میں صبر کرو اور معاف کر دو کے اصول پر کار فرما ہیں حال ہی میں وہ اپوزیشن کے قائد بیرسٹر صاحب کے ساتھ بیرون ملک گئے انہوں نے کشمیر کے موقف پر ہر مقام پر صائب رائے

Marfat.com

اور مفید مشوروں سے انکی معاونت کی انہوں نے اس ضمن میں فرمایا کہ میری بیرسٹر صاحب کے ساتھ مخالفت سیاسی نظریات پر ہے اور وہ بھی اپنے ملک کے اندر بیرون ملک اور دوسرے کے سامنے مخالفت کا اظہار ملک دشمنی ہے اور قومی سلامتی کے خلاف ایک گھٹیا عمل ہے میں سن رہا تھا کچھ دوست ہزار سال قبل کی باتیں کر رہے تھے اور کچھ ہزار سال بعد کی خبریں دے رہے تھے نہ میں ہزار سال پہلے موجود تھا اور نہ ہزار سال بعد ہونے کا احتمال ہے اس لیے کیا بولتا جبکہ میں ان دونوں زمانوں سے نا آشنا ہوں سردار صاحب میں ایک یہ خوبی ہے کہ ان کے سامنے کوئی مہمان دوست کتنی غیر سیاسی یا غیر شعوری بات کرے نہ وہ اسے ٹوکتے ہیں اور نہ کوئی غلط تاثر دیتے ہیں ہمارے ایک سینئر دوست صدر صاحب کی نیک نیتی' دیانت داری اور صاف شفاف الیکشن کرانے کے حق میں دلائل پیش کرر ہے تھے میں نے محسوس کیا کہ یہ آخری بات ہے لہذا اس موقع پر بات کرنے کے میں بھی اس بحث وتمحیص کا ناطق حصہ بن جاؤں میں نے کہا جناب صدر صاحب نے اسمبلیاں توڑنے کے بعد یہ فرمایا تھا کہ احتساب ہوگا اور انتخاب ہوں گے چونکہ احتساب نہیں ہوسکا اس لیے اس بدنما داغ کو دھونے کے لیے ان کے پاس ایک ہی راستہ ہے کہ انتخابات نہایت دیانت داری اور غیر جانبداری سے کرائے جائیں مگر جناب میرے دوستوں کو میری یہ بات اچھی نہ لگی اور انہوں نے کہا کہ نہیں نہیں ہم نے جناب صدر کے اندر جھانک کر دیکھنا ہے کہ وہ ازل سے ہی ایسے ہیں انکی نیت پر شبہ نہیں کیا جاسکتا میں چپ ہوگیا کہ واقعی میں غلط ہوں بھلا مجھے اتنے بڑے صحافیوں اور دانشوروں میں بولنے کا کیا حق ہے اللہ مجھے معاف فرمائے۔

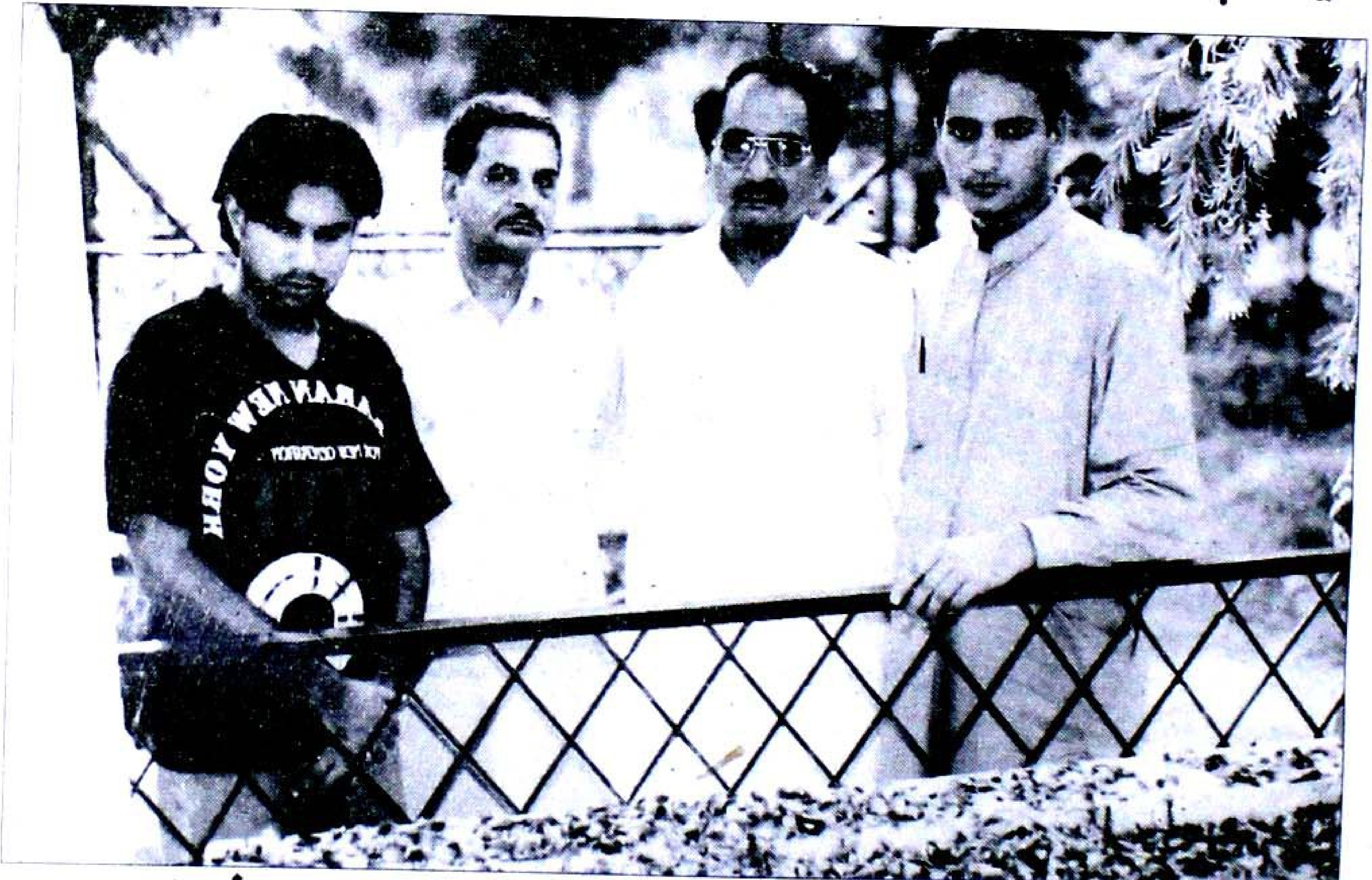

رائے فصیح اللہ جرال، محمد رحمت اللہ شہزاد، پروفیسر زہیر کنجاہی اور احسان فیصل کنجاہی عنائت حسین بھٹی کی قبر پر پھول نچھاور کرتے ہوئے

Marfat.com

ماڑے دا کیہ زور محمدؒ

کھڑی شریف والے حضرت میاں محمد صاحب کا ایک شعر ہے:

بس اساڈا ے وس نہ کوئی کیہ تُساڈا کھونا
ماڑے دا کی زور محمد نس جانایا رونا

بسنت سے پہلے حکومت نے اعلان کیا کہ اس بسنت کے موقع پر کوئی خرافات نہیں ہونے دیں گے رات کو کسی چھت پر سرچ لائٹس نہیں جلیں گی فائرنگ نہیں ہوگی اور کوئی پتنگ تار باندھ کر نہیں اڑائی جائے گی ایک ملازم نے مالک سے کہا کہ میری تنخواہ بڑھائیں مالک نے کہا بڑھا دیں گے نوکر نے گردن اکڑا کر' سینہ پھلا کر' ہاتھ کا مکا بنا کر اور آواز میں گرج پیدا کر کے کہا تنخواہ بڑھا دیں ورنہ' مالک نے اس کی طرف اور دیکھا اور لاپروائی کے انداز میں کہا ورنہ کیا؟ نوکر نے مزید گردن اکڑا کر مالک کی طرف دیکھا مالک نے غصے سے کہا میں پوچھتا ہوں ورنہ کیا' نوکر کی مٹھیاں کھل گئیں گردن میں جھکاؤ پیدا ہو گیا جسم ڈھیلا پڑ گیا اور آواز میں لجاحت پیدا ہوگئی اور اس نے کہا ورنہ اسی تنخواہ پر کام کروں گا۔

تو جناب یہی کچھ یہاں ہوتا ہے حکمران اس ملازم کی نقل اُتارتے ہوئے کہتے ہیں کہ خرافات بند کرو' فلموں اور ٹی وی پر فحاشی بند کرو بے گناہ انسانوں کا قتل و غارت بند کرو' ورنہ' تو حکمران فرماتے ہیں کہ ورنہ ہم آنکھیں موند لیں گے اور آپ کی جو مرضی ہے وہ کریں چنانچہ اخبارات کی خبریں اور رنگین تصاویریں بتا رہی ہیں کہ سرچ لائٹس بھی جلیں' فائرنگ بھی ہوئی اور دھات کی تاروں کے ساتھ پتنگیں اڑا کر بجلی کا ستیاناس بھی کیا گیا بوکاٹا کے نعرے فائرنگ اور دیگوں کی کھڑکھڑاہٹ سے لاہور کی چھتیں گونجتی رہیں ایک محتاط اندازے کے مطابق پتنگ بازی اور اس کے لوازمات پر قریباً دو ارب روپے سے زیادہ صرف ہو جاتا ہے دو ارب روپے سے متوسط طبقے کے ساٹھ ستر ہزار خاندان سال بھر گزارہ کر سکتے ہیں لیکن یہ بات تو حساس لوگوں کے لیے ہوتی ہے بے حس اس حقیقت کو کیا جانیں۔

اکثر یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ حکمران کسی ناشائستہ عمل کو روکنے کے لیے بڑھک لگاتے ہیں لیکن رکنے کی بجائے وہ عمل زیادہ تیزی اور شدت کے ساتھ کیا جاتا ہے اور حکمران میاں محمد صاحب کا یہ شعر پڑھ کر خاموش ہو جاتے ہیں۔

بس اساڈا وس نہ کوئی کیہہ تساڈا کھونا
ماڑے دا کیہ زور محمد نس جانا یا رونا

دراصل ہمارے ہاں جمہوریت اور بے پناہ سرمائے کا ایک محور میں اکٹھے ہو جانے کا یہ کرشمہ ہے کہ حکمران

Marfat.com

بیچارے اپنے آپ کو کمزور اور بے بس سمجھنے لگے ہیں جمہوریت ووٹوں کی محتاج ہے اور سرمائے سے سب کچھ خریدا جا سکتا ہے بسنت رات کچھ لوگ گرفتار بھی ہوئے اسلحہ بھی پکڑا گیا یاد رہے کہ جن کی تصاویر اخبارات میں چھپیں ان میں سے کوئی نہیں یہ وہ کوے تھے جو ہنس کی چال چلنے کی کوشش میں اپنی چال بھول جاتے ہیں نہ انکی کوئی سفارش اور وہ ہی ان کے جسم میں اتنی طاقت اور نہ ہی چہرے پر دہشت کہ پکڑنے والے دہشت زدہ ہوتے ہیں بس وہی بات کہ ''ماڑے دا کیہ زور محمدؐ نس جانا یا رونا''۔

ان کمزور لوگوں کو چاہیے کہ کسی با اثر اور تگڑے آدمی کو منت سماجت کر کے اپنے ہاں دعوت دیا کریں ساتھ ہی اخبار کو بھی دعوت دیا کریں تا کہ مہمانان گرامی کی تصاویر پر چھپنے کا انتظام بھی ہو جائے پھر انہیں پکڑنے کی جرات کوئی نہیں کرے گا میں نے اخبارات میں ایسے ایسے معززین کی تصاویر دیکھی ہیں کہ حیران ہو گیا معلوم ہوا کہ قیمتی لباس زیب تن کرنے یا ناموں کے آگے ڈگریاں سجا لینے سے سیاسی قد کاٹھ کی لہریں پیشانی پر لگا لینے سے اندر کا چھوٹا آدمی نہ تو بڑا بن سکتا ہے اور نہ ہی من کی سیاسی چہرے کو درخشاں کر سکتی ہے بیوروکریٹ' کامیاب اور ناکام سیاست دان اور ایکٹر سبھی تو شامل تھے ایکڑوں ایکٹرسوں پر تو خیر شکوہ نہیں ادھر آغا طالش مرحوم کی فوتگی کے غم میں مرے جا رہے ہیں اور ادھر اسی دن بسنت کی خوشی میں غرقاب نظر آتے ہیں۔

بسنت کا تہوار ہندو اور سکھ مناتے تھے اب بھارت کا ثقافتی حملہ اس قدر موثر ثابت ہوا ہے کہ پاکستانی معلم ان سے بازی لے گئے ہیں اور اس کی رنگینوں کا نظارہ کر کے ہمیں داد دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ پاکستانی بھارتیوں سے آگے بڑھ گئے ہیں یہ روایتی اعلان نہیں دراصل ہمارے معاشرے کے منہ پر تڑاخ کرتا ہوا تھپڑ ہے بھارتی ہمیں داد دینے کے پردے میں یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ ہم نے کس چالاکی اور ہوشیاری کے ساتھ تمہاری ثقافت کو کچل کر رکھ دیا ہے اور اپنی ثقافت تم پر سوار کر دی ہے اور یہی بات ایک دفعہ سونیا گاندھی نے اپنی تقریر میں کہی تھی۔

اب تو اس کا امکان بھی نظر آتا ہے کہ عنقریب یہاں دسہرہ' ہولی اور دیوالی کے تہوار بھی اسی ٹھاٹھ باٹھ سے منائے جائیں گے ہولی تو ویسے ہی بڑا رنگین تہوار ہے (عورتیں مرد سب ہی تو رنگین ہو جاتے ہیں) اور پھر ان میں شمولیت کرنے کے لیے بھارت سے محبت کا پیغام لے کر وفد آئیں گے ہم محبت اور رواداری کی مثال بننے میں کوشاں رہیں گے اور وہ کشمیر میں قتل و غارت کرتے رہیں گے آبروں کی پامالی بے دھڑک کریں گے یہ اپنے آپ کو دھوکا ہے' فراڈ ہے' صاف کیوں نہیں کہتے۔

بس اساڈا وس نہ کوئی کیہہ تساڈا کھونا
ماڑے دا کیہ زور محمدؐ نس جانا یا رونا

☆☆☆☆☆

Marfat.com

چوہدری شیر علی کا نعرہ حق!

روزنامہ پاکستان کے 21 اپریل کے شمارے میں چوہدری شیر علی ایم این اے فیصل آباد نے فرقہ واریت کو ملک کے لیے زہر قاتل اور ناسور قرار دیا کچھ عرصے سے فرقہ واریت کا زور بڑھ گیا ملتان' خانیوال' اوکاڑہ' فیصل آباد اور دیگر عام شہروں میں مختلف فرقوں کے زعماء کو بے دریغ قتل کیا گیا بقول چوہدری شیر علی فرقہ ورایت ملک وقوم کے لیے کینسر کی حیثیت رکھتی ہے اس میں ذرہ برابر شک نہیں کہ فرقہ سازی ایک ایسا ذیل عمل ہے جس پر قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے لاتعداد بار لعنت بھیجی ہے یہاں تک کہ اسلام میں مسلمانوں کو فرقوں میں تقسیم کرنے والے کو مشرک قرار دیا ہے لیکن ان قاتلان دین کے خلاف نہ تو کسی ایم این اے' ایم پی اے' صوبائی یا قومی وزیر حتیٰ کہ وزیر اعلیٰ پنجاب اور وزیر اعظم کا کبھی کوئی بیان پڑھا اور نہ ہی کبھی ان کو کوئی ڈانٹ ڈپٹ یا تنبیہ پڑھنے میں آئی میں نے سوچا شاید ان کو کھلی چھٹی دے دی گئی ہے کہ جی بھر کر ایک دوسرے کو قتل کروالیں تا کہ خود ہی تھک ٹوٹ کر بیٹھ جائیں یا پھر حکمرانوں کے شعور میں فرقہ واریت ملک کے لیے کوئی نقصان دہ چیز نہیں اب جب ایک ایم این اے کا بیان پڑھا اور ساتھ ایک اخبار میں بھارت کی ایک مسجد کی تصویر چھپی جس کے صحن میں گائے بھینس بندھی ہوئی ہیں اور یہ بھی پڑھا کہ بھارت نے 169 مساجد کے دروازے مسلمانوں پر بند کر دیئے ہیں تو مجھے اپنی آنکھوں دیکھا ایک واقعہ یاد آ گیا کہ 1980 میں میں دلی گیا تو ماڈل ٹاون میں قیام کیا ماڈل ٹاون کے ساتھ رانا پرتاپ باغ ہے میں اس باغ میں پالتو رسور چر رہے ہیں اور ساتھ ہی کتے بھی گھوم رہے ہیں میں سیر کرتا کرتا باغ کے کنارے پر پہنچا وہاں پر ایک مسجد تھی جس کے اندر کتے اور سور بیٹھے ہوئے تھے میں نے اپنی تقریروں اور تحریروں میں کئی بار اس کا تذکرہ کیا تا کہ فرقہ واریت پھیلانے اور مذہب کی آڑ میں فسادات کروانے والوں کو کچھ خیال آ جائے کہ ان کی خدا اور رسول ﷺ کے خلاف جنگ کا انجام کتنا بھیانک ہو سکتا ہے لیکن شومئی قسمت سے نہ وہ پاکستان دشمن عناصر بدلے اور نہ ہی حکمرانوں کو کچھ خیال آیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ خدا سے کوئی نہیں ڈرتا سیاستدان ووٹروں سے ڈرتے ہیں اور فسادی بیرونی ممالک سے ملنے والی امدادوں کے بند ہو جانے کے خوف سے اس جارحیت کی آگ کو مسلسل ہوا دے کر مزید بڑھکا رہے ہیں اب چوہدری شیر علی ایم این اے کے بیان کو پڑھ کر احساس ہوا کہ حکومت نے اس تفریق کے خلاف بات کرنے پر کوئی پابندی عائد نہیں کی ایسا لگتا ہے کہ یہ قتل وغارت ان کی نظروں میں کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتی چوہدری شیر علی صاحب آپ نے صرف فرقہ واریت کے خلاف نعرہ نہیں لگایا بلکہ پاکستان کے مخالفوں اور اسلام کے ازلی دشمنوں کے خلاف جہاد کیا ہے لیکن یہ جہاد محدود ہے آپ نے صرف فیصل آباد اور سمندری میں یہ آواز اٹھائی جبکہ آپ کو یہ آواز قومی اسمبلی میں اٹھانی چاہیے تا کہ باقی ممبران اسمبلی کو بھی اس گھناونی سازش کے خلاف بولنے کی

Marfat.com

جرات ہو کیونکہ قوم نے اعتماد اور بھروسہ کرتے ہوئے انہیں ووٹ دیئے تھے کہ وہ ملک کی بقاء اور عوام کی فلاح کے لیے کام کریں گے جو کام وہ کر رہے ہیں ممکن ہے کہ وہ اپنی دانست میں بہتر ہی کر رہے ہوں کیونکہ یہ تو اپنی اپنی سوچ ہے بہر حال یہ فقیر تو اعلان کرتا آ رہا ہے کہ فرقہ واریت قوم اور ملک کے لیے وہ گھن ہے جو آہستہ آہستہ ملک کی بنیادوں کو کھوکھلا کر کے ختم کر دیتا ہے حال ہی میں میں نے داتا صاحب کی مشہور زمانہ کتاب کشف المحجوب کا مطالعہ کیا تو داتا صاحب کی زندگی کے حالات پڑھ کر حیرت ہوئی داتا صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے بہت سے ممالک اور اہم شہروں کی سیاحت کی اطوس، رملہ، بیت المقدس، عراق، کوفہ، بصرہ، ترکستان وغیرہ اسی دور میں معروف سیاح ابوعبداللہ محمد القدسی نے اپنے سفرنامے احسن القاسم فی معرفتہ الاقالیم میں لکھا ہے کہ ان تمام مقامات پر فرقہ بازوں نے فرقہ واریت کی آگ کو اس قدر بھڑکایا ہوا تھا کہ تمام بستیاں کھنڈر بن چکی تھیں اور امن پسند لوگ شہروں سے ترک سکونت کر کے چھوٹی چھوٹی بستیوں میں آباد ہو رہے تھے اور انہی حالات کو دیکھ کر داتا صاحب نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایسے زمانے میں پیدا فرمایا ہے کہ لوگوں نے خواہشات نفسانی کا نام شریعت، حب جاہ کا نام عزت، تکبر کا نام علم، ریاکاری کا نام بزرگی، نفاق کا نام وفاق، آرزو و تمنا کا نام زاہد، ہذیان طبع کا نام معرفت، نفسانیت کا نام محبت، الحاد کا نام فقر، انکار حق کا نام برگزیدگی، بے دینی، زندقہ کا نام فنا اور اہل دنیا کے مکر و فریب کو معاملہ کہنے لگے یہ حوالے دینے کا مقصد یہ ہے کہ فرقہ پرستی اور فرقہ بازی جہاں بھی گئی تباہی بربادی اور ذلت بن گئی ہے اللہ تعالیٰ نے کلام پاک میں فرمایا کہ جن قوموں نے اپنے انبیاء کے بعد اختلاف کر کے فرقے بنائے ہم نے انہیں عذاب عظیم دیا اگر تم بھی ایسا کرو گے تو تمہارے ساتھ بھی ایسا ہی کیا جائے گا اخبار اٹھایئے روز کی خبروں کو ملاحظہ فرمائے ان گنت قتل، ڈاکے، حادثے، اور مسلسل تخریب کاری سوچئے کہ کیا یہ عذاب الٰہی کی پہلی کھیپ تو نہیں۔ مکہ معظمہ جس کو اللہ تعالیٰ نے امن کا گھر قرار دیا ہے اس میں ہر سال حج کے اس باسعادت موقعہ پر جل مرنا بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی سزا تو نہیں، چوہدری شیر علی صاحب یہ جہاد عظیم ہے جس میں آپ نے قدم رکھا ہے دنیا تو دنیا تک ہی رہتی ہے آگے کے لیے بھی کچھ ہونا چاہیے اس جہاد کو اس تخریب کاری اور دہشت گردی سے زیادہ وسیع پیمانے پر کیجئے گا اسمبلی میں شور مچایئے سوئے ہوئے ممبران کو اس کی اہمیت بتا کر جگایئے خدا کرے کہ باقی ممبران اسمبلی بھی آپ کی تقلید کرتے ہوئے اس طرح بالاتفاق جہاد کریں کہ یہ فتنہ جڑ سے اکھڑ جائے اور پاکستان کے امن پسند لوگ پر سکون ہو کر ملک کی ترقی میں حصہ لیں اور ہمہ تن ہمہ وقت آپ کا اور آپ کے قائد میاں نواز شریف کا ساتھ دے سکیں خدا کرے کہ اس شر کو مٹانے اور ملک کی بقاء اور عوام کی فلاح کا سہرا آپ کے چہرے پر سج جائے جناب شیر علی صاحب میں آپ کے لیے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس جہاد عظیم میں ثابت قدم رکھے محبان وطن زندہ باد پاکستان پائندہ باد۔ ☆☆☆☆☆

Marfat.com

مسرت شاہین

ڈانسر ا یکٹریا ایکٹریس، ہیرو ہیروئن، فنکار اور فنکارہ، ڈانسر لڑکا ہو یا لڑکی وہ ہوتے ہیں جو کسی فلم میں صرف ناچنے کا کام کرتے ہیں۔ ایکٹرا یکٹریس اسے کہتے ہیں جو چھوٹا موٹا کردار ادا کاریں، ہیرو ہیروئن جو مرکزی کردار ادا کریں، فنکار یا فنکارہ انہیں کہتے ہیں جو ہو بہو نقل کر لیں یعنی اگر کسی ظالم کا کردار کریں تو ظالم معلوم ہوں اور مظلوم بنیں تو معلوم ہو کہ حقیقتا یہی مظلوم ہے اور یہ خوبی ہمارے سیاست دانوں میں بدرجہ اتم موجود ہے، آپ نے دیکھا ہو گا کہ اگر وہ بچوں میں جائیں تو باپ کا روپ دھار لیتے ہیں، بزرگوں میں ہوں تو بیٹوں کی شکل بنا لیتے ہیں، مظلوموں میں ہوں تو ظالموں کے خلاف بڑھکیں لگاتے ہیں اور ظالموں کے نرغے میں ہوں تو ان کا بہترین حصہ معلوم ہوتے ہیں۔ ماؤں کے بیٹے، بہنوں کے بھائی، بچوں کے باپ کا سوانگ اس مہارت کے ساتھ بھرتے ہیں کہ 50 سال میں کوئی نہ پہچان سکا کہ ان کی حقیقت کیا ہے۔ آپ نے بڑے بڑے فنکار دیکھے ہونگے جنہیں ہر ملنے والا لال سمجھتا ہے کہ وہ صرف ان کے ہی دوست ہیں حالانکہ وہ کسی کے دوست بھی نہیں، صرف اپنی ذات کے دوست ہیں۔ یہی کام مسرت شاہین بھی کرتی ہے، وہ ایک ڈانسر ہیت ایک ہیروئن اور ایک فنکارہ ہے۔ وہ فلموں میں ہیروئن بنتی ہے۔ فن اسے حقیقت نہیں کہتی اور سیاستدانوں کے پاس کوئی مجبور بوڑھی عورت آجائے تو کہیں گے اماں جی فکر نہ کریں ہم آپکے بیٹے ہیں لیکن، آنکھ اوجھل پہاڑ اوجھل، اماں جی چلی گئیں تو پھر کون بیٹا اور کون ماں وہی ڈھاک کے تین پات، یعنی یہ سیاست دان بگلا بھگت ہیں کہ آنکھ بند کر کے ایک ٹانگ پر پانی میں تپسیا کرتے نظر آتے ہیں جونہی کوئی کمزور مچھلی نظر آئی تو جھپٹ لیا اور پھر سادھو کے سادھو، سنا ہے آج کل مسرت شاہین جب کسی سیاست دان کو دیکھتی ہے تو یہ شعر پڑھتی ہے۔

نہیں فرق مجھ میں تجھ میں جو ہے فرق بس تو اتنا
تو کہے تو ہے حقیقت میں کہوں میں ہوں فسانہ

مسرت شاہین کو شرفاء نے کروڑ پتی بنا دیا اللہ جانے ان میں کتنے سیاستدان ہوں گے ان کی نگاہوں میں اور ان کی زبانوں پر وہ ایک اعلیٰ اور عمدہ فنکارہ تھی لیکن جونہی اس نے الیکشن لڑنے کا اعلان کیا وہ طوائف بن گئی، اس کے ایک سگے بھائی نے بیان دے دیا کہ ہم شریف لوگ ہیں، غیرت مند ہیں، ہماری غیرت یہ برداشت نہیں کرتی کہ ہماری بہن قومی اسمبلی کی ممبر بن جائے۔ غیرت کا یہ نیا روپ پہلی بار دیکھنے میں آیا کہ مسرت فلموں میں کام کرے، ڈانس کرے، فلم میں شریف زادی بنے یا طوائف کا کردار ادا کرے، پشتو فلموں میں نیم ریاں لباس پہن کر غیور الیکشن ایسا نامراد کام ہے، اس کا نام لیتے ہی آدمی کئی مونہوں میں آجاتا ہے، جن مونہوں میں عجیب عجیب دانت اور زبانیں ہوتی ہیں جو بیک وقت اپنا کام شروع کر

Marfat.com

دیتے ہیں، دانت کاٹتے ہیں اور زبانیں چسکا اور مزہ لیتی ہیں اور درندوں کی یہی پہچان ہے کہ وہ صرف مارنا اور کھانا جانتے ہیں کس پر چھری چل گئی قاتل کو کیا خبر۔

سیالکوٹ کے ایک پراچہ صاحب نے مسرت کے الیکشن کا پورا خرچہ داشت کرنے کا اعلان کیا ہے یا تو محترم کو موصوفہ سے بے پناہ محبت ہے یا پھر مولانا سے بے پناہ مخالفت، اگر محبت ہے تو بلے بلے اور اگر مخالفت ہے تو زندہ باد، مولانا نے فرمایا کہ مسرت کے ساتھ الیکشن لڑنا میری توہین ہے تو شریف، حساس اور محتاط غیور تو ایسے کیچڑ میں پاؤں ہی نہیں رکھتے جہاں کپڑوں کے اتھڑ جانے کا خدشہ ہو بہتر تو یہی ہے کہ وہ اس فضول الیکشن سے دست بردار ہو جائیں اور مسرت شاہین بلا مقابلہ الیٹ ہو جائے اور پراچہ صاحب اسے کندھوں پر اٹھائے نعرے لگاتے ہمراہ دیگر محبان مسرت قومی اسمبلی میں داخل ہوں، چلو ایک عورت تو اسمبلی میں ایسی بھی چلی جائے گی جو ایکٹنگ کو ایکٹنگ کہے گی، اسے حقیقت کہہ کر لوٹے گی تو نہیں۔

بزرگ کہتے تھے کہ الیکشن ایک ایسی چھلنی ہے جس میں داخل ہوتے ہیں داخل ہونے والے کے عیب و ثواب الگ الگ ہو جاتے ہیں۔ یہ پرانی کہاوت ہے، پرانی بات ہوگی، اب تو غریبی اور مالی کمزوری ایک ایسی چھلنی اور چھاج ہے جو ثوابوں کو عیب اور عیبوں کو ثواب بنا دیتی ہے۔ اسی نکتے اور اسی رمز سے آشنا ہو کر ایم ایل اے، ایم این اے، وزیر مشیر اپنے دور لوٹ مار میں دونوں ہاتھوں دونوں پاؤں سے دولت سمیٹتے ہیں تا کہ وجود کے اندر چھپی ہوئی بیماریاں برائیاں بدیاں چھپ جائیں۔ لیکن کھال صاف شفاف نظر آئے، تمام گندگیاں خوشبو بن جائیں، تمام بدیاں ٹیکیاں بن جائیں اور تمام عیب ثواب بن جائیں، حیرت کی بات ہے کہ اس ملک میں چوروں ڈاکوؤں لٹیروں، سمگلروں کی خبریں چھپیں تو کسی کو اعتراض نہیں اور مسرت شاہین الیکشن لڑے تو خبر اخبار میں نہ آئے، ورنہ غیرت مند جو شیلے غیور اخبار کا دفتر جلا ڈالیں گے۔ میرے ایک دوست محبوب بٹ تاندلہ میں رہتے تھے ایک دن میں انکو ملنے گیا تو انکی گلی میں بہت سی پولیس آ گئی جن کے ہمراہ بہت سے لوگ شرفاء کا میک اپ کئے ہوئے تھے، معلوم ہوا کہ کسی فاحشہ عورت کو محلے سے نکالنے آئے ہیں۔ میں نے اپنے مرحوم دوست سے پوچھا کہ حقیقت کیا ہے اس نے کہا کہ حقیقت یہ ہے یہ سارے ناکام عاشق ہیں، یہ عورت بیوہ ہے، جوان ہے، خوبصورت ہے، یہ سب کے سب اسے چاہتے تھے، اس کے انکار پر یہ عمل ہو رہا ہے، میرا خیال ہے قارئین سمجھ گئے ہونگے۔ اگر پڑوسی ملک میں پھولن دیوی قومی اسمبلی کی ممبر بن سکتی ہے تو مسرت شاہین کیوں نہیں۔ مسرت نے کوئی قتل تو نہیں کیا کسی کا گھر تو نہیں لوٹا، پھر جس ملک میں بالکل چٹا ان پڑھ الیکشن لڑ سکتا ہے بشرطیکہ وہ بڑا زمیندار ہو، ملز اونر ہو، سرمایہ دار ہو یا کسی بڑے آدمی کا گھریلو ملازم ہو تو پھر مسرت شاہین کیوں نہیں؟

☆......☆......☆

Marfat.com

سونیا گاندھی کی کھری کھری

راجیو کی بیوہ، اندرا گاندھی کی بہو بھارت نژاد نہیں لیکن محبت بھارت ہونے کے ثبوت میں اس نے سچائی کا وہ میزائل چھوڑا ہے کہ پاکستان کے باشعور غیرت مند شرم سے پانی پانی ہو گئے اور جن کی آنکھوں کا پانی مر چکا ہے، وہ اچھل کود کا ناچ پیش کر کے سونیا کو ہدیہ، تبریک پیش کر رہے ہیں۔ سونیا نے کہا ہے کہ ہمیں پاکستان کے ساتھ کسی حربی و ضربی جنگ کی ضرورت نہیں، ہم نے اس قوم کی ثقافت کو قتل کر دیا ہے اور جو قوم اپنی ثقافت یعنی بنیاد کی قاتل ہو، گویا اس نے اپنی سگی ماں کو قتل کر دیا ہو، پھر اسے دست قدرت سے سزا ملتی ہے۔

جب انگریز نے ہندوستان پر قبضہ کیا تو سب سے پہلے یہی کام کیا تھا کہ ہندوستان کی تہذیب کی جڑیں اکھیڑ دیں، نتیجہ یہ ہوا کہ اسے گئے ہوئے آدھی صدی گزرنے کو آئی لیکن وہ اپنے مذہبی عقائد اور ثقافت کی اتنی گہری بنا دیں چھوڑ گیا ہے کہ آج متحدہ ہندوستان کے لوگ اپنی شناخت ہی بھول گئے ہیں۔ سونیا نے کہا کہ ہم نے پاکستانی شرفاء کی اولادوں کو اچھل کود پر مبنی ناچ کے جال میں جکڑ دیا ہے، اب وہ گھر گھر میں ہماری فلمیں دیکھتے ہیں اور زی ٹی وی پر بھارت کے کلچر پروگرام دیکھتے ہیں اور پھر اسی ثقافت کی ڈگر پر چل پڑتے ہیں اور یوں انہوں نے دو قومی نظریہ کی اساس کو ختم کر دیا ہے۔ سونیا سچی ہے۔ دس مارچ اور پھر اس کے بعد کرکٹ کے میدان میں بھارت سے ذلت آمیز شکست کھانے کے بعد جبکہ اس صدمے سے کتنوں کے دل بند ہو گئے، کئی بیمار ہو گئے اور پوری قوم مایوسی کے بادلوں میں گھر گئی لیکن پی ٹی وی نے کمال ڈھیٹ پن اور بے حسی کا مظاہرہ فرمایا کہ ورلڈ کپ 1996ء کا پاپ میوزک فیسٹول دکھایا، جس میں ٹی وی پر قوم کے نام نہاد شرفاء کے بیٹے بیٹیاں سونیا کے کہنے کے مطابق مکمل واہیاتی کے انداز میں اچھل کود کر رہے تھے اور کنے کنے جاناں ایں بلو دے گھر، لائن بناؤ ٹکٹ کٹاؤ گا رہے تھے میں اپنے آپ کو پاکستانی ادب اور زبونوں کے باب کہنے والے اور دانشور اس گانے کا مطلب بتائیں گے، ان مجبوروں کی دانش اور سچ کہاں تک محدود ہے۔ اعتراض بھی کریں گے تو برائے اعتراض، غور فرمائیے، لگتا ہے بلو ہیرا منڈی کے قحبہ خانہ میں ایک کمرے میں کرسی پر بیٹھی گاہکوں کا انتظار کر رہی ہے۔ اور اس کا ٹھیکیدار اعلان کر رہا ہے کہ جس جس نے بلو کے پاس جانا ہے۔ وہ ٹکٹ لیکر لائن میں لگ جائے اور اپنی باری پر آئے۔ اللہ تعالیٰ حکومت کو توفیق عطا فرمائے کہ ایسے لوگوں کو سنسر بورڈ کا ممبر بنائیں جو پڑھے لکھے ہونے کے ساتھ ساتھ فقروں کے معنی و مطالب سمجھنے کا شعور و ادراک بھی رکھتے ہوں۔ سونیا بی بی یہ تمہارا کمال نہیں، "اس گھر کو آگ گئی گھر کے چراغ سے"

جب سے ایس ٹی این کا آغاز ہوا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کے کارپردازان نے حلف اٹھایا تھا کہ ہم

Marfat.com

نے پاکستانی کلچر کو تباہ و برباد کرنا ہے۔ ہمارے اس محترم ادارے نے اس پاپ کو اس خوبصورت انداز میں پیش کیا اور نئی نسل کانوں میں بندے پہن کر اس پاپ کے سمندر مین غرق دکھائی دیتی ہے اور بہت سے پراگریسو تو اس نئے کلچر پر فخر بھی کرتے ہیں۔ ایسے احمق بھی ہیں جو اپنے وجود تک سے تو نا آشنا ہیں لیکن اپنے آپ کو سیاست اور دانش کے پروفیسر تصور کرتے ہیں۔ نہ جانے کس سیانے نے اپنے مقاصد کی خاطر قدامت پسندی اور بنیاد پرستی کے الفاظ ایجاد کئے کہ یہ بے دماغ ان الفاظ کے معنی بھی نہیں جانتے اور ہر جگہ اس پر بحث کرتے نظر آتے ہیں۔ ہمارے میڈیا پر ایسے شرافت اور حیا کش افراد کا قبضہ ہو گیا ہے کہ پہلے اپنی ثقافت کو بنیاد پرستی، قدامت پسندی اور پسماندگی کا نام دیکر قتل کرتے ہیں اور پھر منحوس گدھوں کی طرح اس مردے کو چٹ کر رہے ہیں۔ ٹیلیویژن پر جان بوجھ کر لوگ موسیقی پیش کرنے کیلئے ایسے لوگوں کو لایا جاتا ہے جو بیچارے تعلیم میں صفر ہیں اور یہ بھی نہیں جانتے ہیں کہ لوگ موسیقی (Folk Music) کی ابجد کیا ہے۔ وہ ایسے لباس پہن کر آتے ہیں اور ایسے پھندنوں والے، شیشے لگے، ستاروں سے مزین کڑھائی والے زنانہ لباس پہن کر آتے ہیں کہ ہیئت سے ہی ہونق معلوم ہوتے ہیں اور پھر یہ اجڈ اور جاہل ایسے گانے سناتے ہیں کہ جسکا لوک موسیقی سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، اس طرح مل جل کر اپنی ثقافتی موسیقی کا نیا پانچہ کر دیا اور اس پر ایک ایسی واہیات موسیقی مسلط کر دی جس کا کوئی قاعدہ نہیں۔ کوئی قانون نہیں، کوئی گرامر نہیں۔ جب گھر میں تیار ہونے والے سالن میں جان بوجھ کر مرچیں زیادہ ڈال کر اسے کھانے کے نا قابل بنا دیا جائے تو گھر کے افراد کو مجبوراً گندے مندے ہوٹل کے کھانے کے ساتھ پیٹ بھرنا پڑتا ہے۔

ایک لطیفہ سنئے، چند روز قبل میری ملاقات لاہور ٹی وی کے ایک ذمہ دار افسر کے ساتھ ہوئی، فرمانے لگے کہ ٹی وی پر لوک موسیقی پر مبنی کوئی پروگرام شروع کیجئے۔ ہم فوک میوزک کی تحقیق کیلئے آپ کو کوئی محقق بھی دے دیں گے۔ ان کے اس ہوش ربا فرمان پر میں حیرت و استعجاب کے دریا میں ڈوب گیا۔ میں نے انہیں کہ ٹی وی پر اڑھائی سال صوفی شعراء کے کلام اور ان کی زندگیوں پر پروگرام پیش کئے۔ تحریر و تحقیق اور میزبانی میری ہوتی تھی۔ اس پروگرام (اجالا) کو معاشرے کے ہر طبقے نے بہت سراہا۔ بالخصوص تعلیم یافتہ طبقے نے اس پروگرام کے بند ہونے پر بہت احتجاج کیا اور ہزاروں خطوط لکھے۔ یہاں تک کہ ڈاکٹروں، ججوں، پروفیسروں اور وکلاء ایسے معزز اور منفرد تعلیم یافتہ افراد نے ہر محفل میں مجھ سے یہ کہا کہ بھٹی صاحب یہ ایک ہی تو پروگرام تھا جو ہم اپنے گھر کی مستورات کے ساتھ بیٹھ کر عملاً دیکھتے تھے، یہ کیوں بند کر دیا گیا۔ میں نے عرض کیا اسے حسد کی آگ کھا گئی اور فرعونی ذہن چاٹ گیا۔ میں نے ہزارہا فلمی گانے گائے اور پنجابی سرائیکی، سندھی، بنگالی، پشتو، کشمیری ان تمام زبانوں میں گانے گائے لیکن فوک میوزک (لوک موسیقی) اس انداز سے پیش کی کہ اس نے میرے باقی تمام گانوں کو زیر کر کے خود کو اتنا اجاگر کیا کہ لوگ محبت کا جنازہ، نکل کر تیری محفل سے یہ دیوانے کدھر جائیں وغیرہ کو بھول گئے اور مجھے لوک

Marfat.com

موسیقار کہنے لگے۔

میری ان تمام واضح محنتوں اور کاوشوں کے باوجود افسر موصوف مجھے فرمانے لگے کہ تمہیں لوک گانوں پر تحقیق کیلئے کوئی اچھا پڑھا لکھا آدمی دے دیں گے۔ میں پاکستانی عوام کو دعوت دیتا ہوں کہ آیئے مل کر ایک ہفتہ مسلسل ٹی وی پروگرام دیکھیں اور وہاں کے محقق جو تحقیق کی پھلجڑیاں ٹی وی سکرین پر چھوڑ رہے ہیں، ان پر ماتم اور گریہ زاری کریں۔ یہ محقق نہیں محتک ہیں یعنی تک بدیوں اور سیاسی سفارشوں کے بل بوتے پر قومی ثقافت وشرافت کا جنازہ نکال رہے ہیں۔ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ کون کون سے محقق (محتک) کس کس کی سفارش پر ٹی وی سکرین کو مغلظ کر رہے ہیں۔ اللہ جانے کب ایسے جاہلوں سے ٹی وی پاک ہو گا۔ کب یہ افسر پاکستانی ثقافت، رسوم ورواج اور حقائق کو منظر عام پر لانے کی سعادت حاصل کریں گے اور کب اس خود ساختہ ثقافت، خود سوز رسوم اور بے حقیقت اور بے بنیاد فنون کو ملک بدر اور پی ٹی وی بدر کر کے سونیا گاندھی کے سچ کو جھوٹ ثابت کریں گے، ہماری کلاسیکل، نیم کلاسیکل، لائٹ موسیقی اور لوک موسیقی کسی بھی پہلو سے دنیا کی کسی موسیقی سے کم نہیں۔ اسے جان بوجھ کر مسخ کیا گیا ہے میں ان مولوی حضرات کو بھی مجرم سمجھتا ہوں، جنہوں نے اپنی ثقافت کو حرام کے فتوے دیکر اپنی موسیقی کے آگے دیواریں کھڑی کیں اور اس گناہ کی موسیقی کے آنے اور چھانے کے راستے ہموار کئے میں پاپ پسند اذہان کو بھی کہوں گا کہ کبوتر کی طرح آنکھیں، بند کر کے یہ نہ سمجھیں کہ بلی انہیں دیکھ نہیں رہی، تم بیرونی اشاروں اور ہدایات پر اپنی ثقافت کو قتل کر رہے ہو لیکن اب باشعور اور غیور عوام تمہاری ان ناپاک جسارتوں کو جان رہے ہیں۔ سونیا گاندھی کی طعن وتشنیع اپنی جگہ لیکن یہ بھی جان لو کہ ثقافت کسی بھی قوم کی نبض اور ماں کا درجہ رکھتی ہے اور اس کا قاتل ماں کا قاتل ہوتا ہے۔ اور اسکی سزا وہی ہوتی ہے جو شاہ ایران کو دست قدرت سے ملی کہ اس پر اللہ کی زمین تنگ کر دی گئی۔

☆......☆......☆......

Marfat.com

میاں نواز شریف اور مصطفیٰ قریشی

فطرت وہ صفت ہے جو پیدائش کے وقت ہی مولود کے ساتھ متصف ہو اسلام دین فطرت ہے لہذا فطرت کے خلاف جو عمل بھی ہوگا وہ جرم اور گناہ ہوگا سب سے پہلے فطرت کا درس انسان کو جانور سے ملا حضرت آدم کے بیٹے قابیل نے جب اپنے بھائی ہابیل کو قتل کر دیا تو پریشان تھا کہ اس کی لاش کہاں چھپائے اچانک ایک کوا دکھائی دیا جو زمین کھود کر اس میں ایک مردہ کوے کو دفنا رہا تھا چنانچہ قابیل نے ایک قبر کھودی اور ہابیل کو اس میں دفن کر دیا۔

پرندہ اپنے گھونسلے سے محبت کرتا ہے' گھونسلے والے درخت اور پھر اس پورے علاقے سے محبت کرتا ہے جس میں اسکا گھونسلہ ہوتا ہے لاہور کے ایک اجتماع میں جب جناب ولی خاں نے محترمہ بے نظیر بھٹو اور مرحوم ذوالفقار علی بھٹو کے خلاف کچھ کہنا شروع کیا تو جناب مصطفیٰ قریشی نے اتنا برا مانا کہ احتجاجاً وہاں سے چلے گئے مصطفیٰ قریشی صاحب کا اصل گھونسلہ سندھ کے کسی گاؤں میں ہے وہ کہیں بھی رہیں انہیں اس گاؤں اس علاقے اور سندھ کے ساتھ مثالی محبت ہے جام ساقی' رسول بخش پلیجو' غوث علی شاہ' بے نظیر بھٹو یا کوئی بھی لیڈر چاہے ان کا آپس میں کتنا ہی نظریاتی اختلاف ہو' اگر کبھی پنجاب میں تشریف لائیں تو جناب قریشی صاحب ان کی پذیرائی اور ضیافت کے لیے چشم براہ ہوتے ہیں کسی خوبی یا نظریئے کی بناء پر نہیں بلکہ صرف اس لیے کہ ان کا تعلق ان کی اپنی دھرتی کے ساتھ ہے' حالانکہ دوسرے صوبوں کے لیڈر ایسے بھی ہیں جو انہی نظریات کے ہیں لیکن ان کے نصیب میں جناب قریشی صاحب کی ضیافت و محبت قطعی نہیں۔

میرے والد محترم انتقال فرما گئے تو میں نے ان کے بعد گجرات سے صوبائی الیکشن لڑنے کا اعلان کیا اس پر تقریباً تمام ایکٹروں نے جن میں جناب قریشی صاحب بھی موجود تھے ایور نیو سٹوڈیو میں ایک میٹنگ میں مجھے بلایا میٹنگ میں گجرات کی بجائے لاہور الیکشن لڑنے کے لیے کہا گیا میں نے عرض کیا کہ میرے لیے گجرات کے حالات زیادہ سازگار ہیں سب ایکٹروں نے برہمی کے ساتھ فرمایا کہ ہم یہاں ہیں اور سینوں پر ہاتھ مار کر کہا کہ دامے' درمے' سخنے آپ کا ساتھ دیں گے جناب قریشی صاحب ایکٹروں کی ایسوسی ایشن (ماپ) کے سیکرٹری جنرل تھے میں نے لاہور سے الیکشن لڑنے کا اقرار کر لیا کاغذات نامزدگی جمع کرانے کے بعد میں قریشی صاحب کو ملا تو انہوں نے بغیر کسی جھجک کے فرمایا کہ بھٹی صاحب ہماری ایسوسی ایشن کے منشور میں ہے کہ ہم سیاست میں حصہ نہیں لے سکتے اس لیے ہم آپ کی مدد یا ساتھ دینے سے قاصر ہیں اندازہ فرمایئے میرا کیا حال ہوا ہوگا قریشی صاحب کو غالباً میری بے بسی پر ترس آ گیا انہوں نے فرمایا کہ چلئے اگر فلم پروڈیوسرز ایسوسی ایشن آپکی معاونت کا اعلان کر دے تو میں بھی اعلان کر دوں گا انور کمال پاشا

Marfat.com

مرحوم جو کہ پرڈیوسرز ایسوسی ایشن کے صدر تھے ان کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے ہنگامی میٹنگ بلا کر میری معاونت کا ریزولیشن پاس کیا اور پریس میں دے دیا میں واہی تراشے لیکر قریشی صاحب کے پاس گیا وہ سمجھتے تھے کہ پروڈیوسرز ایسوسی ایشن اعلان نہیں کرے گی وہ کچھ تھوڑے سے پریشان ہوئے لیکن فوراً ان کی علاقائی حب نے انہیں سنبھالا دیا اور انہوں نے مجھے صاف صاف فرمایا کہ بہر حال ہم اپنے منشور کی وجہ سے مجبور ہیں ہم اس بیکار کام میں آپ کا ساتھ نہیں دے سکتے لیکن نہ جانے اس کے بعد وہ کونسا منشور تھا جس کے تحت انہوں نے پی پی کی ہر سٹیج پر بھرپور معاونت کی دامے درمے اور سخنے' زندہ باد' گھر کی محبت علاقے کی محبت اور اپنے صوبے کی محبت ادھر پیپلز پارٹی نے الیکشن 85 کا بائیکاٹ کیا تو میں نے ایک ایک قائد سے عرض کیا کہ بائیکاٹ کسی پہلو کسی انداز سے پارٹی کے لیے مفید نہیں لیکن وہ نہیں مانے حتیٰ کہ میں نے جناب شیخ رفیق صاحب سے فون پر ملاقات کے لیے چند منٹ کا وقت مانگا لیکن انہوں نے سخت ناراضگی اور نفرت کا اظہار فرماتے ہوئے ملنے سے انکار کر دیا اسکی دو وجوہات تھیں 1۔ یہ کہ تمام بڑے بڑے قائد تھے لیکن مجھے تمام تر خدمات اور قربانیوں کے باوجود پارٹی میں چپڑاسی تک کا عہدہ نہ مل سکا اور یہ ظلم مجھ پر بھٹو صاحب نے کیا جب میں آخری باران سے صادق قریشی صاحب کے گھر ملا جہاں صادق قریشی' قائم علی شاہ' ذاکر قریشی مرحوم' حفیظ پیرزادہ' ڈاکٹر خالق' قمر زمان کھگہ' ارشد علی وڑائچ راولپنڈی کے دو ایم این اے اور ڈاکٹر غلام حسین موجود تھے تو میری کچھ معروضات سے (انٹرنیشنل لیڈر جن کی ذہانت و خطانت میں کوئی شک نہیں کر سکتا) جناب بھٹو صاحب اتنے متاثر ہوئے کہ انہوں نے ڈاکٹر غلام حسین صاحب جو سیکرٹری جنرل تھے ان سے کہا کہ میرے گرفتار ہونے کے بعد کچھ کرنے سے پہلے بھٹی صاحب کے ساتھ مشورہ کر لینا گویا مجھے یہ سزا سنا دی گئی بھٹو صاحب کی یہ شفقت اور محبت میرے آگے ایک مستقل دیوار بن گئی چنانچہ قائدین مخلصین نے فیصلہ کر لیا کہ اس شخص کو بھی آگے نہیں آنے دینا اور دوسری وجہ یہ تھی کہ میرے اس وقت کے لیڈران جو تمام صفات میں ہمہ صفت تھے اتنے ذہین ضرور تھے کہ اپنی حیثیتوں کو خوب جانتے تھے کہ وہ غیر جماعتی الیکشن میں محض اپنی کارکردگیوں کی بناء پر کتنے ووٹ لے سکتے تھے چنانچہ جناب میں اس میدان میں تنہا رہ گیا وہ تو بھلا ہو جناب محمود علی بھٹی صاحب کا کہ انہوں نے میرے سر پر دست شفقت رکھا ورنہ میرا تو گھر بھی بک گیا ہوا تو جناب انہوں نے ساتھ چھوڑ دیا آخری رات 13 پولنگ سٹیشن بدل دیئے گئے جن کی ہمیں بالکل خبر نہیں تھی کہ کہاں تھے میرا ووٹرز لسٹوں والا آدمی بمعہ لسٹوں کے غائب کر دیا گیا اور میرے پولنگ ایجنٹ بھی مخالفین کے ایجنٹ بن گئے اور میں الیکشن ہار گیا یعنی

دیکھا جو تیر کھا کے کمین گاہ کی طرف
اپنے ہی دوستوں سے ملاقات ہو گئی

Marfat.com

بھارت کے آرٹسٹوں نے امیابتھ، وجنتی مالا اور سینل دت کا ساتھ دیا تو وہ کامیاب ہو گئے اور میرے ایکٹر دوست عین وقت پر غائب ہو گئے آرٹسٹ اور ایکٹر میں یہی فرق ہوتا ہے کہ آرٹسٹ اپنی نوع کا ساتھ دیتے ہیں جو عین فطرت ہے اور ایکٹر چڑھتے سورج کی پوجا کرتے ہیں۔

ولی خان صاحب بھی عظیم ہیں کہ پنجاب میں آ کر ایوارڈ حاصل کرتے ہیں اور تالیوں کی گونج میں داد وصول فرماتے ہیں اور پنجاب کے مفاد کو بم سے اڑانے کی کھلم کھلا دھمکی بھی دیتے ہیں اس حب الصوبائی کی بناء پر میں انہیں دل کی گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

میں پنجاب کے قائدین کا قدردان ہوں کہ انکی سوچ محدود نہیں اور وہ ہمیشہ پورے ملک پر حکمران بننے کے خواب دیکھتے ہوئے اپنے گھر کے ساتھ محبت کا اظہار فرمانے سے گریز فرماتے ہیں۔

میاں نواز شریف جب تک وزیر اعلیٰ تھے انہیں اپنے گھونسلے کے ساتھ محبت تھی لیکن جیسے ہی وزیر اعظم بنے بھول گئے کہ ان کا گھونسلہ لاہور کے ایک محلے ماڈل ٹاؤن میں ہے بلکہ ان کی تمام تر محبتیں اور خدمتیں سندھ کے ہاریوں کے لیے سرحد سے آنے جانے والے کاروباریوں اور بلوچستان کے سرداروں کے لیے وقف ہو گئیں یہ فطرت کے خلاف ہے اور فطرت کے خلاف عمل جرم ہوتا ہے کاش وہ میرے عظیم ایکٹر مصطفیٰ قریشی صاحب کی پیروی ہی کر لیتے ہمارے اور بھی کرم فرما ایسے ہیں جو پنجاب، پنجاب کا ورد کرتے رہتے تھے لیکن جیسے ہی اس ورد کے صدقے وہ اقتدار کی مسند پر براجمان ہوئے تو انہوں نے پنجاب کا ذکر اور نام لینا بھی جرم تصور کر لیا خیر قانون فطرت کسی کو معاف نہیں کیا کرتا۔

آخر میں عرض کروں گا کہ میرا ہرگز مطلب یہ نہیں کہ آپ اپنے گھر کے سوا باقی تمام لوگوں سے نفرت کریں یا ان کے مفاد کو بالائے طاق رکھ دیں خیر الامور اوسطہا ' زندگی کے تمام اسلوب معتدل ہونے چاہئیں نہ تو سب کچھ اپنے ہی گھر میں بھر لینا چاہیے اور نہ ہی محض اقتدار کی خاطر اپنے گھر کو بھول کر قبلے تبدیل کر لینے چاہئیں کیونکہ قبلہ تبدیل کرنے والوں کی نماز باطل ہوتی ہے جس کو اپنے گھر سے محبت نہیں ہوتی محض ڈھونگ ہوتا ہے اور فطرت کا تقاضا یہ ہے فطرت کبھی جھوٹ نہیں بولتی اتنی معذرت و لجاجت کی ضرورت اس لیے کہ

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو وہ جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

فرسٹ اپریل فول

26 مارچ کو الحمراء میں پیپلز پنجاب اسمبلی محمد حنیف رامے کی زیر صدارت تین بڑے مزاحیہ فنکاروں امان اللہ' سہیل احمد اور ببو برال کے اعزاز میں ایک تقریب کا اہتمام کیا گیا جس کا دعوت نامہ مجھے بھی ملا اس سے پہلے بڑے سرمایہ داروں یا بڑے ایکٹروں بلکہ ایکٹرسوں یا ورلڈ کپ جیتنے والی ٹیموں کے اعزاز میں تو ایسی تقریبات سنتے آئے تھے لہذا پہلی بار مزاحیہ فنکاروں کا اعزاز بھی ایک مذاق بھی معلوم ہوا لیکن دعوت نامہ بھیجنے والا موصوف ادارہ ہم سخن کا روح رواں ایک نہایت ہی سنجیدہ اور بڑوں کا احترام کرنے والے نوجوان توفیق بٹ تھے اس لیے تقریب کو حقیقت جانتے ہوئے میں الحمراء پہنچ گیا مہمانان گرامی موجود تھے لیکن تقریب اعلان کردہ وقت تین بجے نہ شروع ہوئی جناب صدر کا انتظار تھے چار بجے جناب توفیق بٹ نے اعلان کیا کہ جناب رامے صاحب ہمیں 26 مارچ فول کر گئے ہیں انہیں نزلہ ہو گیا ہے لہذا وہ نہیں آ رہے پہلے یہ فرسٹ اپریل فول تھا جو انگریز اپنے ساتھ لائے تھے یعنی پہلی اپریل کو بڑے سے بڑا جھوٹ بول کر کسی کو بیوقوف بنایا جاتا تھا اور اس سے اکثر نا قابل برداشت حادثات بھی ہو جاتے اور اب تو فرسٹ اپریل فول بسنت کی طرح ہمارا قومی تہوار بن چکا ہے اور فرسٹ اپریل فول بسنت کی طرح ہمارا قومی تہوار بن چکا ہے اور فرسٹ اپریل اب سارا سال جاری رہتا ہے جس تاریخ کو کسی بڑے آدمی کو موج آ جائے اسے فرسٹ اپریل فول بنا دیتا ہے چار بجے جناب مہدی حسن کی زیر صدارت تقریب کا آغاز ہوا خطبہ استقبالیہ مہدی حسن کی زیر صدارت تقریب کا آغاز ہوا خطبہ استقبالیہ میں نوجوان توفیق بٹ نے ملکی نا مساعد حالات کا ذکر کرتے ہوئے ایسی تقریبات کے انعقاد کی ضرورت پر زور دیا تاکہ مسلے ہوئے عوام کو کچھ دیر کے لیے ہنسنے کا موقع مل سکے اور لوگ دکھوں اور غموں کی مسلسل یلغار سے وقتی طور پر نجات حاصل کر سکیں اس کے بعد ملک کی نامور شخصیتوں اور فنکاروں نے تینوں مزاحیہ فنکاروں کی شخصیتوں اور فن پر تبصرا فرمایا جن میں جناب محمد علی' جناب محمد قوی خان' جناب خواجہ پرویز' جناب مہدی حسن' جناب اجمل نیازی' محترمہ بشریٰ رحمٰن اور راقم الحروف بھی شامل تھے مقررین نے گول مول انداز میں جناب توفیق بٹ کی اس بات سے کسی حد تک انکار کر دیا کہ پاکستان کے حالات میں کوئی خرابی ہے اور ساتھ ساتھ گوجرانوالہ میں فنکاروں پر فائرنگ اور تشدد کا تذکرہ بھی کیا تینوں فنکاروں نے الگ الگ مزاحیہ خاکے پیش کیے جن سے تقریروں کی گھٹن دور ہوئی اور پورا ہال قہقہوں سے گونج اٹھا اور حاضرین واقعی تمام دکھوں اور غموں کو بھول کر شادمانی کے سمندر میں ڈوب گئے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پاکستانی عوام فنکاروں کو دیکھتے اور ان کے فن سے لطف اندوز ہونے کے لیے دور دور سے تشریف لاتے ہیں لیکن معاشرتی طور پر انہیں ایک نچلی سطح کی مخلوق تصور کیوں کرتے ہیں اور اس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ گوجرانوالہ میں ڈرامہ آرٹسٹوں پر بلاوجہ فائرنگ کی گئی انہیں ڈنڈوں اور راکیوں سے

Marfat.com

زدوکوب کیا گیا اور آئندہ کے لیے دھمکی دی گئی کہ اگر پھر آؤ گے تو زندہ واپس نہیں جاؤ گے اس پر نہ تو انتظامیہ نے ان کا کوئی تحفظ کیا اور نہ ہی حملہ آوروں کے خلاف کوئی موثر قدم اٹھایا اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ فنکار خود بھی تو ایسے پتھر ہیں جن کو کوٹ کر کسی مکان کی بنیاد میں بھر دیں یا توڑ پھوڑ کر سڑکوں میں دبا دیں تو وہ خود آہ بھی نہیں کرتے اور اگر کبھی انکی کوئی سسکی سنائی بھیدیتی ہے تو ایسے جیسے قبرستان سے کبھی کوئی سرگوشی سنائی دے اور پھر اکثر فنکار اپنے فن کو چمکانے یا ناجائز ایوارڈ حاصل کرنے کے لیے خوشامد اور کاسہ لیسی کو بھی تو فن کا ایک ضروری حصہ سمجھتے ہیں پھر فنکاروں نے اپنے اپنے درجات بھی تو ساخت کر لیے ہیں جس طرح پانچ ہزار سال قبل منو جی نے ہندوستان کے عوام کو چار قوموں میں تقسیم کیا برہمن' کھتری (راجپوت) دیش اور شودر (برہمن نائب خدا' کھتری اس کی رکھشا یعنی حفاظت کرنے والے' ویش کاروباری اور شودر سب کا خدمتگار' شاعر اور ادیب برہمن' صحافی کھتری' ایکٹر دیش اور گانے والے فنکار ان سب کے خدمتگار۔ یہ خودساختہ تقسیم ہے صحافی قمکار ہیں اور بلاشبہ یہ جس کی چاہیں رکھشا کریں اور جس کی چاہیں اتار کے رکھ دیں ان کے ہاتھ میں راجپوت کی تلوار کی طرح قلم ہے لیکن ایسا کہ راجپوتوں میں مشہو رہے کہ محض بڑی موچھیں رکھنے اور ہاتھ میں تلوار پکڑنے سے کوئی راجپوت نہیں بن جاتا بلکہ اس کے اند رجرات اور تلوار چلانے کا ڈھنگ بھی ہونا چاہیے اسی طرح کوئی اخبار میں شامل ہونے سے صحافی نہیں بنتا بلکہ اس کا ضمیر زندہ اور قلم دیانتدار ہونی چاہیے تو جناب مودبانہ گذارش ہے کہ مزدور کسی مل کارخانے یا فیکٹری کا ہو اس کا کوئی شعبہ ہو جب مزدوروں کے مسائل اور مطالبات کا معاملہ ہو گا تو ہر مزدور سڑک پر آ جائے گا کلرک کسی محکمے کا ہو جب کلرکوں کا معاملہ ہو تو اکٹھے ہو جائیں گے لیکن فنکار قلمکار جو ہمیشہ طبقاتی نظام کے خلاف واویلا کرتے نظر آئیں گے خود طبقاتی انتشار اور احساس برتری کی قبا میں اس شدت سے پابند سلال ہیں کہ صرف اپنی ذات کے مفاد سے آگے سوچ ہی نہیں رکھتے اور یہی وجہ ہے کہ ان فنکاروں کے لیے کسی شاعر ادیب کی زبان سے کلمہ خیر سننے میں نہیں آیا کیونکہ وہ ان کی برادری تصور نہیں کیے جاتے اگر قلمکار فنکار یہ سمجھتے کہ گو ان کے کارخانے الگ ہیں لیکن نام تو فنکار ہے تو شاید آج تک اس جملے کا کوئی نہ کوئی نتیجہ نکل آیا ہوا تا کہ آئندہ کو ایسا جبر کرنے کی جرات نہ ہوتی انسان کی جب آمد ہوتی ہے تو دو جبلتیں اس میں نمایاں ہوتی ہیں رونا اور ہنسنا' بچہ روئے نہ تو مردہ یا بیمار سمجھا جاتا ہے اور پھر مسکرائے نہ تو بھی بیمار جانا جاتا ہے اور پھر انسان کے جسم میں ایسے حصے بھی ہیں جو کسی کو ہنسانے کا کام دیتے ہیں جب کسی کو ہنسانا مقصور ہو تو اس کے پہلوؤں میں گدگدی کی جاتی ہے گویا ہنسنا بھی زندگی کی ایک ضروری علامت ہے۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

نشان حیدر

حیدر کے معنی ہیں شیر اور نشان حیدر یعنی شیر کا نشان بہادری شجاعت اور دلیری کا نشان حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا وہ نام جو آپ کی والدہ محترمہ نے رکھا حیدر تھا آپ کے نانا کا اسم گرامی اسد تھا اسی نسبت سے آپ کو اسداللہ بھی کہا جاتا ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ شجاع شخصیت تھے جن کی جرات اور دلیری کی انتہائی یہ تھی کہ آپ کو حیدر کرار بھی کہا جاتا ہے نشان حیدر وطن عزیز پاکستان میں صرف اس شخص کو عطا ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں دین کی بقاء او رملک و قوم کی محافظت میں جان کی بازی لگا دے ہمارے وطن میں گزشتہ 47 سال کے دوران آٹھ نشان حیدر دیئے گئے

میجر چوہدری طفیل محمد کو مشرقی پاکستان میں 16 اگست 1947 کو بقائے وطن کے لیے جان قربان کرنے کے صلہ میں یہ اعزاز دیا گیا' کیپٹن راجہ محمد سرور بھٹی کو 27 جولائی 1948 میں کشمیر میں شجاعت اور بہادری کے انمٹ نقوش چھوڑنے کے سلسلے میں اس اعزاز سے نوازا گیا 1965 کی جنگ میں عزیز بھٹی نے بیدیاں نہر کے دائیں کنارے صرف سو جوانوں کے ساتھ دشمن کے دو بریگیڈوں کو روکے رکھا اور اس طرح نہ صرف لاہور بلکہ پورے پاکستان کی حفاظت کرتے ہوئے جام شہادت نوش کیا اور نشان حیدر کا اعزاز حاصل کیا راشد منہاس نوجوان اور سب سے کم عمر بہادر پاکستان کا عظیم بیٹا ہے انہوں نے 20 اگست 1971 کو اپنی جان دے دی لیکن اپنا ایک جہاز اور فوجی راز دشمنوں تک نہیں جانے دیئے جس کے صلہ میں انکو نشان حیدر عطا ہوا میجر محمد اکرم 13 دسمبر 1971 میں بہادری سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے ان کی شجاعت کا اعتراف کرتے ہوئے سلیمانکی فاضلکا سیکٹر میں بے مثال' اور شجاعت دیتے ہوئے شہید ہوئے اور نشان حیدر کا اعزاز حاصل کیا' سوار محمد حسین شکر گڑھ ایریا میں 14 دسمبر 1971 کو شجاعت کے جھنڈے گاڑتے ہوئے شہید ہوئے اور نشان حیدر سے مشرف ہوئے 16 دسمبر 1971 کو لانس نائیک محمد محفوظ موضع سانگے اور دیرہ کے نواح میں داد شجاعت دیتے ہوئے شہید ہوئے اور نشان حیدر کے اعزاز سے معزز کیے گئے۔

جنگ دو محاذوں پر لڑی جاتی ہے ایک محاذ فوج کا ہوتا ہے اور دوسرا محاذ عوام کا' ہمارے سامنے دو مثالیں ہیں ستمبر دوسری 1971 کی جنگ' 1965 کی جنگ میں جہاں پاکستان کی افواج نے بہادری کا سکہ جمایا وہاں پاکستان کے عوام نے اپنے جذبات اور ولولے کا وہ ثبوت پیش کیا جو زندہ قوموں کا طرہ امتیاز ہے میں چند دن قبل چونڈہ ضلع سیالکوٹ کے قریب موضع باجرہ گڑھی گیا لوگوں سے کہا کہ ٹینکوں کی مشہور زمانہ جنگ جو 1965 میں چونڈہ کے محاذ پر لڑی گئی اس کا کچھ حاصل بتائیں انہوں نے بتایا کہ دشمن نے چھ سو ٹینکوں

Marfat.com

کے ساتھ حملہ کیا جبکہ ہمارے بہادروں کے پاس بھی کم ٹینک تھے یہ دنیا کی واحد جنگ تھی جس میں ہمارے بہادر اپنے سینوں کے ساتھ بم باندھ کر دشمن کے ٹینکوں کے آگے آتے رہے یوں ہر جوان نے ایک ٹینک تباہ کیا دشمن جو وزیر آباد کے علاقے اور سڑک پر قبضہ کر کے پاکستان کو دو حصوں میں تقسیم کرنا اور رسد و سائل کے تمام سلسلے کو منقطع کر دینا چاہتے تھے۔

ہمارے عوام میں اپنے فوجی بھائیوں کے شانہ بشانہ چلنے کا بے پایاں جذبہ تھا ہماری ماؤں بہنوں نے اپنے زیور تک نذر جہاد کر دیئے پوری دنیا نے دیکھ لیا کہ کون فاتح تھا اور کون مفتوح اور اپنی ناروا جارحیت کے لیے شرمندہ 1966 میں جب میں انگلستان گیا ایک چند دوستوں کے ہمراہ ایک دوسرے کے گھر گئے وہاں اسکا انگریز پڑوسی بیٹھا تھا اس نے پوچھا کہ کیا آپ ہندوستانی ہیں میں نے کہا نہیں ہم پاکستانی ہیں اس کے منہ سے بے ساختہ نکلا (ایک بہادر قوم) اس نے پوچھا کہ کونسے ضلع سے ہیں میں نے کہا کہ گجرات سے اس نے کہا کہ آپ میرے پڑوسی ہیں میں سیالکوٹ میں لیفٹیننٹ کرنل رہ چکا ہوں اس نے ایک گروپ فوٹو دکھائی جس میں وہ بطور لیفٹیننٹ کرنل بیٹھا ہوا تھا کہنے لگا کہ آپ کی قوم نے مختصر ہوتے ہوئے ایک بڑی قوت کو شکست دی یہ تاثر تھا جو دوسرے ممالک کے عوام پر قائم ہوا۔

1971 کی جنگ میں آدھا ملک جاتا رہا ہمارے نوے ہزار فوجی بھارت کی قید میں چلے گئے دنیا نے ہمیں شکست خوردہ سمجھ لیا اس کی کیا وجہ تھی یہ مذموم تبدیلی کیوں آتی حکمرانوں کا فرض تھا کہ اس پر غور کرتے اور آئندہ ان غلطیوں اور کوتاہیوں کا ازالہ کرتے ہوئے وہی راستہ اختیار کرے جو 1965 کی جنگ میں اور اس سے پہلے اختیار کیا گیا تھا یا تو سامان حرب کم تھا یا ناقص تھا ہو سکتا ہے کہ فوج اس جذبے اور مردانگی سے محروم ہو جو 1965 میں تھی یا عوام بے حس ہو گئے ہوں یہ تو واضح ہے کہ مشرقی پاکستان کے عوام اپنی ہی فوج کو مارنے کے درپے تھے مغربی پاکستان کے عوام قباحتوں میں پھنس چکے تھے فوج دو مارشل لاؤں کی وجہ سے کچھ کچھ شہری مزاج کی ہو چکی تھی۔

ایک روایت ہے کہ بھارت کے لیڈروں سے پوچھا گیا کہ 1965 میں آپ نے مار کھائی لیکن 1971 میں پاکستان نے مار کھائی اس کی وجہ کیا ہے انہوں نے جواب دیا کہ 1965 سے 1971 تک ہم اسلحہ بناتے رہے اور فوج تیار کرتے رہے اور پاکستانی جنگی ترانے بناتے رہے اللہ بہتر جانتا ہے' جنگ تو کسی وقت بھی ہو سکتی ہے ہم اپنے عوام کی تربیت کر رہے ہیں کہ ان میں وہی جذبہ ہو جو 1965 میں تھا اور ہمارے فوجی بھائیوں کے دلوں میں 1971 کا داغ دھونے کا جوش اور ولولہ ہو جنگ احد' خیبر و حنین کے بہادران کے لیے مشعل راہ ہوں معذرت کے ساتھ عرض کروں گا کہ ایسا ہرگز نہیں ہو رہا حزب اقتدار اور حزب مخالف نے اقتدار کی کرسی کو اس طرح پکڑا ہوا ہے جس طرح دو بھیڑیے ایک بھیڑ کو سر اور دم سے پکڑ کر کھینچ رہے ہوں اور اسے دو ٹکڑے کرنے کے درپے ہوں بزکشی کا

Marfat.com

کھیل بھی ایسا ہی ہوتا ہے جب تک سیاسی جماعتوں میں یہ سرد جنگ جاری ہے اس وقت تک عوام کا مورال بلند نہیں ہو سکتا۔

اللہ تعالیٰ نے نماز' روزہ' حج' زکوۃ خمس اور جہاد کا حکم فرمایا ہے اس میں جہاد کو سب سے بلند رتبہ دیا گیا ہے آج تک کسی نمازی روزہ دار' حاجی یا زکوۃ دینے والے کو نشان حیدر عطا نہیں کیا گیا بلاشبہ یہ واجبات اپنے مقام پر بڑی اہمیت کے حامل ہیں لیکن جہاد سے اجتناب کرنے پیچھے رہ جانے یا جان بچا کر بھاگ جانے والے کے لیے قرآن پاک کی سورہ التوبہ میں ارشاد ہوتا ہے کہ اگر ان میں سے کوئی مر جائے تو اس کی نماز جنازہ نہ پڑھو کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے کفر کیا اور فاسقوں کی موت مرا۔

سورہ التوبہ کی آیت نمبر 24 میں فرمایا کہ اگر تمہارے باپ' بیٹے' بھائی' بیویاں' کنبہ مال ومتاع اور مکان اور جائیداد بھی تمہارے اور جہاد کے راستے میں حائل ہوں تو حکم الٰہی ہے کہ جہاد کرو' سورہ الممتحنہ کی پہلی آیت میں ارشاد ہے میرے دشمنوں کے ساتھ دوستی نہ بناؤ اور جہاد کروا نکے گماشتے اور نمائندے نہ بنو اگر تم ایسا کرو گے تو کافروں سے بھی بدتر ہو گے سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 218 میں فرمایا کہ وہ جو ایمان لاتے ہیں اللہ کے لیے ہجرت کرتے ہیں اسکی راہ میں جہاد کرتے ہیں ان کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور ان پر رحمت جاری ہوتی ہے سورہ انفال کی آیت نمبر 4 میں ہے کہ مومن حقیقتاً وہی ہیں جو جہاد کرتے ہیں سورۃ البقرہ آیت نمبر 153 میں فرمایا اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل ہونے والا زندہ ہے مردہ نہیں۔

کیا ہم اپنی نئی نسل کو ان آیات کی روشنی میں تربیت دے رہے ہیں ہمارے حکمرانوں اور مذہبی رہنماؤں پر یہ ذمہ داری آتی ہے کہ وہ نئی نسل کو بے راہ روی اور بداخلاقی کے راستے سے ہٹا کر ان میں محبت الٰہی پیدا کریں تاکہ ہمیں اپنے دین اور وطن کی حفاظت کے لیے دوسروں کے سہارے تلاش نہ کرنے پڑیں اور ہمارا ہر بچہ اس جذبہ سے سرشار ہو جائے جو چونڈہ کے محاذ پر قوم کے ان بیٹوں کے سینوں میں موجزن تھا جو دشمن کے ٹینکوں کے لیے موت بن گئے کیا زعمائے دین میرا یہ چیلنج قبول کرتے ہیں' میں سمجھتا ہوں ایسے بہادر خود نشان حیدر لے کر آتے ہیں جب ان کا مقصد حیات شہادت بن جاتا ہے۔

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

☆☆☆☆

سفید جھوٹ

فردوس جمال جھوٹ بولتا ہے کہ اسے عارضہ قلب ہو گیا ہے جھوٹ بولتے ہیں مریض کہ انہیں کینسر' بلڈ پریشر' گردوں نے کام چھوڑ دیا یا شوگر کی بیماری ہے جھوٹ بولتے ہیں مریض کہ ڈاکٹر لاپرواہی اور بے نیازی سے کام لیتے ہیں ہمارے ڈاکٹر تو ماشاء اللہ انسانی ہمدردی کے جذبے سے معمور ہیں کچھ بھی ہو جائے حالات کیسے بھی ہوں وہ محض مریضوں کی جانیں بچانے کے لیے بھی ہڑتال تک نہیں کرتے آخر مریض ان کے ہم وطن ہی تو نہیں جھوٹ بولتے ہیں عوام کہ کوئی غذا ایسی نہیں جس میں ملاوٹ نہیں حالانکہ آج کل کی غذا خالص گھاس اور بھوسے کو بھی مات کرتی ہے جھوٹ بولتے ہیں مریضوں کے ورثاء کہ دوائیں دو نمبر ملتی ہیں حالانکہ ان دو نمبر دواؤں کے تیار کرنے میں خالص چاک اور مٹی استعمال کی جاتی ہے فرمایئے ایسے غذا اور دواؤں کے ہوتے ہوئے ہارٹ اٹیک' بلڈ پریشر شوگر جیسے انسان دوست بھوتوں کو غریبوں کے گھروں میں داخل ہونے کی کتنی سہولتیں اور آسانیاں مہیا کر دی گئی ہیں یہ نہ سمجھئے کہ صرف غریب ہی ان دوستوں کے میزبان بن رہے ہیں امراء بھی ان کے میزبان ہیں کراچی میں میری ملاقات ایک سیٹھ صاحب کے ساتھ ہوئی جن کے پانچ سینما اور ایک بہت بڑا ہوٹل ہے فرمانے لگے مجھے 220 بلڈ پریشر ہو جاتا ہے میں نے کہا اس سے زیادہ نہیں ہو سکتا کہنے لگے کیا مطلب' میں نے عرض کیا پانچ سینما اور ایک بڑا ہوٹل ہے اس سے زیادہ بلڈ پریشر نہیں دے سکتے اگر آپ اس سے زیادہ چاہتے ہیں تو پھر اور سینما بنانے پڑیں گے تو جناب اسباب الگ ہو گئے جھوٹ بولتے ہیں غریب کو مہنگائی نے ان کی کمر توڑ دی ہے میں نے اپنی ان آنکھوں سے منوں بوجھ اٹھائے دیکھا ہے دیسی گھی کھانے والے جھوٹ بولتے ہیں کہ ہماری اکثر گھی ملوں میں تیار کردہ بناسپتی گھی زہر کا مقابلہ کر سکتا ہے حالانکہ ٹیلیویژن پر ہر روز دکھایا جاتا ہے کہ طاقت کا سرچشمہ یہی گھی ہے۔

جھوٹ بولتا ہوں میں کہ مجھے فون پر جان سے مار دینے کی دھمکیاں ملتی ہیں سوچ بولتی ہے میری سرکار کہ اگر ایسا ہوتا تو ابھی تک تم زندہ کیسے ہو۔

جھوٹ بولتے ہیں نمازی کہ انہیں مساجد میں قتل کیا جا رہا ہے۔ انہیں تو شہادت کی سعادت عطا کی جاتی ہے آخر ایک مسلمان دوسرے مسلمانوں کو اس سے زیادہ عزت کیا دے سکتا ہے جھوٹ بولتی ہے پاک وطن کی پاک زمین کہ اس پر بے گناہوں کا خون بہایا جا رہا ہے اور کھلم کھلا فساد کرائے جا رہے ہیں جھوٹ بولتے ہیں مسافر کہ انہیں دوران سفر لوٹ لیا جاتا ہے اور مزاحمت کرنے کے جرم میں گولی مار دی جاتی ہے جھوٹ بولتے ہیں اخبار کہ ہماری صوبائی اور قومی اسمبلیوں میں فحش کلامی کا مقابلہ ہوتا ہے اور نازیبا الفاظ ایجاد کیے جاتے ہیں جھوٹ بولتے ہیں مدعی کہ تھانوں میں ان کی پذیرائی نہیں ہوتی جھوٹ بولتے ہیں سائل کہ انہیں

Marfat.com

عدالتوں میں عدل نہیں ملتا اللہ جانے پاکستان میں مجبور عوام کو کیا ہو گیا ہے کہ ہر وقت محرومی کا رونا رو کر کمر بستہ نظر آتے ہیں جھوٹ بولتے ہیں عوام کہ ان کے ساتھ کیے گئے وعدے پورے نہیں کیے جاتے یہی وعدے تھے تاکہ کوئی غریب نہیں رہنے دیں گے ہمارے حاکم ان وعدوں کو پورا کرنے میں کوئی کمی نہیں کر بدمعاشوں' غنڈوں' تخریب کاروں اور دہشت گردوں کو ہر قسم کا اسلحہ مہیا کر دیا گیا ہے اور ان کی مکمل سرپرستی کی جارہی ہے یہاں تک کہ حفاظت کے لیے انہیں گن مین مہیا کیے ہوئے ہیں نقلی دوا سازوں اور دوا فروشوں پر کوئی پابندی نہیں غذا میں ملاوٹ کرنے والوں کے لیے ایوارڈ اور انعام کا اعلان کیا جارہا ہے تھانوں میں سفارشی اور ٹاؤٹوں کے بیٹھنے کا اعلیٰ انتظام کر دیا گیا ہے اور کمزوروں اور بے وسیلہ لوگوں کی فریاد پر کان نہ دھرنے کی ہدایات جاری کر دی گئی ہیں سرمائے اور دولت کو سمٹ سمٹا کر چند انسان نما بھڑیوں کے قبضے میں جانے کا مکمل انتظام کر دیا گیا ہے بک جانے والے صحافیوں کو خریدنے کی ہر ممکن کوشش کی جارہی ہے تاکہ وہ صحافت کے اعزاز کو بلائے طاق رکھ کر عوام کے خون کی سوداگری شروع کر دیں۔

ہر روز کے قتل و غارت کی بھرمار اور فسادات کی یلغار کے باوجود اگر کچھ امن پسند لوگ دہشت گردی کی شکایت کرتے ہیں تو کیا جھوٹ نہیں ہے' آج کل چند اشخاص کے بارے میں یہ بحث رہتی ہے کہ ان میں سے کون ایشیا کا سب سے امیر شخص ہے اور غریب تو دو وقت کی روٹی کو ترس ہی رہے ہیں بتائے یہ غریب کم بخت جھوٹ بولتے ہیں کہ نہیں جیلوں میں جا کر قیدیوں کی حقیقت دریافت فرمائے کتنے بے گناہ لوگ نا کردہ جرائم کی سزا بھگت رہے ہیں اور کتنے صحیح مجرم ہیں' کتنے تشدد کا شکار ہیں اور کتنے آرام و آسائش سے جیل کاٹ رہے ہیں مبارک ہو جعلی دوائیں بنانے والوں کو شاباش ہو غذا میں ملاوٹ کرنے والوں کو تہنیت ہے ان سرکاری ملازمین کے لیے جو محض چند ٹکوں کی خاطر پوری قوم کو موت کے منہ میں دھکیل رہے ہیں رحمتیں ہوں ان نالائق افسروں پر جنہیں اپنی اہلیت پر قطعاً بھروسہ نہیں اور وہ جرائم پیشہ سیاسی مختاروں کو خوش کرنے کے لیے ان کے مخالفین کو بے جرم بے عزت کر کے اپنی ملازمتیں پکی کرنے میں منہمک ہیں اب بتائیے عدل و انصاف نہ ملنے کا واویلا کرنے والے جھوٹ بولتے ہیں کہ نہیں ہاں فردوس جمال بھی جھوٹا ہے میں بھی جھوٹا ہوں ہم سب کمزور اور غریب مجبور جھوٹے ہیں ہر وقت جھوٹ ہی تو بولتے ہیں لیکن ایک وہ بھی ہے جو نہ جھوٹ کہتا ہے اور نہ جھوٹ پسند فرماتا ہے وہ سب کچھ جانتا ہے کہ کون کیا کر رہا ہے یزید بادشاہ تھا لیکن جھوٹا تھا اس کی قبر کا نشان بھی نہیں' جس کے پاس کوئی دنیاوی حکومت نہیں تھی لیکن وہ سچا تھا زندہ ہے زندہ رہے گا' آنکھیں کھولو ان سے عبرت حاصل کرو ہاں ابھی وقت ہے عبرت حاصل کرو ایسا نہ ہو کہ وقت نکل جائے اور پھر تمہارے اختیار میں کچھ بھی نہ رہے۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

لالہ سدھیر!

میں نے فلم انڈسٹری میں فلم پلے بیک سنگر کی حیثیت سے قدم رکھا اس وقت کے ہیرو تھے نذیر صاحب' سنوش کمار' لالہ سدھیر' مسعود یوسف خان' ناصر خان (دلیپ کمار کے بھائی) تھے ان کے علاوہ بھی کچھ ایسے ہیرو آئے جو ایک یا دو فلموں میں کام کرنے کے بعد رخصت ہو گئے میں لالہ سدھیر کی پہلی فلم ہچکولے دیکھی جس میں ان کی اداکاری معیاری نہیں تھی ایسے ہی غالب میں بھی ان کی اداکاری مایوس کن تھی اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ اچھے اداکار نہیں تھے ان کی شخصیت ڈیشنگ تھی جو شیلے کرداروں کے لیے وہ بہت موزوں تھے اور ایسی فلموں میں ان کی اداکاری بہت اعلیٰ اور کامیاب تھی یہ ڈائریکٹر کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ کہانی کے کرداروں کے مطابق فنکاروں کا چناؤ کرے ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ اگر چپڑاسی رکھنا ہو تو اس سے تعلیم اور تجربے کے بارے میں پوچھا جاتا ہے لیکن فلم میں ڈائریکٹر کی تعلیم اور تجربے کی کوئی ضرورت نہیں سمجھی جاتی جب کوئی ڈائریکٹر دستخط بھی صحیح نہ کر سکے وہ کرداروں کا تجزیہ کیسے کر سکتا ہے گلاب اور موتیا دونوں خوشبودار پھول ہیں لیکن رنگ روپ اور خوشبو جدا جدا اگر گلاب کو موتیے کی جگہ رکھا جائے اور موتیے کو گلاب کی جگہ رکھ دیا جائے تو اس میں ان پھولوں کی صلاحیت کو الزام نہیں دیا جا سکتا یہ تو ان پھولوں کو غیر موزوں جگہ پر رکھنے والے کی عقل اور پہچان کا فتور ہوتا ہے اسی طرح فن کار الگ الگ صلاحیتوں کے مالک ہوتے ہیں کوئی فنکار حزنیہ کوئی جو شیلے اور کوئی مزاحیہ کرداروں کے لیے موزوں ہوتا ہے عام طور پر ہماری فلموں کے ناکام ہونے کی وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ نالائق ڈائریکٹر فنکاروں کا چناؤ کرنے سے عاری ہوتا ہے لالہ سدھیر جو شیلے اور منہ زور قسم کے کردار کرنے کے لیے بہت موزوں تھے اور انہوں نے جس فلم میں بھی اس قسم کا کردار کیا بہت کامیاب ہوئے میں نے انہیں اپنی فلم چن مکھناں میں سائن کیا اس میں انہوں نے میرے بڑے بھائی کا کردار کیا فلم سپر ہٹ ہوئی اور اس کی کامیابی کا زیادہ کریڈٹ انہی کو گیا لالہ کہا کرتے تھے کہ فلم میں میرے لیے سب سے مشکل مرحلہ وہ ہوتا ہے جب مجھے کوئی گانا پکچرائز کرانا ہو۔

لالہ سدھیر کے دور میں اکمل خان آئے اکمل خان اور مظہر شاہ کی جوڑی بڑی کامیاب ہوئی لیکن وہ جلد ہی اس دنیا سے رخصت ہو گئے مگر لالہ ایک مضبوط چٹان کی طرح قائم رہے ہر فنکار پر ایسا وقت آتا ہے جب اسے اپنی جگہ دوسرے نئے فنکاروں کے لیے چھوڑنی پڑتی ہے ایسا ہی ہوا لالہ سدھیر کی جگہ سلطان راہی نے لے لی اور یوں لالہ آہستہ آہستہ فلم انڈسٹری سے کنارہ کش ہو گئے پہلے تو وہ سٹوڈیو کبھی کبھار آتے تھے لیکن پھر وہ مکمل گوشہ نشین ہو گئے ان کی صحت کافی متاثر ہو گئی تھی آخر فلمی صنعت کے ساتھ ساتھ وہ دنیا بھی چھوڑ گئے انا للہ وانا الیہ راجعون بلاشک مرحوم اپنی نوعیت کے فنکار تھے۔

لالہ کے پسماندگان نے لالہ کی وصیت کا ذکر یوں کیا کہ فلمی صنعت سے وابستہ کوئی شخص ان کے جنازے پر

Marfat.com

نہ آئے کیونکہ فلمی دنیا کے لوگوں نے ان کے ترک صنعت کے بعد ان سے اچھا سلوک نہیں کیا تھا یوں تو فطرت انسان یہی ہے کہ وہ عروج پرست ہے جب کسی کے پاس اقتدار ہوتا ہے تو اس کے دروازے پر ضرورت مندوں اور خوشامدیوں کا ایک ہجوم رہتا ہے جیسے ہی وہ بے اقتدار اور بے اختیار ہوتے ہیں وہی لوگ یوں غائب ہو جاتے ہیں جیسے وہ جہاں سے ہی چلے گئے ہوں اس کی وجہ ایک تو بے اختیاری ہوتی ہے اور دوسرے یہ کہ عروج کے زمانے میں صاحب اقتدار کا یہ رویہ اور سلوک بھی کوئی قابل تحسین نہیں ہوتا اس طرح جب کبھی ہیرو ہیروئن کا اقبال یاور ہوتا ہے تو وہ پروڈیوسر کو مقدور بھر تنگ کرتا ہے اور ان کی بے نیازیاں پوری فلمی صنعت کے لیے نقصان دہ اور باعث تکلیف ہوتی ہیں لوگ انہیں اوپر سے تو سلام کرتے ہیں لیکن اندر سے اچھا نہیں جانتے اور جب ان کا عروج ختم ہو جاتا ہے تو پھر صنعت کے دوسرے لوگ ان سے بے نیاز ہو جاتے ہیں۔

میں نے جب ''ماجھے'' میں مسعود بٹ کو ڈائریکٹر لیا ہمارا سکرپٹ اتنا خوبصورت تھا کہ سکروٹنی نے کہا کہ ہم نے اس سے پہلے اتنا اچھا سکرپٹ نہیں دیکھا لیکن بٹ صاحب نے ہر سین کو اتنا گرم کرایا کہ سکرپٹ کا حلیہ ہی بگڑ گیا میری فلم میں اقبال حسن بھی تھے ان کا ایکسیڈنٹ ہو گیا مجھے میرے دوستوں نے مشورہ دیا کہ اس کردار کے لیے یوسف خان کو لے لیجئے میں ان کے گھر گیا انہوں نے بڑی محبت سے میری فلم میں کام کرنے قبول کیا شوٹنگ شروع ہوئی تو کچھ عرصے کے بعد مختلف وجوہات کی بنا پر شوٹنگ کچھ عرصہ کے لیے رک گئی اس دوران میں انہیں نوے ہزار روپیہ دے چکا تھا جب میں نے سائن کرتے وقت ان سے معاوضہ پوچھا تو انہوں نے کہا کہ میں بھائی بن کر کام کر رہا ہوں آپ مجھے شرمندہ کر رہے ہیں دوبارہ شوٹنگ شروع کرنے کے لیے میں سٹوڈیو میں ان کے پاس گیا وہ اچھی بھلی باتیں کر رہے تھے کہ ایک فنکارہ کسے کسائے لباس میں کمرے میں داخل ہوئی خان صاحب کا لہجہ انداز گفتگو سبھی فوراً بدل گئے اور انداز گفتگو ایسا تھا جو کسی بھی شریف آدمی کے لیے نا قابل برداشت تھا میں چلا آیا اور دوبارہ نہیں گیا الیاس کشمیری ایک معتدل مزاج صلح جو شخص ہیں انہوں نے کہا کہ یوسف خان ساٹھ ہزار مزید مانگتے ہیں آپ وہ دے دیں اور اپنی فلم مکمل کریں اس کے بغیر وہ کام نہیں کریں گے میں نے ساٹھ ہزار بھجوا دیئے اور یوں فلم مکمل ہوئی جوان ہی وجوہات کی بنا پر بُری طرح ناکام ہوئی ملاحظہ فرمائیں کہ میں ہیرو سنگر اور پروڈیوسر تھا اگر کوئی فنکار میرے ساتھ یہ سلوک کر سکتا ہے تو اس کا سلوک ایک عام فلمساز کے ساتھ کیا ہوگا اور پھر عروج میں ایسا سلوک کرنے کے بعد کوئی یہ امید لگالے کہ بے عروج ہونے کے بعد لوگ اس کا احترام کریں گے تو یہ ان کی خام خیالی ہی ہو سکتی ہے اور انہی وجوہات کی بنا پر میں نے نہ صرف فلمسازی اور فن کاری ترک کی بلکہ سرے سے یہ صنعت ہی چھوڑ دی لالہ سدھیر تو ایسے نہ تھے وہ دوسروں سے بہتر تھے۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

کردار پر نام کا اثر

میں نے پی ٹی وی پر بہت سے صوفی شعراء اور اولیاء کرام کے پروگرام پیش کیے ہیں جن بزرگوار کے مزار پر حاضر تھے ان کے سجادگان کے پاس بھی حاضری دی کچھ تو ایسے تھے جن کو مل کر روحانی سکون اور اطمینان قلب کی دولت پائی جیسے حضرت پیر مہر علی شاہ کے سجادگان بڑے لالہ جی اور چھوٹے لالہ' حضرت بہاؤ الدین زکریا کے سجادہ نشین نواب سجاد حسین' حضرت شاہ شمس سبزواری کے مرحوم مقتول سجادہ نشین سید فرخ حسین شمسی اللہ تعالیٰ انہیں کروٹ کروٹ جنت عطا فرمائے یہ تمام حضرات خلق اور محبت کے پیکر تھے لیکن کچھ ایسے بھی تھے جنکو ملنے کے بعد مایوسی ہوئی اور صاحبان مزار کی خدمت میں انکے انداز ہ اطوار کی شکایت پیش کر کے چلے آئے جب کسی شخص کے نام کے ساتھ پیر اور سید کا لطف ولقب وابستہ ہو تو ایک مخصوص تصور وتصویر ذہن کی تختی پر ابھر آتی ہے کہ موصوف صورت میں مشرع اور عمل میں متقی ہونگے اور نگاہیں انکے وجود میں روحانی کشش اور قوت شامہ وہ خوشبو سونگھنے کی متمنی ہوتی ہیں جو ان کے آباؤ اجداد کی پہچان ہے۔

چند دن قبل گجرات سے ایک عزیز آئے اور مجھے کہا کہ میں نے پیر بنیامین رضوی سے ملنا ہے میں نے مسلم لیگ ہاؤس میں پیر صاحب سے فون پر رابطہ کیا اور انہیں ان کے بارے میں بتایا انہوں نے کہا کہ انہیں لے آیئے میں انتظار کر رہا ہوں میں نے مہمان گرامی سے کہا کہ میری گاڑی لے جائیں اور پیر صاحب سے مل آیئے انہوں نے مجھے ساتھ چلنے کی ضد کی تو میں ان کے ساتھ چل دیا پیر صاحب دوسرے کمرے میں تھے ہم بیٹھ گئے چند لمحوں بعد پیر صاحب آئے اور حاضرین سے سلام دعا کر کے اپنی کرسی پر بیٹھ گئے او رملاقاتیوں کے ساتھ سوال وجواب میں مصروف ہو گئے میری طرف انہوں نے کوئی توجہ نہ دی۔

میں نے اپنے ذہن میں جو خوبصورت خاکے بنائے تھے وہ سارے ڈھل گئے اور چہرے پر مایوسی اور مردنی کے آثار چھا گئے پندرہ منٹ کے بعد انہوں نے مجھے کہا فرمایئے آپ کیسے تشریف لائے' میں سمجھ گیا کہ انہوں نے مجھے پہچانا نہیں تھا میں نے اپنا نام بتایا انہوں نے دونوں بازو پورے پھیلا کر مجھے گلے لگایا اور معذرت کرنے لگے کہ میں نے آپ کو پہچانا نہیں تھا مجھے معاف فرمادیں میں نے کہا جب آپ نے پہچانا ہی نہ تھا تو معذرت ومعافی کس بات کی انہوں نے کہا آپ بڑے ہیں آپ کی عزت میرا فرض ہے آپ نے جو چند لمحے کرب میں گزارے میں ان کے لیے دلی پر معذرت خواہ ہوں پھر وہ ایک دوسرے صاحب کی طرف متوجہ ہوئے جن کا نام غالباً چوہدری ظفر تھا انہوں نے جیب سے ایک کاغذ نکال کر انہیں دیا اور کہا کہ یہ میں آپ کے چیف منسٹر صاحب سے آرڈر لے کر آیا ہوں پھالیہ مارکیٹ کمیٹی کے ایڈمنسٹریٹر مقرر کر دیئے گئے ہیں۔

Marfat.com

میں نے وزیر اعلیٰ صاحب کو آپ کی شرافت اور دیانت کا یقین بھی دلایا ہے اور آپ کے عمل کی ضمانت بھی دی ہے میری یہ گزارش ہے کہ میری لاج آپ کے ہاتھ میں ہے آپ ایڈمنسٹریٹر نہیں بلکہ کمیٹی کے امین مقرر کیے گئے ہیں برائے مہربانی پوری ایمانداری سے کام کیجئے اور دیانت کا دامن نہ چھوڑیئے انہوں نے مزید کہا کہ میں ایک غریب سید ہوں مجھے وزیر اعلیٰ کی نظر میں شرمندہ نہ کیجئے گا پھر انہوں نے تمام حاضرین کے سامنے ایک مختصر مگر جامع تقریر کی اور کہا سب کچھ یہیں رہ جانا ہے ساتھ کچھ نہیں جائے گا ساتھ تو صرف نیک اعمال کا خزانہ جائے گا وہ تقریر کر رہے تھے اور میں سوچ رہا تھا کہ اس دور خراباتی میں یہ کیسے ایم پی اے ہیں جو اس قسم کے عمل کی ترغیب دے رہے ہیں اور دیانت و امانت کی تبلیغ کر رہے ہیں جبکہ اسمبلیوں میں آنے والے بیشتر حضرات اسمبلیوں کو قانون ساز ادارے نہیں بلکہ دولت کی کان سمجھ کر آتے ہیں نہ صرف تصور کرتے ہیں بلکہ ہر وسیلے اور طریقے سے کھدائی کر کے وہ دولت نکال بھی لیتے ہیں۔

لوٹ مار کے اس دور میں یہ الٹ چال کیوں؟ میرا خیال ہے کہ انسان کے کردار پر نام کا بھی کافی اثر ہوتا ہے میں نے اس نہج پر سوچنا شروع کر دیا پیر بنیامین کے والد محترم کا اسم گرامی پیر سید یعقوب شاہ رضوی تھا پیر کے معنی بزرگ سید کے معنی آل رسول ﷺ یعقوب کے معنی چکور روشن چاند کی محبت میں اڑنے والے اور بنیامین کے معنی انتہائی امانتدار کا بیٹا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کے ایک صاحبزادے کا اسم گرامی بنیامین تھا جب حضرت یوسف علیہ السلام کو انکے بھائیوں نے کنویں میں پھینک دیا تو بنیامین حضرت یوسف علیہ السلام کی محبت اور وفا میں روتا رہا چنانچہ جب حضرت یعقوب کے اسباط (بیٹے) مصر میں حضرت یوسف کے پاس غلہ لینے گئے حضرت یوسف وہاں پر وزیر مال تھے اور پوری حکومت کے اختیارات ان کے پاس تھے انہوں نے بنیامین کو اپنے ساتھ بٹھا لیا اور انکی اس وفا اور محبت کو مدنظر رکھتے ہوئے بنیامین کے ساتھ تمام بھائیوں سے الگ سلوک کیا اور انہیں مصر میں اپنے پاس رکھ لیا قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب کو فرمایا کہ وہ انتہائی بردبار ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ سید پیر یعقوب علی شاہ صاحب نے اپنے بیٹے کو ان کے نام کے معنی و مطالب بھی سمجھا دیئے اور انہیں یہ کہا ہو گا کہ میرے نام اور اپنے نام کی دونوں کی عزت قائم رکھتے ہوئے آباؤ اجداد کی لاج رکھنا کافی عرصہ پہلے اخبارات میں ایک واقعہ پڑھا تھا کہ جس طرح یہاں حکومت ملنے کے بعد حکمران عوام کے لیے تو کچھ نہیں کرتے پہلے اپنے مخالفین کا تیا پانچہ کرتے ہیں اسی روائت خانہ خراب کو قائم رکھتے ہوئے جب پی پی کے دور میں پولیس پورے کروفر اور طمطراق کے ساتھ چوہدری شجاعت حسین (موجودہ وزیر داخلہ) کے گھر ناواجبات کو تلاش کرنے آئے تو چوہدری برادران گھر پر نہیں تھے اتفاق سے وہاں پیر بنیامین موجود تھے وہ چوہدری برادران کے دوست ہیں انہوں نے پولیس والوں کو روکا جب پولیس والے گھر داخل

Marfat.com

ہونے کے لیے بضد ہوئے تو انہوں نے کہا کہ یہ کسی مصلی کا گھر نہیں کہ تم منہ اٹھا کر اندر داخل ہو جاؤ گے اندر میرے دوستوں کی پردہ دار خواتین ہیں تم میری لاش سے گزر کر اندر جا سکتے ہو میری زندگی میں نہیں او ر آخر کار پولیس کو بے نیل و مرام واپس لوٹنا پڑا۔

اس دور میں یہ وفا بھی نہیں نظر آتی غالباً یہ بھی ان پر نام کا ہی اثر ہے یا والدین کی تربیت کا اثر ہے بہر صورت یہ بنیامین کی وفا کا قصہ ہے ویسے تو ہر مسلمان کا نام کسی نہ کسی مثبت معنی کا حامل ہوتا ہے اور جو شخص اپنے نام کے معنی جانتا ہو اور چلتا پھرتا پتھر نہ ہو بلکہ بالغ احساس کا مالک ہو تو پھر کم از کم وہ اپنے نام کی لاج رکھنے کی کوشش کرتا ہے ہمارے ممبران اسمبلی اس سید کے کردار کو پڑھیں دیانت سے کام لیں اور دوسروں کو دیانت کا سبق دیں جوان کا فریضہ ہے تا کہ معاشرہ راہ راست پر آ جائے اور پاکستان خوش حالی کی طرف گامزن ہو۔

میں پیر سید بنیامین صاحب کے لیے یہ دعا تو نہیں کروں گا کہ وزیر بن جائے یا ایم این اے بن جائیں او رکسی اعلیٰ عہدے پر متعین ہو جائیں بلکہ یہ دعا ضرور کروں گا کہ اللہ تعالیٰ انہیں اس طرح درس امانت و دیانت کے راستے پر قائم و دائم رکھے اور اس پر عمل کرنے کی قوت اور استقلال عطا فرمائے دنیاوی عہدے اور مال و متاع تو یہیں ساتھ چھوڑ جائے گا لیکن کردار صالح کی دولت اور خزانہ کبھی ساتھ نہیں چھوڑے گا۔

وارث شاہ او سدا ای رہن جیندے
جنہاں کیتیاں نیک کمایاں نیں

☆☆☆☆

Marfat.com

مدرس ڈی آئی جی پولیس

ٹیلیویژن لگایا تو دیکھا کہ ایک پولیس آفیسر مدرس بنے عوام کو درس دے رہے ہیں اخبارات اور ٹی وی میں عام طور پر پولیس افسران مجرموں سے پکڑے ہوئے اسلحے چرس افیون اور ہیروئن کی نمائش کرتے نظر آتے ہیں لیکن اکثر کسی بڑی مصلحت کے تحت مجرم نہیں دکھائے جاتے پھر اس کے بعد پولیس ملازمین کی ترقیاں او ر انعامات کی سفارشات کی تفصیل اخبارات کی زینت بنتی ہے میرے لیے یہ بالکل ایک نئی بات تھی کہ کوئی پولیس آفیسر عوام کو قانونی اور اخلاقی درس دے رہا ہو یہ اظہر حسن ندیم ڈی آئی جی پولیس ہیں جو آج کل ٹی وی پر لوگوں کو چوروں' ڈاکوؤں' غنڈوں اور بدمعاشوں سے بچنے کی ترکیبیں بتاتے نظر آتے ہیں انکے مختلف درسوں کی تفصیل یوں ہے۔

1۔ ہنگامی صورت حال میں 15 نمبر ڈائل کریں فوری طور پر پولیس کی امداد مل جائے گی (اللہ کرے)

2۔ مجاہد فورس کے نام سے ایک الگ شعبہ پولیس قائم کیا گیا ہے جو ہر وقت کھلی گاڑیوں میں بیٹھ کر گشت کرتے رہتے ہیں عوام ان سے مدد حاصل کر سکتے ہیں۔

3۔ مختلف بموں کی ساخت اور انکے پھٹنے سے نقصانات کی تفصیل بتائی مایہ بم' پلاسٹک بم' سلیب بم (Slab) اور دھات سے بنائے گئے بم' ان کی پہچان کرانے کا مقصد یہ ہے کہ اگر کوئی تخریب کار کہیں بم رکھ دے یا رکھا ہوا دکھائی دے تو فوراً ایمرجنسی پولیس کو 15 پر ڈائل کر کے حالات بتائیں تا کہ وہ بم ناکارہ کرنے کا بندوبست کریں اور اگر مجرم موجود ہو تو اسے گرفتار کریں۔

4۔ گھروں میں چوری کے امکانات کیسے کم کیے جاسکتے ہیں بلاضرورت دروازے کھلے نہ چھوڑے جائیں اگر کوئی اجنبی دروازے پر گلی میں یا متعلقہ سڑک پر دکھائی دے تو اس پر کڑی نظر رکھیں اور اگر وہ مشکوک نظر آئے تو فوراً پولیس کو مطلع کریں کال بیل دینے پر پہلے تحقیق کر لیں کہ بیل دینے (دروازے کی گھنٹی) والا شخص معقول آدمی ہے یا آپ کا جاننے والا ہے پھر دروازہ کھولئے۔

5۔ کاروں کی حفاظت کیسے کی جاسکتی ہے کار کے اندر لاک لگائیں دروازے کھلے نہ چھوڑیں انہوں نے خواتین کی ٹریننگ کا پورا کورس دکھایا تا کہ گھروں کی خواتین ان کے نقش قدم پر چل کر جان سکیں کہ کس طرح ڈاکوؤں اور چوروں کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے۔

عام طور پر امراء کے صاحبزادگان صرف اور صرف سٹیرنگ پکڑنا جاننے کے بعد ڈرائیونگ شروع کر دیتے ہیں اور وہ ٹریفک رولز سے قطعی نا آشنا ہوتے ہیں اور اسی وجہ سے اکثر حادثے ہوتے ہیں لہذا انہوں نے ایک پروگرام میں ٹریفک قوانین بتائے اور یہ حقیقت ہے کہ اگر لوگ وضع کردہ ٹریفک قوانین پر عمل پیرا ہوں تو حادثوں میں بہت حد تک کمی واقع ہو جائے گی ان میں خاص طور پر یہ بات قابل غور ہے کہ شہروں اور

Marfat.com

گنجان آبادیوں میں ٹریفک کا نظام اور اصول کچھ مختلف ہیں اور کھلی سڑکوں پر کچھ اور ہیں فنگر پرنٹس یعنی ہاتھوں کی انگلیوں کے نشانات جب کوئی شخص کوئی واردات کرتا ہے تو ظاہر ہے اس میں اس کے ہاتھ استعمال ہوتے ہیں ہاتھوں کی انگلیوں پر چھوٹی چھوٹی لکریں ہوتی ہیں جو کمال ضاعیٔ قدرت ہے کہ ہر ہاتھ الگ الگ لکیروں والا ہوتا ہے مجرم کی انگلیوں کے نشانات کسی نہ کسی چیز پر رہ جاتے ہیں ان کو محفوظ کرلیں ضائع نہ ہونے دیں تاکہ ان نشانات کی مدد سے مجرموں کو گرفتار کیا جاسکے اظہر حسن ندیم پنجاب کنٹیبلری (P.C) کے ڈی آئی جی ہیں پی سی کے ہیڈ کوارٹر فاروق آباد ہے انہوں نے پی سی ہیڈ کوارٹر کی تقریبا تمام کارروائی دکھائی۔

یہ کمپیوٹر کا دور ہے پولیس نے قریبا 25000 چوری کی کاروں کے نمبر کمپیوٹرائز کیے ہیں لہذا انہوں نے ٹی وی پر بتایا کہ گاڑی خریدنے سے پہلے متعلقہ عملے سے رابطہ کریں تاکہ وہ آپ کو اس گاڑی کے متعلق بتا سکیں جو آپ خریدنا چاہتے ہیں یہ ایک نہایت عمدہ اور سبک رفتار طریقہ ہے جس سے عوام کو سمجھایا جاسکتا ہے خدا کرے باقی محکموں کے آفیسر بھی اپنے اپنے محکمے کے بارے میں عوام کو بتائیں خاص طور پر مکانوں پلاٹوں اور کاشتکاری والی زمینوں کی خرید و فروخت اور جانچ پڑتال کا طریقہ بتائیں کیونکہ بہت سارے دھوکا باز جعلی کاغذات بنا کر زمینوں اور مکانوں کی خرید و فروخت کر کے لوگوں کو دھوکا دیتے رہتے ہیں اس طرح محکمہ تعلیم کے ذمہ دار آفیسر بتائیں کہ کس طرح غنڈے اور بدمعاش امتحانی مراکز پر امتحان کے نگرانوں سے مل کر محنتی اور لائق طلباء و طالبات کے حق غصب کر کے نالائق اور آوارہ طلباء طالبات سے غنڈہ ٹیکس لے کر امتحانوں میں اونچے نمبروں میں پاس کراتے ہیں اور تعلیم حاصل کرنے کے قوانین سے عوام کو روشناس کرائیں اور اب تو ہر محکمے کے دیانت دار افسروں کو چاہیے کہ اپنے اپنے محکمے کے قوانین اور تحقیقات سے لوگوں کو آشنا کریں تاکہ عوام دھوکے سے بھی بچیں اور آسانی سے مقصد تک پہنچ سکیں۔

سید اظہر حسن ندیم صاحب کو میں قریب سے جانتا ہوں یقیناً وہ ایک دیانتدار اور خلیق پولیس آفیسر ہیں وہ پڑھے لکھے ادیب ہیں انہوں نے پولیس رولز پر ایک کتاب لکھی جس پر انہیں انعام بھی ملا وہ بذات خود سچائی پسند ہیں اس لیے جو کچھ وہ ٹیلیویژن پر بتا رہے ہیں اس میں بڑی سچائی اور خلوص جھلکتا ہے شاعر مشرق علامہ اقبال نے فرمایا بات جو دل سے نکلتی ہے اثر رکھتی ہے اور بلاشبہ جو بات سید صاحب فرماتے ہیں انکے دل سے نکلتی ہے لیکن اس کا اثر نہیں ہو رہا کیوں؟ یہ لمحہ فکریہ ہے میں ان سے گزارش کروں گا اگر کسی درخت کے اندر گھن لگا پھر اس کو پانی دیں یا اس کی تلائی (گوڈی) کریں تو اس کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا اس لیے کہ اندر سے اسے گھن کاٹے جا رہا ہوتا ہے مالی کی نیت پر کوئی شبہ نہیں لیکن اسے چاہیے کہ جہاں پانی اور تلائی کا م کرتا ہے وہاں گھن کو ختم کرنے کا طریقہ بھی کرے۔

سید صاحب کو چاہیے کہ جہاں عوام کو رولز اور اچھے طریقے سمجھا رہے ہیں وہاں پولیس والوں کو بھی قانون

Marfat.com

سمجھائیں اور اس پر عمل کرنے پر مجبور کریں جو یقیناً بڑا کٹھن کام ہے کیونکہ گھن ایک نہیں، کئی ہیں، رشوت، سفارش، اور سیاسی دباؤ، میرے بھولے سید کس کس کا علاج فرمائیں گے۔

پولیس P.O.L.I.C.E کے معنی ہیں۔

P.Polite,O-Obeditnt.L,Eoefficient.Lenient,1-1-ntellientc.Courageous

خوش اخلاق، فرمانبردار، بردبار، تابع، ذہین، جراتمند، لائق قابل کارکن لیکن پولیس والوں نے تو یہ تمام معنی تبدیل کر دیئے ہیں۔

P.Plunderer لوٹنے والا، O.Obdurate ہٹ دھرم ضدی L.Lewd عیاش اور اوباش I.Intem Perate غیر معتدل، C.Currupt بدعنوان، رشوت خور E.Elephant بلکہ White Elephant ہاتھی جس کا پیٹ نہ بھرے۔

سید صاحب خدا کے لیے اپنے محکمے کے ان لوگوں کو بھی ٹی وی پر تلقین کریں جو لوٹنے والے ہٹ دھرم، عیاش، اوباش، غیر معتدل، بدعنوان، رشوت خور ہیں اور سفید ہاتھی بن کر عوام کا گوشت نوچ رہے ہیں ان پولیس آفیسروں سے معذرت خواہ ہوں جو دیانتدار اور فرض شناس ہیں لیکن یہ ان کو بھی ماننا پڑے گا کہ اب اس محکمے میں کثرت ایسے لوگوں کی ہے جو انسانیت کے لفظ سے نا آشنا ہیں میں شاہ صاحب کے اس عمل کو سبوتاژ نہیں کر رہا یقیناً ان کے لیکچرز (درس) قابل تحسین ہیں لیکن کیا ہی اچھا ہوا گر وہ ساتھ ساتھ محکمے کے اندر جو گھن لگ چکا ہے اسے بھی صاف کرتے جائیں تا کہ ان کی یہ کدو کاوش کسی اچھے انجام پر منتج ہو۔

☆☆☆☆

Marfat.com

طاہر مجید کی سلیمانی ٹوپی

سلیمانی ٹوپی وہ ہوتی ہے جسے پہن کر آدمی نظروں سے غائب ہو جاتا ہے جناب طاہر مجید نے پاکستانیوں سے اور بالخصوص کراچی کے عوام سے سوال کیا کہ وہ سلیمانی ٹوپی کونسی ہے جسے پہن کر دہشت گرد اپنی دہشت گردوں کی نشان دہی تو فرمائی ہے لیکن سلیمانی ٹوپی کا بھانڈہ پھر بھی نہیں پھوڑا۔

میں نے 25 اگست 1994 کے کالم (محمد حنیف رامے' عنایت حسین بھٹی اور سرائیکی عوام) اور تحریک نفاذ شریعت" کے کالم میں بھی دہشت گردوں اور سلیمانی ٹوپی کی نشاندہی کی تھی چند دن پہلے جناب رفیق احمد باجوہ صاحب کے ہاں کچھ دوست تشریف فرما تھے تو باجوہ صاحب نے فرمایا کہ لوگ بات سنتے ہیں یہ نہیں دیکھتے کہ بات کرنے والا کون ہے میں نے عرض کیا کہ ہمارے ہاں یہ اصول نہیں یہاں بات سنانے کے لیے سیاسی قد کاٹھ کی ضرورت ہے اگر کوئی ایسا شخص جس نے مسلسل 47 سال میں وطن عزیز کی بھلائی کے لیے کچھ بھی نہیں کیا لیکن کسی نہ کسی طرح اس نے عوام کی نظروں میں اپنا سیاسی قد بڑھالیا ہے تو لوگ اس کے لیے زندہ باد کے پھول لیکر ہر وقت تیار ہوتے ہیں کاش ہمارے عوام اور حکمران بات سننے اور سمجھنے کے عادی ہو جائیں اور تصنع کا لبادہ اتار کر حقیقت پسندی کا لباس زیب تن کرلیں تو ہمارے وطن کی یہ حالت نہ ہونے پائے توجہ فرمائیے۔

بھارتی ٹی وی والے اپنے ٹی وی پر مسلسل پروپیگنڈے سے یہ تاثر دیتے رہتے ہیں کہ کشمیری مسلمان ہندو کی غلامی پسند کرتا ہے ہر روز کچھ نام نہاد کشمیری مسلمانوں کے بیان سنوائے جاتے ہیں مجاہدین سے چھینا ہوا مبینہ اسلحہ دکھایا جاتا ہے کہ یہ پاکستان سہاختہ ہے' مقصد یہ ہے کہ کشمیر میں کشمیری مجاہدین جہاد نہیں کررہے بلکہ اس میں پاکستان براہ راست ملوث ہے لیکن اس کے مقابلے میں ہمارے ٹی وی پر کوئی ایسا پروگرام یا پروپیگنڈہ نہیں ہوتا جس سے بھارت کے غلط پروپیگنڈے کا تاثر ختم کیا جاسکے اور دنیا کو بھارت کے ظلم کا مکمل نقشہ پیش کیا جاسکے ہاں البتہ ہمارے صاحبان اختیار کی ایک لمبی قطار ہے جو متواتر ٹی وی پر عوام کو اپنی زیارت سے مستفید فرماتے رہتے ہیں معلوم نہیں یہ اوپر والوں کے دباؤ کی وجہ سے ہے یا ٹی وی انتظامیہ کا خوشامدی جذبہ سلامت ہے جو انہیں وطن کی بقاء کے احساس سے محروم کر کے محض نوکری پکی کرنے کی جدوجہد میں مصروف رکھتا ہے۔

دنیا میں مختلف مذاہب ہیں اور انکے مذہبی رہنما ہیں پادری' پنڈٹ' کیانی پروہت امولوی وغیرہ لیکن کسی بھی دوسرے مذہب کے رہنما کو حکومت کے معاملات میں اتنا دخل نہیں جتنا ہمارے ہاں ہے بلکہ پورے عرب ممالک میں بھی اتنا وسیع عمل دخل نظر نہیں آتا جبکہ ہمارے ہاں معلوم ہوتا ہے کہ حکمرانوں کو اس امر کا شدید

Marfat.com

احساس ہے کہ نام نہاد مذہبی راہنماؤں کے بغیر حکومت مستحکم نہیں ہوسکتی اس کا نتیجہ یہ ہے کہ علماء سیاست او رمذہب میں تقسیم ہو کر نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے اب وہ منبر رسول ﷺ چھوڑ کر دنیا کی کرسی کے پیچھے بھاگ رہے ہیں دینی علوم سے دور ہوتے جارہے ہیں اور علم کی بجائے محض وردی اور حلئے کا سہارا لیے ہوئے ہیں مثال کے طور پر مولانا کا لفظ قرآن میں سورۃ توبہ میں آیا ہے اور دونوں مقام پر صرف اللہ تعالیٰ کے لیے استعمال ہوا ہے حالانکہ مولانا بنایا کسی انسان کو مولانا کہنا بروئے قرآن گناہ ہے اور ایسے نالائق بھی دیکھے ہیں جو اپنے منہ سے اپنے آپ کو مولانا کہتے ہیں یعنی کہ میں فلاں مولانا ہوں ایسے شخص کی علمیت کا اندازہ فرمائے لیکن میں نے دیکھا کہ وہ حکومت کے کندھوں پر سوار ہیں اور یہی لوگ ہیں جو اپنی اہمیت او رتشخص کے لیے فرقہ واریت کو ہوا دیکر مسلمانوں کو آپس میں لڑارہے ہیں اور اجتماعی قوت کو ختم کر کے وطن عزیز کو ہر پہلو سے نقصان پہنچا رہے ہیں۔

میرے صحافی بھائی اخبار میں ہرایرے غیرے کے نام سے ساتھ مولانا لکھ دیتے ہیں اور یہ جاہل ملا نہیں منع کرتے بلکہ خوشیوں سے تالیاں بجاتے ہیں میں کوشش کرتا ہوں کہ سرکار کی آنکھیں کھلیں اور عوام کو بھی حقیقت کا علم ہو جائے۔

ڈاکوؤں نے نہ انجینئروں نے نہ لیکچراروں یا پروفیسروں نے نہ عدالتوں نے نہ انتظامیہ نے نہ مزدوروں نے، نہ کسانوں نے، نہ کارخانہ داروں نے کرائے لہذا پوری قوم کو کھلی آنکھوں اور بے لاگ سوچ سے سمجھنا چاہیے کہ اگر فرقہ واریت کو روکنا ہے تو کونسے سیلاب کے سامنے بند باندھنا ہوگا۔

لیکن بدقسمتی سے حکمران تو ملاؤں کی حفاظت کرتے ہیں ایسے فسادیوں کو تو گن مین دیئے ہوئے ہیں جبکہ ہر صلاح الدین کو نہتا کر رہے ہیں کہ انہیں آسانی سے قتل کیا جاسکے یہ قتل صلاح الدین کا نہیں تھا امن کا قتل تھا کتنے صلاح الدین قتل ہو چکے ہیں اور کتنے صلاح الدین ان امن دشمنوں کی لسٹ پر ہیں یہ تو پتہ نہیں لیکن یہ ضرور ہے کہ حکومت نے شاید یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ کسی امن پسند یا وطن دوست کی حفاظت ان کے فرائض میں شامل نہیں بلکہ ان پر خوشامدی اور شرپسندوں کی حفاظت واجب ہے کراچی کے حالات کیا ہیں کون نہیں جانتا کہ وہاں کے حالات کون بگاڑ رہا ہے اور کون ہے جو دہشت گردوں کے معاون ہیں بس زبانوں پر تالے لگے ہیں کیونکہ سچ بولنے کی سزا دار یا نوک نیزہ ہے وہ حسین ہو یا منصورؒ شاید اسی لیے بلھے شاہ نے کہا

سچ بولیاں بھانبڑ مچدا اے
جھوٹ اکھئے تے کچھ بچدا اے
سچ جھوٹ کے حبیا کہندی اے
منہ آئی بات نہ رہندی اے

Marfat.com

محترم قارئین کرام، فطرت کے بھی کچھ اصول ہیں اگر کسی انسان کے ساتھ خوش اخلاقی اور حسن کلام سے بات کی جائے تو اس پر یقیناً اثر ہوتا ہے لیکن اگر کسی درندے اور وحشی جانور سے خوش اخلاقی کے ساتھ راستہ مانگا جائے تو وہ اپنی چیر پھاڑ کرنے والی جبلت سے خوش اخلاق صاحب کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے کراچی کے اندر کثرت سے اور بقایا پاکستان میں چھوٹی سطح پر ہندوستان کے تربیت یافتہ ہندو اور کئی دوسرے لوگ وطن عزیز کے امن کو برباد کر رہے ہیں اور وہ انسان نما جانور جو چند ٹکوں کے عوض عزت و آبرو بیچ دیتے ہیں وہی سلیمانی ٹوپیاں ہیں جوان درآمد شدہ بھڑیوں کو بے گناہوں کا خون بہانے کے بعد پناہ گاہیں مہیا کرتے ہیں ان کا علاج خوش اخلاقی یا افہام و تفہیم نہیں بلکہ وہ طریقہ ہے جو درندوں کو درندگی سے روکنے کے لیے اختیار کیا جاتا ہے یہ تمام سپاہیں وہ سپاہ صحابہ ہو یا سپاہ محمدﷺ یا کوئی اور سپاہ، اگر یہ وطن اور دین کے حقیقی خیر خواہ ہیں تو مل جل کر ان تخریب کاروں اور ان سلیمانی ٹوپیوں کا کھوج لگائیں اور اپنی تمام تر قوت آپس میں قتل و غارت کی بجائے ان کو ختم کرنے پر صرف کریں اور اگر ایسا نہیں کریں گے تو پھر کوئی بھی نہ کہے میں یہ برملا کیوں گا کہ یہ بھی ان حکومتوں کے آلہ کار نمائندے اور گماشتے ہیں جو پاکستان کو ختم کرنا چاہتے ہیں یاد رکھیے ہم حکمران ہیں عالم ہیں اس عزیز وطن کے ساتھ کچھ ہو گیا تو پھر کوئی عزت کوئی منصب کوئی وقار باقی نہیں رہے گا جب تک قلعہ محفوظ ہوتا ہے اس کے مکین محفوظ ہوتے ہیں اور جب قلعہ مسمار ہو جائے تو قلعہ کے مکین غلام اور کنزیں بن جایا کرتے ہیں خدا ہمیں ہدایت فرمائے۔

پاکستان پائندہ باد۔

☆☆☆☆

Marfat.com

قائداعظم محمد علی جناحؒ

کسی بھی انسان کا نام کیا ہے وہ کہاں پیدا ہوا کب پیدا ہوا اس سے کسی کو بھی کوئی غرض نہیں ہوتی لیکن جب وہی شخص کوئی ایسا کارنامہ سرانجام دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے لیے فائدے اور راحت کا سامان بن جاتا ہے تو پھر اس کی جائے ولادت تاریخ ولادت کا پتہ بھی لگایا جاتا ہے تو جناب محمد علی جناح 25 دسمبر 1876 کو کراچی میں پیدا ہوئے اوائل تعلیم حاصل کرنے کے بعد 1982 کو انگلستان روانہ ہو گئے 1893 میں لنکن ان میں داخلہ لے لیا قائداعظم کی حضورﷺ کے ساتھ وعقیدت کا اندازہ اس احساس کے ساتھ ہوتا ہے کہ 1947 میں کراچی میں بار ایسوسی ایشن کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ''میں نے لنکن ان میں داخلہ اس لیے لیا کیونکہ اس کے دروازے پر دنیا کی بڑی قانون ساز شخصیتوں میں حضورﷺ کا نام سرفہرست لکھا تھا 1906 میں مسلم لیگ کا وجود قائم ہوا 1913 میں محمد علی اور وزیر حسن کے ساتھ بات چیت کے بعد قائداعظم' مسلم لیگ میں شامل ہو گئے۔

ہندوستان کے تمام مسالک اور مذاہب کے لوگ انگریز کی غلامی سے نجات چاہتے تھے پہلے تو مسلمان بھی کانگرس میں شامل تھے لیکن کانگریس میں شامل متعصب اور انتہا پسند ہندوؤں کی مسلم دشمن پالیسیوں کی وجہ سے آہستہ آہستہ مسلم لیگ میں شامل ہونے لگے قائداعظم چاہتے تھے کہ مسلمان اور ہندوؤں میں اتفاق ہو اور ایک متحد قوت کے ساتھ انگریزوں کو جلد از جلد ہندوستان سے نکالا جائے لیکن ان کی تمام تر فراست او رجدوجہد کے باوجود ہندوؤں کے اندر مسلمانوں کے خلاف وہ نفرت جو ازلی طور پر موجود ہے نہ ختم ہو سکی لہذا 1921 میں قائداعظم نے کانگریس کو حتمی طور پر خیرباد کہہ دیا 1930 دسمبر میں آلہ آباد کے جلسے میں ایک عظیم انسان علامہ اقبال نے ایک عظیم تصور پیش کیا انہوں نے فرمایا کہ سندھ' بلوچستان اور پنجاب پر مشتمل ایک علیحدہ مسلم ریاست ہونی چاہیے جس میں مسلمان آزادی سے رہ سکیں اور اس ریاست کا نام 1934 میں چوہدری رحمت علی نے پاکستان رکھ دیا 23 مارچ 1940 کو لاہور میں مینار پاکستان کے مقام پر قرارداد پاکستان منظور ہوئی اور اس کے بعد ہندوؤں نے شدید رد عمل کا اظہار کیا پورے ہندوستان میں مسلمانوں کے خلاف ایک طوفان کھڑا کر دیا پورے ہندوستان کے مسلمانوں نے قائداعظم پر پورا پورا اعتماد کیا میری نظر میں تمام گناہوں کی بنیاد اعتماد کو دھوکا دینا ہے غالباً قائداعظم ایک ایسی جلیل القدر ہستی تھی جو اس حقیقت سے بخوبی آشنا تھی انہوں نے قوم کے اعتماد کو دھوکا نہیں دیا اور رات دن کی انتھک محنت کا ثمر یوں لیا کہ 14 اگست 1947 کو پاکستان بن گیا اس میں ذرا برابر شک نہیں کہ ہندوستان کے تمام مسلمانوں نے پاکستان بننے سے پہلے اور بعد میں ہر قسم کی قربانی دی جان و مال حتیٰ کہ عزت و آبرو کی قربانی

Marfat.com

بھی دی قائداعظم نے بھی اپنی جان کی قربانی پیش کر دی اور 11 ستمبر 1948 کو آپ راہی ملک عدم ہوئے۔

قائداعظم کو قوم نے جو امانت کے طور پر اپنے اختیارات دیئے' قائداعظم نے اس میں خیانت نہیں کی قوم نے جوان پر اعتماد کیا اس اعتماد کو دھوکا نہیں دیا لیکن افسوس کہ قائداعظم کے جانشینوں میں ایک بھی ایسا نہیں ہوا جس نے قائداعظم کی اس امانت کو سنبھال کر رکھا ہو سورۃ النساء میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ امانت میں خیانت نہ کرو اور سورۃ المومنون میں فرمایا کہ وہ لوگ جو امانتوں کی حفاظت کرتے ہیں اور وعدوں کو پورا کرتے ہیں وہ اصل میں وارث ہونے کے حقدار ہیں اور وہی فردوس کے وارث ہیں کیا قائداعظم سے لے کر آج تک کسی بھی حکمران نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر عمل کیا کیا قائداعظم کی دی ہوئی امانت کی حفاظت کی' ہرگز نہیں ذاتی اغراض و مقاصد اور ہوس یہاں تک بڑھیں کہ اس عظیم امانت کے دو ٹکڑے کر دیئے گئے اور 1971 سے آج تک اس بچے کھچے پاکستان کو نوچا جا رہا ہے اس کا خون پیا جا رہا ہے اور آج باقی پاکستان میں ایسے حالات پیدا کیے جا رہے ہیں کہ اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔

اگر خوانخواستہ اس کا وجود نہ رہا قائداعظم کی محنت اور انکے ساتھیوں کی دن رات کی جدوجہد کا ثمر یہ تو نہیں ہونا چاہیے جنہوں نے مختلف اوقات میں بتدریج اپنے اختیارات و وسائل کے مطابق اس میں خیانت کی اس عہد کو توڑا جو اللہ تعالیٰ نے ہم سے لیا اور قائد محترم کے ساتھ کیا تھا وہ اس زمین کو بدترین مخلوق ہیں خدا کے مجرم ہیں پاکستان کے مخلص اور غریب عوام کے مجرم ہیں اگرچہ وہ سونے کے محلوں میں کیوں نہ رہ رہے ہوں میں ایسے حکمرانوں اور بڑے بے حس پتھر سیاست دانوں کے لیے قطعاً دعا گو نہیں ہوں اللہ تعالیٰ انہیں غرق و برباد کرے ان کے خوشامدیوں کو عذاب عظیم دے جنہوں نے اس عظیم امانت میں خیانت کی اور کر رہے ہیں اور پاکستان کے مظلوم عوام کے اجسام سے خون چوس چوس کر اپنے ہونٹ رنگین کر رہے ہیں

تیغ قاتل نے عجب رنگ جما رکھا ہے
خون کا نام ستمگر نے حنا رکھا ہے

اور میں اپنی پنجابی نظم کے دو شعر عرض کرتا ہوں۔

کالیاں راتاں کالے روڑ مینہ وسادے زور و زور
سعدو چارے بھکے مردے عیشاں پئے کر دے نے چور
کڑیاں منڈے چھڈ پڑھایاں سڑکاں اتے آ گئے نیں
قائد اساڈے ڈائناں بن کے اپنی نسل نوں کھا گئے نیں

☆☆☆☆

Marfat.com

ہوم سیکرٹری کا مستحسن اعلان لیکن؟

ہوم سیکرٹری جناب حفیظ اختر نے پریس کانفرنس کی جس میں انہوں نے اعلان کیا کہ اسلحہ پر مکمل پابندی لگا دی جائے گی یہ عمل تو بہت پہلے ہونا چاہیے تھا میں نے بہت پہلے حکمرانوں کی خدمت میں تحریر اور تقریر کے ذریعے عرض کیا تھا کہ وہ لوگ جو کبھی سیاست کی آڑ میں اور کبھی مذہب اور فرقوں کے سایہ تلے ناجائز اسلحہ کی نمائش کر کے پورے ملک کے شرفاء کا خون خشک کر رہے ہیں مجبور عوام کا سکون چھین رہے ہیں ان کا سد باب کیا جائے پھر میں نے اپنے ای کالم State with in state میں عرض کیا تھا کہ ان غیر قانونی' سیاہ اور خود ساختہ ریاستوں کو ختم کریں لیکن حکمرانوں کے کان پر جوں تک نہ رینگی شاید مجھ جیسے بے اختیار اور غیر مسلح آدمی کی آواز سننے کے لیے حکومت کے کان ہی نہیں اگر حکمران ذمہ داران سیاست ایسے بد انجام کے بارے میں پیش بینی کر لینا کریں تو اس قسم کے اجتماعی عذاب نازل نہ ہوں جن پر فوری احکام جاری کرنے پڑیں۔

میں ان نام نہاد دانشوروں کو بھی اس تاخیر میں حصہ دار سمجھتا ہوں جو ذاتی مقاصد براری کے لیے سب اچھا' لکھتے رہتے ہیں وہ دیانتداری سے ان ناسوروں کی نشاندی کرتے رہیں تو حالات اس قدر نہ بگڑیں یا پھر ان کا مداوا وقت پر کیا جاسکے میں ہوم سیکرٹری صاحب کو اس فیصلے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں لیکن یہ کہنے کی جسارت بھی کرتا ہوں کہ لائسنس یافتہ اسلحہ سے شاید ہی کبھی تخریب کاری ہوئی ہو دہشت گردی اور تخریب کاری ناجائز اسلحہ سے ہوتی ہے ناجائز اسلحہ پوشیدہ ہوتا ہے وہ جوں کا توں رہے گا نہ ظاہر کیا جائے گا نہ سرکاری کھاتے میں جمع ہو گا لیکن وہ جائز اسلحہ جو شرفاء نے بدمعاشوں چوروں ڈاکوؤں اور راچکوں کی زیادتیوں سے بچنے کے لیے حکومت وقت سے لائسنس لے کر رکھا ہوا ہے وہ یقیناً انتظامیہ کو واپس کر دیا جائے گا کیا اس کے بعد ان کے گھروں پر ڈاکوؤں کی یلغار آسان نہ ہو جائے گی اور انہیں آرام سے لوٹا نہ جانے لگے گا۔

ہماری پولیس اس بات پر جھگڑتی رہتی ہے کہ جائے واردات کس تھانے کی حدود میں ہوئی ہے جرائم پیشہ عناصر کسی بھی شریف شہری کو تاوان کے لیے اغواء کر لیں یا سرعام گولی سے اڑا دیں گے کچھ لوگ ضرور ایسے بھی ہوں گے جن کے پاس ممنوعہ بور کا اسلحہ ہے وہ دہشت گردی کے بھی مرتکب ہوتے رہے ہیں ان سے اسلحہ لے لیا جانا چاہیے۔

بعض ممالک میں اسلحہ کے لائسنس نہیں دیئے جاتے امن وقانون کے محافظ ادارے عوام کے جان ومال اور آبرو کی حفاظت کرتے ہیں لیکن ان کی جیبوں سے اپنی ضرورتیں پوری نہیں کرتے ہوم سیکرٹری اس حقیقت

Marfat.com

سے واقف ہوں گے کہ ہمارے ہاں تو مقتول کے لواحقین کی فریاد پر اس وقت تک پرچہ درج نہیں ہوتا جب تک وہ کچھ نہ کچھ بیچ کر تھانے والوں کی نذر نہیں کرتے یا پھر انہیں ہائیکورٹ اور افسران بالا کی خدمت میں فریاد کرنا پڑتی ہے اس طرح پرچہ تو درج ہو جاتا ہے لیکن نتیجہ ڈھاک کے وہی تین پات ناجائز منشیات فروش اور چوروں ڈاکوؤں کی پشت پناہی کرنے والے تھانوں میں اس طرح اینٹھ کر بیٹھے ہوتے ہیں جیسے تھانے کے افسر وہی ہوں اور تھانے کا عملہ ملزم ہو۔

میں یہ کہنے کی اجازت چاہوں گا کہ سب کو ایک ہی ترازو میں نہ تولئے بلکہ مجرموں کی پشت پناہی کرنے والے ان سیاسی شعبدہ بازوں کی پرواہ کیجئے جو کہ سیاست کے تحت پر بیٹھے خود کو محفوظ سمجھتے ہیں راشی افسروں کا لحاظ نہ کیجئے جو مختلف فرقوں کی آڑ میں دہشت گردی کرتے ہیں ان کی یادگوئی کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے ان نام نہاد تنظیموں کو بے اثر کیجئے جو ملک میں انارکی پھیلانے میں مصروف ہیں دین محبت کا درس دیتا ہے گولیاں چلانے کا نہیں بڑے ظرف والے لوگوں کا بڑھکیں لگانا شیوہ نہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ترجمہ۔اے رسول ﷺ' میرے بندوں سے کہو کہ وہ لوگوں کو محبت اور نیکی کا درس دیں کیونکہ جو لوگوں کے درمیان نفرت کی دیواریں کھڑی کرتا ہے وہ تو شیطان ہوتا ہے" ہمارے سامنے اسوہ رسول ﷺ ہے آپ کبھی قہقہہ لگا کر ہنستے بھی نہیں تھے' کسی بہت ہی خوشی کی بات پر بھی صرف مسکرا دیا کرتے تھے جنگ بدر کے موقع آپ ﷺ نے جنگ کے پانچ اصول متعین کیے 1۔نہتے پر وار نہیں کرنا' 2 بوڑھے پر وار نہیں کرنا' 3۔عورت پر ہاتھ نہیں اٹھانا۔4۔بچے پر ہاتھ نہیں اٹھانا۔5۔اور بھاگ جانے والے کا پیچھا نہیں کرنا ۔آپ نے یہ اصول مخالفوں اور دشمنوں کے حق میں فرمائے جب آپ ﷺ دشمنوں کے معاملے میں اتنے نرم خو تھے تو اپنوں کے لیے کتنے محبت اور شفقت کرنے والے ہوں گے تمام فرقے حضور ﷺ کی غلامی کا دعویٰ کر رہے ہیں لیکن کوئی بھی ان کے اسوہ حسنہ پر عمل پیرا نہیں بڑھکیں لگانے اور ایک دوسرے کو تباہ و برباد کرنے کے کھلے اعلان کرنا ناجائز اسلحہ کی نمائش کرنے کو باعث فخر سمجھنا ان کا معمول ہے کل ایک گروہ نے اسلحہ کی نمائش کی کھلم کھلا فائرنگ کی آج دوسرے گروہ نے اخبارات میں اعلان کیا کہ اتنا اسلحہ تو ہمارے ایک یونٹ کے پاس ہے اور ہمارے دو ہزار یونٹ ہیں کیا ان پر کوئی قانون لاگو نہیں ہوتا۔

جب ناجائز اسلحہ کی نمائش کا سلسلہ شروع ہوا تھا اگر اسی وقت سدباب ہو جاتا تو آج انتظامیہ اس قدر بے بس نظر نہ آتی ہمارے ہاں یہ روایت پختہ ہوگئی ہے کہ کسی بھی غلط کام کو اسی وقت روکنے کی کوشش شروع ہوتی ہے جب پورا معاشرہ اس کی آلودگی میں ملوث ہو چکا ہوتا ہے۔

ایک پنجابی فلم مسلسل دو سال چلی تو انتظامیہ کو خیال آیا کہ یہ عوام کے دیکھنے کے قابل نہ تھی حاکموں کی پھرتیاں ملاحظہ فرمائیں جب بچہ بچہ فلم سے درس لیتے لیتے خود مدرس بن گیا اس کی نمائش پر پابندی عائد کر دی گئی اس منحوس روایت کا خاتمہ ہو جائے تو اچھا ہے مختلف علاقوں کے دہشت گردوں اور بدمعاشوں سے

Marfat.com

تنگ آ کر اوران کے ہاتھوں اپنی بہو بیٹیوں کی عزت غیر محفوظ پا کران کے خلاف سراپا احتجاج بن جاتے او رجلوس نکالتے ہیں حکام کو درخواستیں دیتے اور مدد مانگتے ہیں اخبارات میں اس قسم کی خبریں چھپتی ہیں جن سے یہ تاثر ملتا ہے گویا پوری انسانیت کے ساتھ ظلم ہوا ہو کیا میرے وطن کے عوام اپنے اس دوہرے کردار پر بھی غور کریں گے؟ حزب اختلاف اور حزب اقتدار دونوں سے عرض ہے کہ خدا کے لیے ملک اور قوم کا خیال کریں عوام پر ترس کھائیں کرسی کی ٹانگوں کو اتنا نہ کھینچیں کہ کرسی ہی ٹوٹ جائے اور مجبورا بوٹوں والے آ جائیں یا خدانخواستہ یہاں مشرقی پاکستان والی روایت دوہرادی جائے۔

حکومت سے ملتجی ہوں کہ دہشت گرد، چور، ڈاکو، غنڈے اور بدمعاش تو چاہتے ہیں کہ شرفاء کے پاس اپنے بچاؤ کے لیے کچھ بھی نہ ہوتا کہ وہ من مانی کر سکیں جس کو چاہیں لوٹ لیں، جس کو چاہیں تاوان کے لیے اغواء کر لیں ناجائز اسلحہ ضرور پکڑیں بلکہ جن لوگوں سے یہ اسلحہ برآمد ہو ان کو بلاتاخیر اور بلالحاظ ایسا سبق سکھائیں جو دوسروں کے لیے عبرت کا موجب ہو، لیکن جن شرفاء نے اسلحہ صرف اپنی اور اپنے گھر اپنی عزت اور اپنی آبرو کی حفاظت کرنے کے لیے رکھا ہوا ہے ان کے ساتھ وہ سلوک نہ کریں جو مجرموں کے ساتھ کیا جاتا ہے قرارداد کشمیر کیوں پیش نہ ہو سکی اس کے پیچھے بھی یہی عوامل ہیں انشاء اللہ اگلے کالم میں اس کی تفصیل پیش کروں گا مجھے امید ہے کہ میری گزارشات اہل حکم کی طبع نازک گراں نہیں گزریں گے وہ میری استدعا پر ہمدردانہ غور فرمائینگے۔

میں تو ہر دو رہیں آوازدیا کرتا ہوں
کس کے قدموں کے حوالے سے بکھرتے ہیں مگر
میری منزل جو میرے ساتھ چلا ہے ہر گام
میں نے دیکھا نہیں سن رکھا ہے کوئی رہبر

احسان فیصل کنجاہی اور ڈاکٹر روبینہ شبنم (انڈیا)

Marfat.com

عمران خان تیسرا آدمی

عمران خان اس دور کا خوش نصیب آدمی ہے جسکا عوام بڑے جوش وخروش سے استقبال کرتے ہیں اور کروڑوں روپے اس پر نچھاور کر رہے ہیں اور وہ موضوع عوام بن چکے ہیں ایک جگہ یہی بحث چل رہی تھی کہ عمران کی اتنی پذیرائی کی کیا وجہ ہے ایک صاحب نے کہا کہ ''وہ بہت اچھے کھلاڑی ہیں دوسرے نے کہا کہ انہیں والدہ مرحومہ سے بے پناہ محبت ہے تیسرے نے کہا شاید اس لیے کہ وہ غریبوں کے لیے ایک بہت بڑا ہسپتال بنا رہے ہیں میں نے کہا کہ مجھے ان تینوں وجوہات میں حقیقت نظر نہیں آتی' نمبر ایک' پاکستان میں اور بھی بہت سے اچھے کھلاڑی ہوئے ہیں' فضل محمود' خان محمد' ظہیر عباس' مشتاق محمد' اور اب وقار یونس اور وسیم اکرم وغیرہ لیکن ان میں سے کسی کو بھی اتنی شہرت اور پذیرائی نصیب نہیں ہوئی نمبر دو' اگر والدہ سے محبت کا مسئلہ ہوتا تو سب سے پہلے 1970 میں میں نے اپنی والدہ کے نام پر ایک مکمل وارڈ تعمیر کرایا اسی ہسپتال میں 350 پنکھے دیئے اور آج تک اس وارڈ اور مریضوں کی حتیٰ المقدور خدمت کر رہا ہوں ماں کی محبت پر مبنی (رب داروپ) کے نام پر ایک فلم بھی بنائی گویا عمر گزری ہے اس دشت کی سیاحی میں۔

میرا تو آج تک کسی نے استقبال نہیں کیا نمبر تین۔ میاں محمد منشی نے اپنی گرہ سے چار کروڑ روپے خرچ کر کے غریبوں کے لیے ہسپتال بنایا اور اب آٹھ کروڑ روپے سے غریبوں کے لیے کالج بنا رہے ہیں لیکن میں کبھی کسی کو بھی انکا استقبال کرتے ہوئے دیکھا جبکہ عمران خان کا استقبال لاکھوں آدمی کرتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ ہمارے خواص وعوام میں یہ شعور احساس قطعی نہیں ہے کہ وہ کسی عوامی خدمت گار کی عزت کریں اور اسے احترام کی نظر سے دیکھیں ہاں بعض شخصیتوں میں قدرت نے ایسی جاذبیت اور مقناطیسیت بھر دی ہوتی ہے کہ لوگ ان دیکھے اور بے سوچے جذبے کے ساتھ والہانہ انداز میں انکی طرف کھچے چلے آتے ہیں اس مشن میں میں بھی ان کیساتھ ملتان گیا لیکن وہاں معلوم ہوا کہ عمران خان ایک ایسی شخصیت ہیں کہ انہیں کسی اور دوسرے کی ضرورت نہیں وہ اپنی ذات میں خود ہی ایک انجمن ہیں پاکستان کی تاریخ میں عمران خان تیسرے شخص ہیں جن کے ساتھ عوام اس طرح سے بے پناہ محبت وعقیدت کا اظہار کر رہے ہیں پہلے قائد اعظم محمد علی جناح تھے جو 1947 میں پاکستان کے بانی بنے ان کے ٹھیک بیس سال بعد 1967 میں ذوالفقار علی بھٹو نے پیپلز پارٹی کی بنیاد رکھی اور چار سال بعد پاکستان کے حکمران بن گئے اس کے بیس سال بعد ہی عمران خان نے کینسر ہسپتال بنانے کا اعلان کیا اور چار سال بعد 29 دسمبر 1994 کو ہسپتال خدمت عوام شروع کر رہا ہے قائد اعظم نے لا الہ الا اللہ کا نعرہ دیا بھٹو صاحب نے روٹی کپڑا اور مکان کا نعرہ دیا لیکن عمران خان ایسا خوش قسمت انسان ہے کہ جس نے کوئی نعرہ بھی نہیں دیا اور لوگ اس کے دیوانے ہوئے جا رہے ہیں۔ عمران خان اکثر یہ کہتے ہیں کہ انہیں سیاست سے کوئی دلچسپی نہیں لیکن پانچ دسمبر کو انہوں نے کہا

Marfat.com

کہ سیاستدان ان سے خائف ہیں گویا وہ پاکستان میں پھیلے ہوئے بڑے کینسر کو بھی پہچان گئے اس سے پہلے خان صاحب ایک کرکٹر تھے اور انہیں کسی ہسپتال یا مہلک بیماری کے خلاف جہاد سے کوئی دلچسپی نہ تھی اور اپنی والدہ کی کینسر سے واقع ہونے والی موت نے انہیں اتنا متاثر کیا کہ انہوں نے ایک بڑا ہسپتال بانے کا مشکل ترین منصوبہ مکمل کرنے کا ارادہ کیا تو الحمداللہ وہ اس میں کامیاب ہو گئے عرض یہ کرنا چاہتا ہوں کہ یہ ایک کینسر ہے پاکستان میں اس سے بڑے بڑے سینکڑوں کینسر موجود ہیں جنہوں نے پاک وطن پاکستان کو کینسرستان میں تبدیل کر دیا ہے نمبر 1 رات دن بلاوجہ قتل و غارت کا کینسر 2 ڈاکووں' رہزنی اور برائے تاوان اغوا کا کینسر' نمبر 3' سر عام اور کھلم کھلا رشوت و سفارش کا کینسر' نمبر 4' غربت بھوک اور افلاس کا کینسر' نمبر 5۔ نا خواندگی اور بیماریوں کا کینسر۔ نمبر 6۔ ہر چیز میں ملاوٹ او رکمر توڑ مہنگائی کا کینسر' نمبر 7 فرقہ واریت صوبائی تعصب اور لسانی عصبیت کا کینسر' نمبر 8 ظلم و جبر و چھینا چھینی اور قبضہ گروپ کا کینسر' نمبر 9۔ فحاشی او رلغویات کا کینسر۔ نمبر 10۔ ذاتی اغراض اقربا پروری مادہ پرستی کا کینسر۔ نمبر 11 اپنے وطن کی دولت ناجائز طریقوں سے سمیٹ کر بیرونی ممالک میں ملیں اور فائیو سٹار ہوٹل بنانے کا کینسر' نمبر 12 سیاستدانوں اور مذہبی رہنماؤں کے بے دھڑک جھوٹ بولنے کا کینسر اور جھوٹ بھی ایسا مفید کہ رات کے گھپ اندھیرے میں بھی چمکتا نظر آتا ہے' نمبر 13 محبتوں کے پاک چشموں میں نفرتوں کی گندگی بھر دینے کا کینسر' نمبر 14 'علمائے سوے دین کا راستہ ترک کر کے کلاشنکوف' تشدد اور قتل و غارت کا کینسر پھیلا دیا ہے۔ عمران خان صاحب پوری قوم یتیم ہو کر رہ گئی ہے اور یتیموں کے سر پر ہاتھ رکھنے والا کوئی نظر نہیں آتا سیاست کے شہسوار اقتدار کا تاج سر پر سجانے کے لیے شرافت و اخلاقیات کی تمام حدود پھلانگ رہے ہیں ان کی نظریں صرف اونچی کرسیوں پر ہیں اور عوام پاؤں تلے مسلے جا رہے ہیں۔ جھوٹ لکھنے اور جھوٹ بولنے والے اپنی اس شناخت پر قطعی شرمندہ نہیں' بلکہ ناز کر رہے ہیں کئی خوشامدی اپنے آپ کو دانشور بنائے بیٹھے ہیں پوری قوم کسی نہ کسی پہلو سے کینسر میں مبتلا ہے ماشاء اللہ آپ کا ہسپتال بن چکا ہے لیکن معذرت کے ساتھ اگر خوانخواستہ آپ کے تیار کردہ ہسپتال میں کوئی مریض مر گیا تو کسی چھوٹے سے چھوٹے قبرستان میں سما جائے گا لیکن آپ کے اور میرے وطن عزیز کے اس وسیع کینسرستان میں اسی طرح اموات ہوتی رہیں تو ان کے لیے میلوں لمبے چوڑے قبرستان بھی ناکافی ہوں گے۔ عمران خان جی اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی کمائی محنت شفقت سے ایک انفرادی عزت عطا کی ہے اور درجات عطا فرمائے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کے درجات اور بلند فرمائے (امین) اس بڑی ذمہ داری کو بھی سنبھا لیے اس بڑے اور مہلک کینسر کے خلاف جہاد کیجئے پاکستان کے غریب عوام آپ کے ہم رکاب ہوں گے آیئے مل کر قائداعظم کے نقش قدم پر چلیں اور مظلوم عوام کو کینسر کے بھینک بھنور سے نکالیں کو دجایئے اس آگ کے سمندر میں۔

☆☆☆☆

Marfat.com

فخر زمان اور دو پاکستان

یقیناً دو پاکستان کے عنوان سے آپ نے یہ اندازہ لگایا ہوگا کہ میں مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان کی بات کر رہا ہوں ایسا نہیں ہے اس لیے کہ مشرقی پاکستان تو اب داستان پارنیہ ہو چکا ہے یہاں میری مراد نظریاتی طور پر موجودہ پاکستان کو تقسیم کرنے کی کوشش یا مذہب اسلام کو ملک بدر کرنے کی سازش ہے جناب فخر زمان صاحب نے یہ فرمایا کہ پاکستان مذہبی بنیادوں پر معرض وجود میں نہیں آیا اس سے پہلے بھی فخر زمان صاحب کے ہی نظریات کے حاملان اسی قسم کے مفروضہ تصورات پیش کرتے رہے ہیں کچھ مولویوں نے انکے اس بیان پر احتجاج کیا اور قرارداد مذمت پاس کی میں ایک پہلو سے تو جناب فخر زمان کو مبارک پیش کرتا ہوں کہ وہ منافقت سے کام نہیں لیتے جو انکے دل میں ہو وہ بغیر کسی خوف و جھجک کے برملا کہہ دیتے ہیں میں ایک بات ضرور عرض کروں گا کہ تاریخ کو توڑ مروڑ کر مسخ کرنا برائے خود ایک بہت بڑا جرم ہے بلکہ یہ ایک گناہ کبیرہ ہے کیونکہ اس سے ہزاروں لاکھوں اور کروڑوں انسانوں کے ذہنوں کو مسموم کر کے گمراہ کیا جا سکتا ہے ہمارے ہاں یہ فیشن ہو گیا ہے کہ جو حضرات اپنے آپ کو پراگریسو انٹیلکچوئل' ترقی پسند' ادیب' شاعر اور کلچر یعنی ثقافت کے شہ سوار منوانا چاہتے ہیں وہ مذہب سے بیزاری اور انحراف یا دینی تقدس کو پامال کرنا ترقی پسندی کی یونیفارم سمجھتے ہیں مذہب اور مذہب کے اصولوں کو اپنانے اور اس پر عمل کرنے کو قدامت پسندی کا نام دیتے ہیں مجھے اس سے کوئی عرض نہیں کہ کسی کے نظریات کیسے ہیں نہ ہی میں کوئی مجدد یا مبلغ عظم ہوں کہ نظریات کی اصلاح کرتا پھروں لیکن ایسی غیر حقیقی اساس تاریخ کو تبدیل کرنے کا جواب دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ عوام حقیقت کو جان سکیں پاکستان کی بنیاد تو 1799 میں سلطان ٹیپو کی شہادت کے بعد ہی رکھ دی گئی تھی جب حاجی شیعت اللہ کو میاں حضرت سید احمد بریلوی نے ہندوستان بھر میں گھوم پھر کر مسلمانوں کو بیدار کرنا شروع کیا 1857 کی جنگ آزادی کے بعد سرسید احمد خاں نے مسلم یونیورسٹی بنانے کی جدوجہد شروع کی انکے بعد نواب محسن الملک' وقار الملک' مولانا ظفر علی خان' مولانا حسرت موہانی' مولانا محمد علی جوہر' مولانا شوکت علی' علامہ محمد اقبال' چوہدری رحمت علی' اور قائداعظم محمد علی جناح کس ازم او رکن نظریات کے لیے رات دن سرگرم عمل رہے اور قربانیاں دیتے رہے صرف اور صرف اسلامی جذبے کے تحت اور ہندونستان میں بقائے دین اسلام کے لیے 1895 میں جب بی جی ملک نے اعلان کیا کہ ہندوستان میں گاؤ کشی ممنوع قرار دی جائے اور ہمارا ہیرو سیواجی مرہٹہ ہے تو مسلمانوں نے کانگریس کو کیوں چھوڑنا شروع کر دیا اس کے نتیجے میں 1906 میں مسلم لیگ قائم ہوئی اور مسلم لیگ میں شامل ہونے والے لوگ اپنے آپ کو دین اسلام کا پیروکار ہی سمجھتے تھے دسمبر 1930 میں الہ آباد جلسے میں خطبہ صدارت دیتے ہوئے شاعر مشرق حضرت علامہ اقبال نے ان صوبوں کو علیحدہ کر دیا جن میں مسلمانوں کی اکثریت تھی

Marfat.com

ایک نیا ملک بنانے کا تصور پیش کر دیا یہی نہ کہ وہاں مسلمان آزادی سے رہ سکیں اور اپنے اصولوں پر عمل کرنے میں انہیں کوئی رکاوٹ نہ ہو۔

چوہدری رحمت علی نے Now or Never میں پاکستان کا نام دیا اور اس کا ایک خاکہ پیش کیا 1940 میں جو قرارداد لاہور پاس کی اس کا متن کیا تھا یہ نہ کہ مسلمانوں کی ایک علیحدہ ریاست ہونی چاہیے مسلمان کسے کہتے ہیں جو خدا کو ایک مانتا ہو حضرت محمد ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا آخری نبی مانتا ہو اور قرآن پاک کو کلام اللہ تسلیم کرتا ہو جب مسلمان کی بات ہوگی تو عقائد کی بنا پر ہوگی نہ کہ لباس اور کھانے کی بنیاد پر جب پاکستان بن رہا تھا تو بچے بچے کی زبان پر ایک ہی نعرہ تھا پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ محمد ﷺ رسول اللہ' یہ نعرہ کس ازم کا تھا کس مذہب کا تھا موزے تنگ کا تھا لینن' سٹالن' کارل مارکس' کا یا کم ال سنگ کا تھا نہیں بلکہ خالصتاً دین اسلام کا تھا اس وقت جتنی بھی قربانیاں دیں صرف اسلام کے نام پر دی گئیں نہ کہ سوشلزم کمیونزم یا کسی بھی اور ازم پر' پاکستان سو فیصدی اسلام کے پاکیزہ نام پر حاصل کیا گیا ہمارے سوشلسٹ بھائی ملا ازم کے خلاف بات کرتے ہیں میں انکی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ علماء فارسی میں پڑھانے والے کو کہتے ہیں نہ کہ کلاشنکوف بردار اور تشدد پسند فسادی عناصر کو ملا کہا جاتا ہے یہ تو عوام کو بے وقوف بنانے کے لیے انہوں نے محض بہروپ اور سوانگ رچایا ہوا ہے انکے حق میں تو کوئی بھی باشعور شریف اور پر امن محب وطن نہیں ہو سکتا لیکن ملا تو استاد کو کہتے ہیں اور استاد کا احترام تو ہر ازم میں موجود ہے۔

میں جناب فخر زمان صاحب کی خدمت میں عرض کروں گا کہ اپنے فکر و عمل میں کوئی بھی ازم اپنائیں' دین کو قدامت کا نام دے کر پسند فرمائیں یا نا پسند کریں یہ ان کا ذاتی معاملہ ہے اس پر ہم اعتراض کرنے والے کوئی نہیں لیکن جب محترمہ نے انہیں یہ ذمہ دار کرسی عطا فرمائی ہے انکے ہاتھوں میں اکثر تسبیح دکھائی دیتی ہے جس پر یقیناً وہ صرف اللہ تعالیٰ کے پاک نام کا ورد کرتی ہیں نہ کہ کسی اور ازم کے سربراہ کا اور میرے محترم چیئرمین اکادمی ادبیات تاریخ کی ناک یوں نہ مروڑیں کہ آوا ہی الٹ جائے اور خدانخواستہ وہ خود بھی اس کی زد میں آ کر کچھ کھو بیٹھیں۔

اس قسم کی مفروضہ روایات کو پاک وطن میں رائج کرنے کا ہی نتیجہ ہے کہ ہماری قانون ساز اسمبلی جیسا اعلیٰ اور معزز ادارہ اب باکسنگ رنگ بن گیا ہے ستائیس نومبر کی شام پی ٹی وی پر پارلیمنٹ کے رنگ میں قوم کے چنے ہوئے معزز پہلوانوں کی کشتی دیکھی جس میں مکا بازی' کک بائسنگ اور ایسی ایجاد کردہ خوبصورت گالیاں تھیں کہ مزہ ہی آ گیا اور ہر حساس آدمی کا سر شرم سے جھک گیا کہ یہ ہمارا قانون ساز ادارہ ہے ایسی ہی مسموم اور مذموم تاریخ سازی کا نتیجہ ہے کہ پاکستان میں فرقہ بازی صوبائی تعصب لسانی اختلافات عروج پر ہیں اور ہماری انتظامیہ کا عوام کے ذہنوں میں تصور یہ قائم ہو گیا ہے کہ اب بغیر رشوت دیئے کوئی جائز کام بھی نہیں ہو سکتا اور یہ بہت حد تک درست بھی ہے مثال کے طور پر ایک تازہ ترین واقعہ پیش کرتا ہوں

Marfat.com

کہ 27 نومبر کو مجھے خوشاب جانے کا اتفاق ہوا اور وہاں کسی کام کی وجہ سے مجھے تھانہ سٹی خوشاب جانا پڑا دن کے بارہ بجے تھانے کا دروازہ اندر سے کنڈی لگا کر بند کیا ہوا تھا میں نے دروازہ کھٹکھٹایا بندوق بردار سپاہی اندر سے پکارا کون ہے میں نے عرض کیا فریادی ہوں عادل وقت جہانگیر عصر جناب ایس ایچ او خوشاب کے دربار میں حاضر ہونے کے لیے آیا ہوں اس نے پولیسانہ تمکنت سے کہا کہ دروازہ نہیں کھل سکتا یہ ایس ایچ او صاحب کا حکم ہے تھانے کی چھت سے ایک شخص نے نمودار ہو کر پوچھا کہ کیا بات ہے میں نے انہیں اپنا اخباری کارڈ دکھایا اور حاضری کی اجازت چاہی چند لمحوں کے بعد ایک اچھا خاصا زباندراز دروازے سے باہر آیا دروازہ پھر بند ہو گیا اس نے کہا ایس ایچ او صاحب ایک خاص تفتیش میں مصروف ہیں اس لیے اندر آنے کی اجازت نہیں میں نے اپنا نام بتایا اس نے کہا پھر کیا ہے' میں نے روزنامہ پاکستان کے ساتھ اپنے تعلق کا ذکر کیا اس نے کہا پھر کیا ہے میں نے کہا میں مسلم لیگ کی طرف سے پنجاب کلچر ونگ کا انچارج ہوں اس نے نہایت کریہہ انداز میں کہا کہ پھر کیا کریں یہ تھانہ ہے کسی اخبار کا یا حکومت کے کسی ونگ کا دفتر نہیں میں حیران ہو کر واپس پلٹا سوچتا رہا جب تھانوں کے دروازے دن کے وقت بند ہونے لگیں تو مظلوم عوام فریاد لیکر کہاں جائیں کسی تھانے کا دروازہ دو صورتوں میں ہی بند ہو سکتا ہے یا تو جیسا کہ آج کل اکثر اخبارات میں آتا رہتا ہے کہ کوئی عورت تھانے میں غیرت بانے کی خاطر حاضر ہوئی اور غیرت لٹوا بیٹھی یعنی تھانے کے اندر کسی مظلوم خاتون کی عزت کے پرخچے اڑائے جا رہے ہوں یا کسی شخص کے ساتھ ایسا وحشیانہ تشدد کیا گیا ہو کہ اب اس کی حالت دکھانے کے قابل نہ ہو اور اگر کوئی اور وجہ بھی ہو سکتی ہے تو وہ شاید خوشاب کے ایس پی صاحب معلوم کر سکیں کیونکہ عوام کے لیے دروازہ ہی بند ہے تو ہم کیسے جان سکیں گے میں نے یہ واقعہ وہاں کے ایم این اے جناب ملک محمد بشیر اعوان اور ایم پی اے جناب ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں عرض کر دیا تھا میں آخر میں جناب فخر زمان اور دیگر حضرات با اختیار کی خدمت میں عرض کرونگا کہ حقیقتوں کو بنیاد بنا کر ایسا راستہ اختیار فرمائیں جس سے ملک وقوم بچ جائیں نہ کہ ذہنی طور پر منتشر ہو کر نفرتوں کے صحرا میں گم ہو جائیں جیسا کہ ایک بار ہمارے ساتھ ہو چکا ہے اس پر عمل ہو نہ ہو ہمارا راستہ تو حق گوئی ہے۔

وہ اپنی خُو نہ چھوڑیں گے' ہم اپنی وضع کیوں بدلیں۔

☆☆☆☆

Marfat.com

انسپکٹر جنرل پولیس کے بیانات پر چند حروفِ نیاز مندی

آپ نے 17 مارچ کو اخبارات میں فرمایا (بااثر افراد کی مداخلت سے پولیس کا نظام ناکام ہو گیا سماج دشمن عناصر کو اسلحہ کی آسانی سے دستیابی دہشت گردی کے واقعات میں اضافے کی بڑی وجہ ہے آپ نے بالکل صحیح نشاندہی فرمائی اور یقیناً ماتحت پولیس آفسر اس سے درس لیں گے لیکن جناب عالی یہ بات میں نے چار اگست 1994 کے کالم عنوان (ایک انٹرویو ایک جائزہ میں لکھی تھی) جب موجودہ ایس ایس پی حاجی حبیب الرحمٰن صاحب نے لاہور کی سڑکوں پر پولیس ناکوں کا جال بچھانے کا اعلان فرمایا تھا میں نے اتنا ہی تو عرض کیا تھا کہ جناب محض ناکہ بندی جرائم کو روکنے کے لیے موثر علاج نہیں اس کے ساتھ ساتھ رشوت اور سفارش بھی بند کرنے کا عمل فرمائیں پھر دیکھئے کہ ڈاکے اور جرائم کیسے دفن ہو جاتے ہیں میرا مقصد یہ تھا کہ جب تک بااثر افراد کا تھانوں اور دیگر انتظامی دفاتر میں اثر ورسوخ ختم نہیں کیا جاتا جرائم بند ہونا ناممکن ہے کیونکہ پولیس والے تو رات بھر جاگ کر اور موت کے منہ میں کھڑے ہو کر ڈیوٹی دیتے ہیں اور اس طرح اگر کبھی خطرناک مجرموں کو پکڑنے میں کامیاب بھی ہو جاتے ہیں تو دو منحوس عفریت ان کو گھیر لیتے ہیں نمبر 1 ان بااثر افراد کی سفارش جن کے ہاتھوں میں ٹرانسفر اور تنزلی کی تلوار ہوتی ہے اور دوسرے رشوت کا چابک اور یہ دو بھوت مخلص پولیس ملازمین کی تمام تر محنت پر پانی پھیر دیتے ہیں اور اس طرح وہ شرافت کے قاتل آزاد ہو جاتے ہیں میری خوش قسمتی تھی کہ میری اس انتہائی مخلصانہ رائے پر افسران خوش ہونگے لیکن نتیجہ اس کے برعکس نکلا اور لاہور کے ایس ایس پی میرے ساتھ ناراض ہو گئے اور آج تک سخت ناراض ہیں یہاں تک کہ جناب چیف سیکرٹری صاحب نے میری سفارش فرمائی کہ اس بے چارے کو معاف فرما دیں لیکن آپ کے ایس ایس پی صاحب کا غصہ کسی صورت ختم ہونے میں نہیں آتا خان صاحب یہ تو آپ کے علم میں یقیناً ہوگا کہ اگر کسی شریف شہری کے ساتھ کوئی تھانے دار بھی نارض ہو جائے تو اس بچارے کی زندگی اجیران ہو جاتی ہے اور اب تو یہ ہر روز کی خبریں ہیں کہ ناراض تھانے دار صاحب کسی معیوب شخص کی ماں، بہن، باپ بیٹا اٹھا کے تھانے لے گئے اور انہیں ننگا کر کے چھتر ول کی گئی تو قابل احترام خان صاحب اگر ایک تھانہ دار یہاں تک جا سکتا ہے تو سوچئے اگر ایک ایس ایس پی کسی بے اختیار شخص کے ساتھ ناراض ہو جائے، سوچ کا دھارا بھی عجیب شے ہے پھول پھول ہوتا ہے اور نشتر نشتر ہوتا ہے چاہے وہ کسی اعلیٰ افسر کے ہاتھ میں ہوں یا عام شہری کے ہاتھ میں لیکن ہماری قوم کی بدقسمتی یہ ہے کہ ہمارے افسران کے اندر احساس برتری کی آگ یوں شعلہ زن ہے کہ وہ کسی عام شہری کی اچھی رائے بھی برداشت نہیں کرتے۔

Marfat.com

یہ کیسا دستور زبان بندی ہے تیری محفل میں
یہاں تو بات کرنے کو ترستی ہے زبان میری

خیر یہ جملے تو بر سبیل احتیاط تھے کہ اگر حق گوئی کے جرم میں اس ناچیز کے ساتھ کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش آئے تو آپ کے علم میں ہو کہ اس کا ذمہ دار کون ہے اٹھارہ مارچ کو آپ نے فرمایا کہ 140 سالہ پولیس کا کردار از سر نو متعین کرنا ہوگا یہ نظام تو انہیں سرمایہ داروں اور با اثر اشخاص نے غیر موثر کر دیا ہے اور رشوت اس میں سونے پر سہاگے کا کام کر رہی ہے یوں کیوں نہ کہوں ایک کربلا دوسرے نیم چڑھا شاید ہماری پولیس کو عوام کیساتھ بدزبانی اور بداخلاقی کی ہی تربیت دی جاتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ شریف شہری جنہوں نے کوئی جرم نہیں کیا ہوتا بلکہ وہ مدعی ہوتے ہیں پھر بھی تھانے جاتے ہوئے ڈرتے ہیں اور وہ تھانے میں جانے سے پہلے کوئی نہ کوئی سفارش کرتے ہیں اور سفارشی کی ہدایت پر کچھ رقم کا بندوبست بھی کرتے ہیں چاہے اس کے لیے انہیں اپنا مکان بیچنا پڑے یا بیٹی کا جہیز نیلام کرنا پڑے اور اس پر طرہ یہ کہ مجرموں کو تو چھوڑ دیا جاتا ہے لیکن اکثر با اثر لوگوں کی ہدایت پر یا رشوت لیکر بے گناہوں پر مقدمے بنا دیئے جاتے ہیں خان صاحب میں اس خالق کے نام پر آپ سے اپیل کرتا ہوں جس کے ہاتھ میں زندگی اور موت ہے کہ ان کو اس گھناونے ظالمانہ جرم سے روکے یقین جانئے ہم نے کئی ایسے سرکاری افسروں کی غیرت ناک عبرت کو دیکھا۔۔۔ تھانوں اور بڑے بڑے افسروں کی بارگاہوں میں ٹاوٹوں کی بڑی عزت افزائی ہوتی اس لیے کہ وہ عوام کو لوٹتے ہیں متعلقہ افسران کو بھی حصہ دیتے ہیں اور خود بھی عیش کرتے ہیں اور یہ ملعون ٹاوٹ ایسے بھی ہیں جو نقد رقم کیساتھ ساتھ وہ خدمات بھی سرانجام دیتے ہیں جن کا ذکر یہاں غیر مناسب معلوم ہوتا ہے میرے حقیر خیال میں نیا نظام تو اس صورت میں درست ہوسکتا ہے 1 مہنگائی کے مطابق ملازمین کی تنخواہیں بڑھا کر ان میں توازن قائم کیا جائے' ٹاوٹوں کو تھانوں میں داخلے پر مکمل پابندی لگائی جائے پھر جو رشوت لے اس کا قطعی لحاظ نہ کیا جائے۔ 2۔ موجودہ نظام و طریق الیکشن بنیاد بدیانتی ہے اسے بدلا جائے جس شخص کے پاس دس بیس ووٹ کا اجارہ ہوتا ہے کونسلر امیدوار اس کے گھر جا کر ووٹ مانگتا ہے اور غلط نا جائز اور غیر نا جائز اور غیر قانونی وعدے کرتا ہے الیکشن پر امیدواروں کے لاکھوں کروڑوں روپے خرچ ہو جاتے ہیں پھر وزارتیں حاصل کرنے کے لیے ممبران اسمبلیوں کو کروڑوں روپے نذرانہ دیا جاتا ہے اور ان کے اقربا کو وہ بڑی ملازمتیں دی جاتی ہیں جن کے وہ کسی پہلو اہل نہیں ہوتے یہ پورے ملک اور قوم کے ان بچوں کے ساتھ سفا کانہ ظلم ہے جو قابل محنتی اور اہل ہوتے ہیں وہ تو محروم رہ جاتے ہیں اور نالائق بڑے عہدوں پر فائز ہو کر ظلم کی داستانیں رقم کرتے رہتے ہیں۔

حکمران پارٹی کے وزراء ایم این اے اور ایم پی اے اپنے اپنے علاقوں میں ایسے ایسے نا اہلوں اور بے شعوروں کو معتبریاں عطا کرتے ہیں جو خود جرائم میں ملوث ہوتے ہیں اور پھر ان کی پذیرائی کے لیے ڈپٹی

Marfat.com

کمشنر صاحبان اور ایس پی صاحبان اور دیگر انتظامیہ کو ہدایت نامے جاری کردیئے جاتے ہیں کہ ان کے جائز و ناجائز کام کیے جائیں اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ نظام عدل معطل ہو کر رہ جاتا ہے آپ اپنے افسران کو ہدایت فرمائیں کہ وہ اس۔۔۔خالق حقیقی پر یقین رکھیں جو عزت و ذلت عطا کرنے والا ہے اور ایسے قانون شکنوں کے کہنے میں نہ آئیں جو خود رات دن جرائم کرتے ہیں اور بے گناہ مخالفین کو پھنسا دیتے ہیں۔

18 مارچ کو آپ کی طرف سے پریس ریلیز شائع ہوئی پنجاب میں دہشت گردی سے نمٹنے کے لیے کرائمز انویسٹی گیشن ڈیپارٹمنٹ قائم کر دیا گیا جو براہ راست آپ کی کمانڈ میں کام کرے گا جس میں ایس پی ڈی ایس پی انسپکٹر اور دیگر عملہ 300 افراد پر مشتمل ہوگا یہ بڑا مبارک قدم ہے اللہ تعالیٰ آپ کو اس میں کامیابی عطا فرمائے بس اتنی گزارش ہے کہ افسر چننے میں یہ احتیاط فرمایئے کہ کوئی سنی شیعہ دیو بندی اہلحدیث یا قادیانی ذہنیت کا افسر نہ ہو یقیناً پولیس میں ایسے لوگ موجود ہیں جو رشوت کو چھوڑنے تک نہیں اور جن کی نظروں میں مالک کے مقابلے میں قانون کی بالادستی اور محکمے کی طرف سے تفویض کردہ فرائض کی بجا آوری زیادہ اہم ہے انسداد جرائم کمیٹیوں میں نامزد ممبران کا جائزہ بھی لیں کیا وہ خود اپنے اپنے علاقے کے بدنام مجرم تو نہیں اور اگر ہو سکے تو عوام میں سے اچھی شہرت رکھنے والے افراد جن کا ماضی بے داغ ہو اور جو عوام اور وطن کے خدمت کے جذبے سے سرشار ہوں کو بھی اعزازی طور پر اس کرائمز انویسٹی گیشن ڈیپارٹمنٹ میں شامل کیجئے۔

اے عدم احتیاط لوگوں سے

لوگ منکر نکیر ہوتے ہیں

پروفیسر زہیر کنجاہی، ڈاکٹر پرت پال کور (انڈیا) احسان فیصل کنجاہی

Marfat.com

14 اگست 1947 اور جشن آزادی نوابزادہ نصراللہ خان اور حکمران

14 اگست 1947 کی بنیاد بنگالہ میں نواب سراج الدوہ کی شکست سے شروع ہوئی جب ہندوستان میں مسلمانوں کے لیے مصیبتوں کا آغاز ہوا انگریزوں کا اقتدار اور ہندوستان کی سیاست میں اثر و نفوذ اتنا بڑھ گیا کہ انہوں نے بنگال کے محبّ وطن حکمران نواب سراج الدولہ کو غدار وطن میر جعفر کے بیٹے میرن سے قتل کروا دیا اور 1757 میں اسے بنگال کا حکمران بنا دیا لیکن تمام اختیارات سلطنت انگریزوں کے پاس تھے اس طرح 1761 میں میر جعفر کا داماد میر قاسم بنگال کا حکمران بنا جسے انگریزوں نے 1763 میں معزول کر دیا۔

میر قاسم نے مغل شہنشاہ شاہ عالم اور اودھ کے نواب شجاع الدولہ سے امداد لیکر بنگال پر چڑھائی کی لیکن بکسر کے مقام پر انگریز سپاہ سالار میجر منرہ نے اسے شکست فاش دی اس طرح انگریزوں کا بنگال پر مکمل قبضہ ہو گیا اور مغل حکمران شاہ عالم ثانی انگریزوں کی سرپرستی کا طالب ہوا۔ 12 اگست 1765 دی بنگال 'بہار اڑیسہ بنارس اور غازی پور کے علاقوں کے مکمل اختیارات انگریزوں کو مل گئے ادھر سید علی 1766 میں میسور کا حکمران بنا اور اس نے انگریزوں کو ہندوستان سے نکالنے کی کوششیں شروع کر دیں انگریز بھی اس سے غافل نہیں تھے انگریزوں نے مرہٹوں اور نواب حیدر آباد دکن کو نواب حیدر علی کے خلاف اپنے ساتھ ملا لیا لیکن بدقسمتی سے نواب حیدر علی سرطان کا مریض ہو گیا اور 7 ستمبر 1782 کو انتقال کر گیا دسمبر 1782 کو حیدر علی کا بیٹا ابوالفتح ٹیپو سلطان سریر آرائے سلطنت ہوا جو مسلسل سترہ سال انگریزوں مرہٹوں اور نظام حیدر آباد دکن کے خلاف نبرد آزما رہا لیکن آخر 4 مئی 1799 کو جبکہ انگریزوں نے سرنگا پٹم کا محاصرہ کیا ہوا تھا سلطان نے ایک سایہ دار درخت کے نیچے بیٹھ کر کھانا طلب کیا ابھی پہلا لقمہ اٹھایا ہی تھا کہ وفادار جرنیل سید غفار کی شہادت کی اطلاع ملی سلطان ٹیپو کے نمک حرام ساتھی میر صادق اور پورنیا مسلسل انگریزوں کی رہنمائی کر رہے تھے سلطان نے سید غفار کی شہادت کی خبر سن کر میر صادق پورنیا اور میر معین اور باقی امراء اور وزراء پر نظر ڈال کر ایک تاریخی جملہ کہا اس غداری کا نتیجہ تمہیں اس وقت معلوم ہو گا جب تم اور تمہاری آئندہ نسلیں اس ملک میں محتاج اور ذلیل ہو کر ایک ایک دانہ چاول اور پیاز کی ایک ایک گھٹی کو ترسیں گے اس کے بعد سلطان نے کھانا چھوڑ دیا اور تلوار اور دونالی بندوق لیکر خود مقابلہ شروع کر دیا قلعے کے بڑے دروازے کے پاس سلطان تین اطراف سے گھر گیا کسی نے رائے دی کہ آپ خفیہ دروازے سے بھاگ جائیں سلطان نے کہا کہ شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی ہزار سالہ زندگی سے بہتر ہے سلطان کے دل پر گولی لگی اور اس نے جام شہادت نوش کیا۔ سوئے دہلی کے اہل قلعہ اور چند علاقوں کے

Marfat.com

پورے ہندوستان پر انگریزوں کا تسلط قائم ہو گیا حتیٰ کہ 1757 میں ہندوستانیوں نے انگریزوں کے خلاف جنگ آزادی لڑی جو ناکام ہو گئی انگریزوں نے آخری مغلیہ تاجدار بہادر شاہ ظفر کو قید کر کے رنگون بھیج دیا اور ہندوستان کی زمین کا ایک انچ بھی باقی ایسا نہ رہا جو انگریزوں کی عملداری سے باہر ہو۔ سلطان ٹیپو کی شہادت کے بعد جب انگریزوں نے مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا تو حاجی شریعت اللہ' دودو میاں' سید احمد شہید' اور دوسرے مسلمان اکابرین نے مسلمانوں میں آزادی کی لہر دوڑانے کے لیے جدوجہد کی اور اس مقصد کے حصول کے لیے اپنی جانیں قربان کیں۔ 1857 کی جنگ آزادی کے بعد ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر دی انڈین مسلمان میں لکھتا ہے کہ کلکتہ میں کوئی دفتر ایسا نہیں تھا جس میں کوئی مسلمان قلی' ڈاکیا یا چپڑاسی سے اونچی نوکری پر فائز ہو وہ لکھتا ہے کہ سرکاری طور پر جو اشتہار سرکاری آسامیوں کے لیے دیئے جاتے تھے ان میں صاف صاف درج ہوتا کہ یہ آسامیاں ہندوؤں کے لیے مخصوص ہیں ایچ لی ہمبر نے لکھا ہے کہ عیسائی ممالک میں مسلمانوں کو مسیحیت اور برطانیہ کا دشمن سمجھا جاتا تھا ہنگری برنگٹن نے 1858 میں لکھا کہ بغاوت کی تحریک ہندوؤں نے شروع نہیں کی تھی یہ مسلمانوں کی سازش کا نتیجہ تھی مراد آباد کے کمانڈنٹ لیفٹیننٹ کرنل جان کوک نے ایک مراسلے میں لکھا کہ ہماری پوری کوشش ہے کہ یہاں مسلمانوں کو فرقوں میں تقسیم کر دیں بمبئی کے گورنر لارڈ ایلفنسٹن نے 14 مئی 1859 کی کونسل کی کارروائی میں لکھا کہ قدیم یونانیوں کا نعرہ تھا کہ پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو اور یہی نعرہ ہمارا ہے ہندوؤں نے انگریزوں کو اپنی خوشامد اور چاپلوسی سے یہ یقین دہانی کرادی کہ جنگ آزادی اور مسلمانوں کی سازش تھی لہذا ہزاروں مسلمانوں کو درختوں کے ساتھ سر سید احمد جیسی باشعور شخصیت نے محسوس کیا کہ مسلمانوں کا مقابلہ نہ صرف انگریزوں کو اپنی خوشامد اور چاپلوسی سے یہ یقین دہانی کرادی کہ جنگ آزادی مسلمانوں کی سازش تھی لہذا ہزاروں مسلمانوں کو درختوں کے ساتھ پھانسی دی گئی اور ہاتھی کے پاؤں کے نیچے کچلا گیا ان حالات کے تحت سر سید احمد جیسی باشعور شخصیت نے محسوس کیا کہ مسلمانوں کا مقابلہ نہ صرف انگریزوں کے ساتھ ہے بلکہ ہندوؤں کے ساتھ بھی ہے اور یہ مقابلہ مسلمان بغیر جدید تعلیم حاصل کیے نہیں جیت سکتے چنانچہ تمام تر کوششوں کے ساتھ 1875 میں یہ سکول ڈگری کالج بنا سر سید احمد کیساتھ نواب وقار الملک اور نواب محسن الملک شانہ بشانہ کوشاں رہے اور آخر سر سید احمد کے انتقال کے بعد نواب محسن الملک اور سر آغا خان کی کوششوں سے اس نے مسلم یونیورسٹی کا درجہ حاصل کر لیا 1912 میں پہلا مسلم اخبار اخبار زمیندار مولانا ظفر علی خان نے جاری کیا 1913 میں قائداعظم محمد علی جناح مسلم لیگ میں شامل ہو گئے 1914 کی جنگ عظیم میں ہندوؤں کے لیڈر مہاتما گاندھی کو انگریزوں کی مدد کرنے کے صلے میں قیصر ہند کا خطاب ملا مولانا ظفر علی خان' مولانا حسرت موہانی' محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی کو انگریزوں کی مخالفت کے سلسلے میں پابند سلاسل کر دیا گیا 1922 کی تحریک خلافت میں بہت سے مسلمان شریک ہو گئے دسمبر 1930 میں الہ آباد

Marfat.com

کے جلسے میں شاعر مشرق علامہ اقبال نے خطبہ صدارت میں الگ مسلم ریاست کا تصور پیش کیا 1934 میں چوہدری رحمت علی نے اس تصور کی تائید میں اس کا نام پاکستان تجویز کیا 1935 میں مسجد شہید کے سلسلے میں سینکڑوں مسلمان راہ حق میں مار دیئے گئے لکھنو اور لاہور میں انگریزوں کے خلاف آزادی کا نعرہ بلند کرنے پر کئی خاکسار مسلمان شہید کر دیئے گئے 1940 میں قرارداد لاہور جسے قرارداد پاکستان بھی کہا جاتا ہے منظور ہوئی اور پھر مسلمانوں اور ہندوؤں میں باقاعدہ جنگ شروع ہوگئی 1946 میں یہ جنگ ترقی کرنے لگی اور ہندوستان کے کئی شہروں میں آگ اور خون کی ہولی کھیلی جانے لگی 1947 میں جب تارا سنگھ نے اسمبلی کی سڑھیوں پر کھڑے ہو کر پان لہرائی اور سکھوں کو مسلمانوں کے قتل پر آمادہ کیا تو پورے ہندوستان میں مسلمانوں پر قیامت ٹوٹ پڑی بالخصوص صوبہ بہار کے مسلمان مشرقی پنجاب کے مسلمان اس ظلم کی چکی میں پس گئے اولاد والے والدین بے اولاد ہو گئے مسلمان عورتوں کے سہاگ چھن گئے گھروں کو آگ لگائی گئی لاکھوں بھائی بیٹے اور باپ اپنی بیٹیوں ماؤں اور بیٹیوں کے سامنے خون میں نہلا دیئے گئے جس میں گرداسپور، امرتسر، جالندھر، فیروز پور، ہوشیار پور اور لدھیانہ کے اضلاع ماونٹ بیٹن اور نہرو کی سازش سے پاکستان سے چھین لیے گئے۔ پھر انڈین گورنمنٹ نے زبردستی حیدر آباد جونا گڑھ اور ریاست جیو ہال پر ظلم آج بھی جاری ہے بابری مسجد کا نام و نشان بھی مٹا دیا گیا ہندوستان میں اکثر ہندو مسلم فسادات کروا کر مسلمانوں کو شہید کیا جاتا ہے اور ان کی املاک کو لوٹ لیا جاتا ہے۔ کشمیر میں آج بھی مسلمانوں کو ذبح کیا جا رہا ہے وہاں کی بیٹیوں کی عزتیں سر عام لوٹی جا رہی ہیں جس کی شہادت لیے ہوئے کشمیری مجاہدین کے وہ کیمپ دے رہے ہیں جو آزاد کشمیر میں قائم کیے گئے ہیں پاکستان کے اندر افراتفری کا عالم ہے کراچی میں قتل و غارت کو ایک تفریحی کھیل بنا دیا گیا ہے پورے ملک میں مساجد اور عبادت گاہیں قتل گاہوں میں تبدیل ہو رہی ہیں علماء حضرات کو سوچی سمجھی سکیموں کے تحت قتل کیا جا رہا ہے پاکستان کے دو ٹکڑے کر دیئے گئے اور مشرقی پاکستان جواب بنگلہ دیش کہلاتا ہے وہاں 14 اگست کا دن نہیں منایا جاتا بلکہ جس دن وہ مغربی پاکستان سے علیحدہ ہوا اس دن کو یوم آزادی کے طور پر منایا جاتا ہے اور آج چھوٹے صوبوں میں بالخصوص صوبہ سندھ میں وہی تاثر دینے کی کوشش کی جا رہی ہے جس کی بنا پر مشرقی پاکستان ہم سے کٹ گیا 14 اگست 1947 سے سمندر میں ڈوبنے کے بعد ہمیں ملا آگ کے آلاؤ میں جلنے کے بعد ہمیں ملا ماؤں بہنوں بیٹیوں کی قربانیوں کے بعد ہمیں ملا اب چودہ اگست وہ چودہ اگست نہیں جس کو اس طرح خوشیوں اور شاندار طریقے سے منایا جائے حنیف رامے صاحب نے سچ کہا ہے کہ آزادی تو آئی لیکن ہم آزاد نہیں ہوئے ہم پتھر نہیں ہیں انسان ہیں لیکن پتھر بشکل انسان میں یہ نہیں کہتا کہ خوشی نہیں منانی چاہیے لیکن ان شہداء کو بھی یاد رکھنا چاہیے جنہوں نے پاکستان کی بقاء کے لیے اپنی جانیں دیں۔

☆☆☆☆

Marfat.com

ثقافتی انارکی

ایک دلچسپ بحث کافی دنوں سے اخبارات کی زینت بنی ہوئی ہے ترقی پسند طبقہ بضد ہے کہ پی ٹی وی پر جو کچھ دکھایا جارہا ہے اس میں فحاشی اور لغویات نام کی کوئی چیز نہیں اور دوسرا طبقہ جسے قدامت پسند کے نام سے پکارا جاتا ہے مصر ہے کہ یہ سراسر لغویات اور فحاشی ہے ترقی پسند حضرات اس کلچر کو موجودہ دور کے عوام کی خدمت تصور کرتے ہیں کہ اس مہنگائی بے روزگاری قتل وغارت خون خرابہ اور لوٹ مار کی رضا میں عوام کو کچھ دیر کے لیے گھٹن سے نکل کر خوش ہونے اور ہنسنے ہنسانے کا موقع ملنا چاہیے یعنی مہنگائی بے روزگاری قتل و غارت کا عمل تو بدستور ہے اس کے سدباب کی ضرورت نہیں بس کسی وقت انہیں گدگدی کر کے ہنسا دو تو معاملہ برابر

چنانچہ 31 مارچ کے اخباروں میں ایک نئے کلچر الائنس کا اعلان ہوا جس میں اصغر ندیم سید' آصف علی پوتا' عابد علی' مدیحہ گوہر' مسرور انور اور جاوید فاضل صاحبان جیسے فنی سمندر کے مشاق تیراک شامل ہیں ان کا کہنا ہے کہ پی ٹی وی ہر لحاظ سے قومی اور علاقائی ثقافتوں کی ترویج اور غیر ملکی ثقافتی یلغار کو روکنے کے لیے گراں قدر خدمات سرانجام دے رہا ہے اور تمام فن دوست حلقے پی ٹی وی کی اس پالیسی کی پرزور حمایت کرتے ہیں اور کلچر الائنس ایسے پروگراموں کی حمایت اور اخلاقی کفالت کے لیے اور کئی ثقافتی وادبی تنظیموں کا اجلاس بلا رہا ہے دوسرا بنیاد پرست طبقہ جماعت اسلامی کی شعبہ خواتین کی جنرل سیکرٹری محترمہ عائشہ منور اور منہاج القرآن سے صاحبزادہ عبدالروف' علامہ عبدالحق' ظفر قریشی' غلام یسین چشتی' عبدالرشید نوری' عطاء الرحمٰن چشتی' زوار حسین شاہ بخاری' عبداللطیف قادری اور محمد حسین آزاد ان پروگراموں کی بھرپور مذمت کرتے ہیں اور فحاشی اور عریانی کا سیلاب قرار دے کر اس کے خلاف بھرپور اور متحدہ تحریک چلانے کا اعلان فرما رہے ہیں بدقسمت پاکستانی قوم کے ساتھ ہمیشہ سے یہی ہوتا آیا ہے کہ کوئی شوشا کھڑا کر کے قوم کو ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا اور پھر پوری قوم گفتاری اور ضرب کاری کی انارکی میں الجھ گئی مثلاً پریسلر ترمیم پر پوری قوم تبصرہ فرما رہی تھی لیکن بہت کم لوگ جانتے تھے کہ یہ ترمیم کیا بلا ہے ابھی تک دونوں طبقوں نے فحاشی اور عریانی کی کوئی واضح تعریف نہیں کی نہ موجودہ مروجہ ثقافت کے حامیوں اور نہ ہی مخالفوں نے اور عوام چوراہے میں حیران و سرگرداں کھڑے ہیں کہ کدھر جائیں اور پھر کچھ نہ سمجھتے ہوئے جس کا جدھر منہ اٹھا چلا گیا مثال کے طور پر اندھا وہ جو دونوں آنکھوں سے محروم ہو کانا وہ جس کی ایک آنکھ خراب ہو بینا وہ جس کی دونوں آنکھیں ٹھیک ہوں اب اس تعریفی حقیقت کو جاننے کے بعد ہر شخص فیصلہ کر سکتا ہے کہ سامنے والا آدمی کس زمرے میں آتا ہے لہذا موجودہ ثقافت کے خلاف آواز اٹھانے والے حضرات وحاضرات کو چاہیے کہ سب سے پہلے عوام کے سامنے پاکستانی ثقافت یا اسلامی ثقافت کی مکمل اور واضح تصویر پیش کریں تاکہ عوام ان کے موقف

Marfat.com

کو سمجھ سکیں دوسری طرف کلچر الائنس والوں کو بھی چاہیے کہ وہ پاکستانی ادب وثقافت کی واضح الفاظ میں منظر کشی کر سکیں جس کی بناء پر پی ٹی وی کے موجودہ پاک میوزک کی مدح سرائی فرماتے ہیں تا کہ کوئی ابہام نہ رہے لیکن کسی گول مول انداز میں نہیں بلکہ من صاف تن اجلا کر بتائیں نہ کہ کسی مجبوری لالچ یا خوف کی بنا پر پاکستانی عوام بے چارے تو پہلے ہی تعصب اور فرقوں کے اذیت ناک بھنور میں پھنسے ہوئے ہیں مذہبی صوبائی لسانی' اور طبقاتی تقسیم نے پوری قوم کو ادھیڑ کر رکھ دیا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ ثقافتی فرقے بھی بن جائیں اور حالات بد سے بدتر ہوتے جائیں اب دیکھئے نا کہ پوری دنیا میں عورتوں کی صرف تین قسمیں ہیں شرم وحیا کے زیور سے آراستہ گھر کی چار دیواری کو کائنات سمجھنے والی ماں باپ کے بعد شوہر کی عزت کی ضامن اور بچوں سے پیار کرنے والی خواتین جنہیں معاشرہ وعفت وعصمت میں جنت کی حوروں کا تمغہ دیتا ہے غیر مردوں سے مل کر برائی کرنے والی لیکن اسے بُرا تصور کرتے ہوئے چھپانے والی عورتیں' انہیں لوگ بدکردار کا نام دیتے ہیں غیر مردوں کو دعوت گناہ دے کر پھر اس پر فخر کرنے والی انہیں معاشرہ طوائف کا نام دیتا ہے۔

لیکن یہ اپنا اپنا زاویہ نگاہ ہے اپنی اپنی فکر ہے ایسے لوگ بھی ہیں جو گھر کی شریف بیویوں کو چھوڑ کر طوائفوں کو سب کچھ سمجھ بیٹھتے ہیں یہ ان کا اپنا نظریہ اور سوچ ہے اس پر کوئی پہرہ اور پابندی نہیں لگائی جا سکتی لیکن وہ لوگ بھی اس کے لیے کوئی نہ کوئی جواز گھڑ لیتے ہیں میں نے چند دن پہلے اپنے کالم میں لکھا جو بھی اس موجودہ انداز ثقافت کو پسند کرتا ہے لیکن اسے پاکستانی ثقافت نہ کہے اس لیے کہ چند سال قبل پاکستان کے کسی صوبے یا علاقے میں یہ دیکھنے میں نہیں آتا تھا کہ بھرے مجمع میں نوجوان لڑکیاں سر ننگے ایک کندھے پر فیشن کے طور پر دوپٹہ لٹکائے یا بالکل ہی دوپٹے سے بے نیاز اپنے چہروں پر غازہ جمائے دونوں ہاتھ بلند کر کے مسلسل جھولنے کا عمل کر کے جسموں کی نمائش کر رہی ہوں اور ان کے اس عمل کے جواب میں لڑکے سونے پہ سہاگہ ڈالتے ہوئے کھڑے ہو کر بے ہنگم اور تکے ناچ بمعہ لغویاتی اشاروں میں مصروف ہو جائیں یہ کلچر ہندوستان کا نہیں بلکہ یورپ یعنی مغربی ملکوں کا ہے جہاں پر یہ آزادی دینے والے اب خود پچھتا رہے ہیں اور انکی قومی پارلیمنٹ میں یہ بحث چل رہی ہے کہ اس بدانجام ثقافت کو ملک بدر کیسے کیا جائے اس آزادی کا خمیازہ وہ اس طرح بھگت رہے ہیں کہ اب ان کی نو نو اور دس سال کی بچیاں مائیں بن رہی ہیں جبکہ انکی انتہائی سرد ممالک میں بلوغت گرم ملکوں کی نسبت دیر سے آتی ہے اس پر کئی جذباتی نوجوانوں نے مجھے بڑے تادیبی خطوط لکھے کہ تم معصوم لوگوں کے دل توڑ کر عتاب کو دعوت دے رہے ہو اور ایسے تہنیت نامے بھی ملے جن میں مجھے مجاہد اور قومی خدمتگار بھی کہا گیا اور میری صحت اور درازی عمر کی دعائیں بھی تحریر فرمائیں۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

اتنے قتل کیوں؟

منو جی نے پانچ ہزار سال متحدہ ہندوستان کے باسیوں کو چار ذاتوں میں تقسیم کر دی برہمن، کھشتری، ویش اور شودر، برہمن کے متعلق یہ کہا گیا کہ یہ بھگوان کا خاص نمائندہ ہے اور برہمن کے بغیر کوئی بھگوان یا ایشور سے رابطہ نہیں کر سکتا اور نہ ہی برہمن کے بغیر بھگوان سے کچھ حاصل کر سکتا ہے۔ کھشتری ویش اور برہمن کی رکھشا کے لیے ہے جو بعد میں راجپوت کہلانے لگے اور پھر یہ مختلف ذیلی قوموں میں تقسیم ہو گئے او رزمیندار جاگیردار اور وڈیرے بن گئے کیونکہ ان کے ہاتھ میں تلوار دے دی گئی اس لیے یہ من مانی کرتے او رجس چیز کو پسند کرتے اس پر قبضہ کر لیتے اس طرح یہ برہمن کے بعد سب سے بڑی قوم بن گئے اور با عزت اور عظیم ہو گئے ویش دکانداری کرنے کے لیے تھا منو جی نے تو کھیتی باڑی بھی انہی کے سپرد کی لیکن یہ محض بنیئے بن گئے شودر ان تینوں کی خدمت کرنے کے لیے تھا۔ آج صرف برہمن کے بارے میں عرض کرونگا برہمن ہندوؤں کے نکاح بھی پڑھا جاتا تھا ان کے مرنے پر ان کی میتوں پر شلوک اور منتر پڑھتا تھا تا کہ وہ سورگباش ہو جائیں شادیوں کے لیے مہورتیں بھی نکالتا تھا کہ کونسا دن سعد اور نیک ہوگا اور کونسا دن بد ہوگا اور پھر تعویز گنڈے جنتر منتر سے عوام کی مشکلیں بھی آسان کرتا تھا ان کی بلائیں دور کرتا تھا یہی سب کچھ ہندوستان کے مسلمانوں نے اپنا لیا البتہ ان کو نام اور دے دیئے یعنی ان سب کو مسلمان کر دیا برہمنوں کو اسلامی نام پیر و مرشد اور مولوی صاحب دے دیا گیا اور وہ تمام کام جو برہمن کرتے تھے وہ یہ مسلمان بزرگ کرنے لگے جنازہ پڑھانا اور اسکے پیسے لینا، نکاح پڑھانا اور معاوضہ لینا، ختم شریف پڑھانا، اسی طرح نماز پنج گانہ پڑھانے کا معاوضہ حاصل کرنا اور پیر حضرات کا تصویر عطا کرنا اور زیر لب کچھ کہنا جن کو کوئی نہ جان سکا کہ وہ کیا کہتے ہیں کچھ کہتے بھی ہیں یا صرف ہونٹ ہلا دیتے ہیں اور اس کے بعد پھر ایک پھونک سے ان کے تمام دکھ، مصیبتیں، بلائیں اور بیماریاں دور کر دینا پیروں اور مولویوں کے اللہ نے انہیں ایک خاص اختیار عطا کیا ہے کہ جو منہ میں آئے جب آئے جہاں آئے وہ بلا سوچے سمجھے کہہ دیں کوئی پوچھنے والا نہیں کیونکہ وہ اپنے اللہ کے خاص نمائندے ہیں۔ چند روز کی بات ہے قاضی حسین احمد صاحب نے کھلے لفظوں میں بلا تامل فرما دیا کہ گانے ناچنے والے کنجر ہوتے ہیں گو اس کے بعد اخبار میں آ گیا کہ انہوں نے کہا ہے کہ لوگ انہیں کنجر کہتے ہیں۔ انہوں نے یہ واضح نہیں فرمایا کہ وہ لوگ کون ہے وہ جن کے گھروں میں ٹی وی اور وی سی آر موجود ہیں اور چھتوں پر ڈش اینٹا سجے ہوئے ہیں وہ لوگ جن کے اپنے صاجبزادگان عجیب وغریب لباس پہن کر رشوت اور بد دیانتی کی نئی کاروں میں بیٹھ کر سڑکوں اور مارکیٹوں میں سیٹیاں مارتے پھرتے ہیں یا وہ جن کی باحیا بیٹیاں مختصر لباس پہن کر ماڈرن دکانوں میں خرید وفروخت کرتی پھرتی ہیں یا وہ مولوی حضرات کہتے ہی جن کے گھروں میں وی سی آر موجود ہیں جو صرف فلمیں دیکھنے کے کام

Marfat.com

آتے ہیں ان سے اور کوئی کام نہیں لیا جاتا اصل بات یہ ہے کہ گانے اور ناچنے والے بے ضرر لوگ بے چارے نہ تو کوئی جواب دے سکتے ہیں اور نہ ہی کسی کا کچھ بگاڑ سکتے ہیں اسی لیے جس کا جی چاہتا ہے انہیں رگید دیتا ہے یہ ان بھیڑوں کی طرح ہیں جنہیں آسانی سے قصاب ذبح کر دیتا ہے اور لوگ خرید کر کھا لیتے ہیں اور پھر اس گوشت کو بُرا بھلا بھی کہتے ہیں کہ بُرا گوشت تھا قاضی صاحب نے الیکشن میں اسی موسیقی پر ایک گانا تیار کرایا تھا آ جا قاضی تینوں اکھایاں اڈیک دیاں' دوسری گزارش یہ ہے کہ جس موسیقی کو آپ بُرا بھلا کہہ کر موسیقی کا نام دیتے ہیں وہ میرے لیے موسیقی ہے ہی نہیں ایک شور ہے بے ہنگم' بے ربط اور بے شعور شور اور یہ ناچ ناچ نہیں بلکہ چند فحش لچر لغو اور غیر ثقافتی حرکات کا مجموعہ ہے یہ اچھل کود ناچ نہیں اور یہ بے ہنگم شور موسیقی نہیں لیکن اس بے راہ موسیقی کو بُرا کہنے کے ساتھ اس موسیقی کو معاف کر دیجئے جو ہزار ہا سال سے چلی آ رہی ہے لیکن اس نے کسی فحاشی کی طرف مائل نہیں کیا کنجر انگریزی کا لفظ ہے Conjure مشقت کرنے والا دل لگا کر کام کرنے والا اور کنجر Conjurer کہتے ہیں مداری' شعبدہ باز اور جادو کے کرتب دکھانے والے کو۔ میرا مقصد اتنا ہے کہ قاضی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے ایک مقام عطا فرمایا ہے ان کے پاس دولت ہے نوجوانوں کی طاقت ہے ان کے بل بوتے پر جس کو جی چاہے کہہ دینا ان کی شان کو زیب نہیں دیتا خنزیر حرام ہے اگر اسے ذبح کرنے والا گنہگار ہے تو اسے استعمال کرنے والا اس سے زیادہ گنہگار ہے موسیقی حرام ہے کنجروں کا کام ہے تو سننے والے بھی اس میں اسی طرح شامل ہیں یہ الگ بات ہے کہ ہمارے ہاں مزاج یہ ہے کہ آم کو پورے مزے اور لطف سے کھانے کے بعد اس کی گٹھلی کو گندی نالی میں پھینک دیتے ہیں۔ طارق عزیز ہمارے بھی بہت عزیز ہیں بہت اچھے کمپیئر ہیں بہت جذباتی ہیں ان کی اکثر تقاریر سننے میں آئیں حکومت کے پرنچے اڑاتے ہیں اور ٹی وی والوں پر اولوں کی طرح برستے ہیں ہمیں پتہ ہے بلکہ سب کو پتہ ہے کہ ان کو کیا قلق ہے ان کا قلق اور رنج درست ہے کہ ایک اچھا پروگرام بند کر دیا گیا اور عجیب وغریب عجوبہ پروگرام شروع کر دیئے گئے لیکن میرا انکو حقیر سا مشورہ ہے کہ تھوڑا سا صبر وضبط سے کام لیں آخر کوئی پروگرام قیامت تک تو چل نہیں سکتا دیکھئے نا میں ایک پروگرام کرتا تھا اُجالا' بزرگان دین کے خیالات اور نظریات اور انکی زندگی پر مبنی پروگرام جس میں کوئی ڈانس نہیں تھا گانا نہیں تھا اور ایک مخصوص پڑھے لکھے طبقے میں بہت مقبول تھا مجھے سپریم کورٹ کے ایک جج صاحب نے پوچھا یہ پروگرام اُجالا کیوں بند ہو گیا تو میں نے عرض کیا کہ ٹی وی والوں کی مرضی وہاں کون دخل دے سکتا ہے تو انہوں نے پنجابی میں کہا کہ ٹی وی والیاں نوں بندے دیاں پتراں والا کوئی پروگرام نہیں چنگا لگدا یعنی ٹی وی والوں کو کوئی صاف ستھرا اور معلوماتی پروگرام اچھا نہیں لگتا یہاں مجھے ایک تفنن واقعہ یاد آ گیا میں نے ایک ایم ڈی صاحب سے پوچھا کہ اجالا کب تک چلے گا انہوں نے ہنس کر ازراہ مذاق فرمایا کہ قیامت تک تو چل نہیں سکتا۔ ☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

سات لاکھ طلباء و طالبات فیل!

میٹرک‘ ایف اے‘ ایف ایس سی‘ بی اے بی ایس سی‘ ایم اے اور ایم ایس سی میں سات لاکھ طلباء و طالبات ناکام رہے اور بعض تعلیمی اداروں کا نتیجہ صفر رہا کسی بھی حساس اور غیور قوم کے لیے اس سے بڑا نقصان او ر باعث شرمندگی کوئی چیز نہیں ہوتی پوری دنیا کے باشعور عوام اور حکمران اس کوشش میں ہیں کہ خواندگی کا تناسب بڑھایا جائے لیکن ہمارے ہاں ساری قوت اور تمام تر توانائیاں یا تو حکومت ختم کرنے یا اصل حکومت کرنے پر صرف ہوتی ہیں اور ایک بے شرم طبقہ اس کھوج میں رہتا ہے کہ موجودہ حکمرانوں یا متوقع حکمرانوں کی جوتیوں کے تلوے کس طرح چاٹے جائیں کہ تھوڑی سی مقصد براری ہو جائے طلباء اور طالبات کسی بھی قوم اور ملک کے مستقبل کے معمار ہوتے ہیں جب معمار ہی بیمار ہو یا فن تعمیر سے مکمل طور پر واقف نہ ہو تو پھر تعمیر کیسی ہو گی۔

دانشور کے معنی و مطالب کئی بار عرض کر چکا ہوں وہ سماجی بیماریوں کا کھوج لگائیں اور ان کا حل اور علاج بتائیں لیکن ہمارے ہاں دانشور آفاقی ہیں کالم نگار آفاقی‘ قوم کے لال بجھکڑ اور بوجھ بجھکڑ سیاسی ہوں ادبی ہوں یا سرکاری آفیسر ہوں اپنے آپ کو شاہین اقبال تصور فرماتے ہیں پہاڑوں کی چوٹیوں میں مکین ہیں او ر نچلی سطح پر دیکھنا کسر شان تصور فرماتے ہیں مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں کہ بیورو کریٹس سیاسی مہرے اور صحافت کا ماسک پہننے والے کتنے پلاٹ لے چکے ہیں اپنے بیٹوں اور عزیزوں کی تمام تر نااہلی کے باوجو د انہیں بڑی ملازمتیں دلوا چکے ہیں یا خوشامد اور چاپلوسی کی قیمت پر کتنے دنیاوی مفاد اٹھا چکے ہیں میں تو صرف اتنی گزارش کرتا ہوں کہ قومی نقصان اور زیاں پر بھی تھوڑی توجہ فرمائیں ساری عقل خرافات اور ناجائز کمائی پر نہ صرف فرمائیں اس کا کوئی کونا کھدرا ملک و قوم کی بھلائی کے لیے بھی عطا فرمائیں طالب علم کا ریکارڈ ناکامی کے قصر مذلت میں کیوں ڈوب رہے ہیں۔

1۔ ہمارے کچھ مطلب پرست قائدین نے طالب علموں کے ہاتھوں سے قلم کتاب چھین کر انہیں پستول ‘بندوق‘ سٹین گن اور کلاشن کوف دیدی یہ کسی بھی سماج میں ظالم ترین عناصر ہیں جو محض اپنے لیے اور کرسی اقتدار کی خاطر دوسروں کے بیٹیوں کے تابناک مستقبل کو تباہی کے جہنم میں جھونک دیتے ہیں اپنی اولادوں کو تو دوسرے ملکوں میں محفوظ کرتے ہیں اور دوسروں کی اولادوں کی لاشوں اور ان کے سروں کے میناروں پر کسیاں بچھا کر بیٹھ جاتے ہیں۔

2۔ سکولوں اور کالجوں کے امتحانوں کے ایام میں امتحانی مراکز پر قبضہ کرنے والے کھلم کھلا طلباء اور طالبات سے رقم لے کر کتابیں رکھ کر نقل کرواتے ہیں اس عمل سے طالب علم تن آسان ہو جاتے ہیں اور پڑھنا چھوڑ

Marfat.com

دیتے ہیں حیران ہوں کہ جو حکمران چند بد معاشوں کا احتساب نہیں کر سکے وہ پوری قوم کا احتساب کیسے کریں گے جبکہ احتساب کرنے والوں میں بیشتر وہ ہیں جو خود قابل احتساب ہیں۔

3۔ کالجوں اور یونیورسٹیوں میں یونین سازی اور بالخصوص سیاسی پارٹیوں کی ذیلی نوجوان تنظیمیں، ہوسٹلوں اور کالجوں پر اندرونی اور بیرونی بد معاشوں کا قبضہ اور تعلیمی درسگاہوں کو اسلحہ گاہوں میں تبدیل کرنے کا عمل کیا میری پیاری حکومت کے پاس اس کا کوئی جواب ہے کہ آج تک ان کا احتساب کیوں نہیں ہو سکا۔

4۔ کسی سازش کے تحت کرکٹ کو بذریعہ ٹی وی اتنا عام کر دینا اور سال کا کم از کم 1/3 حصہ طالب علموں کو سارا سارا دن ٹی وی، ریڈیو پر کرکٹ میچ دکھاتے رہنا کہ بچے تعلیم چھوڑ کر پورا دن ٹی وی کے سامنے بیٹھے رہیں اور نتیجتاً گلیوں، سڑکوں، پارکوں، چوراہوں میں کرکٹ ہی رہ گئی ہے آج بچوں کو اپنی کتابوں کے نام تو یاد نہیں لیکن کرکٹرز انکے چوکوں اور چھکوں کی تعداد سب کو یاد ہے اب فرمائیں پڑھنے کا وقت کون سا رہ جاتا ہے۔

5۔ والدین کی ناجائز دولت کے انبار بچوں کے ذہن میں یہ ڈال دیتے ہیں کہ پاس ہو گئے تو ٹھیک ہے ورنہ ہمیں اتنی سر دردی کیا کیا ضرورت ہے۔

6۔ رہی سہی کسر ٹی وی پر پاپ میوزک، بے ہنگم ناچ اور ڈراموں نے پوری کر دی یہ احسان سابقہ حکومت کے تھوپے ہوئے عذاب رعنا شیخ کا ہے کبھی اس قوم کے بڑے دانشوروں نے سوچنے کی زحمت گوارا فرمائی کہ آج 9.10.11 سال تک کی لڑکیاں مائیں کیوں بن رہی ہیں۔ 7۔ ڈش انٹینا ایک عذاب ہے جس نے گھر گھر بے حیائی اور بے شرمی کی بارش کر دی اب تو موجودہ نوجوان نسل صرف ڈانس اور پاپ موسیقی پر بحث کرتی نظر آتی ہے ماں باپ اتنے ایڈوانس اور ترقی یافتہ بن گئے ہیں کہ بیٹیوں کے ساتھ بیٹھ کر انڈین فلمیں اور ننگے ڈانس دیکھتے ہیں۔ یہ موجودہ دور میں ہم پر سائنس کے عظیم احسانات ہیں آج نئی نسل کے نوجوان جن میں میرا اپنا بیٹا بھی شامل ہے سائنس کی ترقی اور دینی قدامت پر بحث کرتے ہیں وہ سائنس کے کمالات گنواتے ہیں اس کے احسانات منواتے ہیں اگر یہی سائنس کے معجزات ہیں تو ایسی سائنس کو دور سے سلام ہماری نئی نسل بیکار ہو گئی تن آسان و بے شعور ہو گئی ہاں البتہ عشق کے میدان خرافات کے ریس کورس اور ملک کو بے آسرا کرنے کی دوڑ میں اول انعام حاصل کرنے میں دن رات مصروف ہیں۔ پوچھتا ہوں ان کوتاہ اندیش لیڈروں کی روحوں سے جو نئی نسل کے راستے میں پتھر اور کانٹے چھوڑ کر مر گئے آخر انہیں اس عمل رجس میں کیا ملا ان قائدین سے سوال ہے جو موت کے کنارے کھڑے ہیں آج مریں کل اگلا دن چند لمحوں، چند گھنٹوں یا چند مہینوں کے اقتدار کیلئے اپنی ہی قوم کی نسل کشی کیوں کر رہے ہیں مان لیا کہ ان کے ضمیر میں انگریزوں کی غلامی کے جراثیم موجود ہیں لیکن اب تو خدا کا خوف کریں۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

میر مرتضیٰ بھٹو کا قتل

ملک نذیر الدین روزنامہ پاکستان میں لکھتے ہیں میر مرتضیٰ بھٹو کا قتل رائیگاں نہ جائے ملک صاحب کی یہ خواہش قابل تحسین ہے لیکن کیا کیا جائے اگر پانی کا رخ کھیت کی بجائے کسی سڑک یا گلی کی طرف موڑ دیا جائے تو کھیت سوکھ کر بے پھل ہو جاتا ہے اور سڑک اور گلی کا ستیاناس ہو جاتا ہے اسی طرح ایک قتل کی تفتیش کا رخ صحیح سمت کی بجائے کسی غلط سمت موڑ دیا جائے تو قتل ہمیشہ رائیگاں چلے جاتے ہیں اور اگر قتل کیس خراب کرنا مقصد ہو تو پہلا قدم چشم دید گواہ کو عدم آباد پہنچانا ہوتا ہے قتل چھوٹے آدمی بھی ہوتے ہیں اور بڑے لوگ بھی ہوتے ہیں لیکن وجہ قتل الگ ہوتی ہے بڑے آدمیوں کے قتل جائیداد کی تقسیم کی بناء پر یا اقتدار کے حصول میں اختلاف اور رکاوٹ کی بنا پر ہوتے ہیں اور چھوٹے بندوں کا قتل عام طور پر عورت کے گرد گھومتا ہے مرزا صاحباں والے مرزا کے قتل اور شاہجہان کے بیٹوں دارا شکوہ اور مراد کا قتل اس کی واضح دلیل ہے غریب کے پاس نہ کوئی جائیداد ہوتی ہے اور نہ ہی کسی اقتدار کی امید' اس لیے اس کی زندگی عورت کے مسائل کے گرد گزر جاتی ہے آپ نے سنا ہو گا کہ کئی علاقے ایسے ہیں جہاں کے وڈیرے محض جائیداد بچانے کے لیے اپنی بہنوں کا نکاح قرآن کریم کے ساتھ کر دیتے ہیں۔

بڑے لوگ کسی کو اپنی صف میں نمایاں ہوتے یا آگے بڑھتے دیکھ کر برداشت نہیں کرتے غور فرمایئے جب بھٹو صاحب ضیاء الحق کے مارشل لاء میں گرفتار ہونے کے بعد ضمانت پر آئے تو لاہور میں جوشیلے جیالوں نے جناب شاہ احمد نورانی کی پگڑی لیر و لیر کر دی بھٹو صاحب کے ساتھ میری ملاقات لغاری ہاؤس میں ہوئی انہوں نے مجھے فرمایا کہ شام کو صادق کے گھر آنا میں شام کو وہاں حاضر ہوا وہاں حفیظ پیرزادہ' ڈاکٹر غلام حسین جو اس وقت پی پی پی کے سیکرٹری جنرل تھے قائم علی شاہ' صادق قریشی' ڈاکٹر قریشی مرحوم ان کے داماد قمر کھگہ' ڈاکٹر خالق اور چوہدری ارشد وڑائچ موجود تھے گفتگو کا موضوع حکومتوں اور حکمرانوں کا عروج و زوال تھا بھٹو صاحب نے مجھے بھی کچھ کہنے کو کہا میں قریباً دس پندرہ منٹ بولتا رہا اور بھٹو صاحب ہوں ہاں کے ساتھ سنتے رہے رات کے کھانے پر وہ نور حیات نون مرحوم کے ہاں مدعو تھے وہاں روانہ ہونے سے پہلے انہوں نے ڈاکٹر غلام حسین سے کہا ضیاء الحق مجھے پھر گرفتار کرے گا پھر کیا ہو کچھ نہیں کہہ سکتا میرے بعد جو کرنا ہو اس میں عنایت حسین بھٹی کے ساتھ بھی مشورہ کر لیا کرنا بھٹو صاحب کے سامنے پیرزادہ اور ڈاکٹر غلام حسین نے مجھے گلے لگایا بھٹو صاحب نے خدا حافظ کہا اور گاڑی میں سوار ہو گئے بھٹو صاحب دوبارہ گرفتار کر لیے گئے میں سوچتا رہا کہ یہ لیڈران کبھی اس حقیر کو یاد فرمائیں گے اور اپنے قائد کے فرمان پر عمل

Marfat.com

کرتے ہوئے مجھے بھی اپنے مشوروں میں شامل فرمائیں گے لیکن مشورہ تو کجا انہوں نے تو مجھے کبھی فون تک نہ کیا یقیناً وہ خوفزدہ تھے کہ جو شخص بھٹو صاحب جیسے دانشور اور عالمی شخصیت کو متاثر کر سکتا ہے وہ اگر ہماری صف میں کھڑا ہو گیا تو کہیں ہماری خواہشات کی تکمیل اور اقتدار کے حصول کا قاتل نہ بن جائے اور میری تمام قربانیوں اور خدمات کو فراموش کر دیا اور مجھے کبھی پارٹی میں کوئی عہدہ نہ لینے دیا اور پھر اکیڈمی ادبیات کی آڑ میں کروڑوں روپے ضائع کرنے والے ادیب فخر زمان نے مجھے آخری دھچکا لگایا تو تنگ آمد بسنگ آمد کے مصداق میں نے پارٹی کو خیر باد کہہ دیا اس طرح میری زندگی کے اٹھارہ قیمتی سال ان بڑے لوگوں کی اقتدار کی خواہش اور بے بنیاد موہوم خوف کی بھینٹ چڑھ گئے۔

چوہدری عارف ایڈووکیٹ میرے ملنے والے اور میاں منظور احمد وٹو کے جگری دوست اور دست راست تھے انہوں نے وٹو صاحب کو تمام پوزیشن بتادی وٹو صاحب کے سیکرٹری نے مجھے فون پر کہا کہ وٹو صاحب مجھ سے ملنا چاہتے ہیں میں نے کہا آپ کی پارٹی میں شمولیت سے مجھے دو نقصان ہوں گے ایک یہ کہ میرا ٹی وی کا پروگرام ''اجالا'' بند کر دیا جائے گا اور دوسرے میرے پرائڈ آف پرفارمنس کا کیس آخری مراحل میں ہے مجھ سے میری زندگی کے حالات اور کوائف بھی منگوا لیے گئے ہیں وہ مجھے نہیں ملے گا انہوں نے بڑے مردانہ وار کہا کوئی فکر نہیں ایک تو میری شمولیت کا اعلان ہو گیا اور دوسرے ستم بالائے ستم یہ ہوا کہ میں نے مسلم کانفرنس کے صدر جناب سردار محمد عبدالقیوم کا انٹرویو ریکارڈ کر لیا چنانچہ پروگرام فوراً بند کر دیا گیا اور پرائڈ آف پرفارمنس کا رخ بھی موڑ دیا گیا۔

1995 کے رمضان شریف میں وٹو صاحب نے چند دوستوں کو افطاری پر بلایا مجھے معلوم نہیں کہ میں بھی باقاعدہ مدعو تھا یا نہیں ڈاکٹر بشارت الٰہی صاحب مجھے اپنے ساتھ لے گئے افطاری اور کھانے کے بعد میں نے بات شروع بھی نہیں کی تھی کہ مرحوم گورنر چوہدری الطاف حسین کا فون آ گیا وٹو صاحب اور گورنر صاحب قریباً آدھ پون گھنٹہ فون پر گفتگو کرتے رہے وہ فون سے فارغ ہوئے تو میں نے پانچ سات منٹوں میں اپنا مدعا بیان کر دیا اس وقت رانا گل ناصر' ڈاکٹر بشارت الٰہی صاحب' آصف وررگ صاحب اور چوہدری شوکت باہر کھڑے انتظار کر رہے تھے رانا صاحب سمجھ رہے تھے کہ یہ تمام وقت میں نے وٹو صاحب کو محو گفتگو رکھا ہے اسی لیے ان کو اتنی لمبی انتظار کی زحمت برداشت کرنا پڑی جب وٹو صاحب نے ان حضرات کو اندر بلایا تو رانا صاحب بہت غصے میں تھے انہوں نے آتے ہی بغیر وجہ جانے مجھے کہا کہ آپ نے ہمارا استحصال شروع کر دیا ہے جو کام میں نے وٹو صاحب کو کہے تھے میری بدقسمتی کہ وٹو صاحب نے وہ سارے کے سارے رانا صاحب کے سپرد کر دیئے لیکن جناب رانا صاحب تو اپنے ہادیوں اور راہبروں کی قسم کھا چکے تھے کہ مجھے ہر قیمت پر پیچھے دھکیلنا ہے کیونکہ ان کی نظروں میں ان کے لیے ایک خطرہ بن چکا تھا تو جناب ان میں سے آج تک ایک کام بھی نہیں ہوا کام تو الگ انہوں نے تو پھر کبھی مجھے وٹو صاحب سے

Marfat.com

ملنے تک نہیں دیا مجھ سے دونوں پارٹیوں کے وقت پرست لیڈروں نے نا کردہ گناہ کا انتقام یوں لیا کہ مجھے کسی پارٹی میں مقام صفر سے آگے بڑھنے نہیں دیا گیا لیکن میں زندہ رہا اس لیے کہ میں نے ان گرگوں کے راستے میں حائل ہونے کی کوشش نہیں کی اس سے آگے جانے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی اگر میں ذرا سا قدم بھی انکے خلاف اٹھانے کی جرات کرتا تو انا للہ ہو گیا ہوتا دونوں پارٹیوں نے خواہ مخواہ کے خطرے کو محسوس کرتے ہوئے میرے خلوص، میری محنت اور میرے مستقبل کو قتل کر دیا۔

اب تو آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ سیاست میں کون مارا جاتا ہے اور کون مارنے والے ہوتے ہیں جو انہیں اپنے اقتدار کے راستے کا روڑا تصور کرتے ہیں مرتضیٰ بھٹو کن کے راستے کا روڑا ہو سکتے تھے وہ کن کے لیے خطرہ بن سکتے تھے اگر ان لائنوں پر تفتیش کی جائے تو قاتلوں کو تلاش کرنا کوئی مشکل کام نہیں لیکن تاریخ واضح طور پر درس دیتی ہے اور تاریخ ہوتی ہی اس لیے ہے لہذا یہ قتل تلاش کرنا بھی ان پر ناممکن نظر آتا ہے کیونکہ پاکستان کی تاریخ شاہد ہے کہ اس سے پہلے جو اہم شخصیات قتل کر دی گئیں ان میں سے کسی ایک کے بھی قاتل تلاش نہ کیے جا سکے اور کسی کا بھی سراغ نہ ملا اللہ تعالیٰ میر مرتضیٰ بھٹو کو اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے آپ بھی مرحوم کے لیے دعائے مغفرت فرمائیں۔

☆☆☆☆

ہر بھجن سنگھ برار چیئرمین میاں میر فاؤنڈیشن انٹرنیشنل (انڈیا) کے ساتھ احسان فیصل کنجاہی اور میجر اعظم کمال

Marfat.com

روزنامہ پاکستان لاہور

DAILY PAKISTAN

INAYAT HUSSAIN BHATTI

Director Public Relations

41-Jail Road, Lahore (Pakistan).
FAX-486255: TLX-47441 (D PAK PK)
Phone: 476301-05 Res: 871179

ماسٹر فضل الٰہی بھٹی

عثمان ہاشمی کمپوزنگ سنٹر

(کتابوں کی کمپوزنگ، پرنٹنگ، اور اشتہارات کے لئے رابطہ کریں)

0333-8438960

Marfat.com

بال ٹھاکرے' بھارت کا ہٹلر

سات ماہ پہلے میں نے اپنے ایک کالم میں لکھا تھا اور قارئین کو بتانے کی کوشش کی تھی کہ بھارت میں بال ٹھاکرے کے نام سے ایک شیطان ابھر رہا ہے جو دنیا بھر کے مسلمانوں کو ختم کرنے کا نہ صرف ارادہ رکھتا ہے بلکہ کھلم کھلا اعلان کر رہا ہے میرا خیال تھا کہ میرے اس کالم کو پڑھنے کے بعد میرے پاک وطن کے قائدین خواب غفلت سے جاگ جائیں گے اور عوام کو وقت کے اس یزید اور فرعون کے استبداد کا کما حقہ مقابلہ کرنے کے لیے بیدار اور یکجا کریں گے لیکن کہاں جی ایسا قطعی نہیں ہوا بلکہ ایسے لگا جیسے کسی افیونی کو جھنجھوڑ کر جگانے کی کوشش کی جائے اور وہ اوں آں کر کے پھر سو جائے یا ہیروئن پینے جہاں ایک صبح سو جائے دوسری صبح بھی اس انداز میں پڑا ملتا ہے کروٹ تک نہیں بدلتا۔

کچھ عرصے سے تقریباً ہر روز بھارتی ٹی وی سے بال ٹھاکرے کا انٹرویو نشر کیا جا رہا ہے انٹرویو لینے والے بال ٹھاکرے سے کئی سوال کرتا ہے جن میں ایک اہم سوال یہ ہوتا ہے کہ لوگ آپ کو بمبئی کا ہٹلر کہتے ہیں اور آپ سے ڈرتے ہیں کیا یہ درست ہے وہ پوری شیطنیت اور تکبر کے ساتھ کہتا ہے کہ ہاں میں صرف بمبئی کا نہیں بلکہ پورے مہاراشٹر کا ہٹلر ہوں اور تمام بھارت کا ہٹلر بننا چاہتا ہوں۔

بال ٹھاکرے پورے بھارت کا ہٹلر بننے کے خواب دیکھ رہا ہے ہٹلر کیا تھا اور اس نے کون سا کارنامہ کیا تھا ہٹلر یہودیوں کا بدترین دشمن تھا اس نے لاکھوں یہودی قتل کرا دیئے اور باقیوں کو جرمنی سے جبراً نکال دیا اس کے بعد پورے یورپ پر حملہ کر کے فرانس پولینڈ اور ہالینڈ وغیرہ پر قبضہ کر لیا اور ان ملکوں کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور بالخصوص وہاں کے یہودیوں کو نشانہ ظلم بنایا بال ٹھاکرے بھارت کا ہٹلر بننا چاہتا ہے وہ مسلمانوں کا بدترین دشمن ہے لہٰذا اگر خدا نہ کرے وہ مہاراشٹر سے نکل کر بھارت کے اقتدار پر قابض ہو گیا تو ہٹلر کی طرح پہلے تو بھارت کے مسلمانوں کو ختم کرنے کی کوشش کرے گا اور پھر کتنے مسلمان اس کے ظلم کا شکار ہوں گے یہ تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے لیکن اس کے عزائم اور واضح اعلانات سے تو پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنی بساط کے مطابق کسی مسلمان کو معاف نہیں کرے گا اور اگر خدانخواستہ حکومت مل گئی تو پھر قریب ترین ملک تو پاکستان ہے جہاں لوٹس ایٹرز بستے ہیں اسلام آباد کے باسیوں سے تو کوئی شکوہ نہیں کہ وہاں بھنگ اتنی کثرت سے اگی ہوئی ہے کہ اگر اسے نہ بھی پیا جائے تو اس کے اوپر سے گزرنے والی ہوا ہی لوگوں کو مدہوش کرنے کے لیے کافی ہے اور پھر مثل مشہور ہے کہ کوئی مال مست کوئی حال مست اور یہ تمام مدہوشیاں وہاں بکثرت موجود ہیں انہیں مستقبل کے ایسے خطرناک معاملات سوچنے کا ہوش ہی نہیں اور پھر انہیں یہ بھی احساس ہے کہ کون جیتا ہے تیری زلف کے سر ہونے تک اللہ جانے بال ٹھاکرے کے دور تک وہ ہوں گے یا

Marfat.com

بھی محمد شاہ رنگیلا بھی تاریخ کا ایسا ہی کردار تھا کہ نادر شاہ ولی کے لال قلعے کے دروازے توڑ رہا تھا اور محمد شاہ فرما رہا تھا کہ ہنوز دلی دور است' ایسے ہی محمد شاہوں نے ماشاءاللہ آدھا پاکستان گنوا دیا اور پھر ملک کے کونے کونے میں جشن بھی منایا قارئین کو بہت جلد اس کا اندازہ ہو جائے گا آج ہندوستان کی فلم انڈسٹری پر مسلمان لڑکے چھائے ہوئے ہیں عامر خان' شاہ رخ خان' سلمان خان' سیف علی خان' پٹودی وغیرہ آپ عنقریب دیکھیں گے کہ بال ٹھاکرے کے خوف اور دہشت سے ان کو فلموں سے کاٹ دیا جائے گا دلیپ کمار جیسا عظیم مسلمان فن کار جو پوری دنیا میں شہرت کا حامل ہے جب بھارتی ٹی وی پر ان سے سوال کیا گیا کہ بال ٹھاکرے کے بارے میں ان کی کیا رائے ہے تو ان کے چہرے پر انتہائی خوف کے تاثرات تھے اور وہ کچھ بھی نہ کہہ سکے بس تنا کہ میں ان سے ملا ہوں وہ مجھے خلق کے ساتھ ملے مگر ان کا خوف زدہ انداز تحریر میں واضح نہیں کیا جا سکتا۔ میرے ان فقروں پر شاید عقل نچڑے ملاں کہیں گے کہ میں ایکڑوں اور نقالوں کی وکالت کرر ہا ہوں کیونکہ انہیں تو وظیفہ حلال کرنے کا کوئی بہانہ چاہیے سو گزارش ہے کہ میں بال ٹھاکرے کی نفرت اور جبر اور مسلمانوں کی کسمپرسی کی بات کر رہا ہوں نہ کہ کسی طبقے کی نمائندگی کرر ہا ہوں بال ٹھاکرے اور گاندھی جی میں کوئی فرق نہیں دونوں ہی اسلام کے بدخواہ ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ گاندھی جی سیاستدان تھے اور بال ٹھاکرے محض ایک گندگی کا ڈھیر' گاندھی جی تھپکی دے کر چھرا گھونپتے تھے اور یہ مسلمانوں کے قلب و جگر پر سیدھا وار کرتا ہے یہ عقل و شعور سے عاری شخص صرف نفرت کی سیاست جانتا ہے اسلام سے نفرت خدا اور رسول قرآن اور مسلمانوں سے نفرت اس نے تاریخی بابری مسجد مسمار کرادی گئی دوسری مساجد بھی شہید کرادی ہیں اور برملا بے خوف للکار کر کہتا ہے کہ میں بھارت میں کوئی مسجد نہیں رہنے دوں گا جب ٹی وی پر اسسے پوچھا گیا کہ آپ اگر بھارت کے وزیراعظم بن گئے تو پہلا کام کون سا کریں گے تو اس نے کہا کہ پاکستان اور بنگلہ دیش کے مسلمان جہاں ہونگے ان کو گولی مارنے کا حکم دوں گا اور ان پر کوئی مقدمہ نہیں چلایا جائے گا۔ بال ٹھاکرے نے شیو سینا بنائی یہ شیوا جی مرہٹہ کے نام کے ساتھ منسوب ہے کیونکہ شیوا جی پوری زندگی مسلمانوں کے خلاف لڑتا رہا اس نے مغل شہنشاہ اورنگ زیب کے عہد حکومت میں بیجا پور کے سلطان سے تمام علاقے چھین لیے اور مغلوں کے کچھ قلعوں پر قبضہ کر کے راجہ کا لقب اختیار کیا اور دکن کی ریاستوں پر قابض ہو کر ایک ریاست بنالی جس کا نام سوراجیہ رکھا اور خود اس کا مطلق العنان حاکم بن بیٹھا 1713 میں شیوا جی کا جانشین بالا جی وشوا ناتھ بنا پھر 1740 میں دوسرا جانشین بالا جی باجی راؤ بنا اسی بالا جی باجی راؤ کے دور میں مرہٹوں کی حکومت تقریباً تمام ہندوستان میں پھیل گئی اور بنگال بہار اور اڑیسہ بھی ان کے زیر نگین ہو گئے 1758 میں وہ پنجاب کے بہت سے علاقے پر قابض ہو گئے احمد شاہ ابدالی کے وائسرائے کو وہاں سے نکال دیا اور مرہٹوں کا جھنڈا اٹک پر لہرانے لگا لیکن پھر اس مرد مومن احمد شاہ ابدالی نے پانی پت کے میدان میں مرہٹوں کو شکست فاش دی اور بالا جی باجی راؤ اسی صدمے سے مر

Marfat.com

گیا۔تاریخ پر مختصر روشنی اس لیے ڈالی گئی ہے کہ بال ٹھاکرے کے گھناؤنے عزائم واشگاف ہو جائیں اور اس کی نیت کھل کر قارئین کرام سمجھ سکیں اس نے شیواجی مرہٹہ کے نام پر شیو سینا بنائی اور شیواجی کے جانشین بالا جی باجی راؤ کے نام پر وہ بالا جی کہلاتا ہے اور اس پر فخر کرتا ہے انٹرویو لینے والے نے اسے بالا جی کہہ کر مخاطب کیا گویا وہ مسلمانوں کے قاتلوں اور ان سے انتہائی نفرت کرنے والوں کا مکمل جانشین ہے اور ان کی راہ پر چل کر ہندوستان اور بیرون ہندوستان مسلمانوں کو ختم کرنے کا کھلم کھلا اعلان کر رہا ہے بمبئی میں اس کی پارٹی کثرت سے جیتی ہے اس سے ثابت ہو گیا ہے کہ گاندھی کے پیروکار کبھی بھی مسلمانوں کے دوست نہیں ہو سکتے ان کے اندر مسلمانوں کے لیے نفرت کے علاوہ کوئی جذبہ نہیں وہ مسلمانوں کے دشمن ہیں ان کا خون کر سکتے ہیں مسلمانوں کی عزت و دولت لوٹ سکتے ہیں اور اگر کبھی خاموش رہتے ہیں اور بظاہر مسلمانوں سے میل جول بڑھا لیتے ہیں تو محض ڈپلومیسی (مصلحت) ہوتی ہے وگرنہ اس کے پیچھے ان کی اسلام دشمنی اسی طرح قائم و دائم رہتی ہے اور وہ صرف وقت کا انتظار کرتے ہیں اور جب بھی کوئی موقع ہاتھ آ جائے مسلمانوں کو معاف نہیں کرتے جیسے انہوں نے مہاراشٹر میں مساجد شہید کرا دیں اور نہ جانے جتنے مسلمانوں کا خون کر دیا۔ بال ٹھاکرے کا بھرپور ساتھ دے کر وہاں کے ہندوؤں نے ثابت کر دیا ہے کہ وہ قیامت تک مسلمانوں کے دوست نہیں ہو سکتے جیسے گاندھی جیسے اچھوتوں کی بستیوں میں جاتے ان کی کٹیاؤں میں بیٹھ جاتے ان کے ساتھ چائے تک پی لیتے لیکن یہ سب کچھ بس سیاست تھی دکھاوا تھا گاندھی جی کے باطن میں کچھ اور تھا اور ظاہر میں کچھ اور نتیجہ یہ نکلا کہ انہوں نے اپنی چالاکی اور سیاسی چالوں سے اچھوتوں کو ہندوؤں میں شمار کرا کے ہندوؤں کی آبادی کا تناسب زیادہ ظاہر کیا اور اس طرح اپنا مقصد حاصل کر لیا اور ہندوستان کے چار حصے ہندوؤں کو مل گئے اور پانچواں حصہ پاکستان بنا لیکن اچھوت تو پھر اچھوت ہی رہے اور وہ باعزت ہندو نہ بن سکے وہ پوجا پاٹ کے لیے ہندوؤں کے مندروں میں داخل نہیں ہو سکتے آج بھی ان کے کنوؤں سے پانی نہیں لے سکتے ان کے برتنوں کو چھو نہیں سکتے ہندو بنیا جس طرح اچھوتوں سے نفرت کرتا ہے اسی طرح مسلمانوں سے متنفر ہے وہ مسلمانوں کو اچھوتوں سے زیادہ مقام نہیں دیتا یہ میرے بچپن کا واقعہ ہے ہمارے محلے میں ایک ہندو دکاندار رہتا تھا اس کی کریانے کی دکان تھی میری والدہ مرحومہ نے مجھے کچھ سودا سلف لینے کے لیے اس کی دکان پر بھیجا دکان بند تھی اور ساتھ ہی اس کا مکان تھا میں اس کے گھر کے اندر چلا گیا وہ چوکے میں بیٹھا تھا جس میں ان کا چولہا وغیرہ تھا (باورچی خانہ) میں بچہ ہی تھا مجھے ابھی انسانوں میں فرق کرنے کا ذوق نہیں تھا میں سیدھا چوکے کی طرف گیا اور کہا کہ لالہ جی دکان کھول کر مجھے یہ سودا دیجئے یکدم تمام گھر والوں نے شور مچا دیا کہ اے لڑکے چوکے میں مت داخل ہونا چوکا بھرشٹ ہو جائے گا میں رک تو گیا لیکن اس شور کی وجہ نہ جا سکا بعد میں پتہ چلا کہ بھرشٹ ناپاک کو کہتے ہیں۔

☆☆☆☆

Marfat.com

سالگرہ اور بیٹی

حافظ غلام محی الدین میرے پڑوسی ہیں ان کے گھر سے لیکر میرے گھر تک دورویہ روشنیاں لگی ہوئی تھیں میں گھر آیا تو میری بیوی نے مجھے بتایا کہ حافظ صاحب تشریف لائے تھے اور فون نمبر دے گئے ہیں میں نے فون پر رابطہ کیا تو حافظ صاحب نے کہا کہ آج میری بیٹی کی سالگرہ ہے اس میں آپ شمولیت فرمائیں میری نظر میں بیٹیوں کا رشتہ بڑا مقدس اور پاکیزہ ہوتا ہے یوں سمجھ لیجئے کہ ماں' بہن اور بیٹی کا رشتہ تمام رشتوں سے بڑھ کر ہے آپ نے اکثر دیکھا ہوگا کہ جب کوئی شخص اس جہان فانی سے کوچ کر جاتا ہے تو اس کی وفات کے چند دن بعد اس کے بیٹے اس کی جائیداد کی تقسیم میں الجھ جاتے ہیں اور یہ الجھاؤ کبھی کبھی قتل و غارت پر ختم ہوتا ہے لیکن بیٹیاں باپ کی بیماری کے دوران تیمارداری سے لیکر دفن تک دعائیں مانگتی اور روتی رہتی ہیں کہتے ہیں کہ بیٹی باپ کے جنازے کی زینت ہوتی ہے پھر بیٹیاں باپ کے گھر میں مہمان ہی تو ہوتی ہیں چند سالوں کے بعد ہمیشہ کے لیے ہجرت کر جاتی ہیں اور پھر اللہ ہی جانے کہ انکا مقدر کیا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ہر بیٹی کو ہر مقام پر باحیاء و محفوظ رکھے آپ نے دیکھا ہوگا کہ کئی بیٹیوں کا واسطہ ایسے خبیث لوگوں سے پڑ جاتا ہے کہ انکی زندگی اجیران ہو کر رہ جاتی ہے لیکن وہ پھر بھی صبر وضبط کیساتھ بیٹھی رہتی ہیں اور کوشش کرتی ہیں کہ اپنا دکھ سنا کر والدین کو دکھی نہ کریں اور بالخصوص والد سے اپنا تمام درد و کرب چھپاتی رہتی ہیں مجھے حیرت ہوتی ہے ان جاہوں اور کور باطن انسانوں پر جن کی اپنی بیٹیاں پیدا ہو جاتی ہیں مگر وہ پھر بھی اپنی بیوی کے ساتھ بلا وجہ بدسلوکی یا سختی کرتے ہیں حیرت ہوتی ہے ان ساسوں (خوشدامنوں) پر جو اپنی بن بیاہی اور بیاہی بیٹیوں کے لیے ہر وقت دعا گو ہوتی ہیں اور انکی ذرا سی بھی خبر بد سنیں تو تڑپ اٹھتی ہیں لیکن وہ بیٹیاں جو انکی بہوئیں بن کر اپنے تمام رشتے چھوڑ کر اور انکی عزت بن کر ان کے گھر آتی ہیں انکے ساتھ ان کا سلوک متشددانہ اور ظالمانہ ہوتا ہے چلیئے ان پڑھ خاوندوں اور ان پڑھ ساسوں کو تو کسی قدر کم عقل تصور کر کے کچھ فیصد معاف کیا جا سکتا ہے لیکن یہاں تو پڑھے لکھے مردوں اور پڑھی لکھی خوشدامنوں کا بھی یہی دستور دیکھنے میں آیا ہے بیٹی کی عظمت کا اندازہ صحاح ستہ کی ان مستند احادیث سے لگایئے جب حضور ﷺ جناب سیدہ فاطمہ الزہرہ سلام اللہ علیہا نے اپنے والد محترم کی خدمت میں حاضر ہوتی تھیں تو آپ ﷺ نے انہیں دیکھ کر کھڑے ہو جاتے انکی پیشانی پر بوسہ دیتے پھر اپنی جگہ پر بیٹھا کر خود دوسری جگہ تشریف فرما ہو جاتے بے شک مقام سیدہ عالیہ بہت بلند اور آپ کا مرتبہ بہت اعلیٰ ہے پھر میں بھی سمجھتا ہوں کہ حضور پاک ﷺ نے اس عمل میں یہ درس عام دیا ہے کہ بیٹیاں بڑی قابل عزت ہوتی ہیں آپ ﷺ کے اس درس وسبق کے بعد میری روح اس جذبے سے معمور ہوگئی کہ بیٹیوں کو بیٹوں پر فوقیت ہوتی ہے اسی جذبے کی بنا پر میں نے بیٹیوں پر ایک فلم بنائی تھی جس کا نام "دھیاں نمانیاں" (بے چار بیٹیاں) ہے بیٹی کی سالگرہ کا سن کر میں جلدی سے حافظ صاحب کے گھر پہنچ گیا موصوف کوٹھی کے گیٹ پر مہمانوں کا استقبال کر رہے تھے

Marfat.com

مجھے دیکھتے ہی وہ آگے بڑھے مجھے گلے سے لگایا اور نشست گاہ تک لے گئے۔ ایک طرف سے آواز آئی کہ ادھر آجایئے میں نے پلٹ کر دیکھا تو میرے پرانے دوست خاں اکرم خان تھے جو کئی سینماؤں کے مالک ہیں ہم دونوں ایک دوسرے کی طرف بڑھے انہوں نے مجھے گلے لگ کر خوب بھینچا اور اپنے بیٹے کو آواز دی جو ابھی ابھی انگلینڈ سے بار ایٹ لاء کر کے آیا ہے اور اس سے کہا کہ ان کو سلام کرو کہ یہ ہمارے محسن ہیں لو جی یہ احسان بھی سن لیں جب میں فلمیں بناتا تھا تو اپنی فلموں کی نمائش سیالکوٹ میں ان کے سینما پر کرتا تھا بے شک اور گاہک بھی ہوتے تھے لیکن پھر بھی یہ کوئی احسان والی بات نہیں تھی اس وقت تو وہ ایک سینما کے مالک تھے اور اب ماشاء اللہ پانچ سینماؤں کے مالک ہیں یہ انکی عظمت ہے کہ ان میں تکبر نہیں آیا بلکہ عجز و انکساری بڑھ گئی ہے۔ خواجہ اجمل صاحب ملے وہ جب بھی میرا کسی سے تعارف کراتے تھے تو کہتے ہیں کہ میں کسی بھی عالم سے اتنا متاثر نہیں ہوں جتنا کہ بھٹی صاحب سے ہوں اور وہ ایک ہی سوال کرتے ہیں کہ پاکستان کے بگڑتے ہوئے حالات کیسے سدھر سکتے ہیں؟ گویا ان کی دانست میں یا تو ان حالات کے بگڑنے کا ذمہ دار میں ہوں یا پھر میرے ہاتھ میں ایسا کوئی چھومنتر ہے جس سے میں یہ حالات فوراً درست کر سکتا ہوں ان کے اس حسن ظن پر میں انکا شکر گزار ہوں سابق چیف سیکرٹری جناب جاوید قریشی صاحب تشریف لائے اور مجھے دیکھتے ہی کہا کہ تقریب کچھ تو بہر ملاقات چاہیے چلو اسی بہانے ملاقات تو ہوگئی ہے میں نے عرض کیا جناب مجھے آپ کی نئی رہائش گاہ کا علم نہیں ورنہ آپ کو یہ شکوہ نہ ہوتا عظیم فنکار محمد علی صاحب حافظ صاحب کے قریبی دوستوں میں سے ہیں وہ اپنی بیگم اور دیگر اہل خانہ کے ساتھ آئے ان کے ساتھ مادام نور جہاں بھی تھی مادام بیماری کی وجہ سے کچھ کمزور ہوگئی ہیں اللہ تعالیٰ انہیں صحت و زندگی عطا فرمائے بلاشبہ وہ پاکستان کا ایک انمول سرمایہ ہیں سابق ڈپٹی کمشنر جناب لاشاری صاحب سے ملاقات ہوئی تو میں نے پوچھا کہ آج کل آپ کہاں ہیں کہنے لگے بھٹی صاحب چند دن آرام کرنا چاہتا ہوں اس لیے گھر پر ڈیوٹی لگوائی ہے سابق ایس ایس پی لاہور جناب چوہدری تنویر صاحب سے ملاقات ہوئی خواجہ اجمل صاحب نے کہا کہ کہاں ہیں' جناب نظر نہیں آتے ہنس کر کہنے لگے جناب گلزار خان صاحب سینٹر وزارت کے عہدوں کا لطف اٹھا چکے ہیں کبھی ان سے ہماری گاڑی چھنتی تھی جیسے وہ بڑے ہوتے گئے دوستی سکڑتی گئی جواب صرف سلام و دعا تک رہ گئی ہے پنجاب کے سابق صدر پی پی جناب جہانگیر بدر' حافظ صاحب کے عزیز ترین دوستوں میں سے ہیں ان سے دعا سلام ہوئی تو کہنے لگے کہ جناب آپ کے کالم پڑھتے رہتے ہیں خوشی ہوئی کہ ہمارے کالم کے بھی قاری ہیں ورنہ عام طور پر تو عوام اخبارات کے صفحہ نمبر دو پر لکھے ہوئے کالم ہی پڑھتے ہیں اور پچھلی صف میں کھڑے نمازیوں کی طرف تو آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے جیسے کہ ہمارے اخبارات کے فوٹو گرافر اگلی صف میں تشریف فرما صاحبان کے فوٹو بنا کر تشریف لے جاتے ہیں او راگر کبھی کسی جنازے میں بھی آئیں تو صرف اگلی صف کی تصویریں ہی بناتے ہیں کیونکہ وہاں گورنر وزراء

Marfat.com

وغیرہ کھڑے ہوتے ہیں اور معزز فوٹو گرافر ٹھیک ہی تو کرتے ہیں غیر معروف لوگوں کا تعارف بھی ہو جائے تو کیا فائدہ اور یہ بھی تو ممکن ہے کہ اگلی صف میں کھڑے امراء اور وزراء کی وجہ سے مرحوم کے گناہ ہی معاف ہو جائیں یا انکے اپنے مفاد کی کچھ تو حفاظت ہو جائے گی اور بڑوں سے ملنے کا بہانہ بھی مل جائے گا۔ طارق وحید بٹ جو ہمیشہ سیاست کی اگلی صفوں میں نظر آتے ہیں اپنے لحیم و شحیم بدن کے ساتھ میری طرف بڑھے اور بڑی محنت کے ساتھ معانقہ کیا کچھ علماء حضرات بھی تشریف لائے ہوئے تھے جن میں جناب وقار الحسنین نقوی اور جناب علامہ مدنی صاحب بھی تشریف فرما تھے گویا حافظ صاحب کی پیاری بیٹی فاطمہ بیگم کی سالگرہ میں تقریباً زندگی کے ہر شعبے کے لوگ موجود تھے علماء' صنعتکار' تاجر' فنکار' افسران اور بڑے بڑے سیاستدان وغیرہ ایک دلچسپ واقعہ پیش آیا کہ ایک وجیہہ قسم کے صاحب کھانا کھاتے ہوئے میرے قریب تشریف لائے سلام دعا کے بعد میرا حال پوچھا اور میرے فن کی تعریف کرنے لگے انہوں نے یہاں تک کہہ دیا کہ پاکستان میں آپ کی فنی اور علمی صفات وخدمات سے مکمل فائدہ نہیں لیا گیا اور میں فطرتاً اپنے معمولی جامے میں پھولا نہیں سما رہا تھا میں اپنی تعریف پر روایتی طور پر اظہار تشکر بھی کر رہا تھا اور اپنے ساتھ حکمرانوں اور سیاستدانوں کی زیادتیوں کا ذکر بھی کرتا جا رہا تھا انکی حیثیت کو نہ جانتے ہوئے میں بالکل عام سے انداز میں گفتگو کرتا رہا جب ان سے الگ ہوا تو سید وقار الحسنین نقوی صاحب سے پوچھا یہ کون ہیں تو نقوی صاحب نے بتایا کہ فلاں پوسٹ پر فائز ہیں جو واقعی بہت اہم پوسٹ ہے فطرت کے ساتھ کوئی نہیں لڑ سکتا میرے ذہن پر فطرت انسانی کا حملہ ہوا میرا انداز بدل گیا' چہرے پر لجاجت آ گئی' گفتگو میں نرمی اور علم پیدا کر کے میں نقوی صاحب کو ساتھ لیکر دوبارہ انکے پاس گیا اور عرض کیا جناب مجھے تو اب پتہ چلا کہ آپ بہت ہی اہم اور بڑے آدمی ہیں انہوں نے کہا نہیں ایسی کوئی بات نہیں میں تو آپ کا بھائی ہوں اور کہنے لگے کہ میں خود آپ سے رابطہ کروں گا اور پھر لمبی باتیں ہوں گی اسی قسم کا میری زندگی کا ایک اور دلچسپ واقعہ سنئے چوہدری الیاس صاحب جو پنجاب ہائیکورٹ کے چیف جسٹس رہ چکے ہیں میرے کلاس فیلو رہ چکے ہیں ہم زمیندارہ کالج گجرات میں اکٹھے پڑھتے تھے کالج چھوڑنے کے کچھ عرصے بعد ان سے میری ملاقات سول سیکرٹریٹ میں ڈائریکٹر ہیلتھ سروسز کے دفتر کے سامنے ہوئی میں نے حسب سابق کہا سناؤ بھئی الیاس کیا حال ہے انہوں نے کہا کہ اچھا ہوں یہاں میڈیکل چیک اپ کے لیے آیا ہوں میں نے سمجھا کہ وہ سیکرٹریٹ میں کوئی کلرک وغیرہ بن گئے ہوں گے لہذا اسی بے تکلفی کے انداز میں پوچھا کہ کوئی نوکری دوکری کر لی ہے انہوں نے الٹا مجھ سے سوال کر دیا آپ کو پتہ نہیں میں نے لاپروائی سے پوچھا کس بات کا انہوں نے کہا کہ میں نے پی سی ایس کے امتحان میں پہلی پوزیشن حاصل کی ہے جب میں یہ سنا تو بقول ظفر اقبال صاحب میری سٹی گم ہوگئی اور میرا لہجہ کسی آٹو میٹک مشین کی طرح خود بخود بدل گیا۔

☆☆☆☆

Marfat.com

عابدہ، نصرت اور عطاء

سرخی رخساروں پہ ہو تو گلاب سا چہرہ اگر اخبار کی پیشانی پر ہو تو کبھی خزینہ محبت اور کبھی نفرتوں کا لاوہ بن جاتی ہے چند دن پہلے سونیا گاندھی کے ایک پاکستانی دشمن بیان پر اظہار خیال کے لیے ''پاکستان فورم کا انعقاد ہوا'' حاضرین میں سے چند ایک کا خیال تھا کہ سونیا نے ٹھیک کہا ہے ہماری اپنی ثقافت مسخ کر دی گئی ہے کچھ مندوبین کا کہنا تھا کہ جو کچھ اس وقت موسیقی بنا کر پیش کیا جا رہا ہے وہ خالصتاً ہماری اپنی موسیقی ہے اس میں کسی سے متاثر ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تبصرے تو بہت لمبے چوڑے ہوئے لیکن میں یہاں تین شخصیتوں کا ذکر کروں گا جن کے بارے میں میں نے کچھ اور سرخیوں نے کچھ فرمایا میں نے گزارش کی کہ سونیا نے جو کچھ کہا وہ بہت حد تک درست ہے ہماری اپنی ثقافت غلط ملط ہو گئی ہے ثقافتی سطح پر ہم آہستہ آہستہ اپنی پہچان اور تشخص کو کھو رہے ہیں اور ہمارے معرف گائیک کسی نہ کسی پہلو اس سے متاثر ہو رہے ہیں اب عوامی سٹیجوں پر اور ٹی وی کی سکرین پر مہدی حسن اور غلام علی وغیرہ ناپید ہوتے جا رہے ہیں اور ان کی جگہ باپ میوزک نے لے لی ہے ہمارے کئی بڑے بڑے فنکاروں نے مغربی سازوں ڈراموں اور انداز کو اول تو سو فیصدی اختیار کر لیا ہے یا کم از کم اسے اپنی گائیکا کا جزو اعظم بنا لیا ہے جیسا کہ نصرت فتح علی خان ہیں جن کا تعلق ایک مشہور معروف گائیک خاندان سے ہے اور وہ اپنی صف کے صف اول کے فنکاروں میں شمار ہوتے ہیں وہ قوالی میں ایک منفرد مقام پر تھے اور اکیلے اچھے غزل خواں بھی تھے لیکن پاپ کے اس ناگہانی حملے سے وہ بھی نہ بچ سکے اور انہوں نے بھی ڈراموں اور ولائتی سازوں کے ساتھ پاپ موسیقی کی آمیزش سے گانا شروع کر دیا بلاشبہ اس انداز سے انہیں بہت عروج ملا مگر یہ کہنا غلط ہوگا کہ وہ اس نئی روش کے میوزک سے بچ نہیں سکے عابدہ پروین صاحبہ بلاشبہ دور حاضر کی مقبول گائیکہ کہی جا سکتی ہے وہ بہت اچھی غزل خواں تھیں ان کا نام چند گنتی کے اچھے غزل گائیکوں میں ہے بلکہ یوں کہا جا سکتا ہے کہ وہ موجودہ دور کی اپنی طرز کی یکتا غزالہ تھیں۔ شاید وہ بھی اس نئے انداز سے متاثر ہوئیں کہ انہوں نے گانے کے ساتھ ڈھول کا اضافہ کر لیا اور غزل کی گائیکی سے ہٹ کر صوفیاء کا کلام سنانا شروع کر دیا یقیناً اس سے بھی انہوں نے بے پناہ شہرت پائی لیکن کچھ لوگ ان کے ہاتھوں بازوؤں اور بدن کی جنبش پر پر معترض بھی ہیں او رانہوں نے وہ غزل کا تشخص اپنے ہاتھوں ختم کر دیا میں نے لوک فن اور موسیقی کے بارے میں کہا کہ ہمارے لوک گانے والوں نے گوٹے کناری والے ستاروں' شیشوں اور پھندنوں والے نسوانی لباس استعمال کر کے اور گاتے ہوئے بے ہنگم ناچ اور زنانہ حرکتیں کر کے یہ تصور دے دیا ہے کہ ہماری اپنی لوک موسیقی کی کوئی حقیقت نہیں بلکہ یہ فن محض ایسے لباس اور حرکات کا محتاج ہے اسی طرح ہم نے اپنی لوگ موسیقی کو اس مصنوعی زیبائش ونمائش کا محتاج ومرہون منت بنا دیا اور یوں ہمارے کئی ایک لوک فنکاروں اور مغربی پاپ فنکاروں میں کافی مماثلت پائی جاتی ہے کہ ان کے بال بے ہنگم انداز میں بڑھے ہوئے ہوتے ہیں

Marfat.com

عجیب سے بدہیت لباس زیب تن کرتے ہیں گانوں میں عورتوں کی طرح بندے اور کانٹے لٹکا لیتے ہیں او ریہ (اسلوب) انداز آپ کو مہذب معاشرے کے افراد میں نظر نہیں آئینگے اس طرح نجی محفلوں اور ٹی وی کی سکرین پر کئی ہمارے لوک فنکار اس حلیئے اور انداز میں آتے ہیں کہ تعلیمیافتہ اور مہذب سوسائٹی میں مذاق بن جاتے ہیں اور اس طرح کا پیش کردہ فن بھی مذاق معلوم ہوتا ہے اس قسم کا حلیہ بنانے سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں اپنے فن پر اعتماد نہیں اور وہ اس مصنوعی بناوٹ کا سہارا لیکر اپنے فن کو مقبول بنانے کی کوشش کرتے ہیں جبکہ عطاء اللہ عیسیٰ خیلوی بھی لوک فنکار رہے ہیں لیکن انہوں نے کبھی کوئی حلیائی یا لباسی تبدیل نہیں کیا وہ معاشرے کے افراد کی طرح لباس پہن کر آتے ہیں میرا مقصد یہ تھا کہ اگر کسی ڈرامے میں کسی کا ایسا کردار ہو جس میں عام ڈگر سے ہٹ کر لباس یا میک اپ کرنا اپنے فن کی نفی اور کم مائیگی کا اظہار و قرار نظر آتا ہے مگر عطا پھر بھی مقبولیت میں کسی سے کم نہیں اور انہوں نے کسی بیرونی ثقافت کو اپنے اوپر سوار نہیں ہونے دیا میں نے مزید کہا کہ عطاء اللہ بلاشک مقبولیت کی بے پناہ بلندی پر ہیں لیکن وہ صرف لوک فنکار ہیں گانے والے سبھی اچھے ہیں ہر گائیک کی اپنی عوام ہے (Audiance)۔ کلاسیکل پسند کرنے والے کی نظر میں سلامت خان (نام چوراسی گھرانہ) یا فتح علی پٹیالہ گھرانہ کے سب سے بڑے گائیک ہیں غزل کی گائیگی پسند کرنے والوں کی نظر میں مہندی حسن، غلام علی مہدی وغیرہ بڑے گویئے ہیں قوالی پسند کرنے والوں کی نظر میں نصرت فتح علی خان، شیر علی، مہر علی اور مقبول صابری یا عزیز میاں بہت بڑے گائیک ہیں اسی طرح لوک موسیقی کو پسند کرنے والوں کی نظر میں عطا اللہ، شوکت علی، عارف لوہار وغیرہ اعلیٰ ترین گویئے ہیں سماعت کے الگ الگ زاویئے ہیں ان زاویوں کی بناء پر ہر شخص کا کوئی نہ کوئی فنکار پیدا ہوتا ہے ہر شخص کی پسند اپنی اپنی ہوتی ہے اور ناپسندیدگی بھی اپنی اپنی ہوتی ہے اس طرح یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ کوئی فنکار بھی برا نہیں کیونکہ سب کے اپنے اپنے سامعین ہیں لیکن فن کے درجات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کوئی کتنا بھی مقبول و مشہور ہو جائے وہ کسی استاد فنکار کے ہم پلہ نہیں ہو سکتا میرا مدعا ئے عرض ہے کہ میں نے کہیں بھی نصرت فتح علی، یا عطاء اللہ عیسیٰ خیلوی یا محترمہ عابدہ پروین کے لیے بے سرے کا لفظ استعمال نہیں کیا لیکن میرے محترم محسنوں نے عارض اخبار پر سرخی سجا کر میرے ہم سفروں کے دلوں میں کچھ غلط فہمیاں پیدا کر دیں گو انہوں نے گزارش پر تردید بھی چھاپ دی اس کے باوجود مجھے بتایا گیا کہ میرے دوست مجھ سے ناراض ہیں شاید وہ باری سی تردید ان کی دید سے اوجھل رہی ہو میرا اخلاقی اور روحانی فرض بنتا ہے کہ اگر میرے عزیزوں کے دل کو میرے نام کی نسبت کوئی رنج پہنچا ہو تو ان کے اس رنج اور دکھ کا ازالہ کروں گو میں نے ان کے لیے کہیں بے سرے کا دکھ دینے والا نازیبا لفظ استعمال نہیں کیا پھر بھی میں ان سے معذرت طلب ہوں کیونکہ ان کی دلجوئی میری ذمہ داری ہے اب تو میرے ہم سخن میرے ہم آواز دوست خوش ہیں نا۔

☆☆☆☆

Marfat.com

فنکار حبیب نے کہا!

یوں تو ہر دور میں ہی حق بات کہنا جرم تھا لیکن اس دور میں تو حق گوئی نا قابل معافی بھی ہے اور نا قابل تلافی بھی اگر اپنی معیشت پر نظر ڈالیں تو کوئی پہلو قابل تعریف نہیں اور اگر قتل و غارت کو دیکھیں تو پاکستانی اور مسلمان ہونے پر ندامت ہوتی ہے اگر فحاشی اور لغویات اور عریانیت پر غور کریں تو شرمندگی سے جھکا ہوا سر زمین کی گہرائیوں میں چلا جاتا ہے اور مقتدر حضرات کے بیانات کے تضادات کو دیکھیں تو بڑے بڑے کذاب بھی شکست خوردہ نظر آتے ہیں رشوت خوروں کو دیکھیں تو ان کے سامنے افریقہ کے جنگلوں کے آدم خور بھی پستہ پستہ ہیں ابھی کل کی بات ہے ہمارے ایک پرانے کامیاب ہیرو حبیب نے کہہ دیا کہ اس دور کی ہیروئنیں عریانیت کا شکار ہیں لڑکے یعنی ہیرو اپنی پرفارمنس کی بجائے بالوں کی لمبائی اور اچھل کود کو سہارا بنا رہے ہیں سٹوری رائٹر کہانی لکھنے کی بجائے چٹکلے لکھ رہے ہیں ڈائریکٹر کہانی کو خوبصورت پیش کرنے کی بجائے ڈانسوں اور لڑکیوں کے کم سے کم لباس پر توجہ فرماتے ہیں ہیروئنیں کہہ رہی ہیں کہ ہم آرٹ فلموں میں کام کرنے کے لیے بالکل ننگی ہونے میں بھی کوئی عار محسوس نہیں کرتیں اس پر فلمی دنیا کے کئی افراد اور خواتین نے چیں بجیں ہو کر اظہار خفگی فرمایا ہے میں پوچھتا ہوں یہ کون سا آرٹ ہے جو عورت کو بے لباس کرتا ہے یہ کونسا فن ہے جو فحاشی اور عریانیت کی آخری حدود پر ختم ہوتا ہے اگر لڑکیاں فلموں میں بے لباس ہونے کو فخریہ بیان کریں تو کون کہے گا کہ یہ اچھے خاندانوں کی چشم و چراغ ہیں اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں یا ان کے اندر حیا کی کوئی رمق ہے حیرت تو اس بات پر ہے کہ سنسر بورڈ کے میرے وہ دوست جو نجی زندگی میں غیرت اور شرم کی باتیں کرتے تھکتے نہیں وہ فلم سنسر کرتے وقت اپنی تمام گفتگو کو بھول کر اس ننگ کو معاشرے میں چلانے کی نہ صرف خود سازش کرتے ہیں بلکہ دوسرے ممبروں کو بھی مجبور کرتے ہیں وہ بھول جاتے ہیں کہ یہ ننگ ان کی اپنی مائیں بیٹیاں دیکھ سکتی ہیں اور اگر وہ اپنے گھر والوں کو روک دیتے ہیں کہ یہ آپ کے دیکھنے کے قابل نہیں تو یہ اور بھی کم ظرفی ہے کہ وہ قوم کی نئی نسل کو ادھر لے جانے کی سعئی مجرمانہ فرما رہے ہیں جس طرف وہ اپنے گھر والوں کا جانا پسند نہیں فرماتے

اخبارات میں ان خبروں کا جلی حروف میں چھپنا کہ فلاں ہیروئن آرٹ فلم میں گانا کے لیے بالکل ننگی ہو سکتی ہے اور پھر کسی بے لگام ہیروئن کا یہ کہنا کہ ننگی ہوتی ہے جس کا جسم خوبصورت ہو یا فلاں ہیروئن کہتی ہے کہ میں کم سے کم لباس پہننے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتی یہ معزز رپورٹر اپنی نئی نسل کو کیا سبق دینا چاہتے ہیں کونسی اجلی اور صاف ستھری صحافت کا مظاہرہ فرما رہے ہیں۔

جن افراد یا قوم کی کوئی تقلید کرتا ہے انہی میں شمار کیا جاتا ہے ہمارے ملک میں ہی نہیں تمام دنیا میں فوج کے

Marfat.com

ارا کین شجاعت جرات اور محافظت کا نشان ہوتے ہیں ان کے سروں کے بال کیسے ہوتے ہیں' جو لوگ ان کی طرح بال رکھتے ہیں انہیں پہلی نظر میں دیکھنے والے فوجی جوان یا آفیسر ہی تصور کرتے ہیں۔
سر کے بال اتنے لمبے رکھنا کہ چوٹی بن جائے (گُت) یہ کن کا شیوہ اور طریقہ ہے برا نہ مانئے حوصلے اور برداشت سے پڑھیے کشمیریوں کے گھروں میں جب بیٹا پیدا ہوتا تھا تو کشمیری بھانڈ مانگنے آتے تھے ان کے ساتھ ناچنے والے لڑکوں کے بال ایسے ہوتے تھے نٹ قبیلے سانگ بھرتے ہیں تو ان کے ناچنے والے لڑکے ایسے بال رکھتے ہیں اور پھر صدیوں سے ہیجڑے ایسے بال رکھتے آئے ہیں جنس ے وہ گتیں بنا لیتے ہیں اب بتائیے ایسے بال رکھنے والوں وحبیب صاحب نے کوئی ایسا نام دے دیا ہے تو کیا جرم ہے کل طارق عزیز شو طارق عزیز صاحب نے بھی یہی کہا تھا کہ ایسے بالوں والے لڑکے دیکھ کر اندازہ نہیں ہوتا کہ لڑکے ہیں یا لڑکیاں اب میرے پیارے ہیرو کس کس کے ساتھ جنگ کریں گے آج کے ہیرو بلاشبہ کامیاب ہیں اعلیٰ ڈانس کرتے ہیں لیکن اگر وہ غور فرمائیں تو ماضی کے ہیرو بھی بڑے کامیاب تھے لالہ سدھیر مرحوم' سنتوش کمار مرحوم درپن مرحوم' اقبال حسن مرحوم' اسلم پرویز مرحوم' اکمل مرحوم' وحید مراد' یوسف خان' حبیب صاحب میرا بھائی کیفی اور راقم الحروف گولڈن جوبلی جیسی فلموں کے ہیرو تھے لیکن نہ تو ناچتے تھے اور نہ ہی لمبے بالوں کا سہارا تھا اور ندیم تو آج بھی اتنے ہی کامیاب ہیں جتنے پہلے ہماری فن کارائیں اگر یہ کہیں کہ ہم بھارتی فن کاراؤں کی کاپی کر رہی ہیں یا ہیرو کہیں کہ ہم سنجے دت کی تقلید کر رہے ہیں تو پھر ٹھیک ہے ہمارے پروڈیوسر ڈائریکٹر یہ تسلیم کر لیں کہ وہ محض گلیمر بیچ کر روزی کمانا چاہتے ہیں تو ہم مان لیتے ہیں سنسر بورڈ کے ممبر اعلان فرمائیں کہ وہ اپنی ثقافت ادب اور معاشرتی اقدار گھر چھوڑ کر فلم سنسر کرنے تشریف لاتے ہیں تو پھر کوئی اعتراض نہیں اور اگر ایسا نہیں تو پھر برا نہیں ماننا چاہیے بلکہ اپنی اصلاح کی طرف توجہ دینی چاہیے پہلے بھی کامیاب ہیروئنیں گزری ہیں مادام نور جہاں' مادام سورن لتا' صبیحہ خانم' شمیم آراء' یاسمین بیگم' رانی بیگم' نیئر سلطانہ' نغمہ سلونی وغیرہ ہمیں ان کی نجی زندگی سے واسطہ نہیں لیکن وہ کسی فلم میں یوں بے لباس نظر نہیں آئیں بھارت کی ہیروئنوں کی تقلید نہ کریں کل منیشا کوئرالہ نے کہا کہ میں شراب نوشی' سگریٹ نوشی اور مردوں کے ساتھ کھلم کھلا تعلقات رکھتی ہوں اگر یہی رویہ یہاں بھی چل پڑا تو پھر غریب لڑکیوں پر چھاپہ مار کر گرفتار کر لینا ایک ظلم بن جائے گا میں سنسر بورڈ کے معزز ممبران کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ کسی ایک فرد کو خوش کرنے کی خاطر پوری قوم اور نئی نسل کو داؤ پر نہ لگائیں اور اگر کوئی حبیب سچ کہہ ہی دے تو ناراض نہ ہوں اپنی اصلاح کریں اس لیے کہ جس کا کل تھا آج نہیں اور جس کا آج ہے کل نہیں ہوگا لیکن جو وہ چھوڑ جائیں گے اس کے اثرات اور نشانات ہمیشہ ان کے ناموں کے ساتھ منسوب رہیں گے۔

☆☆☆☆

Marfat.com

عابدہ پروین۔ درویش اور صوفی مغنیہ!

درویش اور صوفی کی مونث پڑھنے میں نہیں آتی البتہ بعض خواتین کا نام صوفیہ پڑھا ہے ایک ام المومنین کا اسم گرامی بھی حضرت صوفیہ تھا ہاں بعض خدا پرست خواتین کو عارفہ کے نام سے پکارا گیا جیسے وادی کشمیر کی عظیم شاعرہ اور صاحبہ عرفان اللہ کو للہ عارفہ کہا جاتا ہے جن کے حوالے سے حضرت نورالدین دیشی نے دعا مانگی تھی کہ میرے خالق مجھے وہ مقام عطا فرما جو للہ عارفہ کو عطا ہوا تھا۔

28 جولائی کو فرخ بشیر کا فون آیا کہ 30 جولائی کو عابدہ پروین کا پروگرام ریکارڈ ہوگا جس میں چندا جلے اجلے مہمان مدعو کیے گئے ہیں آپ بھی آئیں فرخ بشیر ٹی وی کے سینئر پروڈیوسر ہیں چند دن پہلے لاہور سٹیشن کے پروگرام منیجر تھے یہ انقلابات ہماری تاریخ کا حصہ بن چکے ہیں فرخ بشیر میرے نزدیک دو وجوہات کی بنا پر محترم ہیں ایک تو چوہدری بشیر احمد کے صاحبزادے ہیں جو ریڈیو پاکستان کے سٹیشن ڈائریکٹر رہے ہیں او رمجھے پہلی بار وہی ریڈیو پر لائے تھے اور دوسرے اس لیے کہ وہ نہایت کم گو ہیں کسی کی برائی نہیں کرتے بس اپنے کام سے کام رکھتے ہیں۔ میں 30 جولائی کو ٹی وی پہنچا مستنصر حسین تارڑ میزبان کے فرائض سرانجام دے رہے تھے امجد اسلام امجد' حسن رضوی' عابد علی نمایاں تھے اور دیگر مہمانان گرامی بھی تھے عابدہ پروین پانی سنگت کے ساتھ سٹیج پر تشریف فرما تھیں یہ پہلی گائیکہ دیکھی کہ نہ لباس میں کوئی چمک دمک نہ چہرے پر میک اپ کی تہیں اور نہ بالوں کا کوئی سٹائل' ایک پہلودار سادگی کی سراپا تصویر۔ تارڑ صاحب نے سوال کیا کہ تصوف کیا چیز ہے عابدہ پروین نے کہا' خالق کا قرب اور مخلوق سے دوری کا نام تصف ہے اور جب آدمی یہ محسوس کرنے لگے کہ وہ ہر وقت اپنے رب کے سامنے حاضر ہے تو اپنے من کو صفا رکھتا ہے تا کہ اس کا محبوب مولا اس سے راضی ہو گانا شروع ہوا عابدہ نے غزل شروع کی۔

تُو نے دیوانہ بنایا تو میں دیوانہ بنا
اب مجھے ہوش میں آنے کا تماشہ نہ بنا

یہ غزل وہ پوری دیوانگی سے گا رہی تھیں اور میرے خیال میں یہ غزل تصوف کا ہی ترجمہ تھا انہوں نے چھیتی بوہڑیں دے طبیب' نہیں تاں میں مرگئی' تیرے عشق نچایا کر کے تھیا تھیا' گھوم چرکھڑا گھوم تیری کتن والی جیوے' اور ایک خوبصورت گانا جس کی دھن استاد نذر حسین نے بنائی تھی ان کے علاوہ ایک غزل جناب حسن رضوی کی اور ایک جناب امجد اسلام امجد کی سنائی' عابدہ پروین کے گانے میں کمال یہ ہے کہ ان کے گائے ہوئے کسی گانے کو تعریف اور داد کے لیے مخصوص نہیں کیا جا سکتا وہ تمام گانے فنی مہارت اور کھیل یکسوئی سے گاتی ہیں گاتی کیا ہیں اس میں ڈوب جاتی ہیں یوں لگتا ہے کہ وہ گاتے ہوئے کسی اور دنیا میں پہنچ

Marfat.com

جاتی ہیں اور انہیں قطعی حساس نہیں رہتا کہ ان کے سامنے سامعین بیٹھے ہیں۔ میں نے انہیں درویش اور صوفی کہا ہے یہ محویت ہی درویش کی اصل ہے درویش من وتُو کے جھنجھٹ سے آزادہ وکر "رانجھے وچ سامحمد چھٹی ہر جنجالوں" کے مصداق ہو جاتا ہے لگتا ہے کہ سُر اور تال دو کھلونے ہیں جن کے ساتھ ایک بے باک بچی کھیل رہی ہے عابدہ عام طور پر اومیاں کہہ کر گانا شروع کرتی ہیں جب ان سے پوچھا گیا کہ وہ اومیاں کہہ کر گانا کیوں شروع کرتی ہیں تو انہوں نے برجستہ جواب دیا کہ اس کا مطلب ہے میرے اللہ میرے خالق اور میرے رب کریم۔ انہوں نے کہا کہ امجد اسلام امجد میرے سامنے تشریف فرما ہیں یہ پورے پنجاب کا ادب سمیٹے ہیں۔ صوفیائے عظام اور اولیائے کرام کی زندگی اور تعلیمات پر مبنی میرے پروگراموں کی انہوں نے بہت تعریف کی جو پہلے چانن ای چانن تھا پھر اجالا ہوا اور اب تجلیوں کے مراکز کے نام سے پیش کیا جاتا ہے انہوں نے کہا کہ اس پروگرام کی وجہ سے میرے مرشد بھٹی صاحب کو بہت پیار کرتے تھے مجھے بھی اپنی اس سعادت پر فخر ہے اس پروگرام کی بدولت جتنی بارگاہوں میں حاضر ہونے کا مجھے موقع ملا ہے شاید ہی کسی کو نصیب ہوا ہو یہ پروگرام اکثر بے سدھ افسروں کے جبر کا شکار رہا ہے دراصل اس پروگرام کی اصل روح کو جاننا پہنچانا بھی تو اسی کے بس میں ہوتا ہے جو تصوف کی فقہ سے کچھ نہ کچھ تو واقف ہو اور بے چارے ایم اے بی اے افسر کیا جانیں کہ تصوف اور عرفان کس عالی جذبے کا نام ہے۔ عابدہ پروین نے ایک سوال کے جواب میں ایک قیمتی اور بے مثل جملہ کہہ دیا جو میرے قلب و دماغ پر نقش ہو گیا ہے اور جو میرے لیے ہمیشہ مشعلِ راہ رہے گا کاش باقی لوگ بھی اس جملے کی حقیقت کو پہچانیں اور اس کو رہبر بنا لیں تو نجاستوں اور برائیوں کے چنگل سے آزاد ہو جائیں انہوں نے نہایت عاجزی اور انکساری کے ساتھ کہا "ہم پر کریم کی بے سبب اتنی مہربانیاں ہیں جو ہم سے اٹھائی نہیں جاتیں" حقیقت یہی ہے اگر ہم اپنے اپنے گریبان میں جھانکیں تو ہمارے اعمال کے مقابلے میں اس رب کریم کا کرم اور اس رحمان و رحیم کی رحمتوں کا پلڑہ کئی گنا بھاری نظر آئے گا ہم عابدہ پروین کو پرل کانٹی نینٹل میں چھوڑنے گئے وہاں اس طبعاً عاجز خاتون نے ہماری تواضع میں کوئی کمی نہیں چھوڑی وہاں سے رخصت ہو کر چلا تو یہی سوچتا رہا کہ تقریباً ساری دنیا میں شہرت رکھنے والی اور دولت کمانے والی خاتون پر کیا جادو ہوا کہ سراپا عجز و انکساری بن گئی اور گانا اس محویت اور انہماک کے ساتھ گاتی ہیں جیسے خود اپنے مرشد کے حضور حاضر ہو اس نے اپنے وجود سے تمام تفاخر، تکبر کو نکال کر عاجزی کو اپنا لیا ہے اسے نہ لباس میں کسی فیشن کا احساس نہ چہرے پر کسی تصنع کی خواہش ہے اور نہ ہی گفتگو میں کسی دانش کا گھمنڈ ہے یہی صوفی ازم درویشی اور عرفان ہے میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس خاتون کو عزت اور ترقی عطا فرمائے اور لمبی زندگی عطا کرے تاکہ وہ دوسری گائیکوں کے لیے نشان راہ بنی رہے۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

مجاہد اول کی کاکول میں تقریر پر ایک نظر

آل جموں وکشمیر مسلم کانفرنس کے صدر آزاد جموں وکشمیر کے سابق وزیر اعظم وسابق صدر سردار محمد عبدالقیوم خان نے پاکستان ملٹری اکیڈمی کاکول میں زیر تربیت افسروں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ بھارتی مظالم نے ہر کشمیری مرد وعورت کو عسکری بنا دیا ہے دراصل فطرت احساس اور بالخصوص فطرت مسلم یوں ہے کہ جب وہ ذاتیات میں الجھ کر اصل راہ سے ہٹ جاتے ہیں تو پھر انہیں مخالف ہوا کے تھپیڑے ہی راہ راست پر لاتے ہیں اور پھر وہ اپنا حق لیے بغیر چین سے نہیں بیٹھتے کشمیری خواب غفلت سے جاگ چکے ہیں اور دنیا اب ان کے اصل چہرے کے اجلے پن کو جان گئی ہے کشمیری کبھی بھی بزدل نہیں تھا ڈوگرہ حکومت کے ظالم قوانین اور ان کی دی ہوئی غربت کی زنجیروں نے کشمیری عوام کو جکڑ رکھا تھا سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ پوری دنیا میں کشمیریوں کی کسمپرسی کی خبر گیری والی کوئی حکومت یا قوم نہیں تھی ہندوستان میں انگریز کا راج تھا ایک تو وہ منافق اور ظالم تھا اور دوسرے اس نے بغیر کسی ملکیت کے محض اپنے شاطر پن سے کشمیر کو ڈوگرہ ہندو گلاب سنگھ کے ہاتھوں صرف 75 لاکھ نانک شاہی سکوں کے عوض بیچ دیا تھا اس کے کانوں تک کشمیری عوام کی آہیں اور فریادیں کیسے پہنچ سکتی تھیں۔

ہماری فوج ہماری دفاعی نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کرتی ہے ہمیں اپنی فوج کے مورال (قوت مقابلہ) کا اسی طرح دفاع کرنا چاہیے ہمارے قائدین کو بے دینی اور بے یقینی کی باتیں کر کے فوج اور عوام کی بزدلی کی طرف مائل نہیں کرنا چاہیے ہندو دنیا میں مانا ہوا منافق ہے اس کا ہر بیان اس کی منافقت طبع کا غماز ہے ہمیں ان کے سامنے یوں سر نہیں جھکانا چاہیے کہ ان کا حوصلہ اتنا بڑھ جائے کہ وہ بھارت میں بابری مسجد کی طرح ہماری عام عبادت گاہوں کو مسمار کر کے وہاں بُت خانے تعمیر کر دے۔

سردار صاحب نے ٹھیک فرمایا کہ وہ لوگ جو محض چند ٹکے کمانے کے لیے دین کو تج دیتے ہیں اور اپنے ضمیر کو اپنے ہاتھوں قتل کر کے بار بار بھارت کے ساتھ دوستی کی بات کرتے ہیں اور دوستی کی آڑ میں بھارت کے ساتھ کاروبار کرنا چاہتے ہیں انہیں پاکستان کی پاک زمین پر رہنے کا کوئی حق نہیں مسلمان کی تو پہچان ہی یہی ہے کہ وہ حقوق العباد اور حقوق اللہ کے لیے موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دے۔

بی جے پی نے محض قوم پرست اور انتہا پسند ہندوؤں سے ووٹ لینے کے لیے مسلم کش پالیسی اختیار کی ورنہ ہندو اتنا نظر باز نہیں ہے کہ وہ پاکستان کے ساتھ ٹکرانے کا انجام جانتا ہے دس سالوں میں وہ سات لاکھ کی کثیر فوج کے ساتھ چند ہزار مجاہدوں کا مقابلہ کر رہا ہے نتیجہ اس کے سامنے ہے دیویوں دیوتاؤں کے بتوں کے پیروں پر انسانوں کا بلیدان کرنے والا اپنی خود ساختہ انا کی تسکین کے لیے اپنی بہو بیٹیوں کو آگ کے

Marfat.com

حوالے کر کے ستی کی وحشیانہ رسم ادا کرنے والا ہندو پورے کشمیر پر قبضہ کرنا چاہتا ہے خواہ اسے تمام کشمیری قتل کرنے پڑیں پاکستان اور بھارت میں یہی فرق ہے کہ پاکستان کشمیریوں کی بقاء کشمیر کی پائندگی اور کشمیری خواتین کی حیا کی حفاظت کی نظریاتی جنگ لڑ رہا ہے اور بھارت کشمیریوں کی موت کا نظارہ کر کے کشمیر کے قدرتی وسائل پر قابض ہونا چاہتا ہے خواہ اسے تمام کشمیری قتل کرنے پڑیں پاکستان اور بھارت میں یہی فرق ہے کہ پاکستان کشمیریوں کی بقاء کشمیر کی پائندگی اور کشمیری خواتین کی حیا کی حفاظت کی نظریاتی جنگ لڑ رہا ہے اور بھارت کشمیریوں کی موت کا نظارہ کر کے کشمیر کے قدرتی وسائل پر قابض ہونا چاہتا ہے ہماری کشمیر پالیسی تضاد کا شکار ہے جب سے کشمیر کا تنازعہ چل رہا ہے ہمارے ہاں ایک حکمران بھی ایسا نہیں آیا جس کی قوت فیصلہ مضبوط ہو اسی لیے آج تک کوئی بھی حکومت جرات اور دلیری کے ساتھ کشمیر کے بارے میں کسی واضح اور حتمی پالیسی کا اعلان نہیں کر سکی۔

جہاں تک (Mediation) مصالحتی اور ثالثی پیشکش کا تعلق ہے تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی کسی غیور قوم نے اپنے معاملات کے حل کے لیے کسی کی ثالثی پیشکش قبول کی ہے تو سر جھکا کر نہیں بلکہ اپنے حقوق کی حفاظت کی شرط پر کی ہے ہمارا کوئی بھی ثالث بنے اس کے سامنے ہماری ایک واضح شرط ہونی چاہیے کہ کشمیریوں کو حق خودارادیت ملنا چاہیے اور کوئی فیصلہ بھی کشمیریوں کی مرضی اور پسند کے خلاف نہیں ہونا چاہیے سردار صاحب نے فرمایا کہ پاکستان کے بھرپور وسائل سے فائدہ نہیں اٹھایا جا رہا میری سردار صاحب سے گزارش ہے کہ لوگ پاکستان کو اپنا وطن ہی نہیں سمجھتے انہیں اس سے کیا مطلب کہ یہاں کیا کیا وسائل ہیں اور ان سے ملک و قوم کی بھلائی کے لیے کیسے استفادہ کیا جا سکتا ہے اگر وہ پاکستان کو اپنا وطن تصور کریں تو کیسے ممکن ہے کہ ہر وقت لوٹ مار میں مصروف رہیں اور لوٹی ہوئی دولت بیرونی ممالک کے بینکوں میں جمع کرائیں کوئی مخلص یہ نہیں کر سکتا کہ اپنے گھر لوٹ کر غیروں کے گھر بھرے ظاہر ہے کہ جو ایسا کرے گا وہ اس گھر کو اپنا گھر نہیں سمجھتا ہوگا جہاں تک کشمیر کو تقسیم کرنے کا سوال ہے تو سنئے کہ کسی ملکیت کی تقسیم دو وجوہات کی بناء پر ہوتی ہے نمبر ایک اگر دونوں فریقوں کا حق اس ملکیت پر برابر برابر ہو یا پھر ایک بہت طاقتور ہو اور دوسرا بہت کمزور بھی ہو اور بزدل بھی طاقتور اس پر اپنی طاقت کے بل پر ناجائز قابض ہو جائے اور اصل حقدار کو خیرات کے طور پر کچھ دے دے اور حقدار اپنی کمزوری کی وجہ سے اس بندر بانٹ کے سامنے سر تسلیم خم کر دے دراصل حیدر آباد' جوناگڑھ اور دیگر علاقوں میں ناجائز قبضہ کر کے ہندو بنئے کا حوصلہ بڑھ چکا ہے اور وہ اسی طرح کشمیر کو بھی ہڑپ کرنا چاہتا ہے یہ پاکستان کے حکمرانوں اور عوام کا امتحان ہے اگر ہم نے بزدلی کا ثبوت دیتے ہوئے یہ غلط اور ناجائز تقسیم قبول کر لی تو پھر یاد رکھنا پاکستان آئندہ ہمیشہ بھارت کی نوآبادی بن کر اور عوام کو ان کا غلام بن کر رہنا پڑے گا۔

پوری دنیا میں سکھوں کی آبادی ڈیڑھ کروڑ اور دو کروڑ کے درمیان ہے انہوں نے بھارتی حکمرانوں کو نکیل

Marfat.com

ڈالی ہوئی ہے اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ پوری دنیا میں بسنے والے سکھ بھارتی سکھوں کے دامے درمے سخنے ہر قسم کی بھرپور مدد کرتے ہیں مسلمان پوری دنیا میں قریبا ڈیڑھ ارب ہیں اور بھارت میں بیس کروڑ لیکن مسلمان بھارت میں غلاموں کی سی زندگی بسر کرر ہے ہیں اس لیے کہ ہم بے بنیاد اختلافات اور تعصبات کی وجہ سے ایک دوسرے کو قتل کر کے اپنے دشمنوں کے موقف کی خود ہی امداد کرر ہے ہیں۔

آج بھارتی حکومت نے ہمیں مذاکرات کی دعوت نہیں دی اور اگر کبھی دنیا کو دکھاوے کے لیے انہوں نے مذاکرات کی پیشکش کی بھی ہے تو اس میں کشمیر کا تذکرہ نہیں ہوتا کمال ہے جو چیز وجہ تنازعہ بنی ہوئی ہے اگر اس پر بات ہی نہیں کرنی تو پھر مذاکرات کا کیا مطلب اور کیوں؟

قائداعظم کے دیئے ہوئے تین اصولوں پر غور فرمایئے ایمان' اتحاد اور تنظیم' کتنے سنہری اور مربوط زنجیر میں بندھے اصول ہیں ایمان مضبوط ہو گا تو اتحاد یقینی ہو گا کل مومن اخوۃ' جب اس بات پر پورا ایمان ہو گا کہ مومن بھائی بھائی ہیں تو اختلاف کیسا۔ اور جب اختلاف نہیں ہو گا تو نظم وضبط ہو گا نظم وضبط کا ثبوت اتحاد ہے اور اتحاد کا ثبوت ایمان کی پختگی ہے سردار صاحب سے گزارش ہے کہ وہ اپنے موقف پر ڈٹے رہیں وہ مجاہد اول ہیں جہاد ان کی پہچان ہے انشاء اللہ ایک دن آئے گا پوری قوم انکے شانہ بشانہ ہو گی۔

☆☆☆☆

نفیس خالد، احسان فیصل کنجاہی اور خالد حسین ضیا

Marfat.com

شاہد ندیم کا سچ

رفیق وڑائچ ریٹائرڈ ہو گئے اور پی ٹی وی لاہور کے نئے جنرل منیجر شاہد ندیم بن گئے انہوں نے پاکستان فورم میں کہا تھا کہ جو ثقافتی پروگرام پاکستان ٹیلی ویژن پر پیش کیا جا رہا ہے وہ ہمارا اپنا کلچر ہے میں نے اس سے اختلاف کیا تھا مجھے اس سے کوئی غرض نہیں کہ وہ ٹی وی پر کیا پیش کر رہے ہیں صرف اختلاف یہ ہے کہ یہ ہمارا کلچر نہیں بلکہ درآمدی ہے دنیا کے ہر خطے کی اپنی ثقافت ہوتی ہے یہاں تک کے ہمارے ملک کے چاروں صوبوں کے بنیادی کلچر میں بھی فرق ہے ثقافت نہ تو پیدا کی جاسکتی ہے اور نہ ہی اپنی مرضی سے گھڑی جاسکتی ہے جس طرح جنگل میں خودرو پودے اور اشجار ہوتے ہیں نہ انہیں کوئی بوتا ہے نہ انکی نشو ونما پرداخت پر کسی کی توجہ ہوتی ہے وہ محض زمین کے اثرات آب وہوا کی تاثیر' ماحول اور موسموں کے تغیر وتبدل کے نتیجے میں پیدا ہوتے ہیں اسی طرح کسی بھی علاقے کی ثقافت اس کے ماحول موسم زمین اور آب وہوا کا ثمر ہوتی ہے اب شاہد ندیم صاحب مکمل بااختیار جنرل منیجر بن گئے ہیں وہ جو پروگرام یا کلچر چاہیں پیش کریں نہ انہیں کوئی روک سکتا ہے اور نہ ہی اعتراض کی گنجائش ہے بس یہ تسلیم کرلیں کہ یہ ہماری ثقافت نہیں اپنی اپنی پسند کے مطابق لباس پہنا جاتا ہے لیکن سوتی کو ریشمی اور ریشمی کو سوتی نہیں کہا جاسکتا آج روزنامہ پاکستان میں انہوں نے بغیر کسی جھجک اور خوف کے ٹی وی پروڈیوسرز کو خطاب کا متن پیش کر دیا انہوں نے صحیح کہا کہ رفیق وڑائچ شریف آدمی تھے لیکن سوچ بولنے میں احتیاط سے کام لیتے تھے انہوں نے واشگاف الفاظ میں کہا کہ ٹی وی پر گندگی پھیلانے والوں کو معاف نہیں کیا جائے گا اور میں ٹی وی کو عیاشی کا اڈہ نہیں بننے دوں گا انہوں نے کہا کہ میری بیوی اور بیٹی بھی ٹی وی پر کام کرتی ہیں یہ ادارک کی فقہ ہے اگر ٹی وی اادارہ بدنام ہوگا تو پھر کوئی کتنی ہی شرافت سے رہے لوگ اسے بھی اسی زمرے میں گنیں گے۔

الحمدللہ کہ اس انتہائی اہم اور ذمہ دار ادارے میں کوئی ایسا افسر بھی آیا ہے جسے بیٹی اور بیوی کی عزت وناموس کا شعور اور احساس ہے۔

میں شاہد ندیم صاحب کی عقابی نگاہ کی داد دیتا ہوں ان کے اس اعلان سے دو نتائج اخذ کیے جاسکتے ہیں ایسی بات وہی کہہ سکتا ہے جس کا اپنا دامن صاف ہو اور دوسرے یہ کہ وہ جانتے ہیں کہ کون کون سے کمرے عیاشی کا اڈہ ہیں اور وہ کون سے پروڈیوسر ہیں جن کی یہ شہرت ہے کہ ان کے کمرے سے نکلنے والی کسی خاتون کے تحفظ کی ضمانت نہیں دی جاسکتی وہ کونسا پروڈیوسر ہے جو اپنے ہر پروگرام کی کمپیئر کو شادی کی دعوت دیتا ہے اور اس کی دعوت قبول ہو جائے تو اس بدقسمت کو چار دیواری میں قید کر کے اگلے پروگرام کی کمپیئر کو درخواست خانہ آبادی پیش کر دیتا ہے وہ کون ہے جو بغیر کسی کام کے رات کے بارہ ایک بجے کسی معصوم سنگر کو کسی کونے

Marfat.com

نے میں کھڑا کر کے راز و نیاز کی باتیں کرتا ہے اور سبز باغوں کی حکائتیں سناتا ہے میں ان کی اس جرات کی داد دوں گا کہ انہوں نے پہلی ہی میٹنگ میں یہ اعلان کر کے ان فحش نگاہ افراد کے آگے بند باندھنے کی کوشش کی یقیناً شرفاء اپنی بیٹیوں کو ٹی وی پر محض پروگراموں میں حصہ لینے کے لیے بھیجتے ہیں اس لیے نہیں کہ بدکردار پروڈیوسران کو گمراہ کر کے اپنے شیطانی عزائم کی تکمیل کریں۔

انہوں نے کہا کہ میں نے ہمیشہ مزدور کے حقوق کی جنگ لڑی میں اسے دل کی گہرائیوں سے مانتا ہوں کہ میں نے خود ٹی وی پر کام کرتے ہوئے یہ دیکھا ہے اس لیے میں انہیں یہ کہوں گا جس طرح انہوں نے مزدوروں کی خدمت کی ہے اسی طرح وہ نفاست اور شرافت کی بھی عملاً خدمت کریں اور اپنے اعلان کے مطابق ایسے افراد کا سختی سے محاسبہ کریں وہ یہ بھی جانتے ہوں گے کہ کون سے پروڈیوسر ہیں جو پوری لگن کے ساتھ صرف اپنا کام کرتے ہیں وہ کون سے پروڈیوسر ہیں جو پانچ وقت کے نمازی اور متقی ہیں ایسے پروڈیوسرز کے ساتھ نمایاں محبت' شفقت کا رویہ رکھیں تاکہ غلط پروڈیوسر اس سے سبق حاصل کر کے اپنا اپنا قبلہ درست کریں شاہد ندیم صاحب آپ یقیناً یہ بھی جانتے ہونگے کہ آج کل پی ٹی وی لاہور سے کون سے پروگرام ہیں جو محض سفارشات کی اساس پر چل رہے ہیں وہ کون سے پروگرام ہیں جو سراپا بے اثر ہیں غیر موثر ہیں جو عوام کے قتل کا قتل اور پی ٹی وی کے سرمائے کا ضیاع ہیں کون سے پروگرام تھے جو کسی نہ کسی پہلو مفید و موثر تھے جو ذاتی پرخاش اور حسد کی بناء پر متروک قرار دے دیئے گئے جہاں آپ نے پروڈیوسروں کی دلنوازیوں کا ذکر اور ان کے سدباب کا اظہار پوری جرات کے ساتھ کیا ہے اسی طرح امید کرتا ہوں کہ بغیر اوپر والوں کے عتاب و ثواب کا خیال کیئے ان پروگراموں کا مکمل جائزہ لیں جو ڈنڈے کے زور پر شروع کرائے گئے اور وہ جو خواہ مخواہ کی سیاسی رقابت کی بھینٹ چڑھ گئے شاہد صاحب سیاسی دور بدلتے رہتے ہیں لیکن اچھی فکر اور عملی جرات والے اپنا اچھا نام لوگوں کے دلوں پر نقد کر جاتے ہیں ملک معراج خالد صاحب کو لیجئے وہ پیپلز پارٹی کے وزیر اعلیٰ وفاقی وزیر اور نیشنل اسمبلی کے سپیکر رہے ہیں لیکن مخالف بھی ان کی تعریف کرتے ہیں حالانکہ ہمارے ملک و معاشرے اور خاص طور پر سیاسی اذہان میں مخالف کی تعریف کرنے کا رواج نہیں ملک صاحب نے کس نظم و ضبط اور دانش سے کام لیا ہوگا کہ دشمن بھی کلمہ خیر کہنے پر مجبور رہیں ندیم صاحب یہاں کسی کو ثبات نہیں ہاں تغیر حالات و زمانہ کو ثبات ہے کتنے لوگ آئے اقتدار کی کرسیوں پر براجمان ہوئے اور چلے گئے لیکن شاید ہی کوئی ایسا نام چھوڑ گیا ہو کہ لوگ اسے مثال کے طور پر پیش کریں۔ آپ ٹی وی کی مثال بنیں۔

ثابت قدم تے قدم اگیرے تاہیں رب بھیوے ہُو
لوں لوں دے وچ ذکر اللہ دا ہر دم پیا پڑھیوے ہُو
ظاہر باطن عین عیانی ہُو ہُو پیا سنیوے ہُو

Marfat.com

نام فقیر تنہا ندا باہُو قبر جتھاں دی جیو ے ہُو

☆☆☆☆

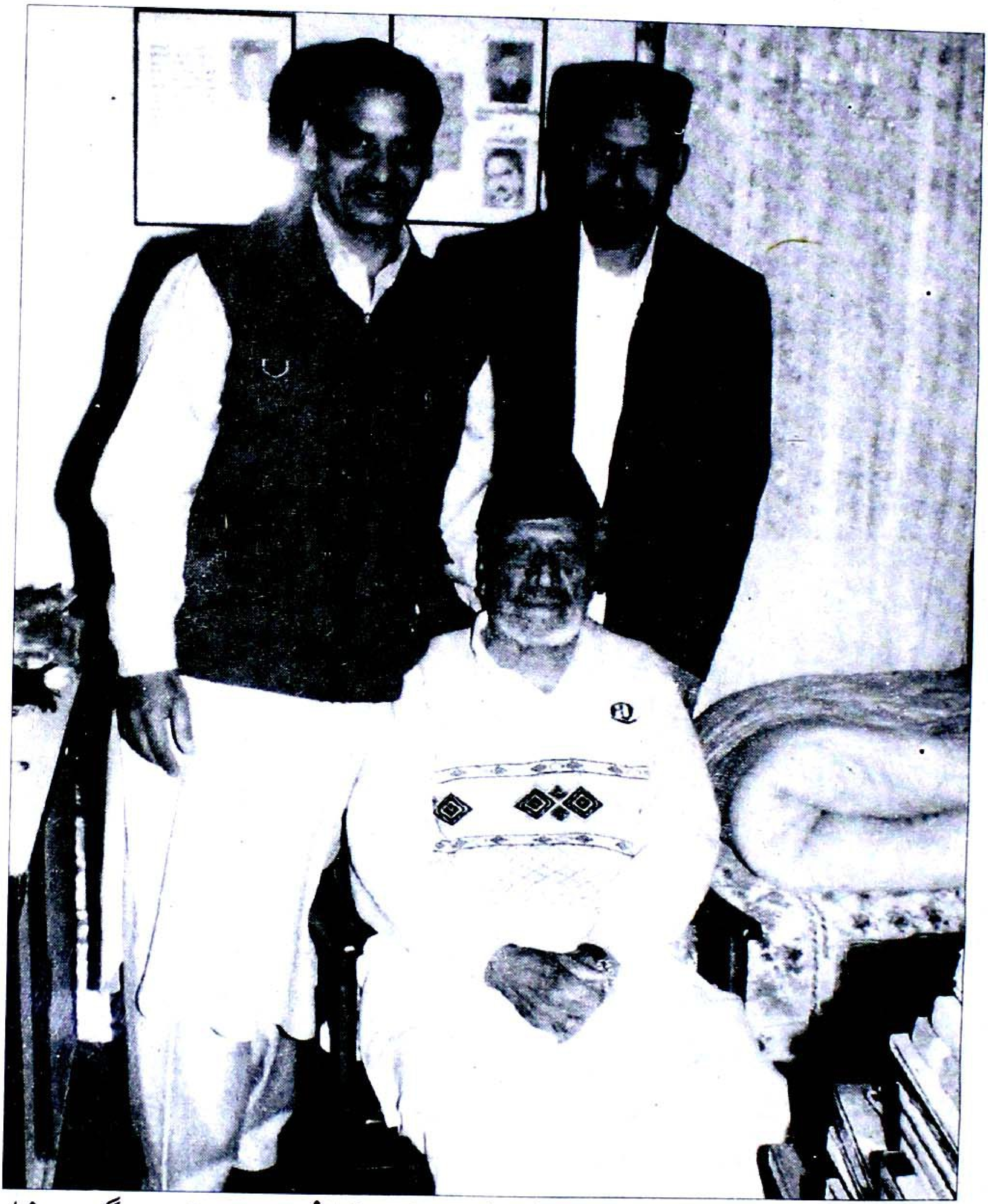

محمد رحمت اللہ شہزادہ اور محمد الیاس قادری کا پروفیسر ڈاکٹر احمد حسین قریشی قلعداری کے ساتھ گروپ فوٹو

Marfat.com

مرنے دیں انہیں

جولوگ بھوک سے تڑپتے ہیں مہنگائی کا رونا روتے ہیں بے روزگاری کے خلاف ماتم کرتے ہیں یہاں ان کے پاس اس سوال کا کوئی جواب ہے کہ جن کو وہ مہنگائی کا ذمہ دار عوام کو بھوک کے نرگ میں دھکیلنے والے اور معاشی حالات خراب کر کے بیکاری کو عوام پر مسلط کرنے والے سمجھتے ہیں جنہیں وہ دن رات کوستے رہتے ہیں جب وہ ظالم سیاسی اکھاڑے لگا کر ان رونے والوں کو پکارتے ہیں تو یہ بھاگے بھاگے کیوں چلے جاتے ہیں جب وہ الیکشنوں کے جلسے جلسوس کرتے ہیں تو ان کے آگے کون ناچتے ہیں' کون بھنگڑے ڈالتے ہیں کون ان کی شان میں نعرے لگاتے ہیں پیپلز پارٹی کو لیٹرے کہنے والے یہ نعرے کس منہ سے لگاتے ہیں پیپلز پارٹی آوے ای آوے' مسلم لیگ کو ڈاکوؤں کا ٹولہ کہنے والے یہ کس ڈھیٹ پنے سے کہتے ہیں کہ مسلم لیگ آوے ای آوے' عمران خان کو یہودی کا نمائندہ کہنے والے ان کی تقریروں پر لوٹتے بن کر کس طرح تالیاں پیٹتے ہیں اور اسی طرح باقی سیاسی جماعتوں اور قائدین کو ملک میں زوال کا باعث اور قوم کی تباہی کا سبب گردانتے والے ان کی بارگاہوں میں کیوں ہاتھ باندھ کر کیوں کھڑے رہتے ہیں کون ہیں یہ لوگ جو لاکھوں کی تعداد میں ان کا استقبال کرتے ہیں جو ان کی جوتیاں سر پر اٹھاتے رہتے ہیں وہی نا جو کہتے ہیں ہم افلاس کی آگ میں جل رہے ہیں مہنگائی نے پیس کر رکھ دیا ہے بیکاری ہمیں خودکشی کی طرف لے جا رہے ہیں یقیناً یہ وہی بے وقوف لوگ ہیں جہالت کے پتلے اسی دیس کے انسان ہیں یہی دوغلے کم ظرف ہیں جو ادھر ادھر روتے ہیں ادھر ناچتے ہیں ادھر آنسو بھری آنکھوں کے ساتھ شکاتیں کرتے ہیں ادھر ان کے جوتیوں کے تلوے چاٹتے ہیں وہاں وہی بالکل وہی یہیں کے لوگ اس وطن کے باسی کوئی آسمان سے فرشتے تو نہیں آتے' میں پوچھتا ہوں کہ ان پیٹوں کے کون سے درد اٹھتے ہیں' جو ان کی کٹھ پتلیاں بنا کر ظالموں کے آگے ناچنے پر مجبور کرتے ہیں مرنے دو انہیں یہ الفاظ تھے جو اچانک میری بیوی نے مجھے کہے میری بیوی کوئی زیادہ پڑھی لکھی عورت نہیں اس کی ساری زندگی ہانڈیاں پکاتے' کپڑے دھوتے' چھوٹے موٹے ملازموں اور اپنے بچوں کے ساتھ لڑتے بھڑتے گزر گئی ہے یہاں کبھی کبھی وہ میرے ساتھ بھی بک بک او رجھک جھک کر لیتی ہے اسے بات چھپانا نہیں آتا اور جسے بات چھپانے کا ڈھنگ نہ آتا ہو ہمارے معاشرے کے سیانے اسے بیوقوف کہتے ہیں وہ میرے کالم پڑھتی ہے اور پھر ان پر تبصرہ بھی کرتی ہے اور اکثر مجھے داد دیتے ہوئے کہتی ہے کہ آپ اپنے کالموں میں ظالموں اور لیٹروں کے خلاف اٹھا کر جہاد کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے حق دار ہیں' تعریف سے کون خوش نہیں ہوتا جب بیوی تعریف کر رہی ہو تو آدمی تصور ہی تصور میں کہاں تک پرواز کرنے لگتا ہے چند یوم پہلے لالہ موسیٰ میں میرا ایک ہم زلف اللہ کو پیارا ہو گیا میری بیوی اپنی دیگر بہنوں کے ہمراہ لالہ موسیٰ گئی اور رات کو کافی دیر سے لوٹی میرے استفسار کرنے پر کہ بہت دیر سے آئی ہو کہنے لگی کہ لالہ موسیٰ میں بے نظیر آئی ہوئی تھی اس لیے رش بہت تھا راستے

Marfat.com

بند تھے اس لیے دیر ہوگئی میں نے پوچھا کہ اندازً کتنے لوگ ہوں گے اس نے کہا کہ بہت زیادہ کہ ہزاروں کی تعداد میں تھے کھانا کھانے کے بعد ہم ٹیلی ویژن دیکھنے لگے خبروں میں ٹی وی پر میاں نواز شریف' محترمہ بے نظیر بھٹو' عمران خان اور مذہبی قائدین کے جلسوں کی جھلکیاں دکھائی گئیں تمام جلسوں میں خوب رش تھا یہ کہنا مشکل تھا کہ کس کے جلسے میں زیادہ پبلک تھی میری غیر منافق کہنے لگی کہ یہ کون لوگ ہیں جو جوش وخروش کے ساتھ تالیاں بجا رہے ہیں میں نے کہا یہ اس مملکت اسلامیہ کے دور ننگے عوام ہیں سرمایہ داروں کی ابدی پجاری ہیں وہ فوراً بولی کیا یہ وہی لوگ ہیں جب مہنگائی بے روزگاری اور غربت وافلاس کا رونا روتے ہیں میں نے کہا کہ ہاں وہی ہیں بالکل وہی ہیں ان میں بہت سے لالہ جی' باجی' چوہدری صاحب او رملک صاحب ہیں جو اپنے آپ کو سیاسی فقیہہ سمجھتے ہیں لیکن اپنے محلے اور علاقے کے گورو سیاستدان کہلاتے ہیں دراصل وہ ان گرگوں اور درندوں کے گماشتے اور چمچے کڑچھے ہیں اور ان کی لوٹ مار کے ''جوٹھ'' خور ہیں اور اپنے ''جوٹرہ خوری'' کا بدلہ یوں دیتے ہیں کہ ان معصوم عوام کو گھیسٹ گھسٹ کر اپنے آقاؤں کے جلسوں جلوسوں میں لے آتے ہیں اور میری بیوی کہنے لگی کہ جب یہ عوام سیاسی لیڈروں کے جلسے میں آکر اس طرح نعرے لگائیں گے تو پھر انہیں کیسے پتہ لگے گا کہ کون ان کی لوٹ مار اور بدکرداروں سے نفرت کرتے ہیں اس طرح سیاست دان یہی سمجھیں گے کہ وہ عوام کے محبوب قائدین ہیں اور عوام ان سے بے پناہ محبت کرتے ہیں پھر انہیں احساس ہوگا کہ لوگ ان کی گندی اور خود غرضی کی حرکات پر انکو چھوڑ گئے ہیں شاید اسی طرح یہ اپنی صلاح کرلیں اور آئندہ آنے والے بھی ان سے عبرت حاصل کرلیں میں نے کہا کہ زندگی میں تو غالباً پہلی بار اتنی سوجھ بوجھ کی بات کی ہے لیکن یہ لوگ کبھی یہ سمجھ نہ پائیں گے کہ جب تک غریب عوام مزدور اور نوجوان ان ظالموں کا بائیکاٹ نہیں کریں یہ فطرت کے لیٹرے کبھی نہیں سنبھلیں گے نہ ہی اپنی لوٹ مار بند کریں گے اس لیے کہ یہ اپنی ناجائز دولت اور ناجائز کمائی کے بل بوتے پر غریب او رکمزور عوام کو اپنا غلام سمجھتے ہیں اور پھر جب تک لالہ جی اور بھاجی جیسے خبیث دلائل موجود ہیں وہ ان کو ہر طریقے سے فرعونوں کے قدموں پر جھکاتے رہیں گے میری بیوی جذباتی ہوکر کہنے لگی کہ جب آپ جانتے ہیں کہ ان ظالم سیاستدانوں کے لوٹ مار کرنے کا اصل سبب ہے جو بلا وجہ ان کے قدموں پر جھک کر اپنے جرموں گناہوں کا احساس ہی ہونے نہیں دیتے تو پھر آپ کو کیا تکلیف ہے کہ آپ رات بھر جاگ جاگ کر بھوک مہنگائی اور لاقانونیت کے خلاف لکھ لکھ کر اپنا وقت ضائع کرتے ہیں جبکہ جن کیلئے آپ لکھتے ہیں کہ وہ ان مکاروں کی دہلیزوں پر سجدے کرتے ہیں کہ اور محلے کے لالہ جی بھاجی کے اشاروں پر ناچنا شروع کر دیتے ہیں اصل میں پاکستان کے عوام روحانی طور پر مرچکے ہیں میں نے کہا پھر مجھے کیا کرنا چاہیے وہ بولی مرنے دیں انہیں۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

پاکستان کا اہم ترین مسئلہ

گزشتہ کئی روز سے کئی صف اول کے اخبارات میں ملاحظہ کیے جائیں تو ان کے اولین صفحات پر صائمہ کیس کی شہ سرخیاں نظر آئیں گی اور قریباً پورا پورا صفحہ ان کے روزانہ بیانات' واقعات اور صائمہ ارشد' عابد ساقی او ررو پڑی خاندان کی ہنستی مسکراتی' بسورتی اور روتی رنگین تصاویر سے مزین دکھائی دیتا ہے یوں لگتا ہے کہ وہ مسئلہ میرے پاک ملک کے تمام مسئلوں سے زیادہ سنگین اور اہم مسئلہ ہے حال ہی میں جون 54 مسلم ممالک کے سربراہان مسلم کانفرنس میں شمولیت کے لیے پاکستان میں تشریف لائے یہ ایک تاریخ ساز اجتماع تھا جس کے نتائج صرف پاکستان کے لیے بلکہ پوری مسلم امہ کے لیے بہت ہی مفید اور کارآمد ہو سکتے ہیں لیکن اتنے بڑے اور اہم اجتماع کو اخبارات میں وہ پذیرائی نہیں ملی ہے جو کہ صائمہ کیس کو نصیب ہوئی تھی پچھلے دنوں میں گنیز بک آف ورلڈ ریکارڈ کی شائع شدہ جلدوں کے بارے میں لکھا تھا کہ اگر وہ اکٹھی کر کے اوپر نیچے رکھ دی جائیں تو اس کی سات چوٹیاں ماؤنٹ ایورسٹ سے بھی اونچی بن جائیں گی میرے خیال میں اگر صائمہ کیس کے اخبارات تراشے بچھانے شروع کر دیئے جائیں تو شاید کراچی سے آگے نکل جائیں حالانکہ بات صرف اتنی تھی کہ ایک لڑکی نے اپنی پسند کی شادی ایک لڑکے سے کر لی تھی اور اس کے گھر والے اس کو پسند نہ کرتے تھے اس لیے انہوں نے اس کے خلاف احتجاجاً قانون کا دروازہ کھٹکایا ایسے واقعات ہر روز ہوتے رہتے ہیں ہر ملک اور معاشرے میں کچھ قانونین اور اصول ہوتے ہیں ملکی قوانین مذہبی قوانین اور سماجی قوانین ان تمام قوانین کے وضع ہونے کے اسباب اور بنیادیں ہوتی ہیں ہمارا ملکی قانون یہ کہتا ہے کہ اگر کوئی بالغ لڑکی اپنی پسند کے لڑکے سے شادی کرنا چاہے یا کر لے تو اس پر کوئی بھی پابندی عائد نہیں کی جا سکتی یہی قانون انگریز کے زمانے بھی تھا مذہبی قانون تھوڑا سا مختلف ہے کہ لڑکی کی مرضی کے بغیر اس کا نکاح نہیں کیا جا سکتا لیکن اس میں والدین کا عمل دخل بھی ہوتا ہے اور سماجی قانون بہت زیادہ ہے کہ کوئی لڑکی اپنی مرضی سے شادی کر ہی نہیں سکتی یوں تمام خواہشوں اور اصولوں کے پس پردہ عقل دانش بزرگوں کے تجربات' مذہبی فرمودات اور بے جا ذاتی انا کے عوامل ہیں ملکی قوانین میں بالغ لڑکی پر کسی قسم کی پابندی نہیں مذہب نے اسے ولی کا دخل رکھا ہے میرے خیال میں یہ بہترین قانون ہے اس لیے جب کوئی لڑکی یا لڑکا سن بلوغت میں قدم رکھتا ہے تو یہ ان کا انتہائی جذباتی دور ہوتا ہے اور جذبات کی انتہا ہمیشہ عقل خور ہوتی ہے اور اس دور کے فیصلے عام طور پر ناکامی اور نقصان پر منتج ہوتے ہیں مذہب نے لڑکی کی پسند کو والدین کی نفرت یا ناپسندیدگی کا حق قطعی طور پر نہیں کیا لیکن اس میں ولی یا والدین کا دخل اس لیے رکھا ہے کہ والدین کی عمر جذباتیت کے دور سے نکل چکی ہوتی ہے اور ان کے اندر سوچ بچار میں احتیاط کا مقام آ جاتا ہے کوئی والدین کا برا نہیں سوچتے لہذا وہ موسوم لڑکے کا کردار دیکھتے ہیں اس کے روزگار کا جائزہ لیتے ہیں اس کی تعلیم اور لڑکی کی تعلیم کا موازنہ کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ اگر تمام سوالوں کا جواب ہاں میں ہو تو

Marfat.com

شریف اور تعلیم یافتہ والدین کے پاس انکار کی کوئی گنجائش ہی نہیں رہ جاتی اور وہ خوشی سے رشتہ قبول کر لیتے ہیں یہ کسی بھی بیٹی کے غیر مفید عمل ہیں بلکہ ہر پہلو سے بہترین عمل ہے۔

تیسرا قانون سماجی ہے جو لڑکی کی پسند کا حق سرے سے مانتا ہی نہیں اس کی وجہ طعنہ زنی کا رواج ہے متوسط اور نچلے طبقے میں اگر کسی بیٹی اپنی پسند کی شادی کر لے تو قبیلے اور سماج کے نام نہاد ٹھیکیدار طعنے دے دے کر اس کے والدین، بھائیوں اور بہنوں اور خاندان کے افراد کی زندگی اجیران کر دیتے ہیں یہ اس معاشرے کی گندگی کا وہ تعفن ہے جو کمینے اذہان کی غلاظت سے اٹھتا ہے لیکن کیا کیا جائے کہ ہمارے معاشرے اور سماج کی ذہنی پرداخت کچھ اس طرح ہے کہ میں نے بظاہر بڑے بڑے شریف اور تعلیم یافتہ لوگوں پر اسی رنگ کا چتر کاری دیکھی ہے اور یہی تشدد پسند سماجی قانون مذہبی اور ملکی قانون کو کھا جاتا ہے آپ ہر روز اخبارات میں پڑھتے ہوں کہ بھائی نے بہن کو پسند کی شادی کرنے پر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے باپ نے بیٹی ذبح کر دیا ہے یہی وجہ ہے کہ اگر کسی گھر میں بیٹی پیدا ہو جائے تو سارا گھر غمگین ہو جاتا ہے کیونکہ اس نے تختہ شعور میں وہ خوف گھر کر لیتے ہیں ایک جہیز کا خوف اور دوسرا خدانخواستہ طعن و تشنیع کا ڈر میں نے اس قسم کے طعنے بھی سنے ہیں تمہاری خالہ کی جیٹھانی کی لڑکی فلاں کے ساتھ بھاگ گئی اب بتایئے کہ مطعون پر اس لڑکی کی ذمہ داری کیسے آتی ہے یہاں میں ایک بات پورو ثوق کے ساتھ کہوں گا کہ اگر اتنے دور کے رشتے کی لڑکی کا ایسا عمل کسی کے لیے باعث ملامت و شرم ہے تو پھر ایک شخص بھی ایسا نہیں ہوگا جو اس الزام سے بری الذمہ ہو دوسرے پر تہمت بازی کرنے سے پہلے اگر کوئی اپنے دامن میں بھی جھانک لے تو یقیناً دوسرے اس پر اس کو الزام لگاتے ہوئے شرم آئے گی بشرطا اس کے اندر تھوڑی سی بھی انسانیت ہو وہ بالکل ہی شرافت سے محروم نہ ہو صائمہ کا تعلق ایک ایسے خاندان سے ہے جو دینی رجحانات کا حامل ہے ایسے لوگ جو دین کو قدامت پسندی اور بنیاد پرستی کا نام دیتے ہیں وہ اس موقع کی تلاش میں رہتے ہیں کہ اگر کسی ایسے شخص کی عزت کو اچھالنے کا موقع ملے تو اس کو ہاتھ نہ جانے دیا جائے اور بھائیوں نے اس موقعہ سے خوب خوب فائدہ اٹھایا صائمہ کی تصویر دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ صائمہ اپنے گھریلو ماحول سے مکمل طور پر بغاوت کر رہی تھی وہ پوری پوری فیشن پسند اور آزاد خیال تھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ والدین کے گھر میں ایسی تھی یا گھر چھوڑنے کے بعد ایسی ہوئی آخر میں والدین سے گزارش کروں گا کہ وہ بیٹیوں پر اس قدر بے جا دباؤ نہ ڈالیں اور پابندیاں نہ لگائیں کہ وہ بغاوت پر اتر آئیں محترمہ عاصمہ جیلانی سے بصد ادب و نیاز گزارش کناں ہوں کے بے شک وہ انسانی حقوق کی محافظہ ہیں اور بالخصوص عورتوں کے حقوق کی نگہبانی فرما رہی ہیں لیکن انہوں نے کسی لڑکی کو کسی معاشرے میں یوں پیش نہیں کرنا چاہیے کہ وہ خود یا ان کا ادارہ دستک کسی خاتون کے لیے منہ زوری اور معاشرے کی نظر میں ناپسندیدگی کا اشتہار بن جائے خدا نہ کرے ان کی کوئی اپنی عزیزہ ایسی حرکات کی مرتکب ہو جو محترمہ عاصمہ جیلانی کو کبھی رلا دے اور کبھی منہ چھپانے پر مجبور کر

Marfat.com

دے اپنے صحافی بھائیوں سے التجا کرتا ہوں کہ وہ کون ہے جس کی کوئی بہن یا بیٹی نہیں ہوتی ' کائنات تو گنبد کی آواز کسی کی عزت کر سر عام اچھالتے ہوئے محسوس کرنا چاہیے کہ ایسا کسی کے ساتھ بھی ہوسکتا ہے جہاں صائمہ پہنچی ہے وہیں فوٹو گرافر اور رپورٹر پہنچ گئے آخر اس نے ایسا کون سا بڑا کارنامہ سرانجام دیا تھا جس کی وجہ سے اس ایک ایک لمحہ اخبارات میں آ رہا تھا۔

''اور بھی دکھ ہیں زمانے میں محبت کے سوا'' پاکستان کیسے کیسے دردناک حالات سے گزر رہا ہے فرقہ واریت کی آڑ میں بے ہنگم ظالمانہ قتل غارت' ڈاکے اور لوٹ مار' ذاتی عناد کی بناء پر روز بچوں کو ذبح کرنا' آٹا نہیں ملتا ' بے روزگاری خودکشیوں کا باعث بن رہی ہیں پورے معاشرے میں بدمعاشی بدحالی بھونچال ہے جس طرف دیکھیں دکھ ہی دکھ' تکلیفیں ہی تکلیفیں' مسائل ہی مسائل' ان پر لکھو خوب لکھو' تنقید کرو' تنقص کرو' جرات وشجاعت کا مظاہرہ کرو نہ ڈرو نہ خوف کھاؤ اپنے قلموں کو اس راہ پر لگاؤ جو ملک وقوم کے مفاد میں اپنا ضمیر مطمئن کرو عوام کی دعائیں لو اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرو اللہ ہمیں سیدھی راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

☆☆☆☆☆

احسان فیصل کنجاہی اور کلچرل رپورٹر اختر راہی

Marfat.com

دانش ور اور دانش بر

جب علم کے ساتھ عقل ملحق ہو جاتی ہے تو دانش بن جاتا ہے دانشور وہ ہوتا ہے جس کے دل و دماغ پر سوچ فکر اور مثبت نتائج کا پرتو ہوتا ہے اور دانش بر انہیں نہیں کہتے ہیں جو اپنے خود ساختہ حلقے سے تو دانشور نظر آتے ہیں لیکن دانش ان کے دماغ تک پہنچنے کا راستہ نہیں پاتی اور وہ دانش کو اپنے کندھوں پر اٹھائے ہوئے پھرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ محمد ﷺ کو ان پڑھوں میں رسول معبوث کیا تا کہ وہ میری آیات مقدسہ پڑھ کر ان کے ذہنوں کو آلاہشوں سے پاک کرے پھر ان کو کتاب کریم کا علم عطا کرے اور پھر انہیں حکمت پڑھائے اللہ تعالیٰ کا مقصد یہی تھا کہ میرے بندے دانش سے کام لیں تا کہ حیات کے حقیقی مقصد کو پالیں اور ان کے لیے منزل تک پہنچنا آسان ہو جائے دانش اور تعمیر کرتا ہے اور دانش بر تخریب کرتا ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ دانش ور اپنے آپ کو بڑے دانشور سمجھتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ انہیں دانش کے معنوں کا بھی پتہ نہیں کسی چیز کو حاصل کر لینا اتنا مشکل نہیں ہوتا' جتنا بعد حصول اسے سنبھالنا مشکل ہوتا ہے میرے وطن عزیز کو حاصل تو کر لیا گیا لیکن یہ عمل تو حقیقی دانشوروں نے کیا لیکن اس کے بعد شومئ قسمت سے یہ پھولوں بھر گلشن دانش بروں کے قبضہ میں آ گیا جن کے ذاتی اغراض اور کنبہ پروری نے ترقی کی منازل طے کرنے کی بجائے پاکستان کو تنزلی کی ڈھلان پر رکھ دیا اور نتیجہ یہ نکلا کہ آج جھوٹ سچ بن گیا ہے اور سچ جھوٹ نظر آنے لگا ہے حق و باطل میں تمیز مٹ گئی ہے اندھیرے اجالے میں فرق کرنا مشکل ہو گیا ہے' قانون توڑنا باعث فخر ہو گیا ہے اور قانون کی بالادستی کو قوم کا سنگار سمجھنے والے تضحیک کا نشانہ بن گئے میری نظر میں یہ بہت ضروری ہے کہ میں اپنی بساط کے مطابق اپنے لٹے ہوئے عوام کے سامنے اس حقیقت کو کھول کے رکھ دوں شاید بھٹکے ہوئے عوام منزل کی طرف گامزن ہو جائیں۔ مکار اور شاطر قوتوں نے اس کرہ ارض پر یہ ظلم کیا کہ مختلف ممالک کو اقتصادی اور تعلیمی اساس پر تقسیم کر دیا۔

ہماری وزیراعظم محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ جب ایک دفعہ امریکہ تشریف لے گئیں تو حزب اقتدار اور حزب اختلاف ایک بحث میں الجھ گئے محترمہ کے بے دام ساتھی یہ کہتے ہیں کہ وہ امریکہ سے کچھ لے کر آئیں گی او رمخالف یہ کہتے رہے کہ خالی ہاتھ آئیں گی یعنی دونوں ہی ایک موقف پر ڈٹے رہے کہ ہماری عزت ماب امریکہ بہادر سے خیرات مانگنے گئی ہیں ایک طبقہ پرامید تھا کہ خیرات ملے گی اور ایک طبقہ ناامید تھا کہ مانگنے کے لیے جانا اور بات ہے اور خیرسگالی کے دورے پر جانا اور بات ہے ہمارے دانش بر سیاستدانوں نے اپنے بے دانش بیانوں سے پوری قوم کو یہ یقین دلا دیا کہ امریکہ بہادر بادشاہ ہے ہمارا حاکم ہے اور ہم اس کے سامنے محتاج بھکاری کی حیثیت رکھتے ہیں امریکہ نے ہم سے ایف سولہ طیاروں کی پیشگی قیمت وصول کی اور پھر ہم نے کچھ پرزے بھی برائے مرمت وہاں بھیجے' نہ ہی طیارے ملے اور نہ ہی رقم واپس ملی اور نہ ہی

Marfat.com

پرزے مرمت کیے گئے یعنی ہم اتنے مجبور اور محکوم ہیں کہ اپنا دیا ہوا مال بھی واپس نہیں لے سکتے یہاں مجھے ایک واقعہ یاد آ گیا ہے کہ ایک دفعہ ایک شیر پانی پی رہا تھا اور جس طرف پانی جا رہا تھا اس طرف بکری کا ایک میمنا پانی پی رہا تھا شیر صاحب کا جی للچایا کہ میمنے کی ضیافت اڑائی جائے انہوں نے میمنے سے کہا کہ تو پانی کو خراب کر رہا ہے اور چاہتا ہے کہ تیرا جھوٹا پیئوں اس نے کہا کہ جناب پانی تو آپ کی طرف میری طرف سے ہی آ رہا ہے شیر نے کہا کہ ہاں یاد آیا کہ تو نے پچھلے سال پانی خراب کیا تھا اس نے کہا کہ جناب پچھلے سال تو پیدا بھی نہیں ہوا تھا شیر دھاڑا اور اس نے کہا کہ تیری یہ ہمت ہم شہنشاہ جنگل ہیں اور تو ہمارے سامنے بولنے کی جرات کرتا ہے اور پھر اسے چیر پھاڑ کر اطمینان سے کھا گیا اور یہ گلوب پورا جنگل بن چکا ہے اور امریکہ بہادر اپنے مغربی ممالک کے حلیفوں کے ساتھ چیر پھاڑ کر کے کھا رہا ہے اس لیے تو دانشور تو چلے اور دانش بر تو گیدڑ شیر کی کھال اوڑھ کر شیر بنے بیٹھے ہیں سردار اور رعایا، چوہدری اور کمی کمین کا کھیل پوری دنیا میں کھیلا جا رہا ہے اور کوئی دایاں بایاں باز و اس ہمہ گیر بیماری کا علاج نہیں کر سکا۔ حالانکہ ان تمام طبقات کے رہبر یہی کہتے کہ تمام انسان برابر ہیں اور یہی پیغام انبیاء علیہم اسلام نے دیا لیکن امیر اور طاقتور طبقے نے جب چاہا مذہبی ٹھیکیداروں کو خرید کر اپنی مرضی اور مفاد کے مطابق دین کے اصولوں میں ردوبدل کرا دیا یہ دونوں بھی دانش بر ہیں، ایک سماج کے ٹھیکیدار ہیں اور دوسرے مذہب کے ٹھیکیدار ہیں دراصل یہ ہوس کے غلام اور کچی کے خدار ہیں میرے پاک وطن کی موجودہ حالت پاکستان کی فلم انڈسٹری سے کافی مماثلت رکھتی ہے جب پاکستان معرض وجود میں آیا تو فلم انڈسٹری میں تعلیم یافتہ اور سلجھے ہوئے لوگ تھے نجم نقوی صاحب، فضلی صاحب، منشی دل صاحب، نذیر صاحب، انور کمال پاشا صاحب، مسعود پرویز صاحب، خواجہ خورشید انور صاحب، اور شوکت رضوی صاحب جیسی شخصیتیں تھیں جو تعلیم یافتہ ہونے کے ساتھ ساتھ سلجھی ہوئی گفتگو کا ڈھنگ بھی جانتے تھے جیسے جیسے وقت گزرتا گیا معاملہ اس کے برعکس ہو گیا اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگوں کی جگہ میٹرک فیل ڈائریکٹر اس منصب پر فائز ہو گئے نتیجہ یہ ہوا کہ معاشرتی مسائل پر فلمیں بنانے کی بجائے مشہور غنڈوں اور مانے ہوئے بدماشوں کو عظیم ہیرو بنا کر اپنی فلموں میں پیش کرنے لگے اور اس طرح نسل کے ساتھ ذہنوں میں یہ زہر بھر دیا گیا کہ ہماری پاک دھرتی پر کامیاب اور باعزت زندگی گزارنے کا بہترین طریقہ بدمعاش اور غنڈا بننا ہے اور اس جرم کے سنسر بورڈ کے ممبران برابر کے حصے دار ہیں ہم حکمرانوں کو مبارکباد پیش کرتے ہیں جنہوں نے ایسے قابل اور اہل لوگوں کو کرسی پر بیٹھا دیا جو یہ بھی نہیں جانتے کہ آبادی و بربادی میں کیا فرق ہے۔

☆☆☆☆

Marfat.com

جب ڈاکو بھی بااصول تھے۔۔۔1

اگر آپ پچاس پچپن سال پہلے چلے جائیں تو آپ کو نظر آئے گا کہ عوام میں اکثریت ان لوگوں کی تھی جو اصول پر کاربند تھے بددیانتی سے نفرت کرتے تھے حکمران ہوں یا محکوم سیاست دان ہوں یا ان کے مددگار ہوں ہم نوا۔ سرمایہ دار ہوں یا بے سرمایہ امیر ہوں یا غریب دکاندار ہوں یا گاہک فن کار ہوں یا فن پرست مولوی ہوئی، خطاب ہوں، یا سامعین ہوں، استاد ہوں یا شاگرد مالک ہوں یا ملازم صحافی ہوں یا قارئین عادل ہوں یا معدول حتیٰ کہ چور اور ڈاکوؤں کے بھی کچھ اصول تھے اور وہ اپنے اصول پر کاربند رہنا اور اپنی پہچان اور قابل فخر عمل تصور کرتے تھے اگر تو رشوت تھی ہی نہیں اگر کوئی سرکاری ملازم رشوت لیتا تھا تو محکمہ میں اسے گھٹیا اور کمینا تصور کیا جاتا تھا صحافت میں بلیک میلنگ اور خوشامد اور ریاکاری کا نام نشان نہ تھا اور کسی شریف آدمی کی پگڑی اچھالنا یا اس کی عزت کو داغ لگانا تیسرے درجے کی صحافت کہی جاتی تھی بڑے بڑے صحافیوں کے پاس رہنے کو معمولی مکان تھے آج جب اللہ تعالیٰ ہماری لوٹ مار ہوس پرستی اور قتل و غارت کے خلاف تنبیہ کے طور پر سزا کی ہلکی سی رمق دیکھتا ہے تو عوام کو یہ کہہ کر تسلی دینے کی کوشش کی جاتی ہے یہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان تھا امتحان باکردار اور اللہ تعالیٰ کے مخصوص بندوں کا ہوتا ہے لوٹ مار کرنے والوں، رات دن جھوٹ پر مبنی بیانات دینے والی عوام پر اتنا ظلم کرنے والے کہ عوام پیس کر رہ جائے ایسے لوگوں کا امتحان نہیں ہوتا ایسے لوگوں کو سزا ملتی ہے ان پر عذاب اور عتاب نازل ہوتا ہے ایک صاحب نے مجھ سے سوال کر دیا کہ بڑوں اور حاکموں کو سزا نہیں ملتی سزا پھر بھی غریبوں کو ملتی ہے میں نے عرض کیا کہ ظلم اسے ہی نہیں کہتے کہ جو ظلم کرتا ہے ظالم اس کو بھی کہتے ہیں جو ظلم سہتا ہے اور احتجاج نہیں کرتا اور جو ظالموں کے آگے بھنگڑا ڈالے اور ان کے لیے زندہ باد کے نعرے لگائے اسے اللہ کیونکر معاف کرے گا باقی رہے رشوت خور اور ظالم سیاست دان تو جلد ہی ان کی باری آنے والی ہے اگر موسیٰ کا پیچھا کرنے والے فرعون اور اس کی قوم دریا میں غرق ہو کر نست و نابود ہو سکتے ہیں اگر طوفان نوح میں ملا اور مترف (سرمایہ دار اور ظالم ۔القرآن) صفحہ ہستی سے مٹ سکتے ہیں تو یہ ان سے زیادہ مضبوط اور طاقت ور نہیں اصحاب اقتدار کہتے ہیں کہ مہنگائی اور بے روزگاری ختم کر دی گئی ہے ملک میں امن و امان قائم کر دیا گیا دہشت گردی پر قابو پا لیا گیا اسے غالباً جھوٹ یا دیدہ دلیری کہتے ہیں غلاب دیوی چیسٹ ہسپتال میں ڈاکٹر احسان خان مریض داخل کر رہے تھے دو اشخاص ایسے آئے جن کے ایکسرے بالکل صاف تھے یعنی وہ ٹی بی کے مریض نہیں تھے ڈاکٹر صاحب نے انہیں ہسپتال میں داخل کرنے سے انکار کر دیا وہ بضد تھے کہ انہیں ٹی بی کے مریض مانا جائے اور داخلہ دیا جائے، ڈاکٹر صاحب نے پوچھا کہ آپ مریض نہیں ہیں پھر کیوں داخل ہونا چاہتے ہیں تو انہوں نے کہا کہ باہر رہے تو بھوک سے ٹی بی ہو جائے گا یہاں کم از کم کھانا تو ملے گا جو بھی آتا ہے وہ اسلام کے نام پر لوگوں کو اپنے شکنجے میں پھنساتا ہے ملا اور خطیب آنکھیں بند کر کے ضمیر کو سلا کر دیانت کی کسی کال

Marfat.com

کوٹھڑی میں مقفل کر کے ان کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں دین نا آشنا حکمرانوں کو شاید حضرت علیؓ کا وہ واقعہ یاد ہو کہ وہ ایک دن مسجد میں تشریف فرما تھے کہ شام کے وقت انہوں نے چادر کے پلو سے جو کہ سوکھے ٹکڑے نکالے اور کھانے لگے ایک صحابی نے عرض کیا کہ یا امیر المومنین' آپ اتنی بڑی مملکت کے خلیفہ ہو اور فرمانروا ہیں یہ جو کے سوکھے ٹکڑے کیوں کھا رہے ہیں آپ نے فرمایا کہ میں یہ ٹکڑے بھی اس خوف سے کھا رہا ہوں کہ ممکن ہے کہ میری مملکت میں کوئی ایسا شخص بھی ہو کہ وہ جس کو سوکھے ٹکڑے بھی نصیب نہ ہو رہے ہوں تو اس کے لیے جواب دن کون ہوگا؟ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی زوجہ محترمہ بادشاہ کی بیٹی بادشاہ کی پوتی اور ان کے چار بھائی بھی بادشاہ انہوں نے اپنے شوہر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے کہا کہ جو خود بھی فرمانروا اور خلیفۃ المسلمین تھے کہ روٹیاں پکاتے ہوئے ان کے ہاتھ جل جاتے ہیں انہیں ایک کنیز رکھ دیں تو آپ نے فرمایا کہ پورا جسم آگ میں جلنے کی بجائے بہتر ہے کہ ہاتھوں کے جلنے پر اکتفا کر لو اس سے زیادہ ڈھکے شاہی کیا ہو سکتی ہے کہ مجبور لوگ یا تو اپنی بے روزگاری اور جان سے مار دینے والی مہنگائی سے تنگ آ کر اپنے بچوں کو قتل کر رہے ہیں انہیں نہروں اور دریاؤں کی نذر کر رہے ہیں آپ خودکشی کر رہے ہیں یا پھر اپنے بچوں کے ہاتھ پاؤں توڑ رہے ہیں کہ وہ اپاہج اور معزور ہو کر چوراہوں میں بھیک اور خیرات مانگنے کے قابل ہو جائیں اور اہل اقتدار فرما رہے ہیں کہ ہم نے مہنگائی ختم کر دی ہے بے روزگاری کا قلع قمع کر دیا ہے دہشت گردی کا خاتمہ اور امن و امان کو قیام بھی صاحبان نظر کو نظر آ رہا ہے سرگودھا میں کمشنر کو قتل کر دیا لاہور میں ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن کے ڈائریکٹر جنرل سیکرٹری ساجد گیلانی کو بے دریغ مار دیا گیا کراچی میں سپاہ صحابہ کے جلوس پر حملہ کر کے کتنے آدمیوں کو قتل کر دیا گیا میلسی میں مجلس پر دن کی روشنی میں کلاشنکوفوں سے حملہ کر کے 18 آدمی قتل اور 60 آدمی شدید زخمی کر دیئے جن میں سنی اور شیعہ دونوں فرقوں کے بے گناہ افراد نشانہ بنے سینما' ہسپتال' پبلک مقامات' ریلوے سٹیشن' ایئر پورٹ' مساجد' امام بارگاہ کہاں کہاں بم نہیں چلے اور کہاں کہاں گولیاں نہیں برسائی گئیں یہ دہشت گردی پر قابو' داتا دربار کے سامنے آٹھ دس معصوم بچوں کا قتل کیوں؟ صرف اس لیے کہ دو بدمعاشوں گروہوں میں چودھراہٹ کا جھگڑا ہے اور یہ چودھراہٹ کی جنگ نا معلوم کتنے معصوم اور بے گناہ افراد اور چاٹ جائے گی اس لیے کہ ان غنڈوں کی پشت پر وہ لوگ ہیں جن کا نہ کوئی اصول ہے اور نہ ان کے نزدیک دیانت نام کی کوئی شے ہے نہ انہیں خوف خدا نہ احترام رسول وہ سمجھتے ہیں کہ وہ قیامت تک زندہ رہیں گے فرض کر لیجئے کہ وہ قیامت تک بھی زندہ رہیں تو پھر اسے مالک یوم الدین یعنی تمام عدالتوں کی سردار عدالت تمام عادلوں کے سرتاج عادل کے سامنے تو پیش ہونگے وہاں کیا جواب دیں گے؟ آج سے تیس سال پہلے کا واقعہ عرض کرتا ہوں کہ جنرل ایوب مرحوم کے مارشل لاء کے زمانے میں گجرات کی ایک فوجی عدالت میں چوری کے الزام میں ایک شخص پیش ہوا بڑا بھائی طفیل حسین اس عدالت میں بطور ریڈر تعینات تھا اس شخص سے پوچھا گیا کہ تو نے چوری کی ہے؟ اس نے انکار کر دیا

Marfat.com

میجر صاحب نے میر کی دراز سے قرآن پاک نکالا اور کہا کہ اس پر ہاتھ رکھ کر کہو کہ تم نے چوری نہیں کی ہے وہ فوراً بولا کہ میں نے چوری کی ہے میجر صاحب نے کہا کہ پہلے تو نے انکار کیا؟ اس نے جواب دیا اس وقت قرآن کریم سامنے نہیں تھا۔ میں آپ کی دی ہوئی سزا تو برداشت کرلوں گا مگر حاکم اعلیٰ (اللہ تعالیٰ) کی سزا برداشت نہیں کرسکتا۔

بتائے وہ چور بہتر تھا کہ بے انصاف جج وہ چور بہتر تھا یا لیٹرا سرمایہ دار اور جاگیردار وہ چور بہتر تھا وہ مولوی حضور ﷺ کے منبر پر بیٹھ کر جان بوجھ کر جھوٹ بولتا ہے وہ چور بہتر ریا کار خوشامدی اور بلیک میلر صحافی وہ چور بہتر تھا یا جھوٹ اور فریب سے عوام کو گمراہ کرنے والا سیاست دان' کیا وہ چور با اصول اور دیانت دار تھا یا یہ بجیر وسوار محلوں میں رہنے والے بے اصول اور بددیانت سیاسین فیصلہ آپ پر چھوڑتا ہوں۔

☆☆☆☆

گجرات پریس کلب میں معزز مہمان جمیلہ چانگ انچارج اردو پروگرام ریڈیو اسٹیشن بیجنگ چائنہ کو احسان فیصل کنجاہی اپنی کتاب گلشن غنیمت پیش کرتے ہوئے

Marfat.com

نافرمان اولاد کے بدنصیب ماں باپ

قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ عبادت اللہ کی کرو اور ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرو اس لیے کہ تمہاری ماں تمہیں بڑی مشکل سے شکم میں اٹھائے رکھا اور بڑی تکلیف کے ساتھ جنم دیا حضور ﷺ اکثر اپنی والدہ ماجدہ کے مزار اقدس پر زیارت اور دعا کے لیے حاضر ہوتے تھے حضرت موسیٰ کوہ طور پر اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہم کلام ہوتے تھے اسی لیے انہیں کلیم اللہ کہتے ہیں جب اکثر کسی کے ساتھ موقع ملتا رہے تو انداز کلام میں کچھ بے تکلفی آ جاتی ہے حضرت موسیٰ کی گفتگو میں کچھ بے تکلفی آ گئی' جب والدہ صاحبہ فوت ہوگئی تو حضرت موسیٰ حسب معمول کوہ طور پر اللہ تعالیٰ کے ساتھ اسی بے تکلفی کے ساتھ ہمکلام ہوئے تو فوراً ڈانٹ آئی' ارشاد خالق ہوا کہ موسیٰ سنبھل کر بات کرو پہلے میں تمہارا انداز اس لیے درگزر کرتا رہا کہ تمہاری والدہ کا سفید سر میرے سجدے میں ہوتا تھا اور وہ کہتی تھی کہ اللہ اگر میرے بیٹے سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو اسے معاف فرما دینا اور اب وہ سر سجدہ میں نہیں ہے میں چھ سات برس کا تھا اپنے گھر کے سامنے ہم عمر بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا کہ میری مرغی سامنے والے میدان میں اپنے چوزوں کو ساتھ لے کر زمین سے دانہ دنکا چگ رہی تھی ہمارے گھر کے ساتھ والا گھر دو منزلہ تھا اور اس کے اوپر چیل نے گھونسلا بنا رکھا تھا اور چیل گھونسلے سے اڑی ایک چکر کاٹا اور سیدھی نیچے آئی لور ایک چوزہ اچک کر لے گئی مرغی شور مچاتی ہوئی اس کے پیچھے دوڑی اور تقریباً بیس فٹ تک اڑ کر دیوار سے ٹکرائی اور زمین پر گر گئی اور یہ بات میرے ذہن میں نقش ہوگئی کہ مرغی کی فطری اڑان تو صرف آٹھ دس فٹ تک تھی اس کے اندر جو اپنے بچے کی ممتا تھی وہ اڑی تھی میری والدہ مرحومہ ٹی بی کی مریض تھیں اور برائے علاج مسلسل بارہ سال تک ہسپتال میں رہیں اور تقریباً ہر روز ان کا حال دریافت کرنے کے لیے میں ہسپتال حاضری دیتا شاید ہی ایسا کوئی موقعہ آیا ہو کہ میں ہسپتال گیا ہوں اور وہ تلاوت کلام نہ کر رہی ہوں یا نماز نہ پڑھ رہی ہو زید و عبادت سے پورا عملہ ڈاکٹر صاحب بھی بڑے متاثر تھے میں اکثر سوچتا تھا کہ اتنی عابدہ زاہدہ اور متقی عورت ایسی نامراد بیماری میں کیوں مبتلا تھی میری پھوپھی مرحومہ اور میری والدہ صاحبہ گھر میں ساتھ ساتھ جانماز بچھا کر نماز پڑھتی تھیں میں نے ایک دن اپنی پھوپھی صاحبہ سے یہی سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ ہر نماز کے بعد وہ یہی دعا مانگا کرتی تھی میرے پالنے والے مجھے میری اولاد کا کوئی دکھ نہ دکھانا میرے بیٹوں کو دنیا کے مصائب و آلام سے محفوظ فرمانا اگر کسی کو کوئی دکھ دینا ضروری ہو تو مجھے دے دینا تو مجھے معلوم ہوا کہ ہماری ماں ہمارے ہی دکھ لیے پھرتی تھی اور میری ماں اس معاملے میں خوش نصیب تھی کہ اس کے چھ کے چھ بیٹے اس کے تابع تھے یہ الگ بات تھی کہ کوئی ذرا کم تھا اور کوئی زیادہ لیکن نہ کوئی گستاخ تھا اور نہ ہی ان کے معاملے میں لاپرواہ' فوتگی سے چند روز قبل انہوں نے فرمایا کہ میں دنیا سے مطمئن جا رہی ہوں کہ میری اولاد نے میرے علاج او رمیری خدمت میں کوئی کمی نہیں چھوڑی ابھی چند روز قبل اخبارات میں اویس اکرم بٹ کے بے گناہ قتل کا

Marfat.com

چرچا تھا جنہیں پولیس کے چند انسان نما بھیڑیوں نے محض مطالبہ رشوت پورا نہ کرنے پر بے پناہ تشدد کیساتھ مار دیا تھا اس شہید پولیس والے کی والدہ پانچ دن سکتے میں رہیں پانچویں دن انہوں نے ہوش آنے پر ایک بات تین بار دہرائی کہ میرے اویس کو کھانا پہنچا دیا ہے اور ان کی روح پرواز کر گئی یہ ماں ہے میں تو ماں کو رب کا روپ کہتا ہوں میں نے ایک فلم ماں کی محبت اور عظمت پر بنائی تھی اور اس کا نام تھا رب دا روپ اس میں یہی گایا تھا ماں دا اوہ رتبہ ای سجناں سن میں کراں بیان جدے اگے نیویں لگدے رب دے ست اسمان اور یہی میرا آٹوگراف ہے کہ ماں کا درجہ اللہ کے بعد سب سے بڑا ہے میری مرحومہ بیوی بیچاری دل کی مریضہ تھی اور رات کو سو نہیں سکتی تھی تو تمام رات اپنے بیٹوں کو ناخلفی کا رونا روتی تھی کہ میرے بیٹے کیسے ہیں جو میری بھی خبر نہیں لیتے اسے تسلیاں دیتا مگر یہ احساس کھائے جا رہا تھا اور آخر قبر میں جا پڑی اللہ تعالیٰ میرے بیٹوں کو معاف فرمائے اللہ جانے ہم کب تک ہیں اور ان سے کہتا ہوں کہ ماں کی قبر پر جا کر گریہ کے ساتھ استغفار کریں میرا ایمان ہے کہ عورت مر جاتی ہے لیکن اس کے اندر جو ماں ہوتی ہے وہ نہیں مرتی ماں اپنے بیٹوں کو معاف کر دے گی ویسے جو اولاد ماں کی ناخلف ہوتی ہے وہ انسان ہونے کی حقدار نہیں ہوتی، ہرگز نہیں، ایک ماں اور بھی ہے جو اس ماں کے بعد اپنے بیٹوں پر سب سے زیادہ احسان کرتی ہے اور وہ ہے دھرتی ماں انسان جب پیدا ہوتا ہے تو ماں کے خون سے روزی حاصل کرتا ہے اور اس کی ماں دھرتی ماں سے روزی حاصل کرتی ہے انسان ماں کی کوکھ سے جنم لیتا ہے اور دھرتی ماں کے ساتھ ضمیر سے اس کی تخلیق ہوتی ہے جب جنم دینے والی ماں کے وجود سے خوراک اور غذا لیتا ہے اور مرنے کے بعد اس کے آغوش میں سو جاتا ہے بدقسمتی سے پاکستان کی دھرتی ماں اپنی ناہنجار اولاد کی وجہ سے اس معاملے میں بڑی بدنصیب ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں حکم صادر فرمایا کہ میری زمین سے کماؤ پیو مگر اس میں فساد نہ کرو لیکن حکمران اور ان کے گماشتے نہ صرف فسادی پالتے ہیں بلکہ ان کی سرپرستی فرماتے ہیں پچاس سالوں سے اس بدنصیب ماں کے بیٹے اس کی حفاظت اور خدمت کرنے کی بجائے اسے نوچ نوچ کر کھا رہے ہیں اور اس کی آنکھوں کے سامنے اس کے بیٹوں کے خون سے اسے رنگین کر رہے ہیں اور اپنی ماں کو پوری دنیا میں رسوا کر رہے ہیں نہ کوئی قانون، نہ کوئی احساس عزت وغیرت، معصوم بچیوں تک کی عزت لوٹ رہے ہیں 'استغفرانہ بڑوں کا احترام چھوٹوں پر شفقت بس ہوس کے پجاری، عزتوں کے سوداگر' سیاست دان ووٹوں کی مصلحت کا شکار ہیں حکمران صرف اپنی کرسی مضبوط کرنے میں گم، یہ محسنہ ماں کتنی بدنصیب ہے کہ اس کے بیٹے ہی اس کے بھائیوں کا خون چوس رہے ہیں ظلم کا طوفان اٹھا ہوا ہے یہ ماں اپنے بیٹوں کو دیئے ہوئے زخموں کو کراہ رہی ہے اور شرمندگی کے مارے پوری دنیا میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

جب ڈاکو بااصول تھے۔۔2

پچھلی قسط کے اندر آپ نے خوف خدا ملاحظہ فرمایا کس طرح قران کو دیکھ کر وہ جھوٹ بولنے کی جرات نہ کر سکا اب ایک سرمایہ دار کا خوف خدا ملاحظہ فرمایئے گجرات میں ایک رئیس تھے جن کا نام رائے بہادر کیدار ناتھ تھا آج بھی ان کا محل نما گھر گجرات کے چوک فوارہ میں موجود ہے جواب عورتوں کا کالج بنا دیا گیا میرے والد مرحوم رائے صاحب کے دوست تھے اور ہمارے محلے کا غلام محمد ان کا منیجر تھا گجرات کا ایک شخص رائے صاحب کے پاس آیا اس نے رائے صاحب سے کہا اس کا کاروبار تباہ ہو گیا ہے اسے اپنے کاروبار کو سنبھالا دینے کے لیے کچھ قرض کی ضرورت ہے رائے صاحب نے پوچھنے پر بتایا کہ پانچ سو روپے چاہیے رائے صاحب نے غلام محمد سے کہا انہیں پانچ سو روپے دے دیں وہ مطلوبہ رقم لے کر چلا گیا اور پھر ایک سال کے بعد واپس آیا رائے صاحب کو سلام کیا اور رائے صاحب نے فرمایا کہو کیا کام ہے اس نے کہا کہ پچھلے سال میں آپ سے 500 روپیہ ادھار لے کر گیا میرا کاروبار ٹھیک ہو گیا وہ رقم واپس کرنے آیا ہوں رائے صاحب نے فرمایا کہ وہ رقم تو میں نے واپس کرنے کے لیے تو نہیں دی تھی مجھے تو اب یاد بھی نہیں آپ ایسا کریں کہ کوئی اور ضرورت مند تلاش کریں اور یہ رقم اسے دے دیں اس طرح ایک اور دکھی کی مدد ہو جائے گی اور سوہنا رب بھی آپ کے کاروبار میں برکت عطا فرمائے گا آپ نے فرمایا رائے صاحب کا کردار اور ان کی سوچ اور قرضہ حاصل کرنے والے کی ذمہ داری اور دیانتداری' رائے صاحب کا ایک اور واقعہ ہے کہ ان کے والد صاحب کا ایک دوست ان کے والد صاحب کے پاس رہتا تھا آخری وقت میں اس نے رائے صاحب سے کہا کہ کیشو داس میرا دوست ہے اس کا خیال رکھنا ان کے مرنے کے بعد کیشو داس نے رائے صاحب سے کہا کہ میں کٹھیالہ والے باغ میں رہنا چاہتا ہوں یہ گجرات کے قریب دریائے چناب کے کنارے کے قریب واقع ہے اس باغ میں ایک کوٹھی بنی ہوئی ہے کیشو داس نے وہاں ڈیرہ لگالیا او رائے صاحب سے اپنے خرچے کے لیے کثیر رقم لینا شروع کی کیشو داس شراب بھی پیتے تھے اور کبھی کبھار گانے اور ڈانس کا پروگرام بھی ہو جاتا تھا لوگ رائے بہادر کے سامنے شکایت کرتے تو رائے صاحب ایک ہی جواب دیتے کہ میرے والد مرحوم کے دوست ہیں میرے چچا ہیں میں ان کو روکنے یا نصیحت کرنے کی جرات نہیں کر سکتا یاد رہے کہ رائے صاحب کبھی خود شراب کو ہاتھ تک نہ لگاتے تھے نواب سر فضل علی کسی زمانے میں گجرات کے بے تاج اور ہر دل عزیز بادشاہ تھے ضلع کونسل کے چیئرمین' آنریری مجسٹریٹ' ایم ایل اے' ذیلدار' زمیندار کالج گجرات کے بانی اور بہت سے عہدے ان کے پاس تھے گجرات میں دیوی دتہ پنڈت ڈپٹی کمشنر تھے ان کی اور نواب صاحب کی کسی بات پر ناچاقی ہو گئی نواب صاحب لاہور آئے اور ڈی سی کی ٹرانسفر کرادی گجرات آ کر ڈی سی کو الوداعی پارٹی دی اور ان سے کہا کہ ہم دو بھائیوں میں اختلاف ہو گیا ہے کہ ہم دونوں اختلاف بڑھنے سے پہلے ہی الگ ہو جائیں میری زمین میرا مکان اور برادری گجرات

Marfat.com

میں بنے میں کہیں اور جا نہیں سکتا اس لیے میری درخواست ہے کہ پنڈت صاحب کو کہیں اور ڈپٹی کمشنر لگا دیا جائے تا کہ ہمارے تعلقات مزید خراب نہ ہوں امید ہے کہ آپ اس پر مجھے معاف فرمائیں گے نتیجہ یہ ہوا کہ پنڈت دیوی دتہ وہاں سے چلے گئے لیکن جب کبھی گجرات سے گزرتے ہیں تو نواب صاحب سے ضرور ملتے' نواب صاحب آج کے ایم این اے غضنفر گل کے دادا تھے نواب صاحب نے اپنے آخری وقت میں لکھوایا کہ ہمارا ملازم مہمدا ایک بے وقوف آدمی ہے لیکن کافی عرصہ سے میری خدمت کر رہا ہے اسکی غلطیوں سے درگزر کریں اور اس کو نوکری سے نہ نکالیں مہمدا نواب صاحب کے بیٹوں چوہدری مہمد علی مرحوم اور چوہدری اصغر علی مرحوم کے پاس رہا اور آج بھی اس کی اولاد اسی خاندان کے پاس ہے مجھے ہی لیجئے جب میں گانا شروع کیا تو میرے والد صاحب مجھ سے ناراض ہو گئے میرے تایا جی مرحوم ذرا لبرل تھے انہوں نے میرے والد کو کہا کہ چلو ناراضگی دور کرو ہماری کونسی لڑکی ہے کوئی کیا طعنہ دے گا والد صاحب میرے ساتھ راضی ہو گئے اور انہوں نے ایک شرط رکھی کہ عنایت کسی شادی بیاہ' ختنہ وغیرہ پر نہ گائے میں نے وعدہ کیا قارئین جانتے ہوں گے کہ میں نے اپنے والد صاحب سے وعدہ کس طرح نبھایا مجھے لاکھوں کی پیشکش لیکن میں نے اپنا وعدہ نہ توڑا ہاں اگر کسی شادی بیاہ پر گانا گایا بھی تو پھنس کر یعنی ویسے ہی دعوت میں گیا لوگوں نے مجبور کیا شور مچا دیا اور ایک آدھ گانا گا لیا لیکن کمائی کی خاطر نہیں اور یہی میرے والد صاحب کی یہی خواہش تھی کہ میں یوں سایاں نہ لیتا (سایاں گانے کی رقم طے کرنے کی رسم کو کہتے ہیں)

ہمارے محلے میں دو دوست رہتے تھے مولوی فضل حسین اور برکت علی' مولوی صاحب نے مکان خریدا اور کسی کو مجبوری کی وجہ سے وہ برکت علی کے نام لگوا دیا جب مولوی صاحب نے مکان کی واپسی کے لیے کہا تو برکت علی اکڑ گیا اور انکار کر دیا معاملے محلے کی پنچائت میں آ گیا میرے والد صاحب اس پنچائت کے سرپنچ تھے مولوی صاحب کا بیان اور چند گواہوں کا بیان سننے کے بعد مکان نہ صرف مولوی صاحب کو واپس دلایا بلکہ برکت علی سے کہا کہ وہ محلہ چھوڑ کر کہیں اور چل اجائے کیونکہ وہ ایک بااعتماد آدمی نہ تھی اور بدیانت کے لیے ہمارے محلے میں کوئی جگہ نہیں چنانچہ برکت علی اتنا بدنام ہوا کہ گجرات شہر ہی چھوڑ گیا اور راولپنڈی میں جابسا۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

عنایت حسین بھٹی کی قبر پر رائے فصیح اللہ جرال، پروفیسر زہیر کنجاہی، رحمت اللہ شہزاد اور احسان فیصل کنجاہی فاتحہ خوانی کرتے ہوئے

پاکستان کے معروف فن کار ضلع گجرات کی عظمت کا نشان جناب عنایت حسین بھٹی اپنی گوناگوں صلاحیتوں سے ایک عظیم دانشور تھے جن کے مقالات و مقامات کا تذکرہ میرے عزیز القدر دوست رحمت اللہ شہزاد اکثر کرتے رہتے ہیں اور ان کی باتوں سے بے حد متاثر ہوتا ہوں ایک اور پرانی یاداشت کے حوالہ سے قدرے پریشان بھی ہوتا ہوں ایک وقت تھا جناب بھٹی صاحب میرے غریب خانہ پر دو تین دفعہ تشریف لائے ان کو کتابوں سے بے حد عشق تھا اور میرے پاس بزرگوار کا سرمایہ ایک مختصر سا کتب خانہ ہے بھٹی صاحب میرے کتب خانہ سے متاثر تھے اور میرے متعلق بھی ادھر ادھر کی باتیں سن کر اچھے احساسات رکھتے تھے بھٹی صاحب نے اپنی فن کارانہ صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے جناب پیر فضل حسین فضل کی ایک فلم تیار کی اور اس فلم کے بیشتر بلکہ تمام کے تمام حوالے میری ذات سے تھے اور جا بجا فلم میں مجھے نمایاں کیا گیا میری لائبریری کا عکس بھی فلم میں دکھایا گیا جاتی دفعہ بھٹی صاحب نے مجھ سے ایک کتاب مستعار مانگی مین کتابیں مستعار دینے کا عادی نہیں تھا اس لیے کہ کتاب مستعار دی ہو تو واپس نہیں آتی بھٹی صاحب قدرے کبیدہ خاطر ہوئے اور معنوی شگفگی کے ساتھ روانہ ہو گئے اس کے بعد کبھی ملاقات نہ ہوئی اب ان کے مرید صادق اور نہایت ہی عقیدت مند شاگرد جناب رحمت اللہ شہزاد سے ان کی باتیں سنتا ہوں اور ان کی مطبوعہ تحریریں دیکھتا ہوں اور ان کے عظیم القدر کام محو گوش گزار ہوتے ہیں تو بے حد قلق محسوس کرتا ہوں گیا وقت واپس نہیں آتا بار بار جی میں آتا ہے کہ اگر آج وہ اخلاق و مروت کا مالک عظیم انسان زندہ ہوتا تو میں اپنا تمام کتب خانہ ان کی نذر کر کے فخر محسوس کرتا، اب آرزو گو خاک شد، اپنی خفت دور کرنے کے لیے چند سطور یاداشت لکھ دی ہیں تا سند رہے

پروفیسر ڈاکٹر احمد حسین احمد قریشی قلعداری

Marfat.com